بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اردو

جواہر البحار

فی

فضائل النبی المختار

مصنف

علامہ محمد یوسف بن اسمٰعیل نبہانی رحمۃ اللہ علیہ

مترجم

زبدۃ التحریر علامہ محمد عبدالحکیم اختر شاہجہانپوری رحمۃ اللہ علیہ

ضیاء القرآن پبلی کیشنز ۔ لاہور

جواہر البحار اردو

فی

فضائلِ النّبیؐ المختار

جلد اوّل

مصنفہ

حضرت علامہ امام محمد یوسف بن اسمٰعیل نبہانی رحمۃ اللہ علیہ

مترجم

رئیس التحریر علامہ محمد عبد الحکیم اختر شاہجہانپوری رحمۃ اللہ علیہ

ضیاء القرآن پبلی کیشنز ○ لاہور

marfat.com

جملہ حقوق بحق ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور محفوظ ہیں

نام کتاب	جواہر البحار فی فضائل النبی المختار (جلد اول)
مصنف	حضرت علامہ محمد یوسف بن اسمٰعیل نبہانی رحمۃ اللہ علیہ
مترجم	علامہ محمد عبد الحکیم اختر شاہجہانپوری رحمۃ اللہ علیہ
سال اشاعت	نومبر 1999ء
ناشر	ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور۔ فون 7221953
مطبع	ایل جی پرنٹرز، لاہور
قیمت	-/150 روپے

خصوصی گزارش

کتاب "جواہر البحار جلد اول" اس ایڈیشن سے قبل مکتبہ حامدیہ، داتا گنج بخش روڈ، لاہور شائع کرتا رہا ہے۔ اب اس کتاب کے مترجم علامہ محمد عبد الحکیم اختر شاہجہانپوری رحمۃ اللہ علیہ کے وارثان نے ادارہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور کو جملہ حقوق برائے اشاعت دائمی منتقل کر دیئے ہیں۔ اب کوئی ادارہ یا پبلشر اس کتاب کو چھاپنے کا مجاز نہیں ہے۔

العارض

محمد حفیظ البرکات شاہ

marfat.com

انتساب

احقر اپنی اس ناچیز کاوش کو سیدی و سندی، مرشدی و مولائی حضرت مفتیِ اعظم دہلی شاہ محمد مظہر اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی جانب منسوب کرنے میں فخر محسوس کرتا ہے، کیونکہ یہ اُس سرکار ہی کی نظرِ کرم کا کرشمہ ہے کہ میرے جیسے علمی لحاظ سے بے مایہ اور کوتاہ اندیش سے ایسا علمی کام لے لیا گیا ہے

ذرّے کو جس نے اخترِ کامل بنا دیا
مرشد مرے پہ رحمتِ پروردگار ہو

اختر شاہجہان پوری مظہری عفی عنہ

marfat.com

فہرس

صفحہ	عنوانات	نمبر شمار
۹	پیش لفظ (اختر شاہجہان پوری مظہری)	۱
۲۴	حرفِ آغاز (از مصنف رحمۃ اللہ علیہ)	۲
۳۱	**قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ کے فرموداتِ گرامی**	۳
۳۲	مقامِ مصطفیٰ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)	۴
۶۵	فطری محاسن واخلاقی کمالات	۵
۸۲	عقلِ مصطفیٰ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)	۶
۸۴	آپ کا حلم، عفو، صبر	۷
۹۰	آپ کا جُود وکرم	۸
۹۲	آپ کی شجاعت و دلیری	۹
۹۴	حیا اور چشم پوشی	۱۰
۹۵	حُسنِ معاشرت	۱۱
۹۸	مخلوقِ خدا پر شفقت ورحمت	۱۲
۹۹	وفا، ایفائے عہد، صلہ رحمی	۱۳
۱۰۱	تواضع اور انکساری	۱۴
۱۰۴	عدل، امانت، عفت، صداقت	۱۵
۱۰۸	وقار، خاموشی، سنجیدگی، مروّت اور حُسنِ سلوک	۱۶
۱۰۹	دنیا سے بے رغبتی	۱۷
۱۱۳	خوفِ خدا وکثرتِ عبادت	۱۸
۱۱۶	شمائلِ نبوی اور دیگر متعلقہ اوصاف	۱۹

marfat.com

۲۰ خصائصِ مصطفیٰ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ۱۲۵
۲۱ معراج شریف ۱۳۶
۲۲ رویتِ الٰہی ۱۴۵
۲۳ شفاعت و دیگر فضائل ۱۴۷
۲۴ محبت اور خُلت ۱۵۱
۲۵ شفاعت و مقامِ محمود ۱۵۵
۲۶ وسیلہ اور حوضِ کوثر ۱۵۹
۲۷ اسمائے نبی (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ۱۶۰
۲۸ معجزاتِ سید المرسلین (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ۱۶۱
۲۹ معجزات و قرآن کریم ۱۶۳
۳۰ معجزاتِ ولادت ۱۶۸
۳۱ معجزاتِ مصطفیٰ کی ترجیح ۱۸۱
۳۲ حکیم محمد بن علی ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کے فرموداتِ گرامی ۱۸۷
۳۳ فخرِ دو عالم کی ہیبت ۱۸۹
۳۴ خدا کی محبت اور اتباعِ رسول ۱۹۲
۳۵ خصائصِ مصطفیٰ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ۱۹۴
۳۶ حافظ ابو نعیم اصبہانی رحمۃ اللہ علیہ کے فرموداتِ گرامی ۲۰۵
۳۷ رحمتِ دو عالم ۲۰۷
۳۸ شانِ مصطفیٰ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ۲۰۸
۳۹ معاندین سے دفاع ۲۱۶
۴۰ خواہشات ۲۱۸
۴۱ لغزش کا ذکر ۲۱۹
۴۲ میثاقِ انبیائے کرام ۲۲۰

marfat.com

۴۳	نامِ خدا اور نامِ نبی کا اتصال	۲۲۲
۴۴	فضیلتِ مصطفیٰ از احادیثِ مطہرہ	۲۲۵
۴۵	حیاتِ مصطفیٰ کی قسم	۲۲۷
۴۶	بزمِ محشر میں شانِ محبوبی	۲۲۸
۴۷	موسیٰ علیہ السلام کی تمنا	۲۳۲
۴۸	خُلقِ عظیم	۲۳۳
۴۹	قرآن کی مثل ناممکن ہے	۲۳۵
۵۰	فضائل و معجزات میں دیگر انبیاء سے تقابل	۲۳۷
۵۱	شمائلِ رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)	۲۷۶
۵۲	قاضی ابوالحسن ماوردی رحمۃ اللہ علیہ کے فرمودات گرامی	۲۸۱
۵۳	اخلاق و فضائل	۲۸۳
۵۴	بعثت اور استقرارِ نبوت	۳۱۰
۵۵	شیخ محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کے فرمودات گرامی	۳۳۱
۵۶	شیخ کا ایک مشاہدہ	۳۳۳
۵۷	علمِ اسماء و علمِ معانی	۳۳۴
۵۸	مقامِ مصطفیٰ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)	۳۴۱
۵۹	اول الخلق روحِ محمدیہ ہے	۳۴۲
۶۰	دستگیرِ کائنات	۳۴۶
۶۱	فضیلتِ اہلِ بیتِ اطہار	۳۴۸
۶۲	شریعتِ محمدیہ کی جامعیت	۳۵۶
۶۳	شفاعتِ کبریٰ	۳۵۷
۶۴	درجاتِ جنت اور وسیلہ	۳۶۱
۶۵	درودِ پاک	۳۶۳

marfat.com

۶۶	فضیلتِ جمعہ	۳۶۵
۶۷	وصال	۳۶۵
۶۸	اخلاق اللہ سے مطابقت	۳۶۶
۶۹	نبی کا قدم	۳۶۷
۷۰	مقامِ محمود	۳۶۸
۷۱	مقامِ مصطفیٰ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)	۳۷۲
۷۲	لواء الحمد	۳۷۳
۷۳	وسیلہ کے ساتھ خصوصیت	۳۷۶
۷۴	موسیٰ علیہ السلام کی خواہش	۳۷۸
۷۵	اُمّ الکتاب	۳۸۰
۷۶	مغفرتِ مصطفیٰ کا حقیقی مفہوم	۳۸۲
۷۷	انتخاب	۳۸۶
۷۸	شہکارِ دستِ قدرت	۳۸۹
۷۹	مرکزِ دائرۂ تخلیق	۳۹۱
۸۰	مقامِ مصطفیٰ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)	۳۹۱
۸۱	مقامِ محمود	۴۰۵
۸۲	فتحِ مبین کی بشارت	۴۰۶
۸۳	تبلیغ کا معاوضہ	۴۰۹
۸۴	الانسان الکامل	۴۱۱
۸۵	معراج و اسراء	۴۱۵
۸۶	اوّل الخلق (سب سے پہلی مخلوق)	۴۲۹
۸۷	مقامِ مصطفیٰ کا نرالا احترام و اہتمام	۴۳۱
۸۸	امام فخرالدین رازی رحمۃ اللہ علیہ کے فرمودات گرامی	۴۳۰

marfat.com

۸۹	آپ نے تبلیغ کا حق ادا کر دیا	۴۳۹
۹۰	آپ ابراہیم علیہ السلام کی دُعا ہیں	۴۴۹
۹۱	افضلیتِ مصطفیٰ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)	۴۴۵
۹۲	میثاقِ انبیائے کرام	۴۶۳
۹۳	رحمتِ دو عالم کا علم	۴۶۷
۹۴	اللہ تعالیٰ کا مسلمانوں پر سب سے بڑا احسان	۴۶۸
۹۵	فترت کے بعد سید المرسلین کی آمد	۴۷۶
۹۶	النبی الاُمّی (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)	۴۷۸
۹۷	ہمارا غمخوار آقا	۴۹۰
۹۸	حیاتِ مصطفیٰ کی قسم	۴۹۴
۹۹	رحمتِ دو عالم	۴۹۵
۱۰۰	مدارجِ تبلیغ	۴۹۷
۱۰۱	حضور کے لیے دنیا سے آخرت بہتر ہے	۵۰۰
۱۰۲	رفعتِ ذکرِ مصطفیٰ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)	۵۰۵
۱۰۳	صاحبِ کوثر	۵۰۷
۱۰۴	شیخ عمر بن فارض رحمۃ اللہ علیہ کے فرمودات گرامی	۵۲۰
۱۰۵	قصیدۂ تائیۃ الکبریٰ مع شرح	۵۲۹
۱۰۶	امام عزالدین بن عبدالسلام رحمۃ اللہ علیہ کے فرمودات گرامی	۵۵۷
۱۰۷	افضلیتِ مصطفیٰ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)	۵۵۸
۱۰۸	کچھ اس ترجمے کے بارے میں	۵۷۳

marfat.com

پیش لفظ

مری انتہائے نگارش یہی ہے
ترے نام سے ابتدا کر رہا ہوں

علامہ یوسف نبہانی رحمۃ اللہ علیہ ۱۲۶۵ھ بمطابق ۱۸۴۹ء میں پیدا ہوئے۔ آبائی وطن فلسطین ہے نبہان اہلِ عرب کے ایک خاندان کا نام ہے، اسی وجہ سے آپ نبہانی کہلاتے تھے۔ سلسلۂ نسب یوں ہے: علامہ یوسف بن اسمٰعیل بن یوسف بن اسمٰعیل بن محمد ناصر الدین نبہانی رحمۃ اللہ علیہم۔ آپ کے والد ماجد ایک جید عالمِ دین، صاحبِ تقویٰ و طہارت اور ذاکر و شاغل بزرگ تھے۔

علامہ موصوف نے ناظرہ قرآنِ کریم اپنے والدِ ماجد سے پڑھا۔ ۱۲۸۳ھ میں جبکہ آپ عمر کی سترہ منزلیں طے کر چکے تھے تو مزید تحصیل علم کی خاطر مصر کی شہرۂ آفاق درس گاہ جامع ازہر میں داخل کروا دیئے گئے۔ یہاں ساڑھے چھ برس محنتِ شاقہ کی اور پورے انہماک سے علومِ دینیہ کی تحصیل میں مصروف رہے۔ آخر علومِ عقلیہ و نقلیہ میں درجہ کمال تک پہنچے تو رجب ۱۲۸۹ھ میں سندِ فراغ حاصل کی۔ یوں تو آپ کے جملہ اساتذہ ہی لائق و فائق تھے لیکن شیخ ابراہیم سقا شافعی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۲۸۹ھ/۱۸۷۲ء) یگانہ روزگار تھے۔ موصوف استاذ الاساتذہ اور مرجع علما شمار کیے جاتے تھے۔

علامہ یوسف بن اسمٰعیل نبہانی رحمۃ اللہ علیہ ایک جید عالمِ دین اور یگانہ روزگار کے بطور منصۂ شہود پر جلوہ گر ہوئے۔ آپ زبردست اہلِ قلم، صاحبِ تحریر و تقریر، بے بدل مصنف، مایۂ ناز ادیب و شاعر اور ماحیٔ سنت و قاطعِ بدعت تھے۔ ان مذکورہ کمالات پر طرّہ یہ کہ سچے عاشقِ رسول تھے۔ موصوف کی جملہ تصانیف اس امر کا زندہ ثبوت ہیں۔ علامہ نبہانی علیہ الرحمۃ کافی عرصہ

marfat.com

بیروت میں عہدۂ قضاء پر بھی فائز رہے اور وہاں کی سرکاری لائبریری کے منتظمِ اعلیٰ بھی رہے اس درجہ مصروفیت کے باوجود بارگاہِ بیکس پناہ میں حاضر ہونے کی سعادت اکثر حاصل کرتے رہتے۔ فخرِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ایسے عاشقِ صادق تھے کہ اپنے دل کو ہمیشہ محبوب کی قیام گاہ بنائے رکھتے تھے۔

مولانا ابوالنور محمد بشیر مدظلہ، مدیر "ماہ طیبہ" کوٹلی لوہاراں ضلع سیالکوٹ کے والد ماجد فقیہِ اعظم حضرت مولانا محمد شریف کوٹلوی رحمۃ اللہ علیہ اعلیٰحضرت امام احمد رضا خاں بریلوی قدس سرہٗ (المتوفی سنہ ۱۳۴۰ھ/۱۹۲۱ء) کے خلیفہ تھے۔ مولانا نے حضرت فقیہِ اعظم کی زبانی علامہ نبہانی کے متعلق ایک حالیہ مکتوب میں یوں لکھا ہے :-

"میرے والد ماجد علیہ الرحمۃ نے ایک مرتبہ مجھ سے فرمایا تھا کہ میں جب حج کرنے گیا (حضرت والد ماجد علیہ الرحمۃ شریفِ مکہ کے دور میں حج کرنے گئے تھے) تو مدینہ منورہ کی حاضری اور زیارتِ گنبدِ خضراء کے شرف سے مشرف ہوئے وقت میں نے باب السلام کے قریب اور گنبدِ خضراء کے سامنے ایک سفید ریش اور انتہائی نورانی چہرہ والے بزرگ کو دیکھا جو قبرِ انور کی جانب منہ کر کے دو زانو بیٹھے کچھ پڑھ رہے تھے۔ میں ان کی وجاہت اور چہرے کی نورانیت دیکھ کر بہت متأثر ہوا اور ان کے قریب جا کر بیٹھ گیا اور ان سے گفتگو شروع کی۔ وہ میری جانب متوجہ ہوئے تو میں نے ان سے کہا کہ میں ہندوستان سے آیا ہوں اور آپ کی کتابیں حجۃ اللہ علی العالمین اور جواہر البحار وغیرہ میں نے پڑھی ہیں جن سے میرے دل میں آپ کی بڑی عقیدت ہے انہوں نے یہ بات سن کر سمجھا کہ یہ کوئی خوش عقیدہ اور عالم ہے تو میری طرف محبت سے ہاتھ بڑھایا اور مصافحہ فرمایا۔ والد ماجد علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ میں نے ان سے عرض کیا، حضور! آپ قبرِ انور سے اتنی دور کیوں بیٹھے ہیں؟ تو رو پڑے اور کہا " میں اس لائق نہیں کہ قریب جاؤں " اس کے بعد میں اکثر ان کی جائے قیام پر حاضر ہوتا رہا اور ان سے سندِ حدیث بھی حاصل کی۔

marfat.com

وہ مجسمِ عشقِ رسول، بارگاہِ بیکس پناہ میں حاضر ہوکر، سراپا التجا بن کر، زبانِ حال سے یہی کہہ رہا ہوگا:

تیرے سوا خیالِ نبی میں ترے نثار
سمجھا نہ کوئی دیدۂ گریاں کی گفتگو

فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ کی عدیم النظیر تصنیف "الدولۃ المکیہ" پر تقریظ لکھتے ہوئے مولانا عبدالقادر محمد بن سورہ القرشی نے امام احمد رضا خاں بریلوی اور علامہ یوسف بن اسمٰعیل نبہانی رحمۃ اللہ علیہما کے متعلق اپنی رائے جن عربی الفاظ میں بیان فرمائی، ان کا اردو ترجمہ پیشِ خدمت ہے:

"ہم عصر حسانِ زماں، زندہ کنِ سنتِ سردارِ اولادِ عدنان، محفوظ بہ نبی عدنانی، معروف شیخ یوسف نبہانی کہ انہوں نے اپنی کتاب "شواہد الحق" میں وہ تنبیہات ذکر فرمائیں کہ ان کے اندر دلوں میں زجر کرنے والے شہاب ہیں تو درحقیقت بلاریب وہ (علامہ نبہانی) اور مصنف رسالہ ہذا (اعلیحضرت) ادائے واجب لے لئے کھڑے ہوئے اور حکم صائب لائے۔" ۱؎

اسی طرح مذکورۃ الصدر کتاب پر تقریظ لکھتے ہوئے مولانا حسین بن محمد علیہ الرحمۃ نے اپنے وقت کی ان دونوں یگانۂ روزگار اور سرمایۂ افتخار ہستیوں کے بارے میں یوں لکھا ہے:

"اللہ تعالیٰ ہماری طرف سے جزائے خیر دے مؤلف (اعلیحضرت) اور شیخ یوسف نبہانی (رحمۃ اللہ علیہما) کو جنہوں نے ہماری احتیاج کو پورا کیا۔" ۲؎

خود علامہ یوسف نبہانی علیہ الرحمۃ نے مجددِ مأتہ حاضرہ قدس سرہ کی تصنیفِ لطیف "الدولۃ المکیہ" پر زوردار تقریظ لکھی۔ اعلیحضرت امام اہلسنت کے بارے میں انہوں نے اپنے خیالات کا اظہار یوں فرمایا:

"اس دفعہ سید عبدالباری سلمہ اللہ تعالیٰ (ابن علامہ سید امین رضوان مدنی

۱؎ الدولۃ المکیہ مطبوعہ کراچی ص ۳۱۱ ۲؎ ایضاً ص ۳۰۹۔

marfat.com

علیہ الرحمۃ) نے یہ کتاب میرے پاس بھیجی تو میں نے اس (الدولۃ المکیہ) کو شروع سے آخر تک پڑھا اور تمام دینی کتابوں میں بہت زیادہ نفع بخش اور مفید پایا۔ اس کی دلیلیں بڑی قوی ہیں، جو ایک امام کبیر، علامۂ اجل کی طرف سے ظاہر ہو سکتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ راضی رہے اس رسالے کے مصنف سے، اور اپنی عنایتوں سے ان کو راضی کرے اور ان کی تمام پاکیزہ امیدوں کو بر لائے ..... نبی کریم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے توسل سے بارگاہِ الٰہی میں دعا کرتے ہیں کہ وہ اس کتاب کے مصنف جیسے افراد زیادہ سے زیادہ پیدا کرے جو ائمۂ اعلام ہوں، اسلام کے حامی ہوں، کفار اور ذلیل بدعتیوں کی تردید میں مشغول رہیں۔ ایسے علماء بزرگ تر مجاہد اور دین کی حدود کے محافظ ہیں" [۱]

بقول اعلیٰحضرت قدس سرہٗ کے خلیفۂ نامدار حضرت مولانا ضیاء الدین مہاجر مدنی ظلہ العالی، علامہ حضرت یوسف نبہانی علیہ الرحمۃ کی اہلیہ محترمہ کو چوراسی مرتبہ سرورِ کون و مکان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت کا شرف حاصل ہوا (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما) علامہ موصوف شمعِ رسالت پر پروانہ وار نثار تھے، ان کی حالت و کیفیت کے بیان سے الفاظ قاصر ہیں۔ علامہ کی وفات حسرت آیات کے متعلق حضرت مدنی ہی کا بیان ہے کہ "جواہر البحار" کی تصنیف کے کچھ عرصہ بعد موصوف کو سرکارِ دو عالم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی سرکار نے "جواہر البحار" کو بہت پسند فرمایا اور از راہِ لطف و کرم علامہ کو سینے سے لگایا۔ علامہ بارگاہِ رسالت میں عرض گزار ہوئے کہ حضور! "اب جدائی کا صدمہ برداشت کرنے کی تاب نہیں رہی" آخر اسی حالت میں وصال ہو گیا۔

ایک شاگردِ رشید کو علامہ کی زیارت نصیب ہوئی جن سے موصوف نے اپنی وفات کا واقعہ بیان کیا جو اسی طرح عوام و خواص میں مشہور ہوا۔ حضرت نبہانی علیہ الرحمۃ نے مجددِ مائۃ حاضرہ قدس سرہٗ کے دس سال بعد ۱۳۵۰ھ/۱۹۳۱ء میں وفات پائی اور اپنے آبائی گاؤں اجزم

---

[۱] الدولۃ المکیہ، مطبوعہ کراچی ص ۷۷،۲۴۔

marfat.com

میں ہمیشہ کے لئے محوِ خواب اور آسودۂ استراحت ہوئے انا للہ وانا الیہ راجعون ۔

ابرِ رحمت ان کے مرقد پر گہر باری کرے
حشر میں شانِ کریمی ناز برداری کرے

اسلام کے اس مایۂ ناز فرزند، نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم ۔ کے عاشقِ صادق اور چودھویں صدی کی نادرِ روزگار ہستی نے قلمی میدان میں ایسی بیش بہا تصانیف چھوڑی ہیں جن کے مطالعہ سے آنکھوں کو نور اور دلوں کو سرور حاصل ہوتا ہے ۔ حق تو یہ ہے کہ مجدد مِائۃ حاضرہ امام احمد رضا خان بریلوی قدس سرہ کے بعد دنیائے اسلام میں علامہ موصوف اپنی نظیر آپ تھے ۔ آپ کی تصانیف علوم دینیہ کے قابلِ قدر اور مایۂ افتخار ذخیرے ہیں ۔ اگر علامہ کی قلمی نگارشات کو اعلحضرت قدس سرہ کے تجدیدی کارنامے کا تکملہ کہا جائے تو شاید بے جا نہ ہوگا ۔ فہرست تصانیف حسب ذیل ہے :۔

۱۔ الفتح الکبیر فی ضم الزیادۃ الی الجامع الصغیر (چودہ ہزار احادیث کا عظیم ذخیرہ جو تصانیفِ علامہ میں اعظم و انفع ہے ۔)
۲۔ قرۃ العینین علی منتخب الصحیحین (تین ہزار احادیث کا مجموعہ اور ان پر فاضلانہ حواشی)
۳۔ جواہر البحار فی فضائل نبی المختار (چار ضخیم جلدوں میں فضائل مصطفوی کا عظیم الشان مجموعہ)
۴۔ وسائل الاصول الی شمائل الرسول (اردو ترجمہ آجکل عام دستیاب ہے)
۵۔ قرۃ العین من البیضاوی والجلالین ۔
۶۔ شواہد الحق فی الاستغاثۃ بسید الخلق ۔
۷۔ حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ۔
۸۔ الانوار المحمدیہ مختصر المواہب اللدنیہ ۔
۹۔ افضل الصلوات علی سید السادات ۔
۱۰۔ الاحادیث الاربعین فی وجوب طاعۃ امیر المؤمنین ۔
۱۱۔ النظم البدیع فی مولد النبی الشفیع ۔
۱۲۔ الہمزیۃ الالفیہ فی مدح سید الانبیاء ۔

marfat.com

۱۳۔ الاحادیث الاربعین فی فضائل سید المرسلین۔
۱۴۔ الاحادیث الاربعین فی امثال افصح العالمین۔
۱۵۔ قصیدۃ سعادۃ المعاد فی موازنۃ بانت سعاد۔
۱۶۔ مثال نعل الشریف۔
۱۷۔ سعادۃ الدارین فی الصلوٰۃ علی سید الکونین۔
۱۸۔ السابقات الجیاد فی مدح سید العباد۔
۱۹۔ خلاصۃ الکلام فی ترجیح دین الاسلام۔
۲۰۔ ہادی المرید الی طرق الاسانید۔
۲۱۔ الفضائل المحمدیہ۔
۲۲۔ الورد الشافی
۲۳۔ المزدوجۃ الغرا فی الاستغاثۃ باسماء اللہ الحسنٰی۔
۲۴ المجموعۃ النبہانیہ فی المدائح النبویہ۔
۲۵۔ نجوم المہتدین فی معجزاتہ والرد علی اعدائہ اخوان الشیاطین۔
۲۶۔ ارشاد الحیارٰی فی تحذیر المسلمین من مدارس النصارٰی۔
۲۷۔ جامع الثناء۔
۲۸۔ مفرج الکروب۔
۲۹۔ جذب الاستغاثات۔
۳۰۔ احسن الوسائل فی نظم اسماء النبی الکامل۔
۳۱۔ کتاب الاسماء فیما لسیدنا محمد من الاسماء۔
۳۲۔ البرہان المسدد فی اثبات نبوۃ سیدنا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔
۳۳۔ دلیل التجار الی اخلاق الاخیار۔
۳۴۔ الرحمۃ المہداۃ فی فضل الصلوٰۃ
۳۵۔ حسن الشرعۃ فی مشروعیۃ صلوٰۃ الظہر بعد الجمعۃ

marfat.com

۳۶۔ التحذیر من اتخاذ الصدر والتقدیر۔

۳۷۔ تنبیہ الافکار لحکمۃ اقبال الدنیا علی الکفار۔

۳۸۔ سبیل النجاۃ۔

۳۹۔ سعادۃ الانام فی اتباع دین الاسلام۔

۴۰۔ القصیدۃ الرائیۃ الکبریٰ۔

۴۱۔ الرائیۃ الصغریٰ فی ذم البدعۃ ومدح السنۃ الغرا۔

۴۲۔ اتحاف المسلم۔

۴۳۔ تہذیب النفوس فی ترتیب دروس۔

۴۴۔ جامع کرامات الاولیاء۔

۴۵۔ العقود اللؤلؤیہ فی المدائح النبویۃ۔

۴۶۔ الاربعین من احادیث سید المرسلین۔

۴۷۔ الدلالات الواضحات شرح دلائل الخیرات۔

۴۸۔ المبشرات۔

۴۹۔ صلوات الثناء علی سید الانبیاء۔

۵۰۔ القول الحق فی مدح سید الخلق

۵۱۔ الصلوات الالفیہ فی الکمالات المحمدیہ۔

۵۲۔ ریاض الجنہ فی اذکار الکتاب والسنہ۔

۵۳۔ الاستغاثۃ الکبریٰ باسماء اللہ الحسنیٰ۔

۵۴۔ جامع الصلوات علی سید السادات۔

۵۵۔ الشرف المؤید لآل محمد۔

۵۶۔ صلوات الاخیار علی النبی المختار۔

۵۷۔ البشائر الایمانیہ فی المبشرات المنامیہ۔

۵۸۔ کتاب البرزخ ۵۹۔ کتاب الاذکار

marfat.com

علامہ موصوف کی تصانیف اکثر و بیشتر ارشاداتِ نبوی کے مجموعے اور فضائل و کمالاتِ مصطفوی کے ذخیرے ہیں۔ علم حدیث میں آپ کی نظر بہت وسیع ہے۔ بعض تصانیف ایسی بالغ نظری اور محققانہ شان سے مرتب فرمائی ہیں جن کی نظیر علمائے متاخرین کی تصانیف میں نظر نہیں آتی۔ یہ زورِ تحریر، وسعتِ نظر اور عشقِ رسول کے منہ بولتے لعل و گہر ہیں۔ قلمی نگارشات میں جامی کا سوز و گداز، سعدی کی فصاحت و بلاغت، رومی کا فلسفۂ حیات، سیوطی کی علمی جلالت، شیخ سرہندی کی جرأتِ رندانہ اور محقق دہلوی کا علمی تبحر اپنی جھلکیاں دکھا رہا ہے (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم)۔

یہاں ایک تلخ حقیقت کی طرف اشارہ کرنا بھی ضروری سمجھتا ہوں کہ چودھویں صدی ہجری کے آغاز ہی سے برٹش گورنمنٹ کے زیرِ سایہ علامہ شبلی نعمانی (المتوفی ۱۳۳۲ھ/۱۹۱۴ء) کو رئیس المؤرخین منوانے کی مہم بڑے زور شور سے جاری ہوگئی تھی۔ بدقسمتی سے قیامِ پاکستان کے بعد بھی یہ ستم ظریفی کا سلسلہ اسی طرح جاری رہا کیونکہ اسکولوں اور کالجوں کے فیض یافتہ حضرات اس پروپیگنڈے کے مبلغ ہیں اور یہی حضرات حکومت کی مشینری کے پرزے بنا کرتے ہیں۔ موصوف کے دینی نظریات کی معمولی سی وضاحت پیشِ نظر کر کے قارئین کرام سے انصاف کا طلبگار ہوں۔

دیوبندی حضرات کے حکیم الامت مولوی اشرف علی تھانوی (المتوفی ۱۳۶۲ھ/۱۹۴۳ء) موصوف کے متعلق لکھتے ہیں:-

"ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ فلاں صاحب نعمانی (مولانا شبلی اعظم گڑھی) یہ بھی سر سید احمد خاں کے قدم بقدم ہی ہیں، سیرتِ نبوی لکھی ہے جس پر آج کل کے نیچری فریفتہ ہیں"۔[1]

موصوف نے کتاب "سیرۃ النبی" کو نیچری حضرات کی پسندیدہ لکھا اور علامہ شبلی نعمانی کو سر سید احمد خاں صاحب (المتوفی ۱۳۱۵ھ/۱۸۹۸ء) کا مقلد بتایا ہے۔ دیکھنا یہ ہے کہ نیچریت اور سر سید کے بارے میں عالی جناب تھانوی صاحب کی رائے کیا ہے؟ اس امر کی

---

[1] الافاضات الیومیہ، جلد پنجم، ص ۱۵۲۔

marfat.com

انہوں نے یوں وضاحت فرمائی :۔

یہ سب انگریزی تعلیم اور نیچریت کی نحوست ہے کہ لوگوں کے عقائد، اعمال صورت، سیرت سب بدل گئے اور دین بالکل تباہ و برباد ہو گیا۔ ان کی رفتار گفتار، نشست و برخاست، خورد و نوش سب میں دہریت و نیچریت کا رنگ جھلکتا ہے اور ہندوستان میں نیچریت کا بیج سرسیّد کا بویا ہوا ہے"۔[1]

دوسرے مقام پر اسی سلسلے میں موصوف نے یوں اپنی رائے کا اظہار فرمایا ہے :۔

" اس شخص (سرسیّد احمد خاں) کی وجہ سے ہزاروں لاکھوں مسلمانوں کے ایمان تباہ و برباد ہو گئے، ایک بڑا گمراہی کا پھاٹک کھل گیا۔ اس کے اثر سے اکثر نیچری ایمان سے کورے ہوتے ہیں"۔[2]

دارالعلوم دیوبند کے سابق صدر اور دیوبندی جماعت کی ممتاز علمی ہستی، علامہ انور شاہ کشمیری (المتوفی ۱۳۵۲/ ۱۹۳۲ء) نے علامہ شبلی نعمانی کے بارے میں یوں حکم شرع بیان کیا ہے :۔

و انما ارد علی اعین الناس	میں اس (شبلی) کی بے دینی کا لوگوں
اذ لیس من الدین ان یغمض	کے سامنے رد اس لئے کرتا ہوں کہ دین
عن کافر۔[3]	میں کسی کافر کے کفر کو چھپانا جائز نہیں ہے۔

جمعیۃ العلمائے ہند کے سابق صدر اور دیوبندی حضرات کے مفتی اعظم جناب مفتی کفایت اللہ شاہجہان پوری دہلوی (المتوفی ۱۳۷۲ھ/ ۱۹۵۲ء) نے علامہ شبلی نعمانی (المتوفی ۱۹۱۴ء) کے رد میں ایک طویل فتوے جاری کیا تھا جو پہلی دفعہ ۱۳۳۲ھ/ ۱۹۱۴ء میں تحفہ ہند پریس دہلی سے شائع ہوا تھا۔ مذکورہ فتوے میں مفتی صاحب نے علامہ شبلی نعمانی کی مذہبی پوزیشن یوں واضح کی ہے :۔

---

[1] الافاضات الیومیہ جلد ششم ص ۹۸ [2] ایضاً جلد پنجم ص ۸۳ [3] مقدمہ مشکلات القرآن ص ۳۲۔

marfat.com

"جس باخبر شخص نے علامہ شبلی کی تصنیفات پڑھی ہیں، اس پر علامہ کے عقائد و خیالات روزِ روشن کی طرح عیاں ہیں۔۔۔۔۔ اصل یہ ہے کہ علامہ نے "الکلام" میں جن عقائد و خیالات کو صراحۃً یا کنایۃً حق مانا ہے وہ زیادہ تر معتزلہ اور فرقِ باطلہ اور ملحدین کے عقائد اور خیالات ہیں اس لئے ان کی تصنیفات کو دیکھ کر اہلِ اسلام کے ہر طبقہ کی مذہبی غیرت میں تموج پیدا ہوا اور چاروں طرف سے علامہ کے خلاف صدا بلند ہوئی کہ علامہ اہلِ سنت وجماعت سے خارج اور معتزلہ اور ملاحدہ کے ہمنوا بلکہ چودھویں صدی میں ان کی یادگار ہیں لیکن (مولنا شبلی نعمانی) کو کبھی اس دارو گیر کی کچھ پرواہ نہ ہوئی اور وہ برابر اپنے خیالات و عقائد پر جمے رہے اور ان کی اشاعت کرتے رہے" [1]

علامہ شبلی نعمانی نے اپنی مشہور تصنیف "الکلام" میں عالم کے قدیم ہونے کی تصریح ان لفظوں میں کی ہے:۔

"ہم کو اس سے انکار نہیں کہ عالم اجزائے ذی مقراطیسی سے بنا ہے۔ ہم کو یہ بھی تسلیم ہے کہ عالم قدیم ہے جیسا کہ خود مسلمانوں کے ایک فرقہ معتزلہ اور حکمائے اسلام یعنی فارابی، ابنِ سینا اور ابنِ رشد کی رائے ہے" [2]

مفتی کفایت اللہ صاحب دہلوی نے موصوف کی مذکورہ عبارت پر اپنے فتوے میں یوں تنقید کی ہے:۔

"ناظرین غور فرمائیں کہ علامہ ملاحدہ کے اعتراضات کا جواب دیتے ہوئے عالم کے قدیم ہونے کو تسلیم کرتے ہیں اور اس کو مسلمانوں کے فرقہ معتزلہ اور حکمائے اسلام (جن کو علامہ کا فتوے ملحد و زندیق بتا چکا ہے) فارابی، ابنِ سینا اور ابنِ ارشد کی رائے بتاتے ہیں اور اس جہت سے عالم کو خالق کی ضرورت نہ ہونا مان کر صفحہ ۵۵ میں صرف نظامِ عالم قائم رکھنے اور قوانینِ فطرت کا باہمی ارتباط باقی رہنے کے لئے خدا کا وجود مانتے ہیں۔" اس میں کیا

---

[1] تواریخ مجددین حزب وہابیہ، مطبوعہ آرمی پریس کانپور، ص ۲۳ ـ [2] الکلام ص ۵۴

marfat.com

شبہ رہا کہ علامہ کے نزدیک عالم اور مادہ قدیم ہے خود علامہ کی تصریح کے بڑھ کر کس دلیل کی حاجت ہے ؟ اب ان مقدمات کو اس طرح ترتیب دیجئے ، علامہ قدمِ عالم کو تسلیم کرتے ہیں اور جو قدمِ عالم کو تسلیم کرے ملحد و زندیق ہے ۔" [1]

اس فتوے میں مفتی صاحب موصوف نے آگے یہ وضاحت بھی فرمائی ہے :-

" رہا وجودِ باری کا اقرار ، وہ بھی جیسا آگے چل کر معلوم ہوگا ۔ علامہ صرف اس لئے تسلیم کرتے ہیں کہ اسے فطری بتاتے ہیں کہ نظامِ عالم میں ترتیب اور باہمی ارتباط قائم رہے نہ اس طور پر کہ خدا عالم کا خالق ہے اور عالم اس کا مخلوق ہے ۔" [2]

علامہ شبلی نعمانی (المتوفی ۱۹۱۴ء) کے عقائد و نظریات پر تنقید و تبصرہ کرتے ہوئے جناب مفتی صاحب نے ایک بڑے پتے کی بات کہی ہے چنانچہ موصوف یوں رقمطراز ہیں :-

" ناظرین کو معلوم ہو چکا کہ علامہ کے نزدیک ابن رشد ، ابن سینا ، قفال ، جو اُن کے فتوے کے بموجب ملحد و زندیق قرار پا چکے ہیں ، حکمائے اسلام ہیں اور یہی لوگ ان (علامہ شبلی نعمانی) کے علم کلام کے ماخذ ہیں اور یہ سب اہلِ سنت و جماعت سے خارج اور ضدِ مقابل ہیں ۔ علامہ ان کے عقائد میں متبع اور ان کے نقشِ قدم پر چلنے والے ہیں ۔ باوجود اس کے اہلسنت و جماعت سے ہونے کا دعوٰے یا تو اہلسنت و جماعت کی تعریف معلوم نہ ہونے کی وجہ سے یا دانستہ مسلمانوں کو دھوکا دینا ہے اور ان کی آنکھوں پر پردہ ڈالنا ہے اور دونوں صورتوں میں ان کی علمی قابلیت پر نہایت سخت دھبہ آتا ہے ۔ پہلی صورت میں تو ظاہر ہے اور دوسری صورت میں اس لئے کہ جس کا علم اس کو دھوکر بازی اور غلط بیانی سے نہ روکے وہ علم جہل سے بدتر ہے ۔" [3]

[1] تواریخ مجددین حزب وہابیہ ص ۹۰،۴۲ [2] ایضاً ص ۴۱ ۔ [3] تواریخ مجددین حزب وہابیہ ص ۳۱،۴۲

marfat.com

علامہ شبلی نعمانی مصنفِ "سیرۃ النبی" کے عقائد و نظریات کیسے تھے؟ موصوف علم کلام میں کیسے لوگوں کی تقلید کرتے تھے اور علامہ کے بارے میں اکابرِ دیوبند کی رائے کیا ہے، یہ قارئین کرام نے گذشتہ سطور میں ملاحظہ فرما لیا لیکن اس کے برعکس اسلام کے اس بطلِ جلیل خلد آشیانی علامہ یوسف نبہانی رحمۃ اللہ علیہ نے امتِ محمدیہ کے مایہ نازا کابر اور مسلّم بزرگانِ دین کی تحقیقات جلیلہ اور بیاناتِ عالیہ سے اپنی مقبولِ بارگاہِ رسالت تصنیف "جواہر البحار" کی چاروں ضخیم جلدوں کو مزین کیا ہے۔ سرورِ کون و مکاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فضائل و کمالات سے متعلق جن بزرگوں کی نگارشات پر "جواہر البحار" کی جلد اول مشتمل ہے ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

۱۔ قاضی عیاض مالکی علیہ الرحمۃ المتوفی ۵۴۴ھ
۲۔ حکیم ترمذی علیہ الرحمۃ المتوفی ۲۵۵ھ
۳۔ حافظ ابونعیم اصفہانی علیہ الرحمۃ المتوفی ۴۳۰ھ
۴۔ امام ماوردی علیہ الرحمۃ المتوفی ۴۵۰ھ
۵۔ امام محی الدین ابن عربی علیہ الرحمۃ المتوفی ۶۳۸ھ
۶۔ امام فخر الدین عمر الرازی علیہ الرحمۃ المتوفی ۶۰۶ھ
۷۔ حضرت عمر بن فارض علیہ الرحمۃ المتوفی ۶۳۲ھ
۸۔ سلطان العلماء عز بن عبد السلام علیہ الرحمۃ المتوفی ۶۶۰ھ

حالات کا تقاضا ہے کہ خاتم الحفاظ علامہ جلال الدین سیوطی (المتوفی ۹۱۱ھ)، امام ربانی حضرت مجدد الفِ ثانی سرہندی (المتوفی ۱۰۳۴ھ)، خاتم المحققین حضرت شاہ عبد الحق محدث دہلوی (المتوفی ۱۰۵۲ھ)، اعلیٰحضرت امام احمد رضا خاں بریلوی (المتوفی ۱۳۴۰ھ) اور خلد مکانی علامہ یوسف بن اسمٰعیل نبہانی (المتوفی ۱۳۵۰ھ) رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کی ان تصانیفِ عالیہ کو خاص طور پر زیورِ طباعت سے آراستہ کر کے منصۂ شہود پر لایا جائے جو فخرِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فضائل و کمالات کی ترجمان ہیں تاکہ مسلمانوں کے دلوں اور دماغوں میں برٹش گورنمنٹ کی شطرنج کے مہروں یعنی خارجیت کے جدید علمبرداروں کی بظاہر خوشنما، دلفریب اور جدید تصانیف

marfat.com

کے ذریعے جو غیر اسلامی اور ایمان سوز جراثیم سرایت کر چکے ہیں ان کا کسی حد تک ازالہ ہو سکے یہ دینِ متین کی بیش بہا خدمت برادرانِ اسلام کی خیر خواہی اور وقت کی اہم ضرورت ہے۔

حالات کی ستم ظریفی تو ملاحظہ ہو کہ ایک اسلامی ملک میں خارجیت کی علمبردار حکومت نے علامہ نبہانی کی تصانیف پر پابندی عائد کی ہوئی ہے کیونکہ یہ کتابیں محبتِ رسول کا درس دیتی ہیں۔ یہ نبیٔ آخر الزمان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فضائل و کمالات بیان کر کے مسلمانوں کے ایمانوں کو تازگی، آنکھوں کو نور اور دلوں کو سرور پہنچاتی ہیں لیکن وہاں کے حکمران طبقے کو اس سے تکلیف ہوتی ہے کیونکہ ان حضرات کے دلوں کو توہین و تنقیصِ رسالت ہی سے تسکین ہوتی ہے۔ اس کے برعکس پاکستان میں بد مذہبوں کی کسی گندی سے گندی ایمان سوز اور دلآزار کتاب پر بھی کوئی پابندی نہیں ستم بالائے ستم تو یہ ہے کہ جن حضرات سے برٹش گورنمنٹ تخریبِ دین اور افتراقِ مسلمین کا منحوس کام لیتی رہی اور انہیں مسلمانوں کے خیر خواہ اور پیشوا منوانے کی مہم چلاتی رہی۔ آزاد ہونے کے بعد بھی ہم نے ایسے کھوٹے سکوں کو پہنچاننے کی زحمت گوارا نہیں کی بلکہ آج تک سکولوں اور کالجوں میں نونہالانِ وطن کو ایسے ہی لوگوں کی تصانیف پڑھاتے اور انہیں کا گرویدہ بناتے چلے آرہے ہیں معلوم نہیں ہمارے حکمرانوں نے قوم کو گمراہوں اور گمراہ گروں کا گرویدہ بلکہ والا و شیدا بنانے میں دنیا و آخرت کی بہتری کا کونسا راز سمجھا ہوا ہے؟ کیا ہمارے مسلّم بزرگوں کی تصانیف نونہالانِ وطن کی تعلیم و تربیت اور ان کے دلوں اور دماغوں کی نشو و نما کے لئے کافی نہیں ہیں! بزرگانِ دین کی عقیدت یہی ہے کہ تعظیم و توقیر کے ساتھ ان حضرات کا اتباع بھی کیا جائے۔ ان کی بیش بہا تعلیمات سے استفادہ کرنے کی پوری کوشش کی جائے اسی لئے تو باری تعالیٰ شانہ نے فرمایا ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ	اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور
وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ۔	سچوں کے ساتھ رہو۔

دوسرے مقام پر یہی حکم ان لفظوں میں دہرایا گیا ہے:-

marfat.com

وَاتَّبِعْ سَبِيلَ مَنْ أَنَابَ إِلَيَّ۔ اور اس کے طریقے پر چلو جو میری جانب رجوع لایا۔

مالکِ حقیقی نے اپنی عنایتِ بے پایاں سے ہمیں حکم دیا ہے کہ تلاوت و وظائف کے علاوہ ہر نماز میں بھی معبودِ برحق سے یوں دعا مانگا کریں:

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ ۝ صِرَاطَ چلا ہمیں سیدھے راستے پر، ان لوگوں

الَّذِينَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۝ کے راستے پر جن پر تیرا انعام ہوا۔

اگر مسلمانوں کی نظر اس حکمِ خداوندی پر رہتی اور اپنے مسلّم بزرگوں سے منسلک رہتے تو علمائے سوء کبھی اپنے ناپاک عزائم میں کامیاب نہ ہو سکتے اور وہ فرقہ بازی کا چکر چلا کر قوم کو اتنے گروہوں میں کبھی نہ بانٹ سکتے۔

جواہر البحار چونکہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فضائل و کمالات پر عدیم النظیر تصنیف ہے اور کیوں نہ ہو جبکہ یہ اس موضوع پر امتِ محمدیہ کے مایہ ناز اکابر کی تحقیقاتِ جلیلہ پر مشتمل ہے، عربی زبان میں ہونے کے باعث عوام الناس اس سے استفادہ نہیں کر سکتے تھے۔ مولانا انوار الاسلام صاحب قادری رضوی لائقِ تحسین ہیں جنہیں محبتِ رسول نے اس کی اشاعت پر آمادہ کیا اور انہوں نے اس ایمان افروز، باطل سوز تصنیف کے اردو ترجمے کا کام مولانا غلام رسول قادری رضوی مدظلہ العالی اور اس ناچیز سے لیا۔ احقر نے اس صحیفۂ محبت کی روح کو اردو کے قالب میں ڈھالنے کی بساط بھر کوشش کی ہے۔ امید ہے کہ قارئین کرام فروگزاشتوں سے ضرور مطلع فرمائیں گے۔ باری تعالیٰ شانہٗ اپنے عاجز بندوں کی اس کاوش کو شرفِ قبولیت بخشے اور اسے ہمارے لئے توشۂ آخرت اور سرمایۂ نجات بنائے، آمین یا الٰہ العٰلمین بجاہ سید المرسلین وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ محمد و علیٰ آلہ وصحبہ اجمعین۔

خاکپائے علماء، عبد الحکیم خاں اختر

شاہجہانپوری، مجددی، مظہری

دار المصنفین لاہور

یکم رجب المرجب ۱۳۹۲ھ

۲۲ جولائی ۱۹۷۲ء

marfat.com

حرفِ آغاز

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الحمد لله رب العلمین الذی اختار سیدنا محمدا صلی الله علیہ وسلم من الخلق اجمعین وارسلہ رحمۃ للعلمین و جعل من جملۃ امتہ الانبیاء والمرسلین اذ اخذ علیہم المیثاق بالایمان بہ وبنصرتہ وقال اشهدوا وانا معکم من الشاهدین صلی الله علیہ وسلم وعلی آلہم وصحبہم اجمعین ومن تبعہم باحسان الی یوم الدین۔

سب تعریفیں ایک اللہ کے لئے جو سب جہانوں کا پالنے والا ہے جس نے ساری مخلوق میں سے ہمارے آقا و مولیٰ محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو برگزیدہ کیا اور انہیں سب جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا اور انبیاء و مرسلین تک کو ان کی امت کے زمرے میں شامل فرمایا کیونکہ انبیاء کرام سے ان پر ایمان لانے اور ان کی مدد کرنے کا پکا وعدہ لیا اور فرمایا کہ ایک دوسرے پر گواہ بن جاؤ اور میں تم پر گواہ ہوں۔ اللہ تعالےٰ اپنے محبوب پر قیامت تک درود و سلام بھیجے اور سارے انبیاء پر اور ان کے جملہ آل و اصحاب اور جنہوں نے بخوبی ان کی پیروی کی۔

اما بعد شفاعت کے علمبردار، نبی آخر الزمان صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے فضائل و کمالات اور ان کے عظیم الشان منصب کی تشہیر میں یہ مجموعہ نادرِ روزگار ہے۔ سرورِ کون و مکاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے محامد و محاسن جو کچھ کتاب و سنت اور ائمہ شریعت و طریقت کی تصانیف عالیہ میں

marfat.com

وارد ہوئے ہیں سے ان کا اکثر حصہ اس کتاب میں جمع کر دیا ہے. یہاں آپ کے کتنے ہی معجزات کا ذکر نہیں کیا کیونکہ وہ شمار سے باہر ہیں. علاوہ بریں میں نے اپنی دوسری تصنیف[1] میں معجزات پر شرح وبسط سے لکھا ہے بایں ہمہ اس کتاب کو معجزات کے بیان سے بالکل خالی بھی نہیں رکھا کیونکہ ذکرِ معجزات سے نبوت کے دلائل واضح ہوتے ہیں اور یہ کتنی مفید بات ہے. اس مجموعے میں اکابر عارفین اور ائمۂ دین کے اہم فوائد نقل کر کے اسے جواہر البحار فی فضائل النبی المختار کے نام سے موسوم کر دیا ہے.

اس لحاظ سے یہ کتنا مبارک مجموعہ ہے کہ اس میں سرورِ کون ومکاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اتنے فضائل وکمالات بیان کئے ہیں جو اس شرح وبسط سے آج تک کسی تصنیف میں نہیں لکھے جا سکے. دریں ایام ایمان والوں کے لئے یہ بہت بڑا تحفہ ہے. علم وعرفان کے سمندروں سے بہترین جواہرات حاصل کر کے اس میں جمع کر دیے ہیں جو اکابرِ امت نے آیاتِ قرآنیہ، احادیثِ نبویہ اور اپنے مشاہداتِ عرفانیہ سے حاصل کئے تھے. بزرگانِ دین نے آپ کے فضائل وکمالات کے بارے میں جو کچھ فرمایا ہے اس کی صحت وحقانیت میں کوئی شبہ نہیں کیونکہ انہوں نے قرآن و حدیث اور کشفِ صریح کو ماخذ اور سند بنایا ہے. یہ حقیقت ہے کہ انبیاء ومرسلین اور ملائکہ مقربین کے بعد منصبِ رسالت کو حضرات اولیاءِ کرام زیادہ جانتے پہچانتے ہیں اسی طرح جیسے وہ باقی کائنات سے بڑھ کر عارف باللہ ہوتے ہیں حالانکہ باری تعالیٰ شانہٗ کے مخصوص کمالات سے تو کوئی بھی متصف نہیں ہو سکتا.

بزرگانِ دین کی غیر متعلق اور کتاب کے مزاج سے مناسبت نہ رکھنے والی عبارتوں کو ترک کر دیا گیا ہے کیونکہ وہ تصوف کی اصطلاحات پر مبنی ہیں اور ان کا سمجھنا ہم جیسے لوگوں کے بس کا روگ نہیں. نیز ان عبارتوں کو بھی چھوڑ دیا ہے جو اپنے حقیقی مفہوم کے لحاظ سے دقیق ہیں اور بظاہر شریعت کے مخالف معلوم ہوتی ہیں اگرچہ حقیقت میں مخالف نہیں ہیں. ایسی اکثر عبارتیں فتوحاتِ مکیہ میں ہیں اور ان سے بھی زیادہ شیخ عبد الکریم جیلی رحمۃ اللہ علیہ کی تصانیف "انسانِ کامل" اور

[1] حضرت مصنف علیہ الرحمۃ کا اشارہ اپنی تصنیفِ لطیف "حجۃ اللہ علی العالمین" کی طرف ہے ۱۲ اختر شاہجہانپوری

marfat.com

کمالاتِ الٰہیہ میں موجود ہیں۔ ان کی بعض عبارتیں صوفیہ کے اس کلام سے بھی عجیب وغریب ہیں جن پر فقیر مطلع ہے۔

ہمارے لئے ضروری ہے کہ ان پر اعتراض کرنے سے اجتناب کریں اور یہ گمان رکھیں کہ ان عبارتوں کا ظاہر مفہوم جو مخالفِ شرع معلوم ہوتا ہے وہ ہرگز ان کی مراد نہیں کیونکہ شیخ عبدالکریم جیلی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں امام مناوی اور عارفِ نابلسی رحمۃ اللہ علیہما جیسے اکابر کی شہادتیں موجود ہیں کہ وہ منفرد عارف تھے۔

ایمان والوں کو یہ تصنیف (جواہر البحار) مبارک ہو یہ مجموعہ اپنی شان کے لحاظ سے عدیم النظیر ہے کیونکہ محاسن پر مشتمل اور ہر خیر و خوبی سے مزین ہے۔ اس میں فضائل نبویہ کے ایسے جواہر جمع کئے ہیں جو خوبصورت ہاروں کے موتیوں کو شرمندہ کرتے ہیں۔ حقائق و عرفان کے زخار سمندروں سے فضائلِ نبویہ کے روشن جواہر کا استخراج کیا ہے۔ اکابرینِ امت نے جو کچھ آپ کی تعریف و توصیف میں لکھا اس کے عقلی و نقلی دلائل پیش کر کے ایسے اوصاف بیان کئے ہیں جو دل و دماغ کو روشن اور منور کرتے ہیں۔ ان حضرات نے فخرِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعریف و توصیف اپنی اپنی معلومات کے تحت کی ہے حالانکہ آپ کے فضائل و کمالات کی حقیقت کا ادراک کوئی انسان نہیں کر سکتا۔

اے طالبِ حقیقت! تیرے لئے یہی جاننا کافی ہے کہ وہ اللہ رب العزت کے حبیب اور خلاصۂ کائنات ہیں ان کے بارے میں جمیع منقولات کا خلاصہ یہی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے بندے اور رسول ہیں اس کے بعد نبی آخر الزمان صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی تعریف و توصیف میں جتنا تو چاہے مبالغہ کر سکتا ہے کیونکہ جتنے اوصافِ حسنہ سے وہ متصف ہیں تو مبالغے کے باوجود بھی انہیں بیان نہیں کر سکتا۔ اللہ تعالیٰ امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ کو غریقِ رحمت کرے جنہوں نے اس حقیقت کو یوں بیان فرمایا ہے:۔

دعْ ما ادّعتہ النصاریٰ فی نبیھم[۱]

واحکم بما شئت مدحاً فیہ واحتکم

---

[۱] ترجمہ: نصاریٰ نے اپنے نبی کے متعلق جو دعویٰ (الوہیت) کیا ہے چھوڑ کر جو چاہے حضورؐ کی مدح و ثنا کر اور شن ۱۲

marfat.com

وانسب الیٰ ذاتہ ماشئت من شرف
وانسب الیٰ قدرہ ماشئت من عظم
فان فضل رسول اللہ لیس لہ
حد فیعرب عنہ ناطق بفم

جاننا چاہیے کہ بزرگانِ دین کی بعض عبارتوں میں آیات واحادیث اور معانی مذکورہ کا تکرار ہے۔ میں نے ایسی عبارتوں کو دو یا اس سے زیادہ مقامات پر اسی طرح رکھا ہے مثلاً ایک عبارت یہ ہے:

روحہ صلی اللہ علیہ وسلم ھی ام الارواح وحقیقتہ اصل الحقائق وھو ابو آدم من حیث الروح وآدم ابوہ من حیث الجسم وھو اول النبیین فی البطون وخاتمھم فی الظھور وھو سلطانھم الاعظم وھم نوابہ فیمن بعثوا الیھم من الامم وکلھم صلوات اللہ علیہ وعلیھم لو وجدوا فی مدتہ لکانوا من جملۃ امتہ (ص ٣)

فخرِ دو عالم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی روحِ مقدس ام الارواح اور آپ کی حقیقت جملہ حقائق کی اصل ہے۔ وہ روح کے اعتبار سے آدم علیہ السلام کے بھی باپ ہیں اور جسم کے لحاظ سے آدم علیہ السلام آپ کے باپ ہیں آپ باطن کے اعتبار سے سب سے پہلے نبی ہیں اور ظاہر کے لحاظ سے آخری، آپ جملہ انبیائے کرام علیہم السلام کے سلطانِ اعظم ہیں اور وہ آپ کی ماتحتی میں گویا نواب ہیں جو اپنی اپنی امتوں کی طرف مبعوث ہوئے۔ اگر انبیائے کرام اپنے اپنے دورِ تبلیغ میں آپ کر

لہ ترجمہ: جس شرف کی چاہے ان کی ذات کی طرف نسبت کر اور ان کی شان کو جس عظمت سے چاہے منسوب کر کیونکہ فضائل سید المرسلین کی ایسی حد نہیں ہے جسے کوئی بیان کر سکے ۱۲ اختر شاہجہانپوری

marfat.com

ظاہری لحاظ سے پاتے تو اقتداءً
وسطے کے زمرے میں شامل ہوتے صلوٰت

اللہ علیہ وعلیہم اجمعین۔

یہ معانی ان لفظوں میں یا دوسرے الفاظ میں بار بار مذکور رہتے ہیں تکرار کے باوجود میں نے ایسے مکررات کو حذف نہیں کیا کیونکہ ایسی حسین وجمیل عبارتوں کی صورت کو مسخ کرنا میں نے پسند نہ کیا اور ایسا کیونکر کرتا جب کہ یہ سید المرسلین صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے اوصافِ جمیلہ کی حامل ہیں۔ ان میں شرف والے معانی اور مقدس اوصاف ہیں جن کا جتنا تکرار کیا جائے میٹھا اور خوشبودار معلوم ہوتا ہے جیسا کسی ماہرِ فن شاعر نے کہا ہے ؎

اعد ذکر نعمان لنا ان ذکرہ
ھو المسک ما کررتہ یتضوع[1]

اسی طرح جب اس کتاب میں جمع شدہ تمام جواہر حسن وخوبی والے ہیں، جو علم وعرفان کے سب سے بڑے سمندروں سے حاصل کئے گئے ہیں۔ ان میں بعض وہ ہیں جن کا رنگ ایک جیسا ہے اور بعض کا موتیوں اور مرجان کے رنگوں کی مانند مختلف رنگ ہے، میں نے انہیں بغیر کسی ردوبدل کے شایانِ شان طریقے سے سجا دیا اور یہ پسند نہ کیا کہ ان میں میری جانب سے کوئی نقصان واقع ہو۔ اب وہ قارئین کے سامنے مختلف اسالیبِ بیان اور متعدد انداز سے صادر ہوں گے جو مختلف علمائے کرام اور اولیائے عظام کی زبانوں سے ظاہر ہوئے ہیں اس سے ایک دوسرے کی تصدیق ہو گی جس سے ایمان اور یقین کی زیادتی حاصل ہوتی ہے۔

علاوہ بریں یہ کتاب رسائل کا مجموعہ ہے اس میں ہر امام کا کلام جمع کیا ہے یا جو کچھ انہوں نے کسی دوسرے امام سے ذکر کیا ہو۔ اسطرح مختلف حضرات کا کلام ایک کتاب میں جمع ہو جانے سے عاشقِ رسول کی مراد پوری ہو جائے گی۔

اس کتاب میں بعض مقامات پر ایسا بھی ہوا ہے کہ ایک بزرگ کا کلام نقل کرتے ہوئے

---

[1] ترجمہ:۔ امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بار بار ذکر کرو کیونکہ وہ مشک کی مانند ہے جتنا بکھیریں خوشبو آتی ہے ۱۲ اختر

marfat.com

مناسبت کے لحاظ سے کسی دوسرے بزرگ کی کوئی عبارت بھی نقل کر دی۔ اس اعتبار سے ہر ایک کی نگارشات مل کر ایک مستقل تصنیف بن گئی۔ یوں ایک کے کلام کو دوسرے کے لفظوں میں ادا کرنا تکرار نہیں کہلائے گا۔

ہاں بعض حضرات کے کلام میں تکرار ضرور ہے جیسے محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کے اپنے کلام میں نظر آئے گی، یہ ان کی نگارشات کا ایک باب کے تحت جمع ہونے کے باعث ہوا حالانکہ اس کتاب میں وہ متفرق ہیں، ایسا ابواب کی مناسبت سے کیا گیا ہے پس حضرت شیخ علیہ الرحمۃ اس سے بری الذمہ ہیں اور یہ اعتراض مجھ پر عائد ہوتا ہے۔

اے صاحبِ ایمان! حبیبِ خدا (جل جلالہ وصلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم) کو بارگاہِ خداوندی میں جو اعلیٰ مقام حاصل ہے اور جس کا اولیاء اللہ نے علیٰ قدرِ مراتب مشاہدہ کیا ہے اس کے حسبِ حال اوصافِ عظیمہ کو مبالغہ نہ سمجھنا کیونکہ جو ہستی ساری کائنات سے ممتاز ہو یہ اوصاف اس کے منصب سے بڑھ کر نہیں ہیں حالانکہ وہ فخرِ آدم و بنی آدم ہیں، جملہ بندگانِ خدا کے سردار اور اللہ ربّ العزت کو سب سے پیارے ہیں۔ اللہ جل شانہٗ کے سوا ان سے اوپر کوئی باکمال نہیں۔ ایسے اوصافِ عظیمہ اور کمالاتِ عالیہ کے باوجود وہ باری تعالیٰ شانہٗ کے مقدورات سے خارج نہیں ہیں۔ جملہ اہلِ ایمان کے نزدیک جو آپ کا مسلّم مقام ہے۔ یہ سارے بیانات اسی رفعت کی تفصیلات و شروح ہیں۔ ان کی بنیاد ان مکاشفات اور مشاہدات پر بھی ہے جس کا ان اکابر نے مشاہدہ کیا جن کی ارواح دنیوی آلائش سے پاک ہو چکی تھیں پس انہوں نے چشمِ بصیرت سے ایسے بعض اسرار و انوار دیکھے جن کا ظاہری آنکھیں ادراک نہیں کر سکتیں اگرچہ ہم نے ان حضرات کو مشاہدہ کرتے ہوئے نہیں دیکھا، لیکن اپنے مشاہدات کی بنا پر انہوں نے جو اعتقاد رکھا ہم بھی اسے درست تسلیم کر کے دولتِ ایمان میں ان کے برابر کے شریک ہو جاتے ہیں۔ شانِ رسالت کے بارے میں اکابر اولیاء اللہ کے معتقدات یہ ہیں۔[1]

---

[1] مولانا حسن رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

جتنا مرے خدا کو ہے میرا نبی عزیز
کونین میں کسی کو نہ ہو گا کوئی عزیز

marfat.com

انه صلی الله علیه و	فخرِ دو عالم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم
سلم افضل خلق الله	اللہ تعالےٰ کی ساری مخلوق سے
واعلاهم منزلة عند	افضل ہیں اور اللہ تعالےٰ کے نزدیک
الله وان النور الاعظم	آپ کا مقام سب سے بلند ہے آپ
الساری فی جمیع	کا نور سارے انوار سے ممتاز اور جملہ
الموجودات والاصل المقدم	موجودات میں جاری و ساری ہے
الذی تفرعت عنه جمیع	جو تمام افرادِ عالم کی اصل اور سب سے
الکائنات۔	مقدم ہے جس سے ساری کائنات
(مبک)	نے وجود کا لباس پہنا ہے

ان مطالب پر عنقریب ان حضرات کے کلام میں عقلی اور نقلی دلائل بیان ہوں گے جن سے دل باغ باغ ہو جاتے ہیں اور جن کی نورانیت شمس و قمر سے بھی فائق ہے۔ جن حضرات کا کلام اس مجموعے میں منقول ہے وہ معرفت کے ماہتاب ہیں، او رآفتابِ کمال سے اقتباس کرنے والے ہیں۔ احسان کے ایسے سمندر ہیں جو افضالِ نبوی کے فیض اور آپ کے محیط فضل سے استمداد کرتے رہتے ہیں پس ان بزرگوں نے جو کچھ فخرِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعریف و توصیف کی ہے چونکہ وہ آپ ہی کے فیضان سے ہے جو آپ کی جانب لوٹائی جاتی ہے۔ اس لحاظ سے ان حضرات کا آپ پر کوئی احسان نہیں ہے مثلاً ؎

کالبحر یمطره السحاب وماله
من علیه لانه من مائه

اکابر کے فرمودات جو اس مجموعے میں نقل کئے گئے ہیں ان کی ابتداء میں نے امام، محدث، محقق ابو الفضل قاضی عیاض رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی نگارشات سے کی ہے جنہوں نے اپنی کتاب الشفاء تصنیف کے ذریعے بیمار دلوں کو شفائے کامل سے ہمکنار کیا ہے اور اس میں اہل ایمان کے لئے

ؔلہ (ترجمہ) جیسے سمندر پر بادل برستا ہے لیکن بادل کا سمندر پر کوئی احسان نہیں کیونکہ یہ پانی تو اسی کا اپنا ہے ۱۲ افخر

marfat.com

حبیبِ پروردگار صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کے محاسن ومحامد کے باغیچے لگائے ہیں۔ ایسا کیوں نہ ہو جبکہ وہ فضائلِ رسول بیان کرنے میں یکتا اور ان کی یہ تصنیف اپنے فن میں بے مثال ہے اور اس کے باعث انہیں اپنے بعد والوں پر فضیلت وفوقیت ہے غالباً انہیں بلحاظ زمانہ بھی اولیت حاصل ہے۔ میں نے نہیں دیکھا کہ کسی نے قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ کے علم وعرفان کی شہرت میں انگشت نمائی کی ہو۔ اکابر کے فرمودات نقل کرتے وقت میں نے فوائدِ حسنہ کی قلت وکثرت کا لحاظ نہیں رکھا اگر میں اس کا لحاظ رکھتا تو شیخ اکبر وغوثِ زماں حضرتِ عبد العزیز دباغ رحمۃ اللہ علیہ کو ان جملہ ائمہ کرام پر فوقیت دیتا حالانکہ ان تمام حضرات نے حبیبِ خدا صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کے فضائل وکمالات بیان کرنے کی خدمت کا وافر حصہ پایا ہے۔ یہ علم کے سمندروں کے جواہرات سے اہلِ ایمان کے گوش ہوش مزین کرنے اور سید المرسلین علیہ افضل الصلاۃ واکمل التحیۃ کے محبین کی ارواح کو معطر کرنے کا وقت ہے اور اس کا طریقہ یہی ہے کہ فضائل وکمالاتِ محمدیہ کو زیادہ سے زیادہ نشر کیا جائے۔ اللہ تعالٰی ان صاحبانِ علم وفضل پر بارانِ رحمت نازل فرمائے جو اسے قبولیت کی نظر سے دیکھیں نیز مجھے اور انہیں نام نہاد مدعیانِ اسلام کے شر سے مامون رکھے۔ اب میں اپنی منزلِ مقصود کی جانب روانہ ہوتا ہوں۔ میں کہتا ہوں کہ سرورِ کون ومکان صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم کے فضلِ اعظم سے استمداد کرنے والے سمندوں سے ایک، قاضی عیاض مالکی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۵۴۴ھ) ہیں۔

---

marfat.com

امامِ کبیر و محدثِ شہیر

ابوالفضل قاضی عیاض رضی اللہ عنہ

کے

فرمودات گرامی

marfat.com

مقامِ مصطفیٰ

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۵۴۴ھ) کے جواہر فرمودات سے ان کی تصنیف "کتاب الشفاء" ہے۔ اس کی القسم الاول نبی مصطفےٰ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سب سے بڑھ کر تعظیم و توقیر اور آپ کی قولی و فعلی قدر و منزلت پر مشتمل ہے جس شخص کو علم و فہم سے تھوڑا سا بھی حصہ ملا ہو اس پر یہ امر مخفی نہیں ہے کہ اللہ تبارک و تعالےٰ نے کس درجہ ہمارے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو قابلِ تعظیم و توقیر ٹھہرایا ہے اور ایسے بیشمار فضائل و کمالات اور محامد و محاسن سے سرفراز فرمایا ہے جو صرف آپ ہی کا حصہ ہیں اور اس عظیم الشان منصب کے لحاظ سے آپ کی قدر و منزلت بیان کرنے سے زبانیں اور قلمیں تھک کر رہ جاتی ہیں۔

فضائلِ مصطفےٰ سے بعض وہ امور جن کی باری تعالےٰ شانہ نے اپنی کتاب میں تصریح فرمائی ہے اور اس جلیل نصاب میں جن پر متنبہ فرمایا ہے اور جن آداب و اخلاق پر آپ کی تعریف و توصیف کی ہے اور اپنے بندوں کو ان کے التزام و اتباع پر ابھارا ہے۔ اللہ جل جلالہٗ نے اپنے اس فضل و کرم کے باعث ہمارے آقا و مولیٰ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو ساری مخلوق سے مقدم و ممتاز کیا، پاک صاف فرمایا پھر آپ کی مدح و ثنا کی اور کامل جزا عنایت فرمائی کیونکہ باری تعالےٰ شانہ ہی اول و آخر فضل و کمال کا مالک ہے اور دنیا و آخرت میں اسی کی حمد و ثنا سے حقیقی ہے اور اسی نے اپنی مخلوق میں سے آپ کو جلالت و کمال کے انتہائی مقام پر فائز کیا اور محاسنِ جمیلہ و اخلاقِ حمیدہ اور کرامت والے دین اور بے انتہا فضائل سے آپ کو خصوصیت بخشی۔ ظاہر معجزات، واضح براہین اور روشن کرامات سے آپ کی تائید فرمائی جس کا معاصرین نے مشاہدہ اور اہلِ علم نے ادراک کیا اور بعد

marfat.com

والوں تک ان کا یقینی علم پہنچا جس کے باعث ان کی حقیقت پر مطلع ہو کر آپ کے انوار سے ہم بھی فائز ہوئے۔

امام ترمذی نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ شب اسریٰ میں نبی کریم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس لگام اور زین سمیت براق لایا گیا جو سواری کے وقت اچھلنے لگا تو جبریل علیہ السلام نے فرمایا کہ تو سرورِ کائنات صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حضور میں ایسی حرکت کرتا ہے حالانکہ اس سے پہلے تجھ پر کوئی ایسا شخص سوار نہیں ہوا جو باری تعالیٰ شانہ کے نزدیک ان سے زیادہ معزز ہو۔ یہ سن کر براق پسینہ پسینہ ہو گیا۔

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب الشفاء کی القسم الاول کے پہلے باب میں اس امر کا تذکرہ کیا ہے جو اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے محبوب کی مدح و ثنا میں فرمایا اور باری تعالیٰ شانہ کے نزدیک جو سرورِ کون ومکاں صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قدر ومنزلت ہے اس کا اظہار کیا ہے۔

جاننا چاہیے کہ کلام الٰہی میں ایسی آیاتِ کثیرہ ہیں جو مصطفےٰ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ذکرِ جمیل پر مشتمل اور آپ کے محاسن ومحامد تعظیم امر اور قدر ومنزلت کو بیان کرتی ہیں۔ ہم ان کے ظاہری مفہوم ومطلب پر اعتماد رکھتے ہیں جو سباق وسیاق سے ظاہر ہے۔ ہم نے اس بیان کو دس فصلوں میں جمع کر دیا ہے، ہر فصل کو ایک دوسرے سے جدا کر دیا ہے۔ پھر جو اس کے مناسب تھی وہ تفسیر اور مزید فوائد کا اضافہ کر دیا ہے۔ میں ان بیانات کو مفید اقتصار کے ساتھ مختصر طور پر بیان کرتا ہوں۔ سب سے پہلے اس آیت کا ذکر ہے جو باری تعالیٰ شانہ نے فرمایا ہے:

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ	بیشک تمہارے پاس تشریف لائے
عَزِیْزٌ عَلَیْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِیْصٌ	تم میں سے وہ رسول جن پر تمہارا مشقت
عَلَیْكُمْ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ	میں پڑنا گراں ہے، تمہاری بھلائی کے

marfat.com

رَّحِیۡمٌ ۱ ؎ نہایت چاہنے والے مسلمانوں پر
کمال مہربان مہربان۔

بعض نے اس "اَنۡفَسِکُمۡ کی فا" کو مفتوح پڑھا ہے جبکہ جمہور کی قرات ضمہ کے ساتھ ہے۔ اس آیہ کریمہ کے ذریعہ اللہ تعالٰے نے مومنوں کو بتایا ہے کہ اس نے اپنے اس عظیم الشان رسول کو ان کے نفوس ہی میں مبعوث فرمایا ہے جسے وہ اچھی طرح جانتے اور اس کا مرتبہ پہچانتے ہیں۔ اس کی صداقت و امانت سے واقف ہیں اور اسے جھوٹ سے متہم نہیں کر سکتے، علاوہ بریں عرب کا کوئی قبیلہ ایسا نہیں جسے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ولادت یا قرابت کا تعلق نہ ہو۔

اَنۡفَسِکُمۡ کی دوسری قرات یعنی بفتح الفاء کے لحاظ سے دیکھا جائے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم ان میں شرف و رفعت و فضیلت کے لحاظ سے سب سے بڑھ کر ہیں، بھلا اس سے بڑھ کر خوبی اور کیا ہو سکتی ہے؛

اس کے بعد اللہ تعالٰے نے اوصافِ حمیدہ اور محامدِ کثیرہ کے ساتھ اپنے محبوب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی تعریف و توصیف کی جن میں سے ایک وصف یہ ہے کہ سرورِ کون و مکاں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو اس بات کی بڑی حرص تھی کہ لوگ رشد و ہدایت سے بہرہ مند ہو کر حلقہ بگوش اسلام ہو جائیں اور ہر وہ بات آپ پر گراں گزرتی تھی جس میں اُنکے لئے دنیا و آخرت میں خسارہ ہو، ایسی باتوں سے آپ کو تکلیف ہوتی تھی اور مسلمانوں پر آپ کی چشمِ عنایت اور نگاہِ رحمت رہتی تھی۔ بعض اکابر نے فرمایا ہے کہ باری تعالٰے شانہ نے اپنے اسمائے حسنٰی میں سے دو اسم یعنی "رؤف و رحیم" بھی اپنے محبوب علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم کو عنایت فرماتے ہیں مثلاً ارشادِ خداوندی ہے؛

لَقَدۡ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الۡمُؤۡمِنِيۡنَ — بے شک اللہ کا بڑا احسان ہوا
اِذۡ بَعَثَ فِيۡهِمۡ رَسُوۡلًا مِّنۡ — مسلمانوں پر کہ ان میں انھیں میں سے

ملہ پ ۱۱، سورہ توبہ، آیت ۱۲۸

marfat.com

اَنْفُسِهِمْ ؕ[1]	ایک رسول بھیجا۔

دوسری آیت میں ہے:

هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ ؕ[2]	وہی ہے جس نے اَن پڑھوں میں اُنھیں میں سے ایک رسول بھیجا۔

ایک اور مقام پر ہے:

كَمَاۤ اَرْسَلْنَا فِیْكُمْ رَسُوْلًا مِّنْكُمْ الآیۃ[3]	جیسا ہم نے تم میں بھیجا ایک رسول۔

امیر المؤمنین حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالٰے عنہ سے روایت ہے کہ نبی آخر الزمان علیہ الصلوٰۃ والسلام نے من انفسکم کی تفسیر میں حسب و نسب اور صہر یعنی سسرال کا ذکر کیا اور فرمایا کہ میرے آباء و اجداد میں سے کوئی بھی زنا سے پیدا نہیں ہوا بلکہ سب نکاح کے ذریعے پیدا ہوئے۔

ابن کلبی کہتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی پانچسو اتہات کے حالات معلوم کئے لیکن کسی میں زنا اور جاہلیت کا کوئی اثر نہیں پایا۔ ابن عباس رضی اللہ تعالٰے عنہما نے ارشادِ خداوندی وَ تَقَلُّبَكَ فِی السّٰجِدِیْنَ ۔ کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ سرورِ کون ومکان صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کا نور ایک نبی سے دوسرے نبی کی جانب منتقل ہوتا رہا یہاں تک کہ آپ نبی مبعوث ہوئے۔

---

[1] پ ۴، سورہ آل عمران، آیت ۱۶۴ [2] پ ۲۸، س جمعہ، آیت ۲ [3] پ ۲، س بقرہ، آیت ۱۵۱

[3] پہلی تفسیر کے لحاظ سے آیت کا مفہوم یہ ہوا کہ میرا محبوب بلحاظ حسب و نسب اور صہر تم میں سے ہے لیکن دوسری تفسیر کے اعتبار سے مطلب یہ ہوگا کہ ہمارا محبوب حسب و نسب اور صہر کے اعتبار سے تم میں سب سے افضل و اشرف والا ہے۔

marfat.com

حضرت جعفر بن محمد رضی اللہ تعالٰے عنہ نے فرمایا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ پر اپنی مخلوق کا اطاعت میں عجز ظاہر ہے۔ انہیں ان پر مطلع کرنا منظور تھا کہ وہ بلا واسطہ بارگاہ خداوندی سے کسب کمال نہیں کر سکتے اس لئے باری تعالٰے شانہ نے خالق ومخلوق کے درمیان ایک ایسی ہستی کو رکھا جو برزخ کبریٰ کا کام دے۔ اسے انسانی شکل وصورت میں پیدا فرمایا لیکن اپنی حکمتِ کاملہ سے اسے رأفت ورحمت کا لباس پہنا کر مخلوق کی جانب سے ایسا کامل ومکمل نمائندہ بنا کر بھیجا کہ اس کی اطاعت کو اپنی اطاعت اور اس کی موافقت کو اپنی موافقت ٹھہرایا۔ جیسا کہ خود فرماتا ہے وَمَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ[1] نیز ارشاد خداوندی ہے وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ۔[2]

ابوبکر بن طاہر رضی اللہ تعالٰے عنہ نے فرمایا کہ اللہ رب العزت نے محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کو رحمت کی زینت سے مزین فرمایا اور آپ کو رحمت کا ایسا پُتلا بنایا ہے جس کی جملہ عادات وصفات مخلوقِ خدا کے لئے بارانِ رحمتِ خداوندی ہیں۔ جسے اس سرکار سے تھوڑی سی بھی رحمت کی بھیک مل گئی وہ دونوں جہانوں میں کامیاب وکامران ہوا یعنی ہر مصیبت سے نجات پا گیا اور دارین میں اپنی مراد کو پہنچے گا۔

جانِ برادرا کیا تو نے نہیں دیکھا کہ باری تعالٰے شانہٗ فرماتا ہے وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ۔ حضور پرنور شافعِ یوم النشور صلے اللہ تعالٰے علیہ وآلہٖ وسلم کی حیات وممات دونوں ہی رحمت ہیں۔ فرمانِ نبوی ہے کہ میری زندگی تمہارے لئے بہتر ہے اور میرا وصال فرمانا بھی تمہارے لئے بہتر ہے۔ اسی کے مطابق فرمانِ رسالت ہے کہ جب اللہ تعالٰے کسی امت پر رحمت فرمانا چاہتا ہے اسکے ختم ہونے سے پہلے نبی کو قبض کر لیتا ہے تاکہ وہ امت کی بخشش کے لئے مقدم اور ذخیرہ بن جائے۔

---

[1] جس نے رسول کا حکم مانا بے شک اس نے اللہ کا حکم مانا۔ (پ ۵، سورہ نساء، آیت ۸۰)

[2] اور ہم نے تمہیں نہ بھیجا مگر رحمت سارے جہانوں کے لیے۔ (پ ۱۷، س انبیاء، آیت ۱۰۷)

marfat.com

امام سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آپ جنوں اور انسانوں کے لئے رحمت ہیں۔ کتنے ہی بزرگانِ دین نے فرمایا ہے کہ آپ ساری مخلوق کے لئے رحمت ہیں۔ مؤمنوں کے لئے اس لحاظ سے رحمت ہیں کہ انہیں ہدایت آپ ہی کے سبب سے ملی، منافقوں کے لئے بایں وجہ رحمت ہیں کہ انہیں قتل سے امان ملی۔ کافروں کے لئے بھی رحمت ہیں کہ آپ کے باعث ان سے عذاب مؤخر ہو گیا۔

ابنِ عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہما نے فرمایا کہ نبی آخر الزمان صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم جملہ مومنوں اور کافروں کے لئے رحمت ہیں۔ قرونِ سابقہ میں اپنے انبیاء کو جھٹلانے والی امتوں پر جس طرح کے عذاب آئے اگر اسے پیشِ نظر رکھا جائے تو آپ کا رحمۃ للعالمین ہونا بخوبی ذہن نشین ہو جائے۔

حکایت ہے کہ فخرِ دو عالم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جبریل علیہ السلام سے سوال کیا، کیا تمہیں بھی اس رحمت سے کوئی حصّہ ملا ہے؟ جبریل علیہ السلام عرض گزار ہوئے کہ ہاں یا رسول اللہ! میں اپنی عاقبت کے بارے میں بڑا خائف تھا لیکن اب میں مطمئن ہو گیا ہوں کیوں کہ باری تعالےٰ شانہ نے اپنے آخری پیغام میں میرے متعلق یوں فرمایا ہے ذِيْ قُوَّةٍ عِنْدَ ذِي الْعَرْشِ مَكِيْنٍ مُّطَاعٍ ثَمَّ اَمِيْنٍ۔[1]

اللہ تبارک وتعالےٰ نے فرمایا ہے اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ الآیۃ۔[2] کعب بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کی تفسیر میں فرمایا ہے،

المراد بالنور الثانی ھٰھنا محمد صلی اللّٰہ علیہ وسلم	مذکورہ آیت میں دوسرے نور سے مراد محمد صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم ہیں۔ ارشاد

---

[1] جو قوت والا ہے مالکِ عرش کے حضور عزت والا، وہاں اس کا حکم مانا جاتا ہے امانتدار ہے (پ ۳۰، س التکویر، آیت ۲۰، ۲۱)
[2] اللہ نور ہے آسمانوں اور زمین کا اس کے نور کی مثال ایسی جیسے ایک طاق کہ اس میں چراغ ہے (پ ۱۸ النور آیت ۳۵)

marfat.com

فقوله مَثَلُ نُوْرِہٖ ای نور محمد صلی اللہ علیہ وسلم وقد سماہ اللہ تعالیٰ فی القرآن فی غیر ھذٖا المواضع نورا و سراجا منیرا۔ (ملّے)	خداوندی ہے مَثَلُ نُوْرِہٖ یعنی نورِ محمد صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم اور اس آیت کے علاوہ اللہ تعالےٰ نے دوسرے مقامات پر اپنے محبوب کو نور اور سراج منیر جیسے ناموں سے مرسوم کیا ہے۔

فرمانِ باری تعالیٰ ہے قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّكِتٰبٌ مُّبِيْنٌ ملہ دوسری جگہ فرمایا ہے اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا وَّدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا ۔ ایک مقام پر اسی سلسلے میں یوں فرمایا ہے اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ الیٰ اٰخر السورۃ ، یہاں سینے سے مراد قلب ہے۔

ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ آپ کا شرحِ صدر اسلام کے ساتھ ہوا ہے۔ سہل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ نورِ رسالت کے ساتھ اور حضرتِ حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ کے قلبِ اطہر کو علم و حکمت سے بھر دیا گیا۔

مذکورہ تقریر کے بعد قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو عظیم نعمتوں سے نوازا ہے اور بارگاہِ خداوندی میں آپ کو بڑی قدر و منزلت حاصل ہے کیونکہ آپ کے قلبِ اطہر کو ایمان و ہدایت کے لئے کھول دیا ، نیز علم کو محفوظ رکھنے اور حکمت کا متحمل ہونے کے لئے وسیع کر دیا گیا اور اسلام کو تمام ادیان پر غالب کر کے امورِ جاہلیت وغیرہ کا بوجھ آپ سے دور کر دیا اور منصبِ نبوت و رسالت کی ذمہ داری سے آپ کو بخیر و خوبی عہدہ برآ کر دیا کیونکہ آپ نے

ملہ بے شک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور آیا اور روشن کتاب (پ ۶ ، سورہ المائدہ، آیت ۱۵)

ملہ بے شک ہم نے تمہیں بھیجا حاضر و ناظر خوشخبری اور ڈر سناتا اور اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلاتا اور چمکا دینے والا آفتاب (پ ۲۲ سورہ الاحزاب آیت ۴۶) ملہ کیا ہم نے تمہارا سینہ کشادہ نہ کیا۔ (پ ۳۰ ، س انشراح ، آیت ۱)

marfat.com

احکاماتِ الٰہیہ پوری طرح لوگوں تک پہنچا دیتے تھے۔ اسی کے ساتھ ہی باری تعالیٰ شانہٗ نے فخرِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو عظیم منصب اور جلیل رتبے کے ساتھ ممتاز فرمایا اور آپ کے ذکر کو اس درجہ بلند کیا کہ آپ کے نام کو اپنے نام کے ساتھ ملایا۔

حضرتِ قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے سرورِ کون و مکاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ذکر کو دنیا و آخرت میں اس طرح بلند فرمایا کہ کوئی خطیب، شہادت دینے والا اور نماز پڑھنے والا ایسا نہیں جو یہ نہ کہے کہ: "میں گواہی دیتا ہوں اس بات کی کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی برحق معبود نہیں اور گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمدِ مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے سچے اور آخری رسول ہیں"

حضرتِ ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبیِ اکرم، نورِ مجسم، فخرِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "جبرئیل علیہ السلام میرے پاس حاضر ہو کر عرض گزار ہوئے کہ یا رسول اللہ! میرا اور آپ کا رب فرماتا ہے کہ کیا آپ جانتے ہیں کہ آپ کے ذکر کو کس طرح بلند کیا گیا ہے؟ آپ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔ جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا، ارشادِ خداوندی ہے کہ جہاں میرا ذکر ہوگا وہیں تمہارا ذکر بھی ہوگا۔ یعنی پروردگارِ عالم نے اپنے ذکر کے ساتھ آپ کے ذکر کو، اپنی اطاعت کے ساتھ آپ کی اطاعت کو اور اپنے نام کے ساتھ آپ کے نامِ نامیِ اسمِ گرامی کو ملایا ہے جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے اَطِیۡعُوا اللّٰہَ وَ اَطِیۡعُوا الرَّسُوۡلَ[1]، وَ اٰمِنُوۡا بِاللّٰہِ وَ رَسُوۡلِہٖ[2]۔ پس ان دونوں اسمائے گرامی (اللہ و رسول) کو واؤ عاطفہ سے ملایا ہے جو اشتراک کو چاہتی ہے اور ایسا کلام حبیبِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علاوہ اور کسی کے لئے جائز نہیں ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:۔

---

[1] اللہ کا حکم مانو اور اس کے رسول کا حکم مانو۔ (پ ۲۶، سورہ محمد، آیت ۳۳)

[2] اور ایمان رکھو اللہ اور اللہ کے رسول پر۔ (پ ۵، سورہ النساء، آیت ۱۳۶)

marfat.com

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنٰكَ	اے غیب کی خبریں بتانے والے نبی بیشک
شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِيْرًا	ہم نے تمہیں بھیجا حاضر و ناظر اور خوشخبری
الآیۃ[1]	دیتا اور ڈر سناتا۔

اس آیہ مبارکہ میں اللہ تبارک وتعالےٰ نے آپ کے رتبۂ عالیہ کے نشانات اور کثیر اوصافِ مدح جمع فرما دیئے ہیں۔ امت تک احکاماتِ الٰہیہ پہنچانے کے باعث آپ کو "شاہد" ٹھہرایا اور یہ سرکارِ ابد قرار علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خصائص سے ہے۔ فرمانبرداروں کے لئے آپ "مبشر" اور نافرمانوں کے لئے "نذیر" بنائے گئے۔ توحید کا پرچار کرنے اور ایک خدا کی عبادت کرنے کا لوگوں کو درس دینے کے باعث "داعی" ہوئے اور دنیا والوں کو باطل کے اندھیرے سے حق کے اجالے میں لے جانے کے سبب "سراجا منیرا" کہلانے کے حقدار ہوئے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عطاء بن یسار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک روایت یوں نقل کی ہے کہ میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے ملا اور خواہش ظاہر کی کہ مجھے شانِ مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مطلع فرمائیں۔ فرمایا بہت خوب، آپ کی صفات توریتِ مقدس میں مذکور ہوئیں جیسے قرآنِ کریم میں بعض اوصاف کا ذکر ہے مثلاً:-

یا ایها النبی انا ارسلنٰک	اے غیب کی خبریں دینے والے بیشک
شاهدا و مبشرا و نذیرا	ہم نے تمہیں حاضر و ناظر جنت کی بشارت
وحرزا للامیین انت عبدی	دینے والا، دوزخ کے عذاب سے
ورسولی سمیتک المتوکل	ڈر سنانے والا بنا کر بھیجا ہے۔ تم اَن پڑھوں
لیس بفظ ولا غلیظ ولا	کی حفاظت کرنے والے میرے بندے
سخاب فی الاسواق	اور رسول ہو۔ ہم نے تمہارا نام متوکل

---

[1] پ ۲۲ سورۃ الاحزاب، آیت ۴۶

marfat.com

ولا يدفع بالسيئة	رکھا ہے جو بد خلق، سخت اور بازاری آدمی
السيئة ولكن يعفو و	نہیں اور برائی کا بدلہ برائی سے نہیں دیتے
يغفر ولن يقبضه الله حتى	بلکہ معاف فرما دیتے ہیں۔ اللہ تعالٰی نے
يقيم به الملة العوجاء	تمہیں اس وقت تک نہ اٹھائے گا جب
بان يقولوا لا اله	تک کہ بگڑی ہوئی قومیں تمہارے ذریعے
الا الله و يفتح به اعينا	سیدھی نہ ہو جائیں اور یہ اقرار نہ کرلیں
عميا و اذانا صما و	کہ ایک اللہ کے سوا کوئی سچا معبود
قلوبا غلفا .	نہیں اور اس کے ذریعے اندھی آنکھوں
(مش)	بہرے کانوں اور غافل دلوں کو کھول دیا
	جائے گا۔

عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہما اور کعب احبار رضی اللہ عنہ نے بھی ایسا ہی فرمایا ہے:
ابن اسحاق رضی اللہ عنہ مزید یوں فرماتے ہیں:

ولا صخب في الاسواق	نبی آخر الزمان ایسا نہیں ہوگا کہ بازاروں
ولا متزين بالفحش و	میں آوازیں بلند کرے اور فحش کو طبعاً
لا قوال للخنا اسدده بكل	ناپسند فرمائے گا۔ یاوہ گوئی سے
جميل و اهب له كل	متنفر ہوگا۔ میں انہیں ہر خوبی سے آراستہ
خلق كريم و اجعل	کروں گا اور انہیں اخلاق حمیدہ سے مزین
السكينة لباسه والبر شعاره	کر دوں گا۔ ان کا لباس سکینہ، ان کا
والتقوى ضميره والحكمة	طرز عمل بھلائی، تقوٰی ان کا ضمیر، حکمت
معقولة والصدق والوفاء	ان کا کلام، صدق و وفا ان کی طبیعت
طبيعته والعفو والمعروف خلقه	معاف کرنا اور حسن سلوک ان کی عادت،

marfat.com

والحق شریعتہ والھدیٰ	حق ان کی شریعت ، ہدایت ان کا
امامہ والاسلام ملتہ	امام ، اسلام ان کی ملت اور احمد
واحمد اسمہ اھدی بہ	ان کا نام نامی و اسم گرامی ہوگا۔ میں
بعد الضلالۃ واعلم بہ بعد	ان کے ذریعے گمراہی کے بعد ہدایت
الجھالۃ وارفع بہ بعد الجھالۃ	جہالت کے بعد علم ، پستی کے بعد
واسمی بہ بعد النکرۃ	رفعت و ترقی ، نکارت کے بعد
واکثر بہ بعد القلۃ و	شہرت ، قلت کے بعد کثرت ، کنگالی
اغنی بہ بعد العیلۃ واجمع	کے بعد غنا ، جدائی کے بعد ملاپ
بہ بعد الفرقۃ واؤلف	پیدا کروں گا۔ ان کے ذریعہ مخالف
بہ بین القلوب مختلفۃ و	دلوں ، متفرق خواہشوں اور بکھری
اھوٓاء متشتتۃ وامم	ہوئی قوموں کو اکٹھا کروں گا۔ ان کی
متفرقۃ واجعل امتہ	امت کو تمام امتوں سے بہتر پیدا
خیر امۃ اخرجت للناس۔	کروں گا جو بنی نوعِ انسان کی بھلائی
	کے لئے ظاہر ہوگی۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ جہاں رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے ان اوصافِ عالیہ کی خبر دی جو توریت میں مذکور تھے۔ اس میں ارشادِ خداوندی ہے کہ میرے اس بندے کا اسمِ گرامی احمدِ مختار ہے۔ ان کی جائے ولادت مکہ مکرمہ اور جائے ہجرت مدینہ منورہ ہے یا فرمایا طیبہ ، ان کی امت ہر حال میں اللہ تعالےٰ کی بہت زیادہ حمد و ثنا کرنے والی ہوگی جیسا کہ باری تعالےٰ شانہٗ نے آیۂ کریمہ اَلَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ[1]

---

[1] وہ جو غلامی کریں گے اس رسول بے پڑھے غیب کی خبریں دینے والے کی۔ (پ ۹ سورۃ الاعراف ، آیۃ ۱۵۷)

marfat.com

النَّبِیَّ الْاُمِّیَّ الایۃ میں خبر دی ہے، ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ	تو کیسی کچھ اللہ کی مہربانی ہے کہ اے
لِنْتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا	محبوب تم ان کے لیے نرم دل ہوئے
غَلِيظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوا مِنْ	اور اگر تندمزاج، سخت دل ہوتے
حَوْلِكَ [1]	تو وہ ضرور تمہارے گرد سے
	پریشان ہو جاتے۔

علامہ سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر احسان جتلایا کہ اس نے ایمان والوں کے لئے اپنے آخری رسول کو سراپا رحیم بنایا جو ان کے ساتھ رحمدلی سے برتاؤ کرتے ہیں اور فرمایا کہ وہ اگر بدخلق اور سخت زبان ہوتے تو لوگ ان سے دور بھاگتے، کہ پروردگارِ عالم نے انہیں چشم پوشی کرنے والا، نرم، خندہ پیشانی والا نیک اور لطف وکرم فرمانے والا بنایا ہے۔ جن آیات میں باری تعالیٰ شانہٗ نے اپنے محبوب کی شانِ محبوبی دکھائی، لطف وکرم اور محبت بھرے لہجے میں ان سے خطاب فرمایا۔ ایسی بعض آیات پیش کی جاتی ہیں، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:۔

عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ لِمَ اَذِنْتَ	اللہ تمہیں معاف کرے تم نے انہیں
لَهُمْ [2]	کیوں اذن دیا۔

ابو محمد مکی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ بعض اکابر کا ارشاد ہے، جس طرح بزرگ اپنے عقیدت مندوں سے کہا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ تیری اصلاح کرے، خدا تجھے عزت دے، باری تعالیٰ شانہٗ نے بھی اسی انداز میں اپنے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے خطاب فرمایا ہے۔ اس سلسلے میں انہوں نے دیگر اقوال بھی نقل فرمائے ہیں۔ دوسرے مقام پر ارشادِ خداوندی ہے:۔

---

[1] پ۴ سورہ آل عمران آیت ۱۵۹۔ [2] پ۱۰ سورہ التوبہ، آیت ۴۳۔

marfat.com

قَدْ نَعْلَمُ اِنَّهٗ لَيَحْزُنُكَ الَّذِيْ	ہمیں معلوم ہے کہ تمہیں رنج دیتی ہے وہ
يَقُوْلُوْنَ فَاِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُوْنَكَ	بات جو یہ کہہ رہے ہیں تو وہ تمہیں نہیں
الآیۃ ۱	جھٹلاتے۔

فخرِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعض خصائص اور باری تعالےٰ شانہٗ کی آپ پر خاص کرم نوازیوں میں سے ایک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء کرام کو نام لے کر پکارا مثلاً فرمایا اے آدم! اے نوح! اے ابراہیم! اے داؤد! اے زکریا! اے یحییٰ! اے عیسےٰ! لیکن اپنے حبیب صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یا ایہا الرسول، یا ایہا النبی، یا ایہا المزمل، یا ایہا المدثر جیسے پیارے پیارے القاب ہی سے مخاطب فرمایا۔ باری تعالےٰ شانہٗ نے اپنے حبیب کی عظیم قدر و منزلت کا اظہار فرمانے کی خاطر ان کی قسم یاد فرمائی چنانچہ قرآن کریم میں ہے ۔

لَعَمْرُكَ اِنَّهُمْ لَفِيْ سَكْرَتِهِمْ	اے محبوب! تمہاری جان کی قسم بے شک
يَعْمَهُوْنَ ۲	وہ اپنے نشے میں بھٹک رہے ہیں۔

جملہ مفسرین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اس آیت میں باری تعالیٰ شانہٗ نے اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مدتِ حیات کی قسم یاد فرمائی ہے اس میں آپ کی بے نہایت تعظیم اور غایت درجہ شرف و محبت کا اظہار ہے۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے مکرم و معزز اللہ تعالےٰ نے کوئی پیدا نہیں فرمایا۔ حضرت ابوالجوزا فرماتے ہیں کہ فخرِ دو عالم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم چونکہ ساری کائنات میں سب سے بلند مرتبہ ہیں اسی لئے مالک حقیقی نے آپ کے سوا کسی دوسرے کی عمر کی قسم یاد نہیں فرمائی ارشادِ باری تعالےٰ ہے ۔

---

۱ پ۷ سورہ انعام آیت ۳۳۔ ۲ پ۱۴ سورہ الحجر آیت ۷۲۔

marfat.com

یٰسٓ ۔ وَالْقُرْاٰنِ الْحَکِیْمِ ۔ [1] حکمت والے قرآن کی قسم ۔

علامہ نقاش رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سوا باری تعالیٰ شانہٗ نے اپنی کتاب میں کسی رسول کی رسالت پر قسم یاد نہیں فرمائی ، ارشادِ خداوندی ہے :۔

وَالضُّحٰی ۔ وَالَّیْلِ اِذَا سَجٰی ۔ [2] چاشت کی قسم اور رات کی جب پردہ ڈالے

اللہ تبارک و تعالیٰ نے نبی اکرم ، نورِ مجسم ، فخرِ دو عالم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو جو کرامت و رفعت و عظمت عطا فرمائی ہے اس سورۂ مبارکہ میں اس کا چودہ[3] وجہ سے اظہار فرمایا ہے جو حسبِ ذیل ہیں :۔

پہلی وجہ :۔ اللہ تعالیٰ نے حالتِ محبوب کی خبر دیتے ہوئے فرمایا وَالضُّحٰی وَالَّیْلِ اِذَا سَجٰی یعنی دوپہر جیسے روشن چہرے والے اور رات جیسی زلفوں والے محبوب کے رب کی قسم ! اس میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی فضیلت و کرامت غایت درجہ کی ہے ۔

دوسری وجہ :۔ دربارِ خداوندی میں جو آپ کا عالی منصب و اعلیٰ درجہ ہے اسے بیان فرمادیا گیا کہ مَا وَدَّعَکَ رَبُّکَ وَمَا قَلٰی ۔ یعنی تمہیں تمہارے رب نے نہ چھوڑا اور نہ مکروہ جانا ۔ بعض علمائے کرام نے اس کی تفسیر یوں بیان کی ہے کہ آپ کو ساری مخلوق میں سے چن لینے کے بعد بے یار و مددگار نہیں چھوڑا ۔

تیسری وجہ :۔ وَلَلْاٰخِرَۃُ خَیْرٌ لَّکَ مِنَ الْاُوْلٰی ۔ ابنِ اسحاق علیہ الرحمۃ نے فرمایا ہے کہ آخرت میں آپ کا مقام دنیاوی منصب سے اظہارِ کرامت و بزرگی کے سبب زیادہ معظم ہوگا ۔ حضرت سہل رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ شفاعت اور مقامِ محمود جو آپ کے لئے مخصوص فرمادیئے گئے ہیں ، ان کے سبب دنیوی زندگی سے آپ کی اُخروی زندگی زیادہ بہتر ہوگی ۔

---

[1] سورۂ یٰس پ۲۲ آیت ۱ ۔ [2] پ۳۰ سورۂ والضحیٰ آیت ۱ ۔ [3] اسی لئے مجدد دین و ملت حاضرہ مولانا الامام احمد رضا خاں بریلوی قدس سرہ نے منکرین شانِ رسالت کی گوشمالی کے بارے میں یوں تلقین فرمائی ہے ،

والضحیٰ ، حجرات ، الم نشرح سے پھر
مومنو ! اتمامِ حجت کیجئے

marfat.com

چوتھی وجہ :- وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى ۔ یہ آیتِ کریمہ وجوہِ کرامت انواعِ سعادت اور دونوں جہانوں میں مختلف قسم کے انعاماتِ کثیرہ کی جامع ہے۔

ابنِ اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ باری تعالیٰ شانہ سرورِ کون و مکان صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا میں کامیابی اور آخرت میں ثواب سے خوش کر دے گا۔ بعض لوگ کہتے ہیں، کہ آپ کو حوضِ کوثر اور شفاعت عطا فرمائے گا۔

فخرِ دو عالم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعض شہزادوں سے روایت ہے کہ قرآنِ کریم کی اس آیت سے بڑھ کر دوسری کوئی آیت ڈھارس بندھانے والی نہیں ہے کیونکہ رحمتِ کونین صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ایک امتی بھی اگر دوزخ میں داخل کیا گیا تو آپ ہرگز راضی نہیں ہوں گے۔

پانچویں وجہ :- اس سورت میں باری تعالیٰ شانہ نے اپنے ان انعامات اور لطف و کرم کا ذکر فرمایا ہے جو اپنے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام پر کئے، یہاں تک ان کا بیان ہے، اس سے آگے آپ کو اس عظیم الشان منصب تک پہنچانے اور آپ کے ذریعے لوگوں کو ہدایت دینے کا بیان ہے۔ نیز آپ کے پاس بظاہر مال نہ تھا (جیسا کہ اس کی تفسیر میں اختلاف ہے) لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ کو مال دے کر یا آپ کے دل کو اپنے ماسوٰی سے مستغنی کر کے غنی بنا دیا۔ آپ کے والدین انتقال فرما گئے تو چچا (ابوطالب) کو اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم پر مہربان کر دیا اور ان کے پاس جگہ دی۔

مقامِ غور ہے کہ جب اللہ تبارک و تعالیٰ نے فخرِ دو عالم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ان کے بچپن میں، ان کی بظاہر کس مپرسی اور یتیمی کے زمانے میں بے یار و مددگار نہ چھوڑا تو ساری مخلوق میں سے انہیں چن لینے اور اپنا حبیب ٹھہرا لینے کے بعد کس طرح چھوڑا جا سکتا ہے؟

چھٹی وجہ :- پروردگارِ عالم نے اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ جن انعامات سے تمہیں نوازا گیا ہے ان کا اظہار کرو اور جس عالی منصب پر تمہیں فائز کیا ہے لوگوں میں

marfat.com

اس کی نشر و اشاعت کر کے شکر گزاری کرو۔ اسی لئے باری تعالیٰ شانہٗ نے وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ فرمایا ہے کیونکہ تحدیثِ نعمت بھی شکر گزاری ہے اور یہ امر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے خاص اور آپ کی امت کے لئے عام ہے۔

مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی فضیلت کے اظہار میں ارشادِ خداوندی ہے:۔

وَالنَّجْمِ إِذَا هَوٰى ــــ تا ـ	اس پیارے چمکتے تارے محمد کی قسم جب یہ معراج سے
لَقَدْ رَاٰى مِنْ اٰيَاتِ رَبِّهِ	اترے۔ تا بے شک اپنے رب کی بہت بڑی
الْكُبْرٰى ؎	نشانیاں دیکھیں۔

یہ آیات فخرِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اتنے فضائل و کمالات بیان کر رہی ہیں جن کا تفصیلی شمار زبان و بیان کی طاقت سے باہر ہے۔ اللہ رب العزت نے اپنے حبیب کے ہادی ہونے کی قسم یاد فرمائی نیز نفسانی خواہشات سے پاک اور صدق و امانت سے مالامال ہونے کا ذکر فرمایا جس کا خصوصی تعلق وحیِ الٰہی سے ہے جو جبریل علیہ السلام بارگاہِ خداوندی سے لاتے اور بتایا کہ وحی لانے والا جبریلِ امین بھی زبردست طاقت والا ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے نبی آخر الزمان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اس فضیلت کا ذکر فرمایا جو آپ کو معراج و اسریٰ کے ذریعے عطا فرمائی اور سدرۃ المنتہےٰ تک پہنچنے کا ذکر فرمایا اور دستِ قدرت کے جن کمالات و نشانات کا نگاہِ مصطفےٰ نے معائنہ کیا۔ باری تعالیٰ شانہٗ نے اس کی تصدیق فرمائی۔

اس واقعہ (معراج) کے ابتدائی حالات سورۂ اسرا کے شروع میں مذکور ہیں لیکن جو کچھ جبروت سے آپ پر منکشف ہوا اور عالمِ ملکوت کے جن عجائبات کا آپ نے مشاہدہ فرمایا، زبان و قلم ان کے احاطے سے قاصر ہے اور عقلیں ان کے ادنیٰ حال کو سننے اور سمجھنے سے عاجز ہیں اسی لئے اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس کا ذکر اشارے اور کنائے کے طور پر فرمایا ہے، علاوہ بریں اس لئے کہ

؎ پ۲۷ سورۂ النجم آیت ۱ تا ۱۸۔ ؎ اسی لئے تو حضرت اختر الحامدی نے لکھا ہے ؎
جب سورۂ والنجم کی ہوتی ہے تلاوت
آجاتی ہے محبوبِ مدینہ کی ادا یاد

marfat.com

تعظیم پر دلالت کرے بایں وجہ ارشادِ خداوندی ہوا فَاَوْحٰٓی اِلٰی عَبْدِهٖ مَآ اَوْحٰی ؕ[1] اس قسم کے کلام کو اہلِ زبان اور بلغاء، وحی اور اشارے سے موسوم کرتے ہیں اور ان کے نزدیک ایسا کلام ایجاز کے ابواب میں سب سے بلیغ شمار ہوتا ہے۔ ارشادِ خداوندی لَقَدْ رَاٰی مِنْ اٰیٰتِ رَبِّهِ الْکُبْرٰی[2] اس وحیِ الٰہی کی تفصیل کو سمجھنے سے فہم عاجز اور آیاتِ کبریٰ کی تعیین سے عقلیں حیران ہیں۔

اِن آیات میں باری تعالیٰ شانہٗ نے بتایا ہے کہ اس نے اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذاتِ مقدس کا علیٰ وجہ الکمال تزکیہ فرمایا اور اس سیر کی جملہ آفات سے آپ کو محفوظ و مامون رکھا چنانچہ آپ کے دل، زبان اور دیگر اعضاء کے تزکیے کا ذکر بھی فرمایا ہے جیسا کہ فرمایا مَا کَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰی[3] اور زبانِ مصطفٰے کے بارے میں فرمایا مَا یَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰی[4] نگاہِ مصطفٰے کا یوں تذکرہ فرمایا مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی[5] نیز فرمایا فَلَآ اُقْسِمُ بِالْخُنَّسِ ..... وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَیْطٰنٍ رَّجِیْمٍ[6]

لَآ اُقْسِمُ سے مراد ہے کہ میں قسم یاد فرماتا ہوں کہ یہ ممتاز پیغام رساں ہی کا کلام ہے جو باری تعالیٰ کے نزدیک منصبِ رفیع پر فائز ہے۔ وہ وحیِ الٰہی کو پہنچانے کی ذمہ داری کا بار اٹھانے کی پوری پوری طاقت رکھتا ہے اور اپنے رب کے حکم سے ایک اعلیٰ مقام پر رہتا ہے، سماوی مخلوق اس کی اطاعت گزار ہے اور وحی کے معاملے میں وہ انتہائی ذمہ دار اور امین ہے۔

علی بن عیسیٰ وغیرہ حضرات فرماتے ہیں کہ یہاں رَسُوْلٍ کَرِیْمٍ سے محمد مصطفٰے صلی اللہ

---

[1] اب وحی فرمائی اپنے بندے کو جو وحی فرمائی (پ ۲۷، سورہ والنجم، آیت ۱۰)۔
[2] بیشک اپنے رب کی بہت بڑی نشانیاں دیکھیں (ایضاً آیت ۱۸) [3] دل نے جھوٹ نہ کہا جو دیکھا (ایضاً آیت ۱۱)
[4] وہ کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں کرتے (ایضاً آیت ۳) [5] آنکھ نہ کسی طرف پھری، نہ حد سے بڑھی (ایضاً آیت ۱۷)
[6] تو قسم ہے ان کی جو الٹے پھریں ..... قرآن مردود شیطان کا پڑھا ہوا نہیں (پ ۳۰، سورہ التکویر آیت ۱۵ تا ۲۵)۔ ۱۲

marfat.com

تعالیٰ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس ہی مراد ہے کیونکہ جتنے اوصاف کا یہاں بیان ہے وہ آپ کی ذات میں بدرجہ اتم موجود ہیں۔ دوسرے حضرات فرماتے ہیں کہ اس سے جبرئیل علیہ السلام مراد ہیں، ۵
اس صورت میں یہ تمام اوصاف روح الامین کی طرف مراجعت کریں گے۔ وَلَقَدْ رَاٰهُ کی تفسیر میں دو قول ہیں، ایک یہ کہ محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا اور دوسرا قول یہ کہ جبرئیل علیہ السلام کو ان کی اصلی شکل و صورت میں دیکھا۔

وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِظَنِيْنٍ سے مراد یہ ہے کہ علوم غیبیہ کے بارے میں آپ متہم نہیں ہیں۔ اگر اسے ضاد کی قرات سے بِضَنِيْنٍ پڑھیں تو مطلب یہ ہوگا کہ وہ احکام الٰہیہ کی تعلیم و تذکیر اور اپنے خداداد علوم غیبیہ کے سلسلے میں بخل سے قطعاً کام نہیں لیتے اس امر پر سب کا اتفاق ہے کہ اس آیتِ کریمہ میں فخرِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صفت بیان فرمائی گئی ہے۔ اس سلسلے میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

نٓ ۔ وَالْقَلَمِ [1] .... قلم اور اُن کے لکھے کی قسم۔

ان آیات میں باری تعالیٰ شانہٗ نے محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پاک دامنی پر عظیم قسم یاد فرمائی ہے کیونکہ کفار آپ کی طرف ایسے عیوب کی نسبت کر کے تکذیب و تحقیر کیا کرتے تھے۔ رضائے محبوب کی خاطر بیان حسنِ خطاب اور کمال محبت کا اظہار کرتے ہوئے ارشادِ خداوندی ہوا مَآ اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُوْنٍ [2]۔ یہ کلام بلحاظ مخاطبہ محبت سے انتہائی لبریز اور محاورے کی زد سے ادب و احترام کا آخری درجہ ہے۔ اس کے بعد اللہ رب العزت نے ان دائمی نعمتوں اور غیر منقطع ثواب کا ذکر فرمایا جن سے اپنے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ممتاز فرمایا ہے جو شمار سے باہر ہیں لیکن اس کے باوجود منعمِ حقیقی نے ان کے باعث اپنے محبوب پر احسان نہیں جتلایا بلکہ مزید مژدہ سنایا اِنَّ لَكَ لَاَجْرًا غَيْرَ مَمْنُوْنٍ [3]۔ پھر ان انعامات کے

---

[1] پ ۲۹ سورۃ القلم آیت ۱، [2] تم اپنے رب کے فضل سے مجنون نہیں ہو (سورۃ القلم آیت ۲)
[3] اور ضرور تمہارے لیے بے انتہا ثواب ہے (سورۃ القلم آیت ۳)

marfat.com

کے ذریعے آپ کی تعریف و توصیف فرمائی جو آپ کو عطا کیے ہیں، اور عظمتِ محبوب کا مکمل اظہار فرمانے کی وجہ سے اسے دو حرفوں سے مؤکد کرکے فرمایا اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ۔ [1]

اس کی تفسیر میں بعض فرماتے ہیں کہ قرآن کریم آپ کا اخلاق ہے جبکہ بعض نے اس کی تفسیر فطرتِ سلیمہ سے کی ہے۔ بعض فرماتے ہیں کہ آپ کی منزل مقصود و مقصدِ حیات صرف معرفتِ الٰہی ہے واسطی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ سرورِ کون و مکاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جس طرح انعاماتِ الٰہیہ کی قدر کی، اللہ تعالیٰ نے اس پر آپ کی تعریف فرمائی اور اس شکر گزاری کے سبب آپ کو دوسروں پر فضیلت دی اور ایسا کیوں نہ ہو جب کہ خلقِ عظیم کو آپ کی سرشت بنا دیا گیا۔

پاکی ہے اس محسنِ حقیقی کے لیے جو خود ہی لطف و کرم فرماتا، احسان اور بخشش سے نوازتا، نیکی کو اپنے بندے کیلیے آسان کرکے اس کی جانب راغب کرتا ہے پھر نیکی کو اختیار کر لینے پر اپنے بندے کو بہتر جزا عطا فرماتا ہے اور تعریف کرتا ہے۔ پاک اور قابلِ حمد و ستائش ہے وہ ذات جس نے اپنی نعمتوں کو اتنا عام اور فضل و کرم کو اس درجہ وسیع کر دیا ہے۔

اس کے بعد ایفائے عہد کی آپ کو تسلی دی جیسا کہ وعدہ فرمایا ہے جو انجام کار آپ کی کامیابی اور کفار کے عذاب پر مبنی ہے چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

فَسَتُبْصِرُ وَیُبْصِرُوْنَ۔ [2] عنقریب تم بھی دیکھ لوگے اور وہ بھی دیکھ لیں گے۔

یہ تین آیات ہیں جن کے متصل ہی آپ کی تعریف و توصیف کے بعد دشمنِ مصطفےٰ کی مذمت اور اس کی بد خلقی مذکور ہوئی۔ بارگاہِ رسالت کے گستاخ کے عیوب بیان کرکے باری تعالیٰ شانہ نے اپنے محبوب کی مدد فرمائی اور آپ کے فضل و کمال کا اظہار فرمایا۔ اس مقام پر دس سے زیادہ بری عادتوں کے ساتھ اس گستاخ کی مذمت کی ہے۔ اس بیان کی ابتدا فَلَا تُطِعِ

---

[1] بے شک تمہاری خُو بُو (اخلاق) بڑی شان کی ہے (پ۲۹ سورہ القلم آیت ۴)

[2] پ۲۹ سورہ القلم، آیت ۵،

marfat.com

الْمُكَذِّبِيْنَ سے ہوتی ہے اور انتہار اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ پر، پھر اس سلسلے کو اس کی بدبختی اور بُرے خاتمے کی سچی وعید پر ختم کیا چنانچہ فرمانِ خداوندی ہے:

سَنَسِمُهٗ عَلَى الْخُرْطُوْمِ[1] قریب ہے ہم اس کی سور کی سی تھوتھنی پر داغ دیں گے۔

باری تعالیٰ شانہٗ کا اپنے حبیب کی مدد کرنا، آپ کی خود مدد کرنے سے اہم واتم ہے اور اللہ رب العزت کا گستاخِ رسول کی تردید فرمانا خود آپ کے رد کرنے سے زیادہ بلیغ ہے کیونکہ اس سے آپ کے فضل وکمال کے دیوان میں ایک نرالے باب کا اضافہ ہوتا ہے جن آیات سے اللہ تبارک وتعالیٰ کی اپنے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر کمال شفقت ومہربانی ثابت ہوتی ہے ان سے ایک آیت یہ ہے جیسا کہ ارشادِ الٰہی ہے:

طٰهٰ ۔ مَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰٓى[2] اے محبوب! ہم نے یہ قرآن تم پر اس لئے نہیں اتارا کہ تم مشقت میں پڑو۔

اس آیتِ کریمہ کا نزول اس وقت ہوا جب فخرِ آدم وبنی آدم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ساری ساری رات قیام فرماتے اور شب بیداری کی تکلیف اٹھایا کرتے تھے۔

قاضی عیاض رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سند سے لکھا ہے کہ نبی اکرم، نورِ مجسم، فخرِ دو عالم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم ایک پاؤں پر قیام فرماتے اور دوسرا اٹھا لیا کرتے تھے۔ اس وقت اللہ رب العزت نے وحی نازل فرمائی کہ اے محبوب! زمین پر پوری طرح قرار پکڑو میں نے قرآنِ کریم کو اس لئے نازل نہیں فرمایا کہ تم مشقت میں پڑ جاؤ۔

اس ارشادِ باری تعالےٰ سے اظہر من الشمس ہے کہ بارگاہِ خداوندی میں آپ کا اعزاز واکرام کیسا ہے اور آپ کے حال پر ذاتِ باری کا کس درجہ لطف وکرم ہے۔ اگر بقولِ بعض لفظ

---

[1] پ ۲۹، سورہ القلم، آیت ۱۶۔

[2] پ ۱۶، سورہ طٰہٰ، آیت ۲۔

marfat.com

طٰہٰ کو اسمائے مصطفےٰ سے شمار کیا جائے تو اس سے آپ کے حق میں ایک قسم کی فضیلت اور ثابت ہوتی ہے، اسی طرح کی شفقت و مہربانی فرمانے کے باب سے یہ آیت ہے :

فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلٰٓى	تو کہیں تم اپنی جان پر کھیل جاؤ گے
اٰثَارِهِمْ اِنْ لَّمْ يُؤْمِنُوْا بِهٰذَا	آپ کے پیچھے اگر وہ اس بات
الْحَدِيْثِ اَسَفًا ۔ [1]	پر ایمان نہ لائیں ۔

بَاخِعٌ سے مراد قتل کرنا اور ہلاک کر ڈالنا ہے ۔ مذکورۃ الصدر قسم کی آیات سے ایک آیت کریمہ یہ بھی ہے :

فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَاَعْرِضْ	تو علانیہ کہہ دو جس بات کا تمہیں حکم ہے اور
عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ ۔ الیٰ ۔ وَلَقَدْ	مشرکوں سے منہ پھیر لو ۔ تا ۔ اور
نَعْلَمُ اَنَّكَ يَضِيْقُ صَدْرُكَ بِمَا	بے شک ہمیں معلوم ہے کہ ان کی باتوں سے
يَقُوْلُوْنَ ۔ [2] الیٰ آخر السورۃ	دل تنگ ہوتے ہو ۔

(آخر سورت تک)

یہ اس قسم کی آیات ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کمال شفقت کا اظہار فرمایا ہے ۔ اسی سلسلے کی ایک آیت کریمہ یہ ہے :

وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ	اے محبوب ! تم سے پہلے رسولوں کے ساتھ
قَبْلِكَ .... [3]	بھی ضرور ٹھٹھا کیا گیا ....

امام مکی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ مذکورہ آیت کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے آپ کو تسلی دی ہے اور مشرکین کی جانب سے پہنچی ہوئی تکالیف کا بوجھ ہلکا کیا ہے آپ کو خبر دی ہے کہ جو تمہیں تکلیف پہنچانے سے باز نہیں آئے گا اس کے ساتھ وہی معاملہ کروں گا جیسا اگلی امتوں کے ساتھ کیا تھا

---

[1] پ۱۵ ، سورہ کہف ، آیت ۶ ۔
[2] پ۱۴ ، سورہ الحجر ، آیت ۹۴ ، ۹۷ ۔
[3] پ۷ ، سورہ انعام ، آیت ۱۰ ۔

marfat.com

اس قسم کی تسلی دوسری آیت میں یوں دی :-

وَ اِنْ يُّكَذِّبُوْكَ فَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ ؕ [۱]	اگر تمہیں جھٹلائیں تو بے شک تم سے پہلے کتنے ہی رسول جھٹلائے گئے ۔

اسی کی مانند یہ ارشاد باری تعالےٰ ہے :-

كَذٰلِكَ مَاۤ اَتَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا قَالُوْا سَاحِرٌ اَوْ مَجْنُوْنٌ ۚ [۲]	یونہی جب ان سے اگلوں کے پاس کوئی رسول تشریف لایا تو یہی بولے کہ جادوگر ہے یا دیوانہ ۔

امم سابقہ کا اپنے انبیاء کے ساتھ بدکلامی کرنا اور انہیں تکالیف دینا ، یاد دلا کر باری تعالےٰ شانہٗ نے اپنے حبیب کو تسلی دی کہ کفارِ مکہ کی طرح سابقہ انبیاء کی قوموں نے بھی انہیں ایسی ہی تکالیف پہنچائی تھیں لہٰذا تمہارا ایسے مصائب و آلام سے دوچار ہونا کوئی نئی بات نہیں ہے ۔ اس کے بعد اپنے حبیب کو خوش کرنے اور عذر کو واضح کرتے ہوئے فرمایا :

فَتَوَلَّ عَنْهُمْ فَمَاۤ اَنْتَ بِمَلُوْمٍ ؗ [۳]	اے محبوب ! تم ان سے منہ پھیر لو تو تم پر کچھ الزام نہیں ۔

یعنی ان سے اعراض فرمایئے اور احکامات کی تبلیغ کے سلسلے میں آپ پر کسی کوتاہی کا الزام عائد نہیں ہوتا اسی کے مثل ، ایک آیت کریمہ اور ملاحظہ ہو :

وَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ فَاِنَّكَ بِاَعْيُنِنَا .... [۴]	اور اے محبوب ! تم اپنے رب کے حکم پر ٹھہرے رہو کہ بے شک تم ہماری نگہداشت میں ہو ۔

---

[۱] پ۲۲ ، سورہ فاطر ، آیت ۴ ۔
[۲] ایضاً آیت ۵۲ ۔
[۳] پ۲۷ ، سورہ الذاریات ، آیت ۵۴ ۔
[۴] پ۲۷ ، سورہ الطور ، آیت ۴۸ ۔

marfat.com

یعنی کفار کی ایذا رسانی پر اپنے رب کے حکم سے صبر کرو کیونکہ تم اس عالی منصب پر فائز ہو کر تمہاری ہر چیز بحال اور مکمل حفاظت باری تعالیٰ شانہٗ کے ذمہ ہے۔ ایسے مفہوم و مطالب پر مشتمل کتنی ہی آیات ہیں اللہ جل شانہٗ نے اپنے آخری رسول کو ایذا رسانی کے حوصلہ شکن مواقع پر تسلی دی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں انبیائے ماسبق علیہم السلام سے اپنے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے منصب کی بلندی اور بلحاظ قدر و منزلت بزرگی کا متعدد مقامات پر اظہار فرمایا ہے مثلاً ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ..... الیٰ قولہ تعالیٰ مِنَ الشّٰهِدِيْنَ[1]

اور یاد کرو جب اللہ نے پیغمبروں سے ان کا عہد لیا جو میں تم کو کتاب اور حکمت دوں ..... تا میں آپ تمہارے ساتھ گواہوں میں ہوں۔

ابوالحسن قابسی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ فخر دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جس فضیلت عظمیٰ سے ممتاز فرمایا ہے دیگر انبیائے کرام کو اس سے نہیں نوازا جیسا کہ اس آیت میں مذکور ہے۔[2] بعض مفسرین کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جبریل علیہ السلام سے عہد لیا تھا کہ جب بھی وہ کسی نبی کے پاس وحی لے کر جائے تو اس کے سامنے نبی آخر الزماں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ذکر کرے اور آپ کے فضائل و کمالات بیان کرنے کے بعد اس نبی سے عہد لے کہ اگر وہ محمد عربی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا زمانہ پائے تو ان پر ایمان لانا ہوگا۔ بعض کہتے ہیں کہ انبیائے کرام سے یہ بھی عہد لیا گیا کہ وہ اپنی اپنی قوم کے سامنے نبی آخر الزماں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اوصاف بیان کر کے ان سے اس بات کا عہد لیتے رہا کریں کہ وہ اپنے بعد والوں کو فضائل مصطفیٰ سے آگاہ کرتے اور حبیب پروردگار کے خطبے پڑھتے رہیں گے۔

ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ کے مخاطب زمانۂ سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے

---

[1] پارہ ۳، سورۃ البقرہ، آیت ۸۱

[2] اسی لیے امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے:

خلق سے اولیاء، اولیاء سے رسل
اور رسولوں سے اعلیٰ ہمارا نبی

marfat.com

اہلِ کتاب ہیں۔ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام سے لے کر عیسیٰ علیہ السلام تک جملہ انبیائے کرام سے یہ عہد لیا کہ اگر وُہ اپنی زندگی میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مبارک زمانہ پائیں تو انھیں نبی آخرالزماں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ضرور ایمان لانا ہوگا اور ضرور ان کی مدد کرنی ہوگی نیز اپنی اپنی اُمت سے بھی اس بات کا عہد لینا ہوگا۔ امام سدی اور حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اس آیت سے فخرِ موجودات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دُوسرے انبیائے کرام پر کئی وجہ سے فضیلت ثابت ہوتی ہے۔ اُن میں سے ایک وجہ یہ ہے جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَ اِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِیّٖنَ مِیْثَاقَهُمْ وَ مِنْكَ وَ مِنْ نُّوْحٍ ؎ (الآیہ)	اور اے محبوب! یاد کرو جب ہم نے نبیوں سے عہد لیا اور تم سے اور نوح سے۔
كَمَاۤ اَوْحَیْنَاۤ اِلٰى نُوْحٍ ..... وَ كَیْلًا ؎ (الآیہ)	ہم نے وحی کی نوح کی طرف۔

امیر المومنین حضرت عمر ابن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ سرورِ کون و مکاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دورانِ گفتگو گریہ فرمایا۔ فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی، یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان جائیں گریہ وزاری کیسی جبکہ باری تعالیٰ شانہٗ کی بارگاہ میں آپ کو ایسا مقامِ رفیع حاصل ہے کہ اس نے آپ کو جملہ انبیاء سے بعد میں مبعوث فرمایا لیکن آپ کا ذکرِ خیر سب سے پہلے نشر فرمایا جیسا کہ اس آیت میں ہے، وَ اِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِیّٖنَ مِیْثَاقَهُمْ وَ مِنْكَ وَ مِنْ نُّوْحٍ (الآیہ) میرے ماں باپ آپ پر قربان، اللہ تعالیٰ کے نزدیک آپ کی فضیلت اس درجہ ہے کہ جہنم میں عذاب پانے والے دوزخی بھی یہ خواہش کریں گے کہ انھوں نے فخرِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پیروی کی ہوتی اور یُوں پکاریں گے: یَقُوْلُوْنَ یٰلَیْتَنَاۤ اَطَعْنَا اللّٰهَ وَ اَطَعْنَا الرَّسُوْلَا۔ ہائے کسی طرح ہم نے اللہ کا حکم مانا ہوتا اور رسول کا حکم مانا ہوتا۔

؎ پارہ ۲۱، سورہ الاحزاب، آیت ۷ ؎ پ ۶، سورۃ النساء، آیت ۱۶۳

؎ اسی لیے تو امام احمد رضا خاں بریلوی نے منکرینِ شانِ رسالت کو فہمائش کی ہے کہ:

آج لے ان کی پناہ، آج مدد مانگ اُن سے
پھر نہ مانیں گے قیامت میں اگر مان گیا

marfat.com

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی آخرالزماں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "میں پیدائش میں جملہ انبیاء سے مقدم اور بعثت کے لحاظ سے سب میں آخری ہوں" اسی لیے مذکورہ بالا آیت میں آپ کا ذکر نوح اور دیگر انبیاء علیہم السلام سے پہلے فرمایا گیا ہے۔

امام سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس آیت سے ہمارے آقا کی دیگر انبیائے کرام پر فضیلت ثابت ہوتی ہے، اسی لیے تو آخری نبی ہونے کے باوجود آپ کا ذکر سب سے پہلے فرمایا گیا یعنی یہاں تقدیم بلحاظ تفضیل ہے بلحاظ زمانہ نہیں۔ یہ عہد باری تعالیٰ شانہٗ نے جملہ انبیائے کرام کو آدم علیہ السلام کی پشت مبارک سے چھوٹے چھوٹے ذروں کی شکل میں نکال کر لیا تھا۔ افضلیت مصطفیٰ کے بارے میں ارشادِ خداوندی ہے:

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ [1] — یہ رسول ہیں کہ ہم نے ان میں ایک کو دوسرے پر افضل کیا۔

مفسرین فرماتے ہیں کہ وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ میں لفظ بَعْض سے مراد حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی ہے کیونکہ گروہِ انبیاء میں آپ ہی ایک ایسے فرد ہیں جو ساری بنی نوعِ انسان کی طرف نبی بنا کر مبعوث کیے گئے ہیں۔ غنیمت صرف آپ کے لیے حلال قرار دی گئی، آپ کے ہاتھوں بے شمار معجزات کا ظہور ہوا نیز کوئی فضیلت اور کرامت ایسی نہیں کہ جو کسی نبی کو حاصل ہو مگر وہ آپ کو ضرور مرحمت فرمائی گئی۔ بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ اس میں آپ کی ایک فضیلت یہ بھی ہے کہ دیگر انبیائے کرام کے اسمائے گرامی لیے گئے لیکن اپنے محبوب کو نبوت و رسالت کے ذریعے مخاطب فرمایا، جیسا کہ باری تعالیٰ شانہٗ نے اپنی سچی کتاب میں جابجا يٰاَيُّهَا النَّبِيُّ اور يٰاَيُّهَا الرَّسُوْلُ وغیرہ الفاظ سے خطاب فرمایا ہے۔[2] مزید ارشادِ خداوندی ہے:

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ [3] — اور اللہ کا کام نہیں کہ ان پر عذاب کرے جب تک اے محبوب! تم ان میں تشریف فرما ہو۔

---

[1] پارہ ۳، سورہ البقرہ، آیت ۲۵۳

[2] اسی لیے تو کہا ہے ؎

یا آدم است با پدر انبیاء خطاب
یا ایہا النبی خطاب محمد است

[3] پارہ ۹، سورہ انفال، آیت ۳۳

marfat.com

یعنی جب تک آپ مکہ مکرمہ میں تشریف فرما رہے تو اس شہر کو یہ شرف سب سے زیادہ حاصل تھا کیونکہ یہ برکت صرف آپ کے وجود کی ہے۔ جب وہ پناہِ بے کساں مدینہ منورہ کی جانب ہجرت فرما گئے اور مکہ معظمہ میں تھوڑے سے مسلمان رہ گئے تو اپنے محبوب کے دامنِ رحمت سے وابستہ رہنے والوں کی تسکین کی خاطر ارحم الراحمین نے یہ مژدہ سنایا: وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ یعنی اللہ تعالیٰ انہیں بھی عذاب سے محفوظ و مامون رکھے گا جب تک وہ گناہوں سے تائب ہوتے رہیں گے۔ آپ کے عظیم الشان منصب کی یہ آیت کریمہ بھی واضح نشان دہی کر رہی ہے اسی کے مثل یہ مژدہ جانفزا ہے:

وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ۝[1] — اور ہم نے تمہیں نہ بھیجا مگر رحمت سب جہانوں کے لیے۔

فخرِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اپنے صحابہ کے لیے امان ہوں۔ بعض کا قول ہے کہ بدعات سے اور بعض فرماتے ہیں کہ اختلافات اور فتنوں سے۔ بعض مفسرین لکھتے ہیں کہ حبیبِ پروردگار صلی اللہ علیہ وسلم ہی کائناتِ ارضی وسماوی کی امانِ اعظم ہیں۔ وصال کے بعد آپ کے نقوشِ قدم اصلاحِ عالم کے ضامن ہیں۔ آپ کے اُسوۂ حسنہ اور سُنتِ قائمہ سے روگردانی ہی مصائب اور فتنوں کو دعوت دیتا ہے۔ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ؕ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا۝[2] — بے شک اللہ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں اس غیب بتانے والے (نبی) پر۔ اے ایمان والو! ان پر درود اور خوب سلام بھیجو۔

اس میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنی صلوٰۃ اور فرشتوں کی صلوٰۃ کے ساتھ اپنے آخری نبی کی فضیلت کا اظہار فرمایا ہے اور اس کے ساتھ ہی اپنے بندوں کو آپ پر صلوٰۃ و سلام

---

[1] پارہ ۱۷، سورہ الانبیاء، آیت ۱۰۷

[2] پارہ ۲۲، سورہ الاحزاب، آیت ۵۶

marfat.com

بھیجنے کا مطلق حکم دیا ہے۔ ابوبکر بن فورک رحمۃ اللہ علیہ حکایتاً بیان کرتے ہیں کہ بعض علمائے کرام نے اس فرمانِ رسالت یعنی قُرَّۃُ عَیْنِیْ فِی الصَّلٰوۃِ کی یہ تاویل بیان کی ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے جو مجھ پر صلوٰۃ بھیجتے ہیں اس میں میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے اور یہ کہ قیامت تک میری امت کو مجھ پر صلوٰۃ بھیجنے کا حکم دیا ہے۔ فرشتوں کی اور ہماری صلوٰۃ ایک قسم کی دعا ہے اور باری تعالیٰ شانہٗ کی صلوٰۃ اپنے محبوب پر خاص بارانِ رحمت کے نزول کا نام ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے،

وَ اِنْ تَظٰهَرَا عَلَیْهِ فَاِنَّ اللّٰهَ	اور اگر ان پر زور باندھو تو بے شک
هُوَ مَوْلٰىهُ وَ جِبْرِیْلُ وَ صَالِحُ	اللہ ان کا مددگار ہے اور جبریل اور
الْمُؤْمِنِیْنَ[1]	نیک ایمان والے۔

یہاں مولیٰ کو ولی کے معنی میں سمجھنا چاہیئے، یعنی اللہ تعالیٰ آپ کا مددگار ہے۔ صَالِحُ الْمُؤْمِنِیْنَ کی تفسیر میں کئی قول ہیں۔ بعض کے نزدیک انبیائے کرام مراد ہیں، بعض کے نزدیک ملائکہ اور بعض کے نزدیک حضرات ابوبکر و عمر و علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم مراد ہیں۔ فرمانِ الٰہی ہے:

اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِیْنًا..... یَدُ	بیشک ہم نے تمہارے لیے روشن فتح
اللّٰهِ فَوْقَ اَیْدِیْهِمْ[2]	فرما دی ..... ان کے ہاتھوں پر اللہ کا
	ہاتھ ہے۔

ان آیات نے فخرِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ایسی صفت و ثنا بیان کی ہے اور بارگاہِ خداوندی میں آپ کا وہ مرتبہ ظاہر کیا گیا ہے نیز ایسی نرالی نوازشات کی خبر دی ہے جن کی حقیقت کو بیان کرنے سے زبان و قلم عاجز ہیں۔ سب سے پہلے اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان خصوصی نوازشات کا ذکر فرمایا جو سرورِ کون و مکاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بعثت کے ساتھ مخصوص فرما دیے تھے نیز آپ کو دشمنوں پر غلبہ دینے، آپ کی شہرت کے جھنڈے بلند کرنے، آپ کی شریعتِ مطہرہ کو دیگر شرائع پر غالب رکھنے کا تذکرہ کیا نیز یہ کہ نبی آخرالزماں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایسے مغفور ہیں

---

[1] پارہ ۲۸، سورۂ تحریم، آیت ۴

[2] پارہ ۲۶، سورۃ الفتح، آیت ۱ تا ۹

marfat.com

جن سے کسی گزشتہ اور آئندہ بات پر مواخذہ نہیں ہوگا۔ بعض علمائے کرام فرماتے ہیں کہ اس سے یُوں معلوم ہوتا ہے کہ باری تعالیٰ آپ کے ہر قول وفعل پر مغفرت کی مُہر لگانا چاہتا ہے جو وقوع پذیر ہُوا یا جس کے واقع ہونے کی نوبت آئی ہے نہ کبھی آئے گی۔ امام مکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر احسان فرمانے کی خاطر مغفرت کو سبب قرار دے دیا گیا تھے پس ہر وہ شخص جس نے اللہ رب العزت کے سوا کسی دوسرے کو اپنا معبود نہیں ٹھہرایا وہ باری تعالیٰ شانہ کے اس دریائے فضل وکرم سے خوب سیراب ہوتا رہے گا۔

اس کے بعد باری تعالیٰ شانہ نے فرمایا: وَيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكَ (لہ) کہا جاتا ہے کہ پروردگارِ عالم نے یہ انعام فرمایا کہ جن مشرکینِ مکہ کی گردنیں اکڑتی ہی جا رہی تھیں، ایسے تمام متکبروں کو باری تعالیٰ نے اپنے محبوب کے قدموں میں جھکا دیا۔ بعض علمائے کرام فرماتے ہیں کہ اس سے مکہ مکرمہ اور طائف کی فتح مراد ہے جبکہ بعض یُوں کہتے ہیں کہ اس نعمت سے مراد دنیا میں آپ کے ذکر کو بلند کرنا اور نصرت ومغفرت سے نوازنا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا (الآیہ)[۲] اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے محاسن وخصائص بیان فرماتے ہیں وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ یعنی آپ کی غایت درجہ تعظیم وتوقیر کرو۔ بعض مفسرین اسے وَتُعَزِّزُوْهُ (دونوں زا) پڑھتے ہیں یعنی آپ کی سب سے زیادہ عزت کرو اور یہ تو اظہر من الشمس ہے کہ یہ منصب و مرتبہ صرف نبی آخرالزمان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی کو حاصل ہے اور یہ جو باری تعالیٰ شانہ نے فرمایا ہے کہ وَتُسَبِّحُوْهُ تو اس کی ضمیر اللہ تعالیٰ کی طرف راجع ہے۔

حضرت ابن عطاء فرماتے ہیں کہ اس آیت میں ان بہت سی نعمتوں کا بیان ہے جن سے پروردگارِ عالم نے اپنے حبیب کو نوازا۔ فتح مبین کا مژدہ سنایا جو اجابتِ دُعا کی نشانی ہے۔ مغفرت کی بشارت دی جو علامتِ محبت ہے۔ اتمامِ نعمت کی خوشخبری سنائی جس سے

لہ اور اپنی نعمتیں تم پر تمام کر دے۔ (سورہ الفتح، آیت ۲)

لہ بیشک ہم نے تمہیں بھیجا حاضر وناظر اور خوشی اور ڈر سناتا۔ (سورہ الفتح، آیت ۸)

marfat.com

خاص الخاص منصب کی نشان دہی ہو رہی ہے۔ ہدایت کا علمبردار بنایا جو دوستی کی نشانی ہے مغفرت میں گناہوں سے پاکیزگی ہے، اتمامِ نعمت میں درجۂ کاملہ تک پہنچانا اور ہدایت کے ذریعے مشاہدے کی جانب بلایا جاتا ہے۔

حضرت جعفر بن محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اتمامِ نعمت سے یہ مراد ہے کہ:

ان جعله حبيبه واقسم بحياته ونسخ به شرائع غيره وعرج به الى المحل الاعلىٰ وحفظه فى المعراج حتى مازاغ البصر وما طغىٰ وبعثه الى الاحمر والاسود واحل له ولامته الغنائم وجعله شفيعاً مشفعاً وسيد ولد آدم وقرن ذكره بذكره ورضا برضا احد ركنى التوحيد۔ (ص۱۳)	اللہ تعالیٰ نے نبی آخر الزماں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنا حبیب بنایا اور آپ کی حیات مبارک کی قسم کھائی اور آپ کی شریعت مطہرہ سے دیگر شرائع کو منسوخ کر دیا اور آپ کو بلند ترین مقام تک پہنچایا اور معراج میں آپ کی کمال حفاظت فرمائی یہاں تک کہ آپ نے کسی طرف آنکھ بھی نہ پھیری اور نہ آپ کی نظر حد سے بڑھی۔ آپ کو ہر سرخ و سفید یعنی جملہ بنی آدم کا نبی بنایا آپ کے لیے اور آپ کی اُمت کے لیے غنیمت کا مال حلال قرار دیا۔ آپ کو گنہگاروں کی شفاعت کرنے والا اور شفاعت کا ماذون و مختار بنایا اور آدم علیہ السلام کی ساری اولاد کا آپ کو سردار بنایا اور آپ کے ذکر کو اپنے ذکر سے اور آپ کی رضا کو اپنی رضا سے ملایا اور آپ کو عقیدۂ توحید کا ایک رکن قرار دیا۔

اسی سلسلے میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا: اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ

marfat.com

اللہ[1] یعنی ان کا آپ سے بیعت کرنا گویا اللہ تعالیٰ سے بیعت کرنا ہے۔ آگے فرمایا ہے: یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْہِمْ[2] ان کے ہاتھوں پر اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ہونے سے بعض کے نزدیک قوّتِ خداوندی، بعض کے نزدیک ثواب، بعض کے نزدیک احسان اور بعض کے نزدیک عہد مراد ہے۔ یہ استعارہ اور تجنیسِ کلام کے طور پر ہے۔ اس سے عقدِ بیعت کو مؤکد کرنا اور بیعت لینے والے کے منصب کی رفعت کا اظہار مقصود ہے۔ اسی قبیل سے باری تعالیٰ شانہٗ کا یہ ارشاد ہے:

فَلَمْ تَقْتُلُوْهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ قَتَلَهُمْ وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى[3]	تم نے انہیں قتل نہ کیا بلکہ اللہ نے انہیں قتل کیا اور اسے محبوب! وہ خاک جو تم نے پھینکی، وہ تم نے نہ پھینکی تھی بلکہ اللہ نے پھینکی۔

اگرچہ بادی النظر میں یہ مجازی کلام معلوم ہوتا ہے لیکن اس لحاظ سے حقیقت پر مبنی ہے کہ فی الحقیقت قاتل و رامی صرف اللہ رب العزّت کی ذات ہے کیونکہ افعالِ عباد کا خالق بھی تو وہی[4] ہے۔ کنکریاں اور مٹی پھینکنا بھی تو اسی کی قدرت و مشیّت کے باعث ہوا ورنہ کسی انسان میں یہ ذاتی قدرت و طاقت کہاں کہ کنکریوں اور مٹی کو اتنی دُور پہنچا دے یہاں تک کہ کوئی مقابلے پر آنے والا کافر ایسا نہ بچے جس کی آنکھیں غبار آلودہ نہ ہو گئی ہوں۔

اللہ جل شانہٗ نے اپنی کتابِ عزیز میں اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فضائل و کمالات اور منصب و خصائص کو متعدد مقامات پر بیان فرمایا ہے جس سے بارگاہِ خداوندی میں آپ کے قرب و منزلت کا پتہ لگتا ہے۔ جن کمالات کے ذریعے باری تعالیٰ شانہٗ نے اس فخرِ آدم و بنی آدم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خاص فرمایا ہے ان میں سے ایک واقعۂ معراج

---

[1] پ ۲۶، سورۃ الفتح، آیت ۱۰ [2] ایضاً: آیت ۱۰

[3] پ ۹، سورۃ انفال، آیت ۱۷

[4] اس عقیدے میں مصنف تقویۃ الایمان اور اُن کے متبعین نے سخت دھوکا کھایا ہے جو امکانِ کذب کے قائل ہو کر افعالِ عباد اور قدرتِ خداوندی کا باہم موازنہ کرنے بیٹھ جاتے ہیں۔ (اختر شاہجہان پوری)

marfat.com

واسرا بھی ہے جس کا سورۂ سُبْحَانَ الَّذِیْ اَسْرٰی اور سورۂ وَالنَّجْم میں بیان فرمایا ہے،
وہاں آپ کے مرتبے کی بلندی، قُربِ الٰہی اور عجیب وغریب مشاہدات کا ذکر ہے۔

فخرِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات سے ایک امر یہ بھی ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ
نے آپ کو دشمنوں کے شر سے محفوظ رکھنے کا وعدہ فرمایا تھا ارشادِ الٰہی ہے:

وَاللّٰہُ یَعْصِمُکَ مِنَ النَّاسِ[1] — اور اللہ تمہاری نگہبانی کرے گا لوگوں سے۔

نیز یہ بھی فرمایا ہے:

اِذْ یَمْکُرُ بِکَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا....[2] — اے محبوب! یاد کرو جب کافر تمہارے ساتھ مکر کرتے تھے۔

اسی سلسلے میں یہ ارشادِ باری تعالیٰ بھی ہے:

اِلَّا تَنْصُرُوْہُ فَقَدْ نَصَرَہُ اللّٰہُ....[3] — اگر تم محبوب کی مدد نہ کرو تو بے شک اللہ نے اُن کی مدد فرمائی۔

اس مٹی پھینکنے کے واقعے کو بیان کرتے ہوئے باری تعالیٰ شانہٗ نے اس امر کا اظہار فرمایا ہے کہ اس نے آپ سے اس اذیت کو کیسے دُور فرمایا جبکہ مشرکینِ مکہ نے خفیہ مشورہ کر کے اپنے دارالندوہ کے پروگرام کے مطابق ایک رات محبوبِ پروردگار کے دولت خانے کا محاصرہ کر لیا تھا تاکہ اپنی ناپاک پھونکوں سے مشعلِ نورِ الٰہی کو بجھا دیں۔ وہ جانِ جہاں جب درِ دولت سے تشریف لے جاتے ہیں اور جب غارِ ثور میں آرام فرما ہوتے ہیں تو حفاظت کا یہ محیر العقول منظر سامنے آتا ہے[4] کہ دشمن آپ کو دیکھنے سے غافل بلکہ اندھے ہو کر رہ گئے اور مدینہ منورہ کی جانب تشریف لے جاتے وقت آپ سے جن معجزات کا ظہور ہوا نیز اُس سراپا ناز پر سکینہ کا نازل ہونا، ساتھ ہی سراقہ

---

[1] پ ۶، سورہ المائدہ، آیت ۶۰ [2] پ ۹، سورہ الانفال، آیت ۳۰ [3] پ۱۰، سورہ توبہ، آیت ۴۰
[4] دشمنانِ مصطفیٰ کی اس کیفیت کو اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں بریلوی علیہ الرحمہ نے یوں بیان فرمایا ہے:

؎ جو ترے در سے یار پھرتے ہیں
در بدر یونہی خوار پھرتے ہیں

marfat.com

بن مالک کا واقعہ پیش آنا ایسے واقعات ہیں جنھیں محدثین اور مورخ حضرات غار اور ہجرت کے واقعات میں بیان کرتے آئے ہیں۔ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے منصبِ عالی کی تشہیر میں یُوں بھی ارشادِ باری تعالیٰ شانہٗ ہُوا :

اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ ۝ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ۝ اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ ۝ [1]	اے محبوب! بے شک ہم نے تمیں بے شمار خُوبیاں عطا فرمائیں تو تم اپنے رب کے لیے نماز پڑھو اور قربانی کرو۔ بے شک جو تمہارا دشمن ہے وہی ہر خیر سے محروم ہے۔

ان آیات میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مطلع فرمایا ہے کہ انھیں کیا کچھ عطا فرمایا گیا ہے۔ کوثر جنّت میں ایک نہر ہے اور اس لفظ کی تفسیر میں اور بھی اقوال ہیں۔ اپنے خاص انعامات کا ذکر فرمانے کے بعد باری تعالیٰ شانہٗ نے دشمنِ مصطفیٰ کی نازیبا گفتگو کا جواب دیا اور اپنے حبیب کو تسلی دیتے ہُوئے فرمایا کہ محبوب! تمہارا دشمن ہی نسل بریدہ ہے یعنی محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے بغض و عداوت رکھنے والے کی نسل منقطع ہو جاتی ہے، وُہ ذلت و خواری اور کس مپرسی کی ایسی کیفیت میں مبتلا ہو کر رہتا ہے جس میں کوئی خیر و خُوبی نہیں ہوتی۔ اسی سلسلے میں خالقِ کائنات جل جلالہٗ نے اپنے آخری پیغام میں مخلوق کو مقامِ مصطفیٰ سے یُوں مطلع فرمایا ہے :

وَلَقَدْ اٰتَيْنٰكَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِيْ وَالْقُرْاٰنَ الْعَظِيْمَ ۝ [2]	اور بے شک ہم نے تم کو سات آیتیں دیں جو دُہرائی جاتی ہیں اور عظمت والا قرآن۔

کہا گیا ہے کہ سبع مثانی سے قرآن کریم کی وُہ اوّلین سُورتیں مراد ہیں جو طوال مفصل کہلاتی ہیں اور

---

[1] پ ۳۰، سورہ کوثر، آیت ۳

[2] پ ۱۴، س الحجر، آیت ۸۰

marfat.com

یہ بھی قول ہے کہ سبع مثانی سے ام القرآن یعنی سورۂ فاتحہ اور القرآن العظیم سے باقی قرآن کریم مراد ہے۔ اسی سلسلے میں یہ ارشاد باری تعالیٰ بھی ہے:

وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا[1]	اور اے محبوب! ہم نے تم کو نہ بھیجا مگر ایسی رسالت سے جو تمام لوگوں کو گھیرنے والی ہے خوشخبری دیتا اور ڈر سناتا۔

اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے منصب کی تشہیر میں منعم حقیقی کا فرمان ہے:

قُلْ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا[2]	تم فرماؤ اے لوگو! میں تم سب کی طرف اس اللہ کا رسول ہوں.....

یہ سرورِ کون ومکاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خصوصیات سے ہے کیونکہ ارشادِ خداوندی ہے: وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ[3] یعنی دیگر انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو اُن کی اپنی اپنی قوم کی ہدایت کے لیے بھیجا لیکن نبی آخرالزماں امام الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو ساری مخلوق کی جانب مبعوث فرمایا گیا جیسا کہ آقائے نامدار، مدنی تاجدار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خود فرمایا ہے کہ مجھے ہر سُرخ وسیاہ یعنی ہر گورے اور ہر کالے کی جانب رسول بنا کر بھیجا ہے فضیلتِ مصطفیٰ کی نشرواشاعت میں یہ فرمانِ الٰہی بھی ہے:

اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَاَزْوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمْ[4]	یہ نبی مسلمانوں کا ان کی جان سے زیادہ مالک ہے اور اس کی بیبیاں ان کی مائیں ہیں۔

اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ کی تفسیر میں حضرات مفسرین فرماتے ہیں کہ فخرِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان مسلمانوں میں اسی طرح نافذ العمل ہے جیسے ایک آقا کا حکم غلام پر جاری ہوتا ہے۔ بعض مفسرین کرام نے لکھا ہے کہ سرورِ کون ومکاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حکم کی پیروی کرنا نفس کی مرضی پوری کرنے سے کہیں زیادہ بہتر ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ازواج مطہرات رضی اللہ

---

[1] پ ۲۲، سورۂ سبا، آیت ۲۸
[2] پ ۹، سورہ الاعراف، آیت ۱۵۸
[3] پ ۱۳، سورہ ابراہیم، آیت ۴
[4] پ ۲۱، سورہ الاحزاب، آیت ۶

marfat.com

تعالیٰ عنہن کو حرمت میں ماؤں کی طرح قرار دیا گیا اور آپ کے پردہ فرمانے کے بعد مسلمانوں پر ان سے نکاح حرام قرار دیا گیا کیونکہ دُوسرے کا اُن سے نکاح کرنا ناموسِ مصطفیٰ کے منافی ہے نیز وہ آخرت میں حبیبِ پروردگار (جل جلالہٗ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ہی کی بیویاں ہوں گی اور یہ آپ کی خصوصیت ہے۔

فرمانِ الٰہی ہے:

وَاَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ	اور اللہ نے تم پر کتاب اور حکمت اتاری
وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ؕ	اور تمہیں سکھا دیا جو کچھ تم نہ جانتے تھے اور
وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا ؕ[1]	اللہ کا تم پر بڑا فضل ہے۔

مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ فضلِ عظیم سے منصب نبوت مراد ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ جو اوّل روز آپ کو مرحمت فرمایا گیا وہ مراد ہے۔ علامہ واسطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا اس میں اپنی رؤیت کی جانب اشارہ ہے جس کو موسیٰ علیہ السلام برداشت نہیں کر سکے تھے۔

فطری محاسن و اخلاقی کمالات

قاضی عیاض رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فضائل و کمالات نبوی کے جواہرات لٹاتے ہوئے اپنی تصنیفِ لطیف کتاب الشفاء کے دُوسرے باب میں محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اخلاقی اور فطری محاسن و کمالات بیان فرمائے ہیں، جن کی تکمیل اللہ جل شانہٗ نے آپ کے ذریعے فرمائی ہے کیونکہ پروردگارِ عالم نے تمام دینی اور دنیاوی فضائل و کمالات کو ذاتِ مصطفوی سے منسلک کر دیا ہے۔[2]

نبی اکرم، نورِ مجسّم، فخرِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت کا دم بھرنے والوں کو معلوم ہونا چاہیے، جو اپنے آقا کی اجمالی قدر و منزلت کی تفصیل کے خواہاں ہیں کہ جلال و کمال کے خصائل آدمی میں دُو قسم کے ہوتے ہیں (۱) ضروری دنیاوی جس کا انسانی جبلت اور دنیوی حیات تقاضا کرتی ہے (۲) اکتسابی دینی، جس کے باعث فاضل کی تعریف کی جاتی ہے اور اسے قُربِ خداوندی حاصل ہوتا ہے۔ اوّل الذکر کی مزید دو قسمیں ہیں: ایک وہ جو دو نوں قسم کے اوصاف میں سے ایک کے

---

[1] پ ۵، سورہ النساء، آیت ۱۱۳

[2] اگر غیرتِ دنیا و عقبیٰ آرزو داری!
بدرگاہش بیا و ہر چہ می خواہی تمنا کن

marfat.com

ساتھ خاص ہو اور دوسری وُہ جو دونوں میں مشترک ہو۔ ضروری محض وُہ ہے جس میں انسان کے کسب واختیار کا کوئی دخل نہ ہو۔ جیسے حبیبِ پروردگار کی جبلت کریمہ میں کمال خلقت اور حسن وجمال کے ساتھ قوتِ عقل، صحتِ فہم، فصاحتِ زبان وبیان، قوتِ حواس واعضاء، اعتدالِ حرکات، شرافتِ نسب، قومی اعزاز اور وطن عزیز کا عزّ وشرف وغیرہ اور آپ کی ضروریاتِ زندگی کا شمار بھی کمالاتِ مصطفوی میں ہوتا ہے یعنی آپ کی غذا، نیند، لباس پہننا، سکونت پذیر ہونا، نکاح کرنا نیز مال اور جاہ وجلال کا ہونا۔ ان مؤخرالذکر خصائل کا تعلق اُخروی حیات کی بہتری سے ہو جاتا ہے جبکہ سلوک وطریقت کے طور پر ان سے تقویٰ وطہارت اور اعانتِ بدن کا قصد کیا جائے۔ ان میں ضرورت کے مطابق نہیں بڑھا جاتا بلکہ قوانینِ شریعت کا پورا پورا لحاظ رکھا جاتا ہے۔

کسابی خصائل جو آخرت میں کام آتے ہیں اُن کا تعلق اخلاقِ عالیہ حسنہ اور آدابِ شرعیہ وغیرہ سے ہے اور علم، حلم، صبر، شکر، عدل وانصاف، زہد وقناعت، انکساری، عفو ودرگزر، عفت، سخاوت، شجاعت، حیا، مروّت، خاموشی، محبت، وقار، مہربانی، حسنِ ادب، حُسنِ معاشرت اور ان جیسے دُوسرے کمالات کا پایا جانا حسنِ اخلاق کی دلیل ہے اور ان میں وہ نیک اطوار بھی شامل ہیں جو بعض لوگوں کو پیدائشی طور پر حاصل ہوتے اور ان کی فطرتِ ثانیہ یا جبلت معلوم ہوتے ہیں جبکہ دُوسرے کے کسب کو ان کمالات کے حصول میں دخل ہوتا ہے لیکن جبلت کے خمیر میں ان عادات کے بعض اصولوں کا حصہ ضرور ہوتا ہے۔ ان تمام اخلاق وعادات کو ہمیشہ ہر صاحبِ عقل ودانش نے محاسن وفضائل میں شمار کیا ہے لیکن یہ عمدہ عادتیں بھی اس وقت دنیاوی اور غیر مفید ہو کر رہ جاتی ہیں جبکہ انھیں رضائے الٰہی اور آخرت کی بہتری کے لیے اختیار نہ کیا گیا ہو۔

کمال وجمال کے جن خصائل وعادات کا اُوپر ذکر ہُوا ہے، اگر کسی بھی زمانے میں، ان سے کسی شخص کے اندر ایسی ایک یا دو خُوبیاں پائی جائیں مثلاً کسی کو نسب، جمال، قوت، علم، حلم، شجاعت اور سخاوت وغیرہ میں کوئی امتیاز حاصل ہو تو ایسا شخص قدر ومنزلت کی نگاہوں سے دیکھا جاتا ہے اور اس کا نام مثال کے طور پر پیش کیا جاتا ہے اور دلوں میں اس کی عزت وعظمت سرایت کر جاتی ہے اور مدتوں اُس کا نام روشن رہتا ہے۔ اے صاحبِ عقل ودانش! تیرا اس

marfat.com

ہستی کی قدر و منزلت کے بارے میں کیا خیال ہے جس کے اخلاقِ کریمہ اور جبلتِ حسنہ میں پسندیدہ عادتیں اس کثرت سے پائی جائیں کہ انھیں شمار کرنے سے عدد عاجز اور زبانیں گنگ ہو کر رہ جائیں[1]۔ ساتھ ہی وہ کمال کے اس درجے پر ہوں کہ کسب و جہد کے ذریعے ان کمالات کا حصول ناممکن ہو۔ ہاں خدائے بزرگ و بخشندہ کی خاص کرم نوازی کا معاملہ اور ہے۔

مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت کے فضائل سے خُلّت ، محبوبیت ، اصطفاء ، اسراء ، رؤیتِ باری تعالیٰ ، دنو ، وحی ، شفاعتِ گنہگاراں ، وسیلہ ، درجۂ رفیع الشان ، مقامِ محمود ، براق ، معراج ، ساری کائنات کی طرف بعثت ، انبیاء کے ساتھ (امام بن کر) نماز پڑھنا ، انبیائے کرام اور اُن کی اُمتوں کے درمیان شاہد ہونا ، بنی آدم کی سرداری ، لواء الحمد ، بشارت و نذارت ، مالکِ عرش و فرش کے نزدیک منصب ، اطاعت ، امانت ، ہدایت ، ہر فردِ مخلوقات کے لیے رحمت ، رضا کا عطیہ ، سوال ، حوضِ کوثر ، کلامِ الٰہی کا سُننا ، اتمامِ نعمت ، اگلوں اور پچھلوں کی فروگزاشتوں کی معافی ، شرحِ صدر ، سہولتِ فرائض ، رفعِ ذکر ، تائیدِ خداوندی کا اعزاز ، نزولِ سکینہ ، ملائکہ کی امداد ، کتاب و حکمت اور سبع مثانی والقرآن العظیم ملنا ، امت کا تزکیہ ، مخلوق کو خالق کی طرف بلانا ، اللہ اور فرشتوں کا صلوٰۃ بھیجنا ، لوگوں کے درمیان حکم الٰہی سے حاکم و منصف ہونا ، اگلی اُمتوں والی سختیوں اور تکلیفوں کو اس امت سے ہٹانا ، آپ کے اسم مبارک کی قسم ، اجابتِ دعا ، آپ کا جمادات سے کلام کرنا حالانکہ وہ زبان سے محروم ہیں ، مُردوں کو زندہ کرنا ، بہروں کو سُنانا ، اُنگلیوں کے اندر سے پانی کے چشمے بہا دینا ، تھوڑے طعام کو زیادہ کر دینا ، چاند کو شق کرنا ، سورج کو واپس لوٹانا ، قلبِ اعیان ، رُعب کے ذریعے مدد کیے گئے ، غیوب پر اطلاع ، ابر کا سایہ کرنا ، کنکریوں کا تسبیح پڑھنا ، رنج و الم کو دُور فرمانا ، آپ کو لوگوں کے شر سے محفوظ رکھنا وغیرہ ایسے کمالات ہیں جن کا کوئی محتمل

---

[1] اسی لیے تو مرزا اسد اللہ خاں غالب دہلوی نے کہا ہے : ؎

غالب ثنائے خواجہ بہ یزداں گزاشتیم
کاں ذات پاک مرتبہ دانِ محمد است

marfat.com

بھی احاطہ نہیں کرسکتی ہے کیونکہ باری تعالیٰ شانہٗ کے سوا کسی میں یہ طاقت ہی نہیں ہے کہ کمالاتِ مصطفوی کا احاطہ کرسکے[1]۔ علاوہ بریں جو اللہ رب العزت نے اگلے جہان میں شایانِ شان منازل، مقدس درجات اور سعادت و خوبی کے مراتب اس کثرت سے اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے مخصوص فرمائے ہیں جن کا احاطہ عقل کی حد سے باہر ہے بلکہ یہاں تو مُرغانِ وہم و گمان کے بھی پَر جل جاتے ہیں۔

اگر تو کہے اللہ تعالیٰ تجھے سرفراز فرمائے کہ سرورِ کون و مکاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قدر و منزلت اور عزت و عظمت کے لحاظ سے دارین میں سب سے ممتاز ہیں جیسا کہ اس کے دلائل و شواہد اظہر من الشمس ہیں اور اس امر کا اجمالی بیان بڑے خوب صورت انداز میں ہو چکا اور خواہشمند ہے کہ تفصیل بیانات[2] پر مطلع ہو کر اپنی کشتِ ایمان کو سیراب اور گلشنِ دین کو بہاروں سے ہم آغوش کرے تو اے طالبِ صادق! اللہ تعالیٰ تیرے اور ہمارے دلوں کو منور فرمائے اور عشقِ مصطفیٰ کی جتنی دولت ہمیں نصیب ہوئی ہے اس سے بدرجہا زیادہ اور عطا فرمائے۔

جاننا چاہیے کہ حبیبِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے محاسن عالیہ ایسے ہیں جن میں کسب کو قطعاً دخل نہیں بلکہ وہ آپ کی جبلت میں پیدائشی طور پر پائے جاتے ہیں۔ آپ کی ذاتِ مقدسہ میں فطری محاسن و کمالات اس طرح جمع ہو گئے ہیں کہ کوئی کمال اس احاطے سے باہر نہیں رہا۔ بے شمار احادیث میں جو آپ کے حسن و جمال کا چرچا ہے ان کی صحت میں کلام نہیں بلکہ بعض اخبار و آثار تو صحت سے قطعیت اور وہاں سے حق الیقین کے درجے تک پہنچے

---

[1] خاتم المحققین شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ ؎

لا یمکن الثناء کما کان حقہٗ
بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

[2] جنت کی بیداری کے ایسے ہی مراتب کے بارے میں تو اعلیٰحضرت قدس سرہ نے وضاحت فرمائی ہے کہ ؎

رُعبِ محبوب کا سر و تاز دیکھ لیا ہے ورنہ آج
قمریِ جانِ غمزدہ، گونج کے چہچہائی کیوں

marfat.com

ہوتے ہیں۔ آپ کے حُسنِ جمال اور تناسبِ اعضاء کے بیان میں آثارِ صحیحہ، کثیرہ، مشہورہ وارد ہیں۔
ایسی احادیث حضرت علی اور دیگر کئی صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مروی ہیں۔ جن کا ماحصل یہ ہے کہ آپ کا رنگ اُجلا تھا، آنکھیں سیاہ، گہری اور قدرے سُرخی مائل تھیں۔ رنگ ایسا سفید تھا جو سُرخی کی جانب مائل ہو۔ آنکھوں کے بال لمبے تھے۔ دونوں حاجب جدا اور لمبائی میں اُن پر باریک بال تھے۔ ناک لمبی اور منور تھی۔ سامنے والے دانت ایک دُوسرے سے جُدا تھے۔ چہرہ کسی قدر گول، پیشانی کشادہ، ریش مبارک بھاری جو سینۂ اقدس کو ڈھانپ لیتی تھی سینہ اور شکم مبارک برابر رہتے تھے۔ صدر انور کشادہ، بڑے جوڑ موٹے بازو، کلائیاں اور پنڈلیاں بھاری، ہاتھوں اور پیروں کی اُنگلیاں موٹی اور لمبی تھیں۔ جسم پر بال بہت کم تھے۔ سینۂ فیض گنجینہ سے ناف تک بالوں کی ہلکی سی دھاری تھی۔ میانہ قد یعنی نہ زیادہ لمبے نہ بہت چھوٹے۔ لیکن لمبے قدوالا آدمی بھی آپ کے برابر چلتا تو اُونچے آپ ہی معلوم ہوتے۔ بال شکن دار تھے۔ جب تبسّم فرماتے تو بجلی کی روشنی یا بادلوں کی چمک کی طرح دہن مبارک کھلتا اور جب کلام فرماتے تو سامنے والے اُوپر اور نیچے کے دانتوں سے نُور کی شعاعیں نکلتی تھیں حسین ترین گردن تھی جو زیادہ لمبی یا بہت چھوٹی نہ تھی۔ آپ زیادہ فربہ نہ تھے۔ چہرۂ پُرنور بالکل گول نہ تھا جسم پھرتیلا اور کم گوشت تھا۔ (صلی اللہ علیک یا صاحب الجمال والکمال)

حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے کانوں کی لَو تک بال رکھنے والے کسی شخص کو سرخ لکیروں والی چادر میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جیسا خُوب صُورت نہیں دیکھا۔ حضرت ابُوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میری آنکھوں نے کسی کو تاجدارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے حسین نہیں دیکھا۔ آپ کی جانب دیکھنے سے یُوں محسوس ہوتا جیسے سورج کی شعاعیں اس چہرۂ پُرنور میں تیر رہی ہیںؔ اور تبسّم فرماتے تو سامنے کے در و دیوار

لہ
اللہ رے تیرے جسمِ منور کی تابشیں
اے جانِ جاں! میں جانِ تجلّی کہوں تجھے

(اعلیٰحضرت)

marfat.com

متوّر ہو جاتے تھے[1]۔ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ ان سے ایک آدمی نے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا چہرۂ انور تلوار کی مانند تھا؟ تو آپ نے نفی میں جواب دیا اور فرمایا کہ شمس و قمر جیسا نورانی اور گولائی کی جانب مائل تھا۔

حضرت ام معبد رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ کے اوصافِ عالیہ کا کیا ٹھکانا! اگر آپ کو دور سے یا قریب سے دیکھتے ہر حالت میں حسین و جمیل ہی نظر آتے تھے۔ ابن ابی ہالہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا چہرۂ انور چودھویں رات کے چاند کی طرح چمکتا تھا حضرت علی نے آپ کی مدح و ثنا کرتے ہوئے آخری وصف یہ بیان کیا کہ جو شخص آپ کو اچانک دیکھتا وہ ڈر جاتا اور جو ملتا جلتا رہتا وہ آپ کا گرویدہ ہو جاتا اور آپ کے اوصاف بیان کرنے والا یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتا کہ میں نے سرورِ کون و مکاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جیسا حسین و جمیل نہ آپ سے پہلے دیکھا اور نہ بعد میں ہی ایسا کوئی نظر آیا ہے۔

فخرِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جسمِ اطہر کی نظافت، ریح اور پسینے کی خوشبو اور غلاظت سے پاکیزگی اور ضروراتِ جسمانی میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایسی خصوصیات سے نوازا ہے جو کسی اور کو عطا نہیں فرمائی گئیں حالانکہ آپ کی ان خصوصیات کو شرعی نظافت اور پاکیزگی والے دس فطری خصائل عطا فرمانے کے ساتھ کامل و مکمل کر دیا تھا اسی لیے تو آپ نے فرمایا ہے کہ دین کی بنیاد پاکیزگی پر ہے۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے عنبر، کستوری اور کسی بھی خوشبودار چیز میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ریحِ اطہر سے زیادہ خوشبو نہیں سونگھی۔ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنا دستِ اقدس میرے رخسار سے لگایا۔ میں نے محسوس کیا کہ آپ کا دستِ مکرم ٹھنڈا تھا اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ابھی ابھی عطار کی صندوقچی سے نکالا ہے۔ ان کے علاوہ کسی دوسرے صحابی کا بیان ہے کہ اگر کوئی خوشبو لگائے یا نہ لگائے لیکن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

---

[1] اسی لیے تو ہر مومن بارگاہِ رسالت میں یوں عرض گزار ہوتا ہے ؎

چمک تجھ سے پاتے ہیں سب پانے والے

میرا دل بھی چمکا دے، چمکانے والے (اعلیٰحضرت)

marfat.com

علیہ وسلم سے مصافحہ کر لیتا تو سارا دن اپنے ہاتھوں میں خوشبو محسوس کرتا اور جب وہ نورِ مجسّم کسی بچے کے سر پر دستِ شفقت پھیرتے تو ایسا بچہ دُوسرے بچوں میں سے پہچان لیا جاتا تھا۔ امام محمد بن اسمٰعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ تاریخ کبیر میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم، نورِ مجسّم، فخرِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جس راستے سے گزر جاتے اُدھر آنے جانے والوں کو آپ کی خوشبو کے باعث پتہ لگ جاتا تھا کہ آپ کا اس راستے سے گزر ہُوا ہے[1]۔ حضرت اسحاق بن راہویہ رحمۃ اللہ علیہ نے وضاحت کی ہے کہ حضور علیہ الصّلوٰۃ و التسلیم کا اس درجہ معطّر ہونا پیدائشی اور فطری تھا کسی قسم کی خوشبو لگانے کے باعث نہ تھا۔

اسحاق بن راہویہ نے دیگر چند احادیث آپ کے پسینۂ مبارک اور فضلاتِ طاہرہ کے خوشبودار ہونے کے بارے میں ذکر کی ہیں نیز امام شافعی اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہما کے ساتھیوں سے فخرِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیشاب اور پاخانے کی طہارت نقل کی اور بطور ثبوت حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ بیان نقل کیا ہے، جیسا کہ شیرِ خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب مَیں نے حبیبِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو غسل دیا جیسا کہ میت سے نجاست خارج ہونے کا غالب گمان ہوتا ہے تو اُس موقع پر عین الیقین کی خاطر مجھے اس امر کی جستجو ہُوئی۔ تو ایسی کوئی چیز نہ پا کر بے ساختہ کہنا پڑا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، جس طرح آپ زندگی میں پاک صاف تھے وصال کے بعد بھی آپ کی طہارت میں سرِ مُو فرق نہیں آیا، ساتھ ہی آپ کے جسدِ اطہر سے ایسی خوشبو آرہی تھی کہ اُس جیسی خوشبو کبھی سونگھنی نصیب نہ ہُوئی تھی۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی آپ کے جسمِ معطّر کے بارے میں ایسا ہی منقول ہے جبکہ وصال کے بعد آپ کو بوسے دیئے گئے تھے۔ بعض صحابۂ کرام نے آپ کا خُون اور کئی حضرات نے حضور کا پیشاب بھی پیا ہے لیکن اِس کے باوجود اُن میں سے کسی کو آپ نے

---

[1] امام احمد رضا خاں بریلوی فرماتے ہیں : ؎

اُن کی مہک نے دل کے غنچے کھلا دیئے ہیں
جس راہ چل دیئے ہیں کُوچے بسا دیئے ہیں

marfat.com

کٹی تک کرنے کا حکم نہیں دیا اور نہ آئندہ ایسا کرنے سے ہی منع فرمایا۔

وُہ جانِ جہاں اس حالت میں پیدا ہُوئے تھے کہ ختنہ ہو چکا تھا اور پیدائشی ناف بریدہ تھے۔ آپ کی والدۂ ماجدہ حضرت آمنہ خاتون رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بیان ہے کہ بوقتِ پیدائش اس شہکارِ دستِ قدرت کے جسم پر کسی قسم کی کوئی نجاست نہ تھی، بالکل پاک صاف تشریف فرمائے عالم ہُوئے تھے۔

حبیب پروردگار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وافر عقل، ذکاوت و دانشمندی، قوتِ حواسِ مدرکہ، فصاحتِ زبان و بیان، حرکات کا اعتدال اور حُسنِ اخلاق کے بارے میں قطعاً کوئی شبہ نہیں ہے کہ آپ تمام انسانوں سے زیادہ عقلمند اور ذہین و فہیم تھے۔ اگر صاحب علم و دانش آپ کی اُن تدابیر کے ظاہر و باطن میں غور کرے جو آپ نے اصلاحِ نفوس کے لیے اختیار کیں، نفعِ عوام و خواص کی خاطر جو سیاست متعین فرمائی نیز اپنے تعجب خیز اخلاقِ حسنہ اور دنیا کو امنُ امان کا گہوارہ بنا دینے والی سیرت مقدسہ پیش فرمائی جس کے سونے پر فیضانِ علم سہاگے کا کام کر رہا ہے اور شرعی قوانین کو جس محیر العقول دانشمندی سے مقرر اور بیان فرمایا ہے حالانکہ ان امور کا پڑھنے، تجربہ کرنے اور مطالعۂ کتب سے دُور کا بھی واسطہ نہیں تو ماہر ناظر کو آپ کی عقل کے زاویۂ نظر اور فہم و فراست کی روشنی میں کسی قسم کا شک و شبہ پہلی نظر میں بھی لاحق نہیں ہوگا۔ مذکورہ بالا بیان ایسا تحقیق کے سانچے میں ڈھلا ہُوا اور مسلّم ہے جس کو ثابت کرنے کے لئے کسی لمبی چوڑی تقریر کی ضرورت ہی نہیں۔

حضرت وہب بن منبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے اکہتر آسمانی کتابوں کا مطالعہ کیا ہے اور سب میں یہی لکھا ہوا پایا ہے کہ نبی آخرالزمان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمام انسانوں سے عقلمند اور رائے میں افضل ہیں۔ اُن کی دوسری روایت میں ہے کہ میں نے مذکورہ آسمانی کتابوں میں یہ لکھا دیکھا ہے کہ سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عقل سے ساری دنیا کی مجموعی عقل کو وہی نسبت ہے جو سارے عالم کے ریگستانی ذرات سے ایک ذرے کو ہے۔ حضرت مجاہد رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ تاجدارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جس طرح سامنے کی چیزوں کو دیکھتے تھے۔ اسی طرح پیچھے کی چیزیں بھی آپ کو نظر آتی تھیں نیز آپ

marfat.com

تمام انسانوں سے بڑھ کر طاقتور تھے۔ یہی وجہ ہے کہ اپنے وقت کے نامی گرامی پہلوان رکانہ کو آپ نے ایک لمحہ میں پچھاڑ دیا تھا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے تیز چلنے والا کوئی نہیں دیکھا، یُوں محسوس ہوتا تھا گویا زمین آپ کے سامنے سے سمٹتی جا رہی ہے۔ آپ جب بالکل آرام سے چل رہے ہوتے اُس وقت بھی ہم تیز چلنے کی پُوری کوشش کرتے تو ساتھ چل سکتے۔ آپ کا ہنسنا صرف تبسم تک محدود تھا۔ جب کسی کی جانب توجہ فرماتے تو پُوری طرح متوجہ ہوتے تھے۔ چلتے وقت آگے کو ذرا سا جھکاؤ رکھتے۔ جیسے کسی اُونچی جگہ سے اترا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے اُس خلیفۂ اعظم کو زبان و بیان کی فصاحت و بلاغت میں وُہ امتیازی شان حاصل تھی کہ آپ کے اِس اعلیٰ منصب سے کوئی سلیم الطبع بے خبر نہیں۔ کسی بلند ہمت، کم گو، فصیح البیان، ماہرِ علم و فن، غوّاصِ معانی اور تکلف سے بچنے والے سے یہ امر مخفی نہیں کہ:

اوتی جوامع الکلم وخص ببدائع الحکم وعلم السنة العرب فکان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یخاطب کل امة منھم بلسانھا ویحاورھا بلغتھا ویباریھا فی منزع بلاغتھا و اما کلامہ المعتاد و فصاحتہ المعلومة وجوامع کلمہ و حکمہ الماثورة صلی اللہ علیہ وسلم فقد الف الناس فیھا الدواوین وجمعت فی الفاظھا ومعانیھا

آپ کو جامع کلمات دیے گئے اور نرالی حکمتوں کے ساتھ خصوصیت بخشی گئی۔ عرب کی تمام زبانیں سکھائی گئیں اسی لیے آپ عرب کے ہر قبیلے والوں۔ اُن کی بولی میں کلام فرماتے اور ان کی روزمرہ بول چال کا لحاظ رکھتے۔ ہر زبان میں گفتگو فرماتے [illegible] پر لحاظ بلاغت نمایاں غالب رہتے۔ آپ کی روزمرہ کی گفتگو، معروف فصاحتِ کلام، جامع کلمات اور حکمتِ بالغہ کو خصوصیت سے بیان کرنے کی خاطر کتنے ہی حضرات

marfat.com

الکتب وذکر جملة من حکمه و جوامع کلمه صلی اللہ علیہ وسلم" (ص۱۱)

نے کتابیں مرتب کی ہیں جو آپ کے الفاظ و معانی کی خوبیوں سے مزین ہیں اور اُن میں آپ کے تمام حکیمانہ ارشادات وجامع کلمات کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم۔

ان حضرات کو آپ کے چند جامع کلمات کا ذکر کرنے کے بعد یہی لکھنا پڑا کہ ان کے علاوہ اور بھی بے شمار ہیں جیسا کہ ایک گروہ نے آپ کے بعض مقامات، محاضرات، خطبہ، دُعائیں، مواعظِ حسنہ اور معاہدے وغیرہ نقل کیے ہیں لیکن اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے کہ سرورِ کون ومکاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ایسا بلند ترین منصب و مرتبہ حاصل ہے جس پر کائنات کے کسی دُوسرے فرد کو قیاس نہیں کیا جا سکتا کیونکہ آپ جملہ افرادِ کائنات سے اِس درجہ سبقت لے گئے ہیں کہ آپ کی رفعت کا کسی سے اندازہ بھی نہیں لگایا جا سکتا۔

فخرِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین نے بارگاہِ رسالت میں عرض کیا کہ یا رسول اللہ! ہم نے کسی کو آپ سے بڑھ کر فصیح و بلیغ نہیں دیکھا، تو آپ نے فرمایا کہ میرے اس راستے میں کوئی چیز حائل بھی نہیں ہو سکتی کیونکہ خالق و مالک نے قرآن کریم کو عرب کی اُسی زبان میں نازل فرمایا ہے جو میری زبان ہے اور جس کو باری تعالیٰ نے "عَرَبِیٌّ مُّبِیۡنٌ" قرار دیا ہے۔ دوسرے مرا تعلق پر اسی سلسلے میں فرمایا کہ میرا قریش سے ہونا اور قبیلۂ بنی سعد میں پرورش پانا علیحدہ بات ہے۔ نبی اکرم، نورِ مجسم، فخرِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے دیہاتیوں کے ساتھ ان کی زبان میں گفتگو کرنے اور شہریوں سے شستہ الفاظ اور دل آویز و رونق افروز طریق پر کلام فرمانا اکتسابی نہیں بلکہ تائیدِ الٰہی اور وحیِ ربانی کی کرشمہ سازی ہے جس کے باعث کوئی بشر آپ کے علم و عرفان کا اندازہ تک نہیں کر سکتا۔ حضرت اُمِ معبد رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ کی توصیف میں فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شیریں کلام تھے۔ گفتگو کا ہر لفظ دوسرے سے جُدا ہوتا اور بغیر ضرورت کلام نہ فرماتے۔ آپ کا ہر بیان ایسا ہوتا جیسے ایک لڑی میں پروئے ہوئے موتی۔ آپ کی آواز بلند اور دلکش تھی۔

marfat.com

فخر کون و مکاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نسب کی شرافت اور آپ کے شہر اور جائے پیدائش کی عظمت محتاجِ بیان و دلیل نہیں اور نہ اس میں کوئی اشکال و اخفا ہے کیونکہ وہ سرورِ انس و جاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمام بنی ہاشم و قریش میں آباؤ اجداد کے لحاظ سے ممتاز اور سارے عرب میں شریف النسب اور معزز ترین ہیں جیسے کہ آپ کے والدین تھے۔ آپ اہلِ مکہ ہیں جو اللہ تعالیٰ اور اس کے بندوں کے نزدیک سب سے عظمت والا شہر ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں بنی آدم کے بہتر افراد میں منتقل ہوتا آیا ہوں یہاں تک اب جن میں پیدا ہوا ہوں وہ اِس وقت سب سے بہتر ہیں۔ حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا فرمایا تو مجھے اُن میں سے جو بہتر تھے ان میں رکھا۔ پھر قبائل کا انتخاب فرمایا تو مجھے سب سے بہتر قبیلے میں پیدا کیا۔ پھر گھروں پر نظرِ انتخاب پڑی تو مجھے سب سے بہتر گھر میں پیدا فرمایا۔ میں ذاتی اور نسبی لحاظ سے تمام انسانوں سے بہتر ہوں[1]۔ حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کی اولاد سے اسمٰعیل علیہ السلام کو چُن لیا۔ اسمٰعیل علیہ السلام کی اولاد سے بنی کنانہ کا انتخاب فرمایا۔ بنی کنانہ سے قریش کو ممتاز کیا قریش سے بنی ہاشم کو چُنا اور بنی ہاشم میں بلحاظ عزت و عظمت مجھے سرفہرست رکھا۔ ترمذی نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

طبرانی نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی کہ کونین کے مختار،

---

[1] اس مضمون کو ایک عربی شاعر نے یوں باندھا ہے، ؎

قُرَيْشٌ خِيَارُ بَنِيْ اٰدَمٌ ... وَخَيْرُ قُرَيْشٍ بَنُوْ هَاشِمٍ
وَخَيْرُ بَنِيْ هَاشِمٍ اَحْمَدٌ ... رَسُوْلُ الْاِلٰهِ اِلَى الْعَالَمِ

[2] بَلَغَ الْعُلٰى بِكَمَالِهٖ ... كَشَفَ الدُّجٰى بِجَمَالِهٖ
حَسُنَتْ جَمِيْعُ خِصَالِهٖ ... صَلُّوْا عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ (سعدی علیہ الرحمہ)

marfat.com

حبیبِ پروردگار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق سے بنی آدم کو معزز کیا، آدم علیہ السلام کی اولاد سے اہلِ عرب کو، اہلِ عرب سے قریش کو، قریش سے بنی ہاشم کو اور بنی ہاشم سے مجھے پسند فرمایا۔ پس میں ہمیشہ بہترین خاندانوں سے متعلق رہا ہوں مسلمانوں کو چاہیے کہ جو بھی اہلِ عرب سے محبت کرے تو میری وجہ سے محبت کرے اور جو عرب کے کسی فرد سے نفرت کرے تو میرے ساتھ بغض رکھنے کے باعث نفرت کرے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ،

ان قریشا کان نوراً بین یدی اللہ تعالیٰ قبل ان یخلق آدم بالفی عام یسبح ذالک النور وتسبح الملئکۃ بتسبیحہ فلما خلق اللہ آدم القی ذالک النور فی صلبہ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاھبطنی اللہ الی الارض فی صلب آدم و جعلنی فی صلب نوح وقذف بی فی صلب ابراھیم ثم لم یزل اللہ تعالیٰ ینقلبنی من الاصلاب الکریمۃ والارحام الطاھرۃ حتیٰ اخرجنی من بین ابوی لم یلتقیا علیٰ سفاح قط۔ (ص۹۱)

بیشک یہ قرشی النسل آقائے کائنات، آدم علیہ السلام کی پیدائش سے دو ہزار سال پہلے بارگاہِ خداوندی میں بصورتِ نور موجود تھے۔ آپ کا نور باری تعالیٰ شانہٗ کی تسبیح بیان کرتا اور اس نور کے ساتھ ملائکہ بھی تسبیح میں مشغول رہتے تھے۔ جب آدم علیہ السلام کی تخلیق ہوئی تو وہ نور ان کی پشت میں رکھا۔ فرمانِ رسالت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے صلب آدم میں زمین پر اتارا۔ اُن سے نوح علیہ السلام اور اُن سے ابراہیم علیہ السلام کی جانب منتقل کیا۔ یہاں تک کہ نیک اصلاب اور پاکیزہ ارحام سے اللہ تعالیٰ نے ایک دوسرے کی جانب منتقل کرتے ہوئے میرے والدین کریمین سے مجھے پیدا فرمایا۔ یہ حضرات بدکاری کے سائے سے بھی دُور رہے۔

marfat.com

ضروریاتِ زندگی تین قسم کی ہیں : ۱ وہ جن کی قلت بہتر ہے ۔ بعض وہ جن کی کثرت پسندیدہ ہے ۳ کئی ایک ضروریات ایسی بھی ہیں جن کے حالات مختلف رہتے ہیں ۔ عادت اور شریعت کے لحاظ سے جن کی قلت کمال بھی جاتی ہے وہ غذا اور نیند وغیرہ ہیں ۔ نبی اکرم ۔ نورِ مجسم ، فخرِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اِن چیزوں میں سے اتنا قلیل حصہ اختیار فرمایا جس سے صرف یہی معلوم ہو سکے کہ ایسے امور آپ کی سیرتِ مبارکہ سے خارج نہیں رہے ہیں اور یہی راستہ اختیار کرنے کا آپ نے دوسروں کو حکم دیا اور رغبت دلائی ہے ۔ قاضی عیاض مالکی رحمۃ اللہ علیہ نے اس سلسلے میں متعدد احادیث پیش کر کے اپنے بیان کو مدلل فرمایا ہے ۔

اس کے بعد فرمایا کہ دوسری قسم ، جس کی کثرت قابلِ تعریف اور جس کی تکمیل باعثِ فخر ہے ، اس سے نکاح اور وجاہت وغیرہ امور مراد ہیں کیونکہ نکاح ایک ایسی چیز ہے جو مکمل مرد ہونے اور صحتِ ذکوریت کی علامت ہے ۔ اس کی کثرت کے باعث لوگوں کا ایک دوسرے پر فخر کرنا ایک مشہور عادت ہے اور اس کی وجہ سے ایک دوسرے کی تعریف کرنا زمانۂ قدیم سے مروّج ہے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس قوت کے حظِّ وافر سے بہرہ ور تھے کیونکہ واہبِ مطلق نے یہ کمال بھی آپ کو پوری فیاضی سے مرحمت فرمایا تھا ۔ اسی لیے باری تعالیٰ شانہٗ نے علاوہ لونڈیوں کے آپ پر اتنی عورتیں حلال کر دیں جتنی کسی دوسرے کے لیے حلال نہیں فرمائیں ۔ ہم تک حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت پہنچی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دن یا رات کے تھوڑے سے وقت میں اپنی تمام ازواجِ مطہرات کے پاس بھی تشریف فرما ہو جاتے تھے حالانکہ وہ گیارہ تھیں ۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ کو تیس مردوں کی قوت عطا فرمائی گئی تھی ، جیسا کہ نسائی شریف میں ہے جبکہ دیگر محدثین نے چالیس آدمیوں کی طاقت نقل کی ہے ۔

---

۱ امام احمد رضا خاں بریلوی نے فرمایا ہے : ۔

کُل جہاں مِلک اور جَو کی روٹی غذا

اس شکم کی قناعت پہ لاکھوں سلام

marfat.com

آپ کی آزاد کردہ لونڈی حضرت سلمٰی رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بیان ہے کہ فخرِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک رات میں اپنی نو ازواجِ مطہرات کے پاس تشریف لے جاتے تھے نیز ایک سے فارغ ہونے اور دوسری تک جانے سے پہلے غسل بھی فرمایا کرتے تھے اور تلقین فرمایا کرتے کہ اس صورت میں غسل کر لینا طہارت پسندی اور انتہائی پاکیزگی ہے۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ سرورِ کون و مکان صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے بلحاظ عادات دوسرے لوگوں پر چار وجہ سے فضیلت مرحمت فرمائی گئی ہے (۱) سخاوت (۲) شجاعت۔ (۳) کثرتِ جماع (۴) قوتِ بارد

جہاں تک وجاہت کا تعلق ہے تو عقلاء نے اِسے اوصافِ مدح میں ہی شمار کیا ہے کیونکہ وجاہت کے مطابق ہی لوگوں کی نگاہوں میں قدر و منزلت ہوتی ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَجِیْهًا فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ — رو دار ہوگا دنیا و آخرت میں

وَمِنَ الْمُقَرَّبِیْنَ۔ ؎۱ — اور قرب والا۔

لیکن وجاہت کے راستے میں بے شمار آفات ہیں جو بعض لوگوں کے لیے اگلے جہان میں نقصان کا باعث ہوں گی۔ یہی وجہ ہے کہ بعض حضرات نے اس کی مذمت کی ہے اور اس کی ضد کو قابلِ تعریف ٹھہرایا ہے۔ شرع میں عاجزی و انکساری کی تعریف کی گئی ہے جبکہ زمین میں اکڑ خانی دکھانے کو مذموم قرار دیا ہے۔ نبی آخر الزماں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو باری تعالیٰ شانہٗ نے جاہ و حشمت کی دولت سے مالا مال فرمایا اور لوگوں کے دلوں میں آپ کی قدر و منزلت کا سکہ بٹھایا۔ اعلانِ نبوت سے پہلے جاہلوں تک کے دلوں میں آپ کی عظمت جاگزین کر دی جبکہ اعلانِ نبوت کے بعد کافر آپ کی تکذیب کرتے اور اِسی طرح صحابۂ کرام جیسے شمعِ رسالت کے عدیم النظیر پروانوں کو تکلیف پہنچاتے اور اس نازیبا حرکت سے آپ کو پریشان کرنا مقصود ہوتا کیونکہ جب وہ آپ کے رُوبرُو ہوتے تو عزت کیسے ہی بنتی تھی، اور اگر انھیں کوئی حاجت ہوتی تو آپ بھی اسے پورا کرنے سے دریغ نہیں فرمایا کرتے تھے۔ اور کتبِ احادیث میں ایسے متعدد واقعات مذکور ہیں۔

؎۱ پارہ ۳، سورۂ آلِ عمران، آیت ۴۳

؎۲ — وہ اپنے پرائے کا غم کھانے والا
مصیبت میں غیروں کے کام آنے والا (حالی)

اگر کسی نے فخرِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا جمالِ جہاں آرا پہلے دیکھا نہ ہوتا تو اس پر ہیبت طاری ہو جاتی اور رُعب چھا جاتا تھا۔ چنانچہ قیلہ نے جب آپ کو پہلی مرتبہ دیکھا تو مارے خوف کے لرزہ طاری ہو گیا۔ آپ نے فرمایا! اے غریب عورت! سکون و اطمینان کا دامن تھام۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے کھڑا تھا۔ وُہ آپ کے رُعب کی وجہ سے کانپنے لگا۔ ہادیِ برحق نے فرمایا کہ ڈرتے کیوں ہو میں کوئی دنیاوی بادشاہ ہُوں ؟

یہ ایک مسلّم حقیقت ہے کہ نبوت میں آپ کو عدیم المثال قدر و منزلت اُور رسالت میں انتہائی عزّ و شرف والا منصب حاصل ہے۔ بایں ہمہ آپ کو جو مقامِ اصطفا حاصل ہے، وہ قدر و منزلت کی انتہا ہے، اس کے باعث آپ دنیا میں سب سے ممتاز اور آخرت میں بھی جملہ اولادِ آدم کے سردار ہوں گے۔

اسی سلسلے کی تیسری قسم کہ جس میں تعریف، افتخار اور فضیلت کی حالت مختلف رہتی ہے مثلاً مال کی کثرت ہو لیکن مالک محض اپنی ضروریات میں کھُل کر خرچ کرتا ہے تو دنیادار لوگ اُس کی تعریف کرتے ہیں اور لوگوں کے دلوں میں اس کی قدر و منزلت پیدا ہو جاتی ہے کیونکہ دنیاوی لحاظ سے وُہ اِسے فضیلت اُور برتری شمار کرتے ہیں۔ لیکن اگر کوئی شخص راہِ خدا میں دِل کھول کر خرچ کرتا ہے اور اُس کا مقصد صرف رضائے الٰہی ہو تو قیامت کی سُرخروئی بہرحال اس کا مقدر ہو کر رہے گی اور اُس کی فضیلت سب کے نزدیک مسلّم ہے۔ اگر صاحبِ مال خرچ ہی نہ کرے تو بخل کی ندامت اور کمینگی کے شرمناک گڑھے میں پھینک دیا جاتا ہے۔

ہمارے آقا و مولیٰ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سیرتِ مقدسہ کا مطالعہ کیا جائے تو آفتابِ نصف النہار کی طرح آپ کی عادات واضح نظر آئیں گی کیونکہ باوجود اس کے کہ زمین کے جملہ خزانے اور دنیا کی چابیاں باری تعالیٰ شانہٗ نے آپ کو مرحمت فرما دیں[1] غنائم آپ کے لیے حلال

---

[1]

مالکِ کونین ہیں گو پاس کچھ رکھتے نہیں
دو جہاں کی نعمتیں ہیں ان کے خالی ہاتھ میں

(اعلیٰحضرت)

marfat.com

کر دیے جبکہ آپ سے پہلے کسی نبی کے لیے حلال نہ تھے۔ آپ کی حیاتِ طیبہ میں حجاز کا علاقہ، یمن، عرب کے جزائر اور گرد و نواح میں شام و عراق وغیرہ فتح کر لیے گئے، جہاں سے آپ کے پاس خمس، جزیہ اور صدقات آتے تھے حالانکہ کسی بادشاہ کو اس کا عشرِ عشیر بھی حاصل نہیں ہو رہا تھا۔ علاوہ بریں کتنے ہی بادشاہوں نے آپ کی بارگاہ میں ہدایا اور تحفے بھیجے مگر آپ نے دولت کو اپنے پاس جگہ نہ دی بلکہ دوسروں میں تقسیم فرما دیا کرتے۔ چاروں طرف سے دولت آتی اور قدم بوسی کرتی لیکن اس کے ذریعے آپ دوسروں کو دولت مند بناتے رہتے تھے اور مسلمانوں کی طاقت کو مضبوط کرتے تھے۔

فرمانِ رسالت ہے کہ اگر میرے پاس اُحد پہاڑ کے برابر بھی سونا ہو تو اس میں سے مجھے ایک دینار کے برابر سونا اپنے پاس رکھ کر رات گزارنا منظور نہیں ما سوائے اس کے کہ کسی کا قرض ادا کرنا ہو۔ ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ آپ کی خدمت میں کچھ دینار آئے جنہیں آپ نے تقسیم فرمایا لیکن کچھ بچے رہے جو اپنی کسی زوجۂ مطہرہ کے پاس رکھ دیے اور ان کے باعث ساری رات بے چینی سے گزاری اور اس وقت تک مطمئن نہ ہوئے جب تک صبح اٹھتے ہی انہیں تقسیم نہ فرما دیا۔ حد تو یہ ہے کہ بوقتِ وصال آپ کی زرہ خانگی ضروریات کے باعث کسی کے پاس رہن رکھی ہوئی تھی۔ آپ گھریلو اخراجات، لباس اور مکان وغیرہ کے بارے میں اتنی مقدار پر اکتفا فرماتے تھے جس کے بغیر چارہ کار نہ ہو۔ اس کے علاوہ کو زائد از ضرورت سمجھتے اور اس سے اعراض فرماتے تھے۔

اُس خواجۂ کونین کی یہ حالت تھی کہ جو لباس میسر آ جاتا وہی پہن لیتے۔ عموماً دستار، معمولی کمبل اور موٹی چادر زیبِ تن فرماتے۔ سونے سے مرصع ریشمی کرتے حاضرین میں تقسیم فرما دیتے اور جو وقت پر موجود نہ ہوتا اس کا حصہ محفوظ کر دیتے کیونکہ لباس کے ذریعے فخر کرنا یا زینت چاہنا عزت و شرف کے خصائل سے نہیں ہے بلکہ یہ تو عورتوں کی عادات میں سے ہے۔ ہاں اچھا لباس وہ ہے جو صاف ستھرا اور عام طور پر پہنا جائے۔

شاندار اور وسیع مکانات اور کثرتِ خدام وغیرہ کو باعثِ فخر سمجھنا بھی غلط ہے۔ کمال تو یہ ہے کہ ایک شخص دنیا و ما فیہا کا بادشاہ ہو اس کے باوجود زہد و قناعت اختیار کرے، اپنے پاس رکھنے سے نفرت کرتا ہو اور اسی وجہ سے اپنی ضروریات تک خرچ کرنا ترک کر دے۔ یہ مال کے سلسلے میں ایسی مقدس عادت ہے جو سب کے نزدیک باعثِ فضیلت ہے اور یہ ہے وہ

marfat.com

خصلتِ حمیدہ جو سرمایۂ افتخار ہے۔ چنانچہ مال سے اس طرح اعراض کرنا اور فانی ہونے کے باعث اُس کی جانب رغبت نہ رکھنا بلکہ دوسرے جن مقامات پر اسے خرچ کر دینا چاہیے وہاں خرچ کر دینا، یہ قابلِ ستائش و لائقِ تحسین عادتِ مبارکہ انسانی کمال کی معراج ہے۔ بہرحال خصائل مکتسبہ، اخلاقِ حمیدہ اور آدابِ شرعیہ کے لحاظ سے ایسے شخص کے صاحبِ فضل و کمال ہونے پر تمام عقلا کا اتفاق ہے عقلا کا اُس شخص کی فضیلت پر بھی اتفاق ہے جو ان میں سے کسی صفت کے ساتھ متصف ہو یا اُس میں ایک سے زیادہ اوصاف پائے جائیں۔

شریعتِ مطہرہ نے ایسے تمام اشخاص کی تعریف کی ہے اور ایسی عادات کو اختیار کرنے کا حکم دیا ہے۔ جو سارے اوصافِ حسنہ سے متصف ہو اُس کے لیے دائمی سعادت کا وعدہ کیا ہے اور بعض نیک عادتوں کو اجزائے نبوت ٹھہرایا ہے جنھیں حُسنِ اخلاق کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے اور وہ نفس کے قویٰ و اوصاف میں اعتدال اور میانہ روی ہے یعنی ایسا درمیانی راستہ جس میں کسی جانب انحراف نہ ہو۔

مذکورہ بالا جملہ اوصافِ کمالیہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خُلق کا حصہ ہیں۔ آپ کمال میں ان کی انتہا کو پہنچے ہوئے تھے اور غایت کے لحاظ سے اعتدال پر تھے۔ اسی لیے تو باری تعالیٰ شانہٗ نے خُلقِ محمدی کی توصیف میں اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ[1] فرمایا ہے یعنی اے محبوب! خُلق کے لحاظ سے بھی تم عظیم منصب پر فائز ہو۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ کا خُلق قرآن تھا۔ آپ کی رضامندی اور ناراضگی اللہ تعالیٰ کی رضامندی اور ناراضگی کے ساتھ تھی۔ فخرِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ مجھے اخلاقِ عالیہ کی تکمیل کے لیے مبعوث فرمایا گیا ہے۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ بلحاظِ خُلق آپ سب سے اچھے تھے۔ جیسا کہ محققین نے ذکر کیا ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اخلاقِ حسنہ کے

---

[1] مجددِ مائۃ حاضرہ قدس سرہٗ نے اسی لیے کہا ہے: ؎

ترے خُلق کو حق نے عظیم کہا، تری خلق کو رب نے جمیل کیا
کوئی تجھ سا ہُوا ہے نہ ہوگا شہا، ترے خالقِ حُسن و ادا کی قسم

marfat.com

زیور سے پیدائشی طور پر مزین کیا گیا تھا اور یہ کمالات آپ کی اصل فطرت میں داخل تھے جن میں کسب کا دخل نہیں تھا اور نہ ریاضت کا۔ یہ جُودِ الٰہی اور باری تعالیٰ شانہٗ کی نرالی کرم نوازی ہے، جس سے علی قدر مراتب جملہ انبیائے کرام کو نوازا گیا تھا۔ جو شخص انبیائے کرام کی بچپن سے اُن کے ادوارِ نبوت تک کی سیرتوں کا مطالعہ کرے تو اس پر یہ حقیقت روزِ روشن کی طرح واضح ہو جائے گی۔ حضرت عیسیٰ، حضرت موسیٰ، حضرت یحییٰ، حضرت سلیمان اور دیگر انبیائے کرام علیہم السلام کے حالات سے یہی ثابت ہوتا ہے۔

مفسرین لکھتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی والدۂ ماجدہ حضرت آمنہ خاتون بنت وہب (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) نے سرورِ کون و مکان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حسنِ ظہور کے بعد جب وُہ جانِ حیات رونق آرائے گیتی ہوئے تو آپ نے زمین کی جانب ہاتھ پھیلائے ہُوئے تھے اور سرِ اقدس آسمان کی طرف اٹھایا ہُوا تھا۔ فخرِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جب میں بڑا ہُوا تو دیکھا کہ بُتوں اور شاعری سے مجھے پیدائشی طور پر نفرت ہے۔ میں نے کسی ایسے کام کا کبھی ارادہ تک نہیں کیا جو دورِ جاہلیت میں معمول بنے رہے تھے، ہاں دُو مرتبہ ایسا ہونے لگا تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے مجھے بچا لیا اور مَیں نے پھر کبھی ان کی جانب توجہ بھی نہ فرمائی۔ ان مذکورہ دونوں مواقع پر آپ نے جہلاء کے غناء اور محفل لہو و لعب میں کسی مصلحت کے تحت جانے کا ارادہ فرمایا تھا لیکن نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارادے کو دونوں مواقع پر اللہ تعالیٰ نے پُورا نہ ہونے دیا۔

عقلِ مصطفیٰ

قاضی عیاض مالکی رحمۃ اللہ علیہ کے علمی و تحقیقی جواہرات سے مزید جواہر ریزے پیشِ خدمت ہیں۔ انھوں نے فرمایا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اخلاقِ محمودہ اور عاداتِ جمیلہ تو شمار سے باہر ہیں لیکن ہم ان کے اصول کا ذکر کریں گے اور اشارے تمام اوصاف کی جانب کر دیے جائیں گے۔ یہ التزام رہے گا کہ آپ کی صفات کو میزانِ تحقیق پر تول کر پیش کریں۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

معلوم ہونا چاہیے کہ جملہ اوصاف کے فروع کی اصل، اُن کا سرچشمہ اور اس سارے دائرے کا مرکزی نقطہ عقل ہے۔ اسی سے علم و معرفت کے چشمے پھُوٹتے ہیں۔ اسی سے روشن خیالی،

marfat.com

ذہن کی تیزی، رائے کی درستی اور گمان کی صداقت حاصل ہوتی ہے۔ اسی کے باعث مستقبل پر نظر رکھنے، اصلاحِ نفس کے طریقے، شہوت سے مجاہدہ، حُسنِ سیاست وحُسنِ تدبیر، فضائل کی تحصیل اور رذائل سے اجتناب کی خوبیاں متفرع ہوتی ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بلحاظ علم کے ایسے منصب پر فائز تھے جہاں تک آپ کے سوا کسی بشر کی رسائی نہیں ہوئی عقلِ مصطفیٰ کی جلالت وعظمت ہر اُس شخص پر بخوبی واضح ہے جس نے آپ کے احوال واخلاق کا بنظرِ غائر مطالعہ کیا ہو، نیز جامع کلمات، شمائل حسنہ، عاداتِ مبارکہ اور ارشادات کی حکمتوں کو چشمِ بصیرت سے دیکھا ہے۔ آپ کی علمی جلالت کا اندازہ کرنے کی خاطر توریت وانجیل وغیرہ آسمانی کتابوں کے مندرجات حکماء کی حکمتیں، گزشتہ اُمتوں کے حالات وواقعات، ضرب الامثال، لوگوں کی سیاسیات، شرعی احکام، پسندیدہ آداب، اچھے اطوار جو مختلف علوم وفنون کی طرف رہنمائی کرتے ہیں اور جنہیں علمائے کرام سند ٹھہراتے اور آپ کے اشاروں کو عبارت کی طرح حُجت قرار دیتے ہیں اور طب، ریاضی، وراثت و میراث اور انساب وغیرہ ایسے علوم وفنون ہیں جن میں آپ کے بے شمار معجزات ہیں حالانکہ آپ نے کسی سے علم حاصل نہیں کیا اور نہ گزشتہ اُمم کی کتابوں ہی کا مطالعہ کیا تھا اور نہ اُن کے علماء سے مجالست رہی کیونکہ آپ تو اُمی نبی تھے۔ مذکورہ علوم وفنون کے بارے میں آپ نے کسی سے کچھ بھی حاصل نہیں کیا بلکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے سینے کو کھول دیا تھا اور آپ کے مقصد کو ظاہر فرمایا اور آپ کو خود تعلیم دی جو آپ کے حالات کا مطالعہ کرنے سے پہلی نظر ہی میں ماننا پڑ جاتا ہے اور آپ کی نبوت کا قطعی ثبوت نظر آنے لگتا ہے۔ ہم ایسے جملہ واقعات وقضایا کو کیسے بالتفصیل بیان کریں جب کہ عقلِ انسانی اُن کی متحمل نہیں ہو سکتی اور نہ کوئی اُن کا احاطہ کر سکتا ہے۔ علوم ومعارفِ مصطفیٰ کی وُسعت بھی آپ کی عقل ہی کے مطابق ہے جیسا کہ مرقوم ہے:

الی سائر ما اطلعہ اللہ علیہ من علم ما یکون وما کان و عجائب قدرتہ وعظیم ملکوتہ قال اللہ تعالیٰ وعلمك ما لم تکن تعلم وکان فضل اللہ	وُہ تمام علوم جن پر اللہ تعالیٰ نے آپ کو مطلع فرمایا یعنی جو ہوا اور جو کچھ ہوگا نیز اپنی قدرت کے عجائبات اور اپنی عظیم بادشاہی کا علم! جیسے کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ اے محبوب! ہم نے تم کو سکھا دیا وہ سب کچھ

marfat.com

علیك عظیما حارت العقول فی تقدیر فضله علیه وخرست الالسن دون وصف یحیط بذٰلك او ینتهی الیه ۔ صلی اللّٰه علیه وسلم ۔ (ص۲۱)

جو تم نہ جانتے تھے اور تم پر اللہ کا فضلِ عظیم ہے۔ آپ کے فضل و کمال کا اندازہ کرنے میں عقلیں حیران اور آپ کی توصیف کے میدان میں زبانیں گونگی ہیں ۔ یہ چیزیں نہ اُن کا احاطہ کر سکتی ہیں اور نہ وہاں تک پہنچ سکتی ہیں۔

حلم ، عفو ، صبر حلم اور قدرت کے باوجود درگزر کرنے نیز تکالیف پر صبر کرنے کی باری تعالیٰ شانہٗ نے آپ کو تعلیم دی جیسا کہ فرمانِ الٰہی ہے :

خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِیْنَ ۝ [۱]

اے محبوب ! معاف کرنا اختیار کرو اور بھلائی کا حکم دو اور جاہلوں سے مُنہ پھیر لو۔

روایت ہے کہ جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی تو سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جبرائیل علیہ السلام سے پُوچھا کہ اِس کی تاویل کیا ہے ؟ اُنھوں نے کہا : میں اللہ تعالیٰ سے دریافت کرکے عرض کروں گا ، اور چلے گئے۔ دوبارہ حاضر ہو کر عرض کیا : یارسول اللہ ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ جو تم سے تعلقات منقطع کرنا چاہے اُسے ملاؤ ، جو محروم رکھے اُسے بھی عطا فرماؤ اور جو ظلم کرے اُسے بھی معاف کر دو۔ اللہ تعالیٰ نے یہ عام حکم بھی دیا :

وَاصْبِرْ عَلٰی مَآ اَصَابَكَ [۲]

اور جو افتاد تجھ پر پڑے اُس پر صبر کر۔

نیز یُوں بھی ارشادِ باری تعالیٰ شانہٗ ہے :

۱- فَاصْبِرْ کَمَا صَبَرَ اُولُوا الْعَزْمِ

تو تم صبر کرو ، جیسا ہمت والے رسُولوں

---

[۱] پ ۹ ، سورہ الاعراف ، آیت ۱۹۹

[۲] پ ۲۱ ، سورہ لقمان ، آیت ۱۷

marfat.com

مِنَ الرُّسُلِ[1]	نے صبر کیا۔
۲۔ وَلْيَعْفُوْا وَلْيَصْفَحُوْا[2]	اور چاہیے کہ معاف کریں اور چاہیے کہ درگزر کریں۔
۳۔ وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ اِنَّ ذٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ[3]	اور بے شک جس نے صبر کیا اور بخش دیا تو یہ ضرور ہمت کے کام ہیں۔

سرورِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا حلم جیسا کہ منقول ہے، وہ روزِ روشن کی طرح عیاں ہے۔ کونسا حلیم اور بُردبار ہوگا جس سے ایسے مواقع پر لغزش سرزد نہ ہوئی ہو یا کوئی نامناسب بات کبھی اُس کے مُنہ سے نہ نکلی ہو؟ آپ پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑے گئے، جہلاء نے زیادتی کرنے اور ایذا رسانی میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا لیکن آپ نے صبر اور بُردباری کے دامن کو ایک لمحہ کے لیے بھی نہ چھوڑا بلکہ خندہ پیشانی سے سب کچھ برداشت کرتے رہے۔

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جب بھی دو کاموں میں سے ایک کو اختیار کرنے کا حکم ملا، تو آپ نے اُن میں سے آسان ہی کو پسند فرمایا، جبکہ اُس کے کرنے میں کوئی شرعی قباحت نہ ہو، اگر شرعی قباحت ہوتی تو دوسروں کی نسبت آپ اُس سے زیادہ دُور رہتے تھے۔ اُس مجسمۂ رحمت نے اپنی ذات کا کبھی انتقام نہ لیا، ہاں جب کوئی باری تعالیٰ شانہٗ کی متعین کردہ حدود کو پامال کرنے کی کوشش کرتا تو اُس پر حد ضرور قائم فرماتے تھے۔

روایت ہے کہ جب غزوۂ اُحد کے روز رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے والے دندان مبارک کسی کا تیر لگنے سے شہید ہوئے اور چہرہ زخمی ہوگیا، تو صحابۂ کرام کو اِس حادثے کا سخت صدمہ ہوا اور وہ بارگاہِ رسالت میں عرض گزار ہوئے کہ کفّار کی تباہی و بربادی کے لیے دُعا فرما دیجئے۔ اُس سراپا رافت وجانِ رحمت نے فرمایا کہ مجھے لعنت بھیجنے کے لیے مبعوث نہیں فرمایا گیا،

---

[1] پ ۲۶، سورہ احقاف، آیت آخری

[2] پ ۱۸، سورہ النور، آیت ۲۲

[3] پ ۲۵، سورہ الشوریٰ، آیت ۴۳

marfat.com

بلکہ میں راہِ ہدایت کی جانب بلانے والا اور رحمت بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ یہ فرما کر بارگاہِ رب العزت میں عرض گزار ہوئے: اے اللہ! میری قوم کو راہِ ہدایت دکھا دے کیونکہ یہ لوگ مجھے جانتے پہچانتے نہیں ہیں۔

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس موقع پر آپ نے جس عظیم الشان فضل، غایت درجہ احسان، کریم النفسی اور انتہائی صبر و تحمل کا مظاہرہ فرمایا وہ سب کے لیے دعوتِ غور و فکر ہے۔ ملاحظہ تو فرمائیے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے جاں نثاروں کے جواب میں سکوت پر بھی اکتفا نہ فرمایا بلکہ زبانِ مبارک سے معافی کا اعلان فرما دیا۔ مزید براں یہ شفقت و رحمت فرمائی کہ بارگاہِ رب العزت میں اُن کی بخشش اور ہدایت کے لیے دستِ دُعا دراز فرمائے۔ ساتھ ہی اس شفقت و مہربانی کا سبب بھی بارگاہِ خداوندی میں قَوْمِیْ کے لفظ سے بیان کر دیا اور فَاِنَّهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ کے ذریعے اُن کی جانب سے عذر بھی پیش کر دیا۔

جب ایک آدمی نے تقسیم غنائم کے وقت آپ پر اعتراض کیا کہ عدل کیجئے، آپ کی تقسیم اللہ کی رضا کے مطابق نہیں ہے۔ اس کا جواب آپ نے ایسے الفاظ میں دیا جن سے اُس کی جہالت بھی واضح ہو جائے اور نصیحت بھی فرما دی۔ چنانچہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ: تجھ پر افسوس ہے، اگر میں بھی عدل نہیں کرتا تو اور کون ہے جو عدل و انصاف کرے گا؟ اگر میں انصاف سے کام نہ لوں تو خسارے میں رہ جاؤں گا۔ بعض صحابہ کرام نے اسے قتل کرنا چاہا تو رحمۃٌ للعٰلمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اُنہیں ایسا کرنے سے منع فرما دیا۔

ایک غزوہ میں آپ کسی درخت کے نیچے بوقتِ دوپہر تنہا قیلولہ فرما رہے تھے کہ اچانک غورث بن حارث ارادۂ قتل سے آپ کے پاس آ پہنچا۔ صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی اِدھر اُدھر قیلولہ فرما رہے تھے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بیدار ہوئے تو دیکھا کہ ایک آدمی ہاتھ میں ننگی تلوار لیے کھڑا ہے۔ غورث نے کہا کہ میرے وار سے تمہیں کون بچائے گا؟

لہ   سے دمِ نزع یوں مجھ دیدار کرنا
کہ مشکل ہو آساں مدینے کے والی   (اختر شاہجہانپوری)

marfat.com

آپ نے بڑے اطمینان سے جواب دیا کہ ، اللہ — اتنا سُنتے ہی اُس کے ہاتھ سے تلوار گر گئی ، نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وُہ تلوار اُٹھائی اور فرمایا : بتا اب تجھے کون بچائے گا ؟ وُہ عرض گزار ہُوا کہ بہتر قابُو پانے والا ہی ثابت کیجئے یعنی چھوڑ دیجئے تو آپ نے درگزر کرتے ہُوئے اُسے جانے کی اجازت دے دی ۔ جب وُہ اپنی قوم کے پاس پہنچا تو کہنے لگا کہ میں بہترین انسان کے پاس سے تمہاری طرف آیا ہُوں ۔

آپ کے عفو و درگزر کے بارے میں یہ واقعہ کتنا عظیم الشان ہے کہ ایک یہودی عورت نے بکری کے گوشت میں زہر ملا کر آپ کو کھلایا ۔ یہ بھی ایک صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ اُس عورت نے اپنے ارتکابِ جرم کا اقرار بھی کر لیا تھا ، اس کے باوجود آپ نے اُسے معاف فرما دیا ۔ اسی طرح لبید بن اعصم نے آپ پر جادُو کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعے آپ کو اس واقعے کی ساری تفصیلات سے مطلع کر دیا ۔ اِس کے باوجود آپ نے اُس پر عتاب نہ فرمایا اور نہ کوئی انتقامی سلوک ہی کیا ۔ ایسے ہی منافقین کے سرگروہ ، عبداللہ بن اُبی بن سلول اور اس کے ساتھیوں سے جو ناروا حرکتیں آپ کے حق میں صادر ہوئیں ، اُن پر مواخذہ نہ فرمایا بلکہ جس شخص نے بعض منافقین کے قتل کا ارادہ کیا تھا ، اسے یہ کہتے ہُوئے منع فرمایا کہ ایسا کرنے سے دشمنوں کو یُوں طعنہ زنی کا موقع مل جائے گا کہ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) اپنے ساتھیوں کو بھی قتل کر دیتے ہیں ۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں بارگاہِ رسالت میں حاضر تھا اور آپ کے اُوپر ایک موٹی چادر تھی ۔ کوئی اعرابی آیا اور اس نے آپ کی چادر کو پکڑ کر اس زور سے کھینچا کہ رگڑ سے آپ کی گردن مبارک سُرخ ہو گئی ۔ اس کے بعد اعرابی کہنے لگا کہ آپ کے پاس جو اللہ تعالیٰ کا دیا ہُوا مال ہے ، مجھے اُس میں سے دو اُونٹ عنایت فرمایئے اور یہ اُونٹ مجھے آپ اپنے مال سے یا اپنے باپ کے مال سے تو نہیں دیں گے ۔ اِس پر آپ خاموش رہے اور تھوڑی دیر بعد فرمایا کہ مال تو واقعی اللہ تعالیٰ کا ہے اور میں تو اُس کا بندہ ہُوں ۔ لیکن اے اعرابی ! تُو نے جو سلوک میرے ساتھ کیا ہے اُس کا تجھ سے بدلہ لیا جائیگا اعرابی نے عرض کیا کہ ایسا ہرگز نہیں ہوگا ۔ وجہ پُوچھی کہ بدلہ کیوں نہ لیا جائے گا تو اعرابی نے

marfat.com

وضاحت کی کہ آپ بُرائی کے جواب میں کسی سے بُرا سلوک کرتے ہی نہیں۔ اتنا سُن کر ہادیٔ برحق صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مسکراتے ہُوئے حکم صادر فرمایا کہ اِسے ایک اُونٹ پر جَو اور دُوسرے پر کھجوریں لاد کر دے دیجیے[1]

اُم المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ مَیں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کسی زیادتی کا انتقام لیتے ہُوئے کبھی نہیں دیکھا، جب تک کہ اللہ تعالیٰ کے محارم کا احترام ہوتا ہو۔ آپ نے جہاد فی سبیل اللہ کے علاوہ اور کسی وقت، کسی شخص کو اپنے ہاتھوں نہیں مارا اور نہ میں نے یہ دیکھا کہ کسی خادم یا عورت کو مارا ہو۔ آپ کی بارگاہ میں ایک شخص کو گرفتار کرکے لایا گیا اور بتایا کہ یہ آپ کو قتل کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ اُس کے تھر تھرانے پر آپ نے فرمایا:

گھبراؤ مت، اگر تم ایسا ہی ارادہ رکھتے ہو تو مجھے ہرگز قتل نہ کر سکو گے۔

زید بن سعنہ مسلمان ہونے سے پہلے بارگاہِ مصطفوی میں حاضر ہوا اور قرض کا مطالبہ کرنے لگا اِس کے ساتھ ہی آپ کے کندھے سے کپڑا پکڑ کر زور سے کھینچے اور سخت کلامی کرنے لگا۔ اُس نے کہا: اے بنی عبد المطلب! تم قرض ادا کرنے میں بہت سُست ہو۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اُسے ڈانٹا اور سخت الفاظ میں جواب دینا شروع کر دیا تو اس محسنِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تبسم ریز لہجے میں فرمایا، اے عمر! اس انتقامی گفتگو کی نسبت ہمیں نصیحت کی زیادہ ضرورت تھی پ مجھ سے جلدی قرض ادا کرنے کے لیے کہتے اور اسے نصیحت کرتے کہ قرض کا مطالبہ اچھے طریقے سے کرنا چاہیے۔ اِس کے بعد آپ نے زید بن سعنہ سے کہا کہ ادائیگی کی مقررہ میعاد میں تو ابھی تین دن باقی ہیں۔ پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم دیا کہ اس کا قرض ادا کر دیجیے اور اسے خوف زدہ کرنے کے عوض بیس صاع زیادہ دیجیے۔ یہی واقعہ زید بن سعنہ کے مسلمان ہونے کا سبب بنا۔ وُہ کہا کرتے تھے کہ میں نے نبوت کی تمام نشانیاں نبیٔ آخر الزماں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں

---

[1] فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ؎

میرے کریم سے گر قطرہ کسی نے مانگا
دریا بہا دیے ہیں، دُر بے بہا دیے ہیں

marfat.com

دیکھیں اور پہچان لی تھیں۔ صرف دو امور باقی رہ گئے تھے جن کی مجھے خبر نہ تھی۔ ایک یہ کہ آپ کے حوصلے اور بُردباری کو جہل پر سبقت ہے۔ دُوسرے یہ کہ آپ کے ساتھ جاہلانہ سلوک کرنا آپ کے صبر و تحمل کو زیادہ ہی کرتا ہے۔ جب میں نے اس طرح امتحان لیا تو آپ کو ویسا ہی پایا جیسے کہ مجھے خبر دی گئی تھی۔

سرورِ کون و مکاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حلم، صبر اور عفو کا بیان طاقت سے باہر ہے صحاح اور دیگر کتبِ احادیث سے بطریقِ تواتر ثابت ہونے کے باعث یہ امر یقین کا درجہ رکھتا ہے کہ زمانہ جاہلیت میں قریش نے آپ کو اذیت پہنچانے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی تھی لیکن آپ نے اُن حوصلہ شکن تکالیف کے مقابلے میں صبر ہی سے کام لیا تھا، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اُن کے مقابلے میں آپ کو فتح و ظفر سے نوازا اور وُہ آپ کے زیرِ فرمان آ گئے حالانکہ وُہ اپنی قوت و شوکت اور جہل پہل کی بربادی کا تصور بھی نہیں کرتے تھے۔ کامیاب ہونے پر آپ نے بانیانِ ظلم و ستم کے ساتھ عفو و درگزر ہی سے کام لیا اور اُنھیں مخاطب کیا کہ آیا تم بتا سکتے ہو کہ میں تمہارے ساتھ اب کیسا سلوک کروں گا؟ اُنھوں نے جواب دیا کہ ہمیں آپ سے بھلائی کی اُمید ہے کیونکہ آپ ایک شریف بھائی اور شرفاء کی اولاد سے ہیں۔ آپ نے فرمایا: جاؤ میں نے تم سب کو آزاد کیا۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ تنعیم سے اسّی آدمی آئے تاکہ صبح کی نماز کے وقت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو شہید کر دیں۔ وہ سارے گرفتار کر کے بارگاہِ رسالت میں پیش کر دیے گئے تو آپ نے سب کو چھوڑ دیا۔ اُس موقع پر باری تعالیٰ شانہ نے یہ آیۂ کریمہ نازل فرمائی؛

هُوَ الَّذِيْ كَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ[1]	وہی (اللہ) ہے جس نے ان کے ہاتھ تم سے روک دیے۔

وُہ ابُوسفیان جو بار ہا لشکر جرار لے کر آپ پر حملہ آور ہوتا رہا، آپ کے محترم چچا (امیر حمزہ) اور کتنے ہی

---

[1] پ ۲۶، سورۃ الفتح، آیت ۲۴

marfat.com

صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو شہید کیا، شہادت کے بعد بعض حضرات کے حُلیے تک بگاڑ دیے، لیکن جب فتح مکہ کے وقت اُسے بارگاہِ رسالت میں پیش کیا گیا تو آپ نے معاف فرما دیا اور اُس کے ساتھ بڑی نرمی سے شفقت آمیز گفتگو کی اور اُسے مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: اے ابُوسفیان! کیا تجھ پر ابھی تک یہ واضح نہیں ہُوا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی حقیقی معبود نہیں ہے۔ ابوسفیان نے کہا: میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، آپ تو بہت بڑے حلیم و کریم اور صلہ رحمی کرنے والے ہیں۔ یہ حقیقت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شاذ و نادر ہی کبھی غصے میں آتے تھے اور جب ایسا اتفاق ہوتا تو جلد ہی راضی ہو جاتے تھے۔

جُود و کرم اَخلاقِ کریمہ کے لحاظ سے دیکھا جائے تو آپ جیسا دُوسرا نظر نہیں آتا۔ جس نے بھی آپ کو جانا اور پہچانا وہی آپ کا مدح خواں ہو کر رہ گیا۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے جس چیز کا سوال کیا گیا، آپ نے کبھی اُس کا جواب نفی میں نہیں[1] دیا۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ فخرِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمام انسانوں سے زیادہ سخی تھے۔ رمضان المبارک میں تو آپ بہت ہی خیرات کیا کرتے تھے۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام جب بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوتے تو آپ کو چلنے والی ہوا سے زیادہ سخی دیکھتے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے آپ سے سوال کیا تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس اُس وقت اتنی بکریاں تھیں جن سے دو پہاڑوں کے درمیان کی جگہ بھری ہُوئی تھی، آپ نے اُسے وہ ساری بکریاں عطا فرما دیں۔ جب وہ اپنے قبیلے میں پہنچا تو اہلِ قبیلہ سے کہنے لگا: بھائیو! مسلمان ہو جاؤ کیونکہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اتنی سخاوت کرتے ہیں کہ مال کے ختم ہو جانے کا ذرا سا اندیشہ بھی دل میں نہیں لاتے۔

---

[1] مجددِ مائۃ حاضرہ قدس سرہٗ نے اسی لیے تو اعلان کیا تھا:

مانگیں گے، مانگے جائیں گے، مُنہ مانگی پائیں گے

سرکار میں نہ لا ہے نہ حاجت اگر کی ہے

marfat.com

کتنے ہی مواقع پر آپ نے سَو سَو اُونٹ تک عطا فرما دیے تھے۔ حضرت صفوان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک مرتبہ سَو اُونٹ مرحمت فرمائے، اِتنے ہی دوسری دفعہ اور اتنے ہی تیسری مرتبہ۔ اعلانِ نبوت سے پہلے بھی آپ کی سخاوت کا یہی عالم تھا۔

قبیلہ ہوازن کو آپ نے اُن کے چھ ہزار جنگی قیدی واپس فرما دیے تھے۔ ایک مرتبہ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اتنا سونا مرحمت فرمایا جسے وُہ اُٹھا بھی نہ سکے۔ آپ کے پاس ایک مرتبہ نو ہزار درہم لائے گئے تو آپ نے انھیں چٹائی پر رکھوا لیا اور تقسیم فرمانے لگے۔ جو بھی مانگنے والا آتا آپ، اُسے عنایت فرماتے جاتے اور آخر تک کسی سائل کو خالی ہاتھ نہ لوٹایا۔ تقسیم کے بعد ایک شخص نے آکر سوال کیا تو آپ نے فرمایا کہ اب تو میرے پاس کچھ بھی نہیں بچا۔ تم ہمارے نام پر مطلوبہ چیزیں خرید لو، جب کسی جانب سے مال آئے گا تو ادائیگی ہم کر دیں گے۔ اُس وقت حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بارگاہِ رسالت میں عرض گزار ہُوئے کہ یا رسول اللہ! جس کام کی آپ میں طاقت نہ ہو وہ اللہ تعالیٰ نے آپ پر لازم تو نہیں ٹھہرایا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ مشورہ پسند نہ فرمایا۔ کوئی دوسرے صحابی، جو گروہِ انصار سے تعلق رکھتے تھے، بارگاہِ رسالت میں عرض گزار ہُوئے کہ یا رسول اللہ! آپ راہِ خدا میں سخاوت فرماتے رہیے اور یہ خطرہ بھی دل میں نہ لائیے کہ عرش کا مالک کبھی مال کی قلت سے آپ کو دوچار کر دے گا۔ سرورِ کون و مکاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اُن کی بات سُن کر تبسم فرمایا اور بشاشت کے آثار آپ کے چہرۂ انور سے ظاہر ہو رہے تھے۔ آپ نے اپنی زبانِ فیض ترجمان سے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے یہی حکم دیا ہے۔ اس حدیث کو ترمذی نے روایت کیا ہے۔

معوذ بن عفراء رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ذکر کیا کہ ایک مرتبہ انھوں نے ایک طباق تر کھجوریں اور کچھ چھوٹی چھوٹی ککڑیاں بارگاہِ رسالت میں پیش کیں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اُنھیں ہتھیلی کے بھراؤ کے برابر سونا مرحمت فرمادیا۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کبھی آنے والی کل کے لیے ذخیرہ نہیں کرتے تھے۔ حضرت ابُوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے کسی چیز کا سوال کیا۔ آپ نے کسی سے آدھا وسق قرض لے کر اسے مرحمت فرما دیا۔ جب وہی آدمی قرض

marfat.com

ادا کروانے کی نیت سے حاضرِ بارگاہ ہُوا تو آپ نے پُورا دَین اسے مزید دے کر فرمایا کہ آدھا تو قرض کے بدلے میں ہے اور باقی نصف انعام۔ غرضیکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جُود و کرم میں بے شمار روایات ہیں۔

شجاعت و دلیری

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا شجاعت و دلیری میں جو شہرۂ آفاق مقام ہے وُہ کسی پر مخفی نہیں۔ آپ انتہائی خطرناک مقامات پر بھی بے دھڑک تشریف لے جاتے اور متعدد نامی گرامی پہلوان آپ سے شکست کھا کر بھاگ گئے تھے جبکہ آپ ثابت قدم رہتے بلکہ آگے ہی بڑھتے چلے جاتے اور پیچھے کبھی نہ ہٹتے۔ کوئی ایسا بہادر دیکھا نہ گیا جس نے آپ کے مقابلے پر آکر شکست نہ کھائی ہو۔ حالانکہ آپ نے کبھی کسی سے شکست نہیں کھائی۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے روایت نقل کی ہے کہ براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کسی نے پُوچھا حنین کی لڑائی میں تم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تنہا چھوڑ کر بھاگ گئے تھے؟ انھوں نے جواب دیا ہاں۔ لیکن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی جگہ پر ڈٹے رہے تھے۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سفید رنگ کے خچر پر سوار دیکھا، جس کی باگ ابو سفیان بن حارث نے تھام رکھی تھی، آپ اُس وقت میدانِ جنگ میں بار بار یہ فرمارہے تھے، اَنَا النَّبِیُّ لَا کَذِبَ (میں نبی ہُوں، یہ جھُوٹی بات نہیں)۔ دُوسرے راوی نے اس پر اضافہ کیا ہے کہ آپ اُس وقت یہ بھی فرما رہے تھے، اَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ (میں عبد المطلب کا بیٹا ہوں)۔ اُس روز ہم نے کسی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ دلیر نہیں دیکھا۔

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ غزوۂ حنین میں جب مسلمانوں اور کافروں کے مابین لڑائی ہُوئی تو مسلمانوں کے قدم اُکھڑ گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اُس وقت سواری کو ایڑ لگا کر کفار کی جانب بڑھ رہے تھے۔ میں سواری کی لگام پکڑ کر روک رہا تھا مبادا تیزی سے زیادہ آگے نہ نکل جائے۔ ابو سفیان بن حارث رکاب کو پکڑے ہوئے تھے۔ آپ برابر آگے بڑھتے اور مسلمانوں کو جوش دلانے کی خاطر بار بار للکارتے تھے۔

رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کبھی غصّے کا اظہار فرماتے تو صرف حقوق اللہ کے سلسلے میں اور اپنے کسی ذاتی معاملے کی بنا پر تو کبھی ناراض نہیں ہوتے تھے۔ حضرت عبد اللہ بن

marfat.com

عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا بیان ہے کہ میں نے کسی کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے زیادہ بہادر اور سخی نہیں دیکھا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب جنگ کا میدان شدت اختیار کر جاتا تو ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پناہ لیا کرتے تھے۔ ایسے مواقع پر تمام مجاہدین کی نسبت آپ دشمنوں کے زیادہ نزدیک ہوتے تھے۔ جنگِ بدر میں ہم آپ کی پناہ میں تھے حالانکہ آپ کفار کے بالکل قریب پہنچے ہُوئے تھے۔ اُس روز آپ نے سارے مجاہدین سے بڑھ کر جنگ آزمائی کی۔ بعض روایات میں ہے کہ جب لشکرِ کفار عین سر پر آپہنچا اُس وقت جو مجاہد آپ کے قریب ہوتا اُسے بہادر شمار کیا جاتا تھا۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے حسین، سب سے بہادر اور سب سے سخی تھے۔ ایک روز اہلِ مدینہ بہت گھبرائے کیونکہ شہر سے باہر ایک ہولناک آواز سُنی گئی تھی۔ کتنے ہی حضرات اُس آواز کی جانب بھاگے دوڑے لیکن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اُنہیں واپس آتے ہوئے ملے۔ آپ گلے میں تلوار لٹکا کر اور حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھوڑے کی ننگی پیٹھ پر سوار ہو کر حالات کا جائزہ لینے سب سے پہلے تشریف لے گئے تھے۔ واپسی پر آپ نے فرمایا کہ گھبرانے کی کوئی بات نہیں ہے۔

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ لشکرِ کفار جب نزدیک آتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے پہلے اس پر حملہ آور ہوتے تھے۔ جنگِ اُحد میں ابی بن خلف نے جب آپ کو دیکھا تو کہنے لگا: محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کہاں ہیں؟ اگر آج وہ بچ کر نکل گئے تو میری خیر نہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ جب اس سے پہلے وہ جنگِ بدر میں قید ہُوا اور فدیہ لے کر اُسے بھی چھوڑ دیا گیا تھا، تو اُس نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کہا تھا کہ میں نے لڑائی کے لیے ایک گھوڑا رکھا ہُوا ہے، جسے ہر روز چار سیر دانہ کھلاتا ہُوں، اُسی پر سوار ہو کر آپ کو قتل کروں گا۔ فخرِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ ان شاء اللہ تعالیٰ تجھے میں قتل کروں گا۔ اُحد کی جنگ میں اُبَی بن خلف اُسی گھوڑے پر سوار تھا۔ اُس نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھتے ہی آپ پر سخت حملہ کیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اُس کے مقابلے پر آگئے، لیکن آپ نے اُنھیں درمیان سے ہٹ جانے کا حکم دیا اور حارث بن صمہ کا

marfat.com

نیزہ لے کر پہلے اُسے خوب حرکت دی۔ جب صحابۂ کرام درمیان سے ہٹ گئے تو آپ اُبی بن خلف کے مقابلے پر معرکہ آرا ہو گئے اور اُس کی گردن پر نیزے کا ایسا وار کیا کہ وہ لڑکھڑاتا ہوا گھوڑے سے نیچے گر پڑا۔ بعض روایات میں ہے کہ اُس کی پسلی توڑ دی۔ جب وُہ لشکرِ کفار میں واپس پہنچا تو کہنے لگا، کہ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے مجھے قتل کر دیا ہے۔ کفار اُسے تسلی دیتے ہوئے کہتے تھے کہ تمہیں کون سا کاری زخم آگیا ہے؟ اُبی بن خلف نے کہا کہ اگر تمام لوگوں کے ساتھ یہی معاملہ ہوتا جو میرے ساتھ ہوا ہے تو وہ سب کو قتل کر دیتے۔ کیا اُنھوں نے یہ نہیں کہا تھا کہ مَیں تجھے قتل کروں گا۔ خدا کی قسم، اگر وُہ کسی پر تھوک بھی دیں تو ہلاک کرنے کے لیے یہی کافی ہے۔ چنانچہ مکہ مکرمہ کی جانب لوٹتے وقت وہ سرف کے مقام پر دم توڑ گیا تھا۔

حیا اور چشم پوشی سرورِ کون و مکاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سب سے بڑھ کر صاحبِ حیا تھے اور عورتوں سے بھی زیادہ چشم پوشی سے کام لیتے تھے۔ چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ يُؤْذِى النَّبِىَّ	بیشک اس میں نبی کو ایذا ہوتی تھی،
فَيَسْتَحْىٖ مِنْكُمْ۔ (الآیہ)[1]	پھر بھی وُہ تمہارا لحاظ فرماتے تھے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابُو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شرم و حجاب میں کنواری لڑکیوں سے بڑھ کر تھے۔ جب آپ کسی بات کو ناپسند فرماتے تو ہم چہرے کے آثار سے پہچان لیتے تھے۔ آپ لطیف اور نرم و نازک بشرہ والے تھے۔ اگر کوئی کراہت والی بات دیکھتے تو حیا اور کریم النفسی کے باعث اُس سے اس سلسلے میں گفتگو نہ فرماتے۔ جب کسی کی ناگوار گفتگو آپ تک پہنچتی تو آپ یہ نہ فرماتے کہ فلاں شخص کا کیا حال ہے، جو یہ کچھ کہتا ہے، بلکہ یُوں فرماتے کہ لوگوں کا کیا حال ہے جبکہ وُہ ایسا کرتے یا کہتے ہیں گویا اُس ناپسندیدہ فعل سے منع فرما دیتے اور فاعل کا نام تک ظاہر نہ کرتے تھے۔

---

[1] پ ۲۲، سورۃ الاحزاب، آیت ۵۳

marfat.com

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس ایک ایسا شخص آیا، جس کے جسم پر زرد نشان لگا ہوا تھا۔ آپ نے اُس سے کچھ نہ کہا، کیونکہ کسی کی ناپسندیدہ بات دیکھ کر آپ اسے مخاطب نہیں فرمایا کرتے تھے۔ جب وہ شخص چلا گیا تو آپ نے حاضرین سے فرمایا کہ اُس سے کہہ دینا، اُس رنگ کو اپنے جسم یا کپڑوں سے دھو ڈالے۔ صحیح حدیث میں ہے، ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بیہودہ الفاظ کبھی استعمال نہیں کرتے تھے، نہ تکلف فرماتے، نہ بازاروں میں چلاتے اور نہ بُرائی کا بدلہ بُرائی سے دیتے بلکہ معاف فرما دیتے اور درگزر سے کام لیتے۔ توریت شریف میں بھی آپ کے یہ اوصاف مذکور ہیں۔ ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہی سے روایت ہے کہ حیا کے باعث آپ کسی کی جانب ٹکٹکی باندھ کر نہیں دیکھتے تھے۔ جس سے کوئی ناپسندیدہ بات دیکھتے اور اُس سے کسی خاص وجہ سے کلام کرنا ضروری ہو جاتا تو اشاروں کنایوں میں گفتگو کرتے۔ حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے آپ کی شرمگاہ کو کبھی نہیں دیکھا۔

حُسنِ معاشرت

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے معاشرت میں جو اعلیٰ نمونہ پیش فرمایا اُس کے متعلق بے شمار احادیثِ صحیحہ منقول ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مدح و ثنا میں فرمایا ہے کہ آپ سب لوگوں سے بڑھ کر وسیع القلب، گفتگو میں سچے، نرم طبیعت والے اور ذرہ نواز تھے۔ ابو داؤد نے حضرت قیس بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے۔ پھر پورا واقعہ بیان کیا اور آخر میں فرمایا کہ جب آپ نے واپسی کا ارادہ فرمایا تو والد ماجد حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سواری پر کپڑا ڈالا اور آپ کے نزدیک لے آئے۔ جب آپ سوار ہو گئے تو والدِ محترم نے فرمایا، اے قیس! تم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ جاؤ۔ حضرت قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھ سے بھی سوار ہونے کے لیے فرمایا۔ میں نے ازراہِ ادب انکار کیا، تو آپ نے فرمایا کہ میرے ساتھ سوار ہو جاؤ یا واپس ہو جاؤ۔ مجبوراً میں واپس لوٹ گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کسی سے نفرت نہ کرتے بلکہ تالیفِ قلوب

marfat.com

فرمایا کرتے تھے۔ ہر قوم کے معزز افراد کا اکرام فرماتے اور ایسے ہی اشخاص کو اُن پر حاکم مقرر کرتے، لوگوں کو خوفِ خدا سے ڈراتے، عام لوگوں کی صحبت سے پرہیز کرتے لیکن کسی کے ساتھ بداخلاقی سے پیش نہ آتے۔ اپنے اصحاب کے ہاں بھی تشریف لے جاتے۔ ہر شریکِ مجلس کو اُس کی شان کے مطابق حق دیتے۔ شمعِ رسالت کا ہر پروانہ یہی گمان کرتا تھا کہ خصوصی نظرِ کرم میری ہی جانب ہے۔ جب آپ کسی کو اپنے پاس بٹھاتے یا کوئی شخص اپنی حاجت لے کر آتا تو آپ اُس وقت تک وہیں ٹھہرے رہتے جب تک وہ شخص خود اجازت حاصل نہ کرتا۔ اگر کوئی حاجت پیش کرتا تو اُسے خالی ہاتھ نہ لوٹاتے۔ کچھ بھی میسر نہ آتا تو دل نواز سخن سے مالا مال فرما دیتے۔ آپ تمام لوگوں سے وسیع القلب اور وسیع الاخلاق تھے۔ آپ سب کے لیے بمنزلہ باپ کے تھے اور سب کے حقوق آپ کی نظر میں یکساں تھے۔ اسی لیے ابنِ ابی ہالہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کی توصیف کرتے ہوئے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمیشہ پھول کی مانند کھلے رہتے، خوش اخلاق اور نرم خو تھے۔ آپ بداخلاق، سنگدل، بازاروں میں آواز بلند کرنے والے، گالی گلوچ سے کام لینے والے، دوسروں میں کیڑے نکالنے والے، اور چاپلوس وغیرہ ہرگز نہیں تھے۔ جس چیز کی ضرورت نہ ہوتی اس کی جانب توجہ نہ فرماتے۔ کوئی طلبگار اس بارگاہ بیکس پناہ سے بے بس نہ لوٹتا۔ ارشادِ خداوندی ہے:

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ [1] (الآیہ)	تو کیسی کچھ اللہ کی مہربانی ہے کہ اے محبوب! تم ان کے لیے نرم دل ہوئے

دوسرے مقام پر اسی سلسلے میں ارشادِ باری تعالیٰ یوں ہے:

اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ السَّیِّئَةَ [2]	سب سے اچھی بھلائی سے برائی کو دفع کرو۔

اگر کوئی شخص آپ کی دعوت کرتا تو ضرور قبول فرماتے۔ ہدیہ اگرچہ کتنا ہی ہلکا کیوں نہ ہوتا،

---

[1] پ ۴، سورہ آلِ عمران، آیت ۱۵۹

[2] پ ۱۸، سورہ المؤمنون، آیت ۹۶

marfat.com

قبول فرما لیتے اور اُس کا بدلہ دیتے تھے۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے دس برس رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت کی لیکن آپ نے کبھی اُف تک نہ کہا۔ جب میں نے کوئی کام کیا تو آپ نے کبھی یہ نہیں فرمایا کہ تُونے ایسا کیوں کیا؟ اور اگر میں نے کوئی کام نہ کیا تو کبھی یہ نہیں فرمایا کہ فلاں کام کیوں نہ کیا؟ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بہتر کسی کا اخلاق نہیں تھا۔ جب بھی آپ کے صحابہ یا اہلِ بیت میں سے کسی نے آپ کو بلایا تو فوراً تشریف لے جاتے۔ حضرت جریر بن عبداللہ رضی تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ جب سے میں مسلمان ہُوا ہُوں کبھی مجھے آپ نے اپنے پاس آنے سے منع نہیں فرمایا اور جب بھی میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا تو تبسّم فرماتے ہی دیکھا۔ فخرِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے اصحاب کی دلنوازی فرماتے، اُن سے خندہ پیشانی کے ساتھ گفتگو کرتے۔ اُن کے بچّوں کی دلجوئی کرتے اور انھیں گود میں اٹھالیا کرتے تھے۔ ہر آزاد، غلام، لونڈی اور مسکین کی دعوت قبول فرمالیتے۔ مدینہ منورہ کے کسی گوشے میں بھی کوئی بیمار پڑجاتا تو اس کی عیادت کرتے اور عُذرخواہ کا عُذر قبول فرمایا کرتے تھے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ کوئی شخص آپ کے گوشِ مبارک سے بات کرنے کی خاطر مُنہ لگاتا تو آپ سر کو ہرگز پیچھے نہیں ہٹاتے تھے، یہاں تک کہ وہ شخص خود ہٹ جاتا۔ جب بھی کسی نے آپ کے دستِ مبارک کو پکڑا تو آپ نے کبھی اپنا ہاتھ نہ چھڑایا جب تک وُہ خود نہ چھوڑتا۔ صحابہ کرام سے مصافحہ کرنے میں پہل کرتے۔ جب بھی کوئی شخص ملتا تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اسے پہلے سلام کرتے۔ اپنے اصحاب کے درمیان کبھی اِس طرح پاؤں پھیلا کر نہیں بیٹھے جس سے دُوسرے کو تنگی ہو۔ جو شخص آپ کے پاس حاضر ہوتا اُس کی عزت کرتے۔ بعض اوقات کپڑا پھیلا دیتے اور اپنا تکیہ عنایت فرمادیتے۔ اگر کوئی صحابی انکار کرتا تو آپ اصرار کرکے بٹھاتے اور قسم تک دیتے۔ صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو آپ پیارے پیارے ناموں سے پُکارتے۔ کسی کی بات کو نہ ٹوکتے۔ اگر کوئی کلام میں تجاوز کرتا تو اُسے روک دیتے یا خُود اٹھ کر چلے جاتے۔ دوسری روایت میں متنبہ کرنے یا اٹھ جانے کا ذکر ہے۔ روایت ہے کہ کوئی شخص کسی حاجت کے پیشِ نظر آپ کے پاس آکر بیٹھ جاتا اور آپ اس وقت نماز پڑھ رہے ہوتے تو نماز کو مختصر فرما دیتے تھے۔ اُس کی

marfat.com

ضرورت معلوم کر کے پہلے اُسے فارغ کرتے پھر نماز میں مشغول ہوتے۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔
نزولِ قرآن، وعظ اور خطبے کے علاوہ آپ مُتبسم اور ہشاش بشاش نظر آتے۔
حضرت عبداللہ بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بڑھ کر تبسم کا خوگر اور کسی کو نہیں دیکھا۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ:

کان خدم المدینة یاتون النبی	جب آپ صبح کی نماز پڑھتے تو مدینہ منورہ کے
صلی اللہ علیہ وسلم اذا صلی	خدام اور بچے اپنے اپنے برتن لے کر حاضر
الغداة بآنیتهم فیها الماء فما	ہو جاتے، جن میں پانی بھرا ہوا ہوتا تھا۔
یاتونه بآنیة الا غمس یده فیها	جو پانی کے برتن وہ لاتے اُن میں آپ
وربما کان ذالك فی الغداة	دستِ مبارک ڈبوتے جاتے حالانکہ بعض
الباردة یریدون التبرك۔ (مسلم)	اوقات سخت سردی بھی ہوتی۔ اس طرح
	وہ برکت حاصل کرتے تھے۔

مخلوقِ خدا پر شفقت ورحمت

اس بارے میں خود باری تعالیٰ شانہٗ نے یوں آپ کی تعریف بیان فرمائی ہے:

عَزِیْزٌ عَلَیْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِیْصٌ	جن پر تمہارا مشقت میں پڑنا گراں ہے
عَلَیْكُمْ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ[1]	تمہاری بھلائی کے نہایت چاہنے
	والے مسلمانوں پر کمال مہربان۔
وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ[2]	اور ہم نے تمہیں نہ بھیجا مگر رحمت سارے
	جہان کے لیے۔

بعض مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ یہ آپ کے مخصوص فضائل سے ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے دو نام آپ کو عطا فرمائے جیسا کہ ارشادِ خداوندی ہے کہ میرا محبوب ایمان والوں پر رؤف ورحیم ہے۔
اُمت پر آپ کس درجہ مہربان تھے، اس کا اندازہ اس واقعے سے کیا جا سکتا ہے کہ جب قریش نے

---

[1] پ ۱۱، سورہ التوبہ، آیت ۱۲۸ [2] پ ۱۷، سورہ الانبیاء، آیت ۱۰۷

marfat.com

آپ کی تکذیب کی اور پیغامِ الٰہی کو قبول کرنے سے انکار کر دیا، تو جبرئیل علیہ السلام بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوئے کہ اللہ تعالیٰ نے اُس جواب کو سُن لیا ہے جو قوم کی طرف سے آپ کو ملا ہے۔ پروردگارِ عالم نے پہاڑوں کے نگران فرشتے کو بھیجا ہے، جو بھی آپ حکم فرمائیں گے یہ آپکے حکم کی تعمیل کرے گا۔ ملک جبال نے بارگاہِ بیکس پناہ میں سلام عرض کیا اور کہا کہ حضور! اگر آپ فرمائیں تو تعمیلِ ارشاد میں مکہ مکرمہ کے پہاڑ کو اٹھا کر کافرانِ قریش پر رکھ دوں۔ یہ سماعت فرما کر اُس مجسمِ رحمت نے صفحۂ تاریخِ عالم پر یہ عظیم الشان فیصلہ ثبت فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اِن کی نسلوں سے ایسے لوگ پیدا فرمائے گا جو خدا کا کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے اور صرف ایک خدائے بزرگ و برتر کی عبادت کریں گے۔ میں اِس بارے میں پُر امید ہُوں۔

ابن منکدر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ حضرتِ رُوح الامین علیہ السلام نے بارگاہِ مصطفوی میں عرض پیش کی کہ اللہ ربّ العزت نے آسمانوں، زمینوں اور پہاڑوں کو حکم فرما دیا ہے کہ وہ آپ کی اطاعت کریں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، میں اپنی اُمت کے بارے میں دُور رس نتائج پر نظر رکھے ہُوئے ہوں کیونکہ ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں توبہ کی توفیق مرحمت فرما دے[1]۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ جب بھی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دُو امور میں سے ایک کو اختیار کرنے کا حکم ملا تو آپ آسان ہی کو اختیار فرماتے۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمارے پریشان خاطر ہونے کے خوف سے گاہے بگاہے ہماری دلجوئی فرماتے رہتے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ ایک روز میں اپنے اُونٹ پر سوار ہو گئی جس میں شدت تھی۔ میں نے اُسے اِدھر اُدھر دوڑانا شروع کر دیا تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نرمی اختیار کرنے کا حکم فرمایا۔

وفا، ایفائے عہد، صلہ رحمی

ابو داؤد نے حضرت عبد اللہ بن ابی حمسا سے روایت کی۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے

---

[1] خطا کار سے درگزر کرنے والا
بد اندیش کے دل میں گھر کرنے والا

marfat.com

اعلان نبوت سے پہلے آپ کے ساتھ خرید وفروخت کی تھی۔ آپ کا کچھ مال میرے ذمے باقی رہ گیا تھا۔ میں نے وعدہ کیا تھا کہ ابھی لے کر حاضر ہوتا ہوں، آپ اسی جگہ تشریف رکھیں۔ میں اس وعدے کو بھول گیا اور تین روز کے بعد مجھے یاد آیا تو مال لے کر آپ کی جانب چل پڑا۔ دیکھا کہ آپ اسی جگہ انتظار فرما رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا: اے نوجوان! تم نے مجھے مشقت میں ڈال دیا، میں یہاں تین روز سے تمہارا انتظار کر رہا ہوں۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں جب ہدیہ پیش کیا جاتا تو فرماتے: اِسے فلاں عورت کے گھر پہنچا دو کیونکہ وہ خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی سہیلی ہے اور اُن سے محبت کیا کرتی تھی۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ جتنا غبطہ میں حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر کیا کرتی اتنا کسی دوسری عورت پر نہیں کیا کیونکہ میں سنتی تھی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اکثر اُن کا تذکرہ فرماتے۔ آپ بکری ذبح کرتے تو اُن کی سہیلیوں کے لیے ہدیہ بھیجتے۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ہمشیرہ نے ایک دفعہ دروازے پر اجازت طلب کی تو آپ اُن کی آواز سن کر بیحد خوش ہوئے اور اُن کی جانب لپکے۔ اسی طرح ایک عورت آپ کے پاس آئی تو بڑے احسن طریقے سے اُس کا حال دریافت فرمایا اور جب وہ چلی گئی تو فرمایا: یہ خدیجہ کے زمانے میں آیا کرتی تھی اور حسنِ عہد ایمان کی نشانی ہے۔

بعض حضرات نے آپ کے اوصاف میں بیان کیا ہے کہ آپ ذی رحم میں صلہ رحمی فرماتے لیکن اُن میں افضلیت کا لحاظ ضرور کرتے تھے۔ آپ نے اپنی نواسی امامہ بنت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اٹھا کر نماز پڑھی۔ جب آپ سجدے میں جاتے تو اُنہیں زمین پر اُتار دیتے اور جب قیام کرتے تو پھر اُٹھا لیتے۔ حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ سرورِ کون ومکاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں نجاشی (شاہِ حبشہ) کا وفد آیا تو آپ نے اُن کی خود خاطرداری فرمائی۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم عرض گزار ہوئے کہ یا رسول اللہ! خدمت کے لیے ہم کافی ہیں۔ تاجدارِ دوجہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان لوگوں نے اپنے ملک میں ہمارے ساتھیوں کی دل کھول کر خاطر مدارات کی تھی، میں اُس کا بدلہ چکانا چاہتا ہوں۔

قبیلہ ہوازن کے قیدیوں میں آپ کی رضاعی ہمشیرہ شیما بھی تھیں۔ آپ نے

marfat.com

اُنھیں پہچان لیا اور اُن کے لیے اپنی چادر بچھادی۔ اِس کے بعد فرمایا کہ اگر تم ہمارے پاس رہنا چاہتی ہو تو بڑے اعزاز و اکرام سے رکھا جائے گا اور اگر واپس جانا چاہو تو مع اپنے ساز و سامان واپس جا سکتی ہو۔ انھوں نے اپنی قوم میں واپس جانا پسند کیا تو آپ نے کافی سامان دے کر اُنھیں واپس بھیج دیا۔ حضرت ابو طفیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں نے بچپن میں دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس ایک عورت آئی۔ جب قریب ہوئی تو آپ نے اس کے لیے اپنی چادر بچھادی۔ وُہ بیٹھ گئی۔ میں نے پُوچھا: یہ عورت کون ہے؟ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے فرمایا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رضاعی والدہ ہے۔

عمرو بن سائب رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور ایک روز تشریف فرما تھے کہ آپ کا رضاعی باپ آگیا، تو آپ نے اُن کے لیے کپڑا بچھا دیا، جس پر وُہ بیٹھ گئے۔ اِس کے بعد رضاعی والدہ آگئیں، اُن کے لیے کپڑے کا دُوسرا حصّہ پھیلا دیا، جس پر وُہ بیٹھ گئیں۔ پھر ان کے بعد آپ کا رضاعی بھائی آگیا، تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کھڑے ہو گئے اور اُنھیں اپنے سامنے بٹھایا۔ رسولِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی رضاعی والدہ ثویبہ کے لیے کپڑے بھیجا کرتے تھے جنھیں ابُولہب نے آزاد کر دیا تھا۔ جب وُہ فوت ہو گئیں تو آپ نے اُن کے قریبی رشتہ داروں کے بارے میں دریافت کیا، تو معلوم ہُوا کہ اُن کا کوئی قریبی رشتہ دار نہیں ہے۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے سرورِ کون و مکاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تسلّی دیتے ہُوئے کہا تھا کہ آپ مطمئن رہیں، اللہ تعالیٰ آپ کو کبھی رُسوا نہیں ہونے دے گا کیونکہ آپ صلہ رحمی کرتے، عاجزوں سے بوجھ دُور ہٹاتے، غرباء کو مال مرحمت فرماتے، مہمان نوازی کرتے اور حقوق اللہ میں لوگوں کی مدد فرماتے ہیں۔ ورقہ بن نوفل نے بھی نبی آخر الزماں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے یہی اوصاف بیان کیے تھے جن کا حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اظہار فرمایا ہے۔

تواضع اور انکساری

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سب سے زیادہ متواضع تھے۔ اس بارے میں طالب حقیقت کے لیے یہی دلیل کافی ہے کہ باری تعالیٰ شانہٗ نے آپ کو اختیار دیا تھا کہ نبی بادشاہ ہونا چاہتے ہیں یا نبی عبد۔ آپ نے نبی عبد بننے کو پسند فرمایا۔ حضرت اسرافیل علیہ السلام نے اس وقت کہا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی اس

marfat.com

تواضع کے باعث یہ مقرر فرمایا ہے کہ قیامت میں جملہ بنی آدم کے سردار آپ ہوں گے، سب سے پہلے آپ قبرِ انور سے باہر تشریف لائیں گے اور سب سے پہلے آپ گنہگاروں کی شفاعت فرمائیں گے۔

ابو داؤد نے حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عصائے مبارک پر ٹیک لگاتے ہوئے ہمارے پاس تشریف لائے۔ ہم تعظیم بجالانے کی خاطر کھڑے ہوگئے۔ فرمایا: عجمیوں کی طرح مت کھڑے ہوا کرو۔ جو آپس میں ایک دُوسرے کی غایت درجہ تعظیم کرتے ہیں۔ اس کے ساتھ ہی ارشاد فرمایا کہ مَیں بھی اللہ تعالیٰ کا بندہ ہُوں۔ جیسے دُوسرے بندے کھاتے ہیں مَیں بھی کھاتا ہُوں اور جس طرح دُوسرے بیٹھتے ہیں ویسے ہی مَیں بیٹھتا ہُوں۔

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم گدھے کی سواری بھی فرمایا کرتے تھے اور اپنے ساتھ سواری پر دوسرے کو بٹھا بھی لیتے تھے۔ مساکین کی تیمارداری کرتے اور غریبوں کی مجلس میں بیٹھ جاتے۔ غلاموں کی دعوت بھی قبول فرمالیتے اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے اکثر مجالست رکھتے اور مجلس میں اُن کے درمیان جہاں جگہ ملتی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وہیں بیٹھ جاتے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ والی روایت میں ہے کہ فخرِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، میری تعریف میں اس قدر مبالغہ نہ کرنا جتنا نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شان میں مبالغہ کیا تھا (یعنی انہیں خدا یا خدا کا بیٹا کہنے لگے) میں تو خدا کا بندہ ہُوں۔ میرے متعلق یہی کہنا کہ وُہ اللہ تعالیٰ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک کم عقل عورت بارگاہِ رسالت میں حاضر ہُوئی اور کہنے لگی کہ مجھے آپ سے ایک کام ہے۔ آپ نے فرمایا، اے فلاں کی والدہ! بیٹھ جاؤ، مدینہ منورہ میں جہاں بھی آپ کا کام ہوگا، پُورا کروں گا (ان شاء اللہ تعالیٰ)۔ جب تک اُس عورت کی حاجت پُوری نہ ہوگئی اُس وقت تک بیٹھی رہی اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی اُس وقت تک وہیں تشریف فرما رہے[۱]۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ

---

[۱] وہ اپنے پرائے کا غم کھانے والا ۔۔۔ مصیبت میں غیروں کے کام آنے والا (حالی)

عدی ہی فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم گدھے پر بھی سواری فرمایا کرتے تھے اور غلاموں تک کی دعوت قبول کرنے میں تامل نہیں ہوتا تھا۔ جس روز بنی قریظہ قتل ہوئے اُس روز آپ ایک ایسے گدھے پر سوار تھے جس پر کھجور کی رسیوں کا پالان تھا۔ اگر جَو کی روٹی یا رنگ بدلی ہوئی چربی سے پکایا ہوا کھانا کھانے کے لیے بھی آپ کو بلایا جاتا تو انکار نہ کرتے۔

اُن سے ہی روایت ہے کہ حج کے وقت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایسے کجاوے پر جلوہ افروز تھے جس کے اُوپر معمولی سی چادر تھی، جس کی قیمت صرف چار درہم تھی۔ اُس موقع پر آپ نے دُعا کی کہ اے پروردگار! یہ فریضۂ حج ریاکاری سے قطعاً خالی رہے۔ اِس موقع پر بہت فتوحات ہُوئیں۔ ایک سو اُونٹوں کا ہدیہ بھی آپ کی بارگاہ میں پیش کیا گیا تھا۔

جب مکہ مکرمہ فتح ہُوا اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لشکرِ اسلام کو لے کر فاتحانہ داخل ہو رہے تھے تو تواضع سے سواری پر اپنا سرِ اقدس اِتنا جھکایا ہُوا تھا کہ گھٹنوں سے لگتا تھا۔ آپ کی تواضع کا عالم تو یہ ہے کہ مجھے یونس بن متی علیہ السلام پر فضیلت نہ دو اور انبیائے کرام میں سے ایک کو دُوسرے پر فضیلت نہ دو اور مجھے موسیٰ علیہ السلام سے نہ بڑھاؤ۔ ابراہیم علیہ السلام سے ہم شک کے زیادہ حقدار ہیں۔ جتنی تکالیف یوسف علیہ السلام کو زنداں میں اٹھانی پڑیں اگر میں اُن سے دوچار ہوتا تو داعیِ اجل کو لبیک کہہ جاتا۔ ایک شخص نے مخاطبے کے وقت آپ کو یَا خَیْرَ الْبَرِیَّۃِ (اے ساری مخلوق سے بہتر) کہا تو آپ نے ارشاد فرمایا: اِس کے مصداق ابراہیم علیہ السلام ہیں۔

یہ تمام ارشادات تواضع کے طور پر فرمائے ہیں ورنہ یہ یقینی بات ہے کہ آپ جملہ انبیائے کرام علیہم السلام سے افضل ہیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ، امام حسن، ابو سعید اور دیگر صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی روایات میں آپ کی افضلیت مذکور ہے۔

بعض حضرات کے ارشادات میں آپ کی تواضع کا مزید بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے گھریلو کاموں میں بھی مشغول ہو جاتے، اپنے کپڑے کی اصلاح کر لیتے، بکری دوہتے، کپڑے کو پیوند لگا لیتے، نعلین مبارک کی سلائی کر لیتے، اپنا ذاتی کام خود کرتے، گھر کا انتظام کرتے، اُونٹ کو خود باندھتے، اُونٹنی کے آگے چارہ ڈال دیتے،

marfat.com

نوکر کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھاتے بلکہ اُس کے ساتھ آٹا گوندھ لیتے اور بازار سے اپنا سودا سلف خود اٹھا کر لے آتے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ اہلِ مدینہ کی لونڈیوں میں سے اگر کوئی آپ سے اعانت و مدد کی طلبگار ہوتی تو آپ اُس کی اعانت فرماتے، جہاں وُہ لے جانا چاہتی وہاں تشریف لے جاتے، حتیٰ کہ اُس کی حاجت پُوری ہو جاتی۔ ایک شخص حاضرِ بارگاہِ رسالت ہُوا تو آپ کی ہیبت سے اُس پر لرزہ طاری ہو گیا۔ حبیب پروردگار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خاطر جمع رکھو، میں کوئی بادشاہ تو نہیں ہوں؛ میں تو ایک قرشی عورت کا بیٹا ہُوں جو خشک گوشت کھایا کرتی تھی۔

حضرت ابُوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ بازار گیا، آپ نے شلوار کے لیے کپڑا خریدا۔ رقم گننے والے سے فرمایا کہ قیمت ادا کر دو بلکہ کچھ زیادہ دے دو۔ حضرت ابُوہریرہ نے سارا واقعہ بیان کیا اور اُس میں یہ بھی فرمایا کہ وُہ دُکاندار رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دستِ کرم کو بوسہ دینے کے لیے لپکا تو آپ نے ہاتھ پیچھے ہٹاتے ہُوئے فرمایا کہ یہ تو اہلِ عجم کا وطیرہ ہے۔ وُہی اپنے بادشاہوں کی ایسی تعظیم کرتے ہیں۔ مَیں کوئی بادشاہ تو نہیں ہُوں بلکہ میں بھی تم میں سے ایک فرد ہُوں۔ اِس کے بعد آپ نے کپڑا اٹھا لیا۔ مَیں اٹھانے کے لیے بڑھا تو آپ نے فرمایا کہ مالک اپنی چیز کو اٹھانے کا زیادہ حق دار ہے۔

عدل، امانت، عفت، صداقت

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمام لوگوں سے بڑھ کر امین اور قول کے سچے تھے۔ آپ کے مخالفین و اعداء کو بھی اِس امر کا اعتراف تھا چنانچہ وہ اعلانِ نبوّت سے پہلے آپ کو امین کہا کرتے تھے۔ ابو اسحٰق کا قول ہے کہ باری تعالیٰ شانہٗ نے چونکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اخلاقِ صالحہ کا مجموعہ بنایا تھا، بایں وجہ آپ کو امین کہا جاتا تھا۔ اکثر مفسرین نے مُطَاعٍ ثَمَّ اَمِيۡنٍ[1] سے محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذاتِ بابرکات مُراد لی ہے۔

---

[1] پ ۳۰، سورۃ التکویر، آیت ۲۱۔ (ترجمہ) جس کا حکم مانا جاتا ہے اور وُہ امانت دار ہے۔

marfat.com

تعمیرِ کعبہ کے وقت جب قریش میں اختلاف رُونما ہوا۔ وجہِ اختلاف یہ تھی کہ حجرِ اسود کو اُٹھا کر کون اُس کی جگہ پر رکھے گا۔ آخر سب اِس بات پر متفق ہو گئے کہ (کل) جو بیت اللہ میں سب سے پہلے داخل ہو وہی حجرِ اسود کو رکھے گا۔ چنانچہ سرورِ کون و مکاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سب سے پہلے داخل ہُوئے حالانکہ یہ آپ کے اظہارِ نبوت سے پہلے کا واقعہ ہے، چنانچہ لوگوں نے آپ کو دیکھتے ہی اِس اعزاز کا اوّلین حق دار ٹھہرایا اور مسرت و شادمانی کا اظہار کرتے ہُوئے کہنے لگے کہ ہم اِس قدرتی فیصلے پر دِل و جان سے راضی ہیں۔

ربیع بن خثیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ طلوعِ اسلام سے پہلے دورِ جاہلیت میں لوگ آپ سے فیصلے کروایا کرتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ خدا کی قسم مَیں آسمانوں اور زمین میں امین ہُوں۔ ترمذی نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ ابُوجہل نے ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کہا کہ ہم آپ کی تکذیب تو نہیں کرتے ہاں جو پیغام آپ لے کر آئے ہیں اُسی کو جھٹلاتے ہیں۔ چنانچہ یہ آیت کریمہ نازل ہُوئی کہ فَاِنَّھُمْ لَا یُکَذِّبُوْنَکَ (الآیہ)[۱]۔ دُوسری روایت میں ہے کہ ہم آپ کو نہیں جھٹلاتے اور نہ ہم میں کوئی آپ کو جھٹلانے والا ہے۔ اخنس بن شریق جنگِ بدر کے موقع پر ابُوجہل سے مِلا اور کہنے لگا کہ اے ابُوالحکم! (دورِ جاہلیت میں یہ قوم کی جانب سے ابُوجہل کا لقب تھا) یہاں میرے اور آپ کے سوا کوئی ہماری گفتگو سُننے والا نہیں، لہٰذا اِس خلوت میں مجھے حقیقت سے مطلع فرمائیے کہ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) سچے ہیں یا جُھوٹے؟ ابُوجہل نے کہا: خدا کی قسم محمد سچے ہیں۔ جُھوٹ تو محمد نے کبھی بولا ہی نہیں۔ (صلی اللہ علیک یا رسول اللہ)

ہرقل (شاہِ روم) نے ابُوسفیان سے پُوچھا کہ اُن (نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے اعلانِ نبوت سے پہلے کیا تم نے یہ دیکھا کہ اُن پر جُھوٹ کی تہمت لگائی گئی ہو؟ ابوسفیان نے جواب دیا کہ ایسا تو قطعاً نہیں ہُوا۔ نضر بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قریش سے

---

[۱] پ ۷، سورہ الانعام، آیت ۳۳

(ترجمہ) تو وہ تمہیں نہیں جھٹلاتے۔

marfat.com

کہا کہ تمہارے درمیان محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کم عمر تھے تو ان کی گفتگو تمہیں سب سے پیاری لگتی تھی اور تم ان کی ہر بات کو سچی جانتے اور اُنھیں سب سے بڑا امانت دار (امین) کہتے تھے لیکن جب وہ پختگی کی عمر کو پہنچے اور تمہارے پاس کلامِ الٰہی لے کر آئے تو اُنھیں جادوگر بتانا شروع کر دیا حالانکہ خدا کی قسم وہ جادوگر ہرگز نہیں ہیں۔

حدیث شریف میں ان سے ہی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے دستِ اقدس سے کسی اجنبی عورت کو کبھی نہیں چھوا تھا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے توصیفِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم گفتگو میں سب سے سچے تھے۔ صحیح حدیث میں ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اعتراض کیا تو آپ نے صرف اتنا فرمایا: تجھ پر افسوس ہے، اگر میں انصاف نہ کروں تو انصاف اور کون کرے گا؛ اگر میں انصاف سے کام نہ لوں تو سراسر میرا ہی نقصان ہے۔

ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ جب بھی اللہ تعالیٰ نے آپ کو دو میں سے ایک کام کرنے کا اختیار دیا گیا تو آپ نے آسان ہی کو اختیار فرمایا جبکہ اُس کے کرنے میں کوئی گناہ نہ ہو ورنہ آپ اُس سے کوسوں دُور رہتے۔

ابو العباس مبرّد نے کہا کہ کسریٰ (شاہِ ایران) نے اپنے دنوں کی تقسیم کر رکھی تھی۔ جس روز ہوا چلتی وہ سونے کا دن تھا، مطلع ابر آلود ہو اُس روز شکار، بارش کے دن مے نوشی اور عیش و عشرت کے لیے اور جس روز مطلع صاف ہوتا وہ دن کام کاج یعنی اُمورِ مملکت انجام دینے کے لیے مقرر تھا۔ ابن خالویہ نے کہا کہ وہ دنیاوی سیاست سے بھی بے بہرہ نکلا، جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

يَعْلَمُوْنَ ظَاهِرًا مِّنَ الْحَيٰوةِ — جانتے ہیں آنکھوں کے سامنے کی دنیاوی

لہ — خطا کار سے درگزر کرنے والا
بد اندیش کے دل میں گھر کرنے والا

(حالی)۔

marfat.com

اَلدُّنْیَا وَھُمْ عَنِ الْاٰخِرَۃِ ھُمْ غَافِلُوْنَ ؀ [1] — زندگی اور وہ آخرت سے پورے بےخبر ہیں۔

لیکن ہمارے آقا و مولیٰ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دن کو تین حصوں میں تقسیم فرمایا ہوا تھا ایک حصہ عبادتِ الٰہی کے واسطے، دوسرا اہل و عیال کے لیے اور تیسرا اپنے واسطے تھا۔ اپنے وقت کو بھی اپنی ذات اور لوگوں کے مابین تقسیم کیا ہوا تھا نیز خاص لوگوں کو عوام الناس کی دستگیری کا حکم دے رکھا اور تلقین فرمائی تھی کہ جو شخص اپنی حاجت ہماری بارگاہ تک نہ پہنچا سکے اُس کی حاجت روائی کرو کیونکہ جو شخص کسی مصیبت زدہ کی حاجت کو پورا کرتا ہے اللہ تعالیٰ اُسے خطراتِ محشر سے امن دے گا۔

حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کسی شخص کو دوسرے کی غلطی کے بدلے نہ پکڑتے تھے اور نہ کسی کی دوسرے سے تصدیق کرواتے تھے۔ ابو جعفر طبری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت نقل فرمائی ہے کہ میں نے زمانۂ جاہلیت کے کسی معمول کا کبھی قصد بھی نہیں فرمایا، ماسوائے دو مواقع کے لیکن اُن دونوں موقعوں پر جب میں نے ارادہ کیا تو مشیّتِ خداوندی درمیان میں حائل ہو گئی۔ اِس کے بعد مَیں نے کبھی کسی ناپسندیدہ کام کا قصد بھی نہیں فرمایا، یہاں تک کہ پروردگارِ عالم نے مجھے نبوت و رسالت کے ساتھ معزز و مکرم فرمایا۔ وہ دو چیزیں جن کا میں نے قصد کیا تھا یہ ہیں کہ ایک لڑکا میرے ساتھ بکریاں چرایا کرتا تھا ایک روز میں نے اُس سے کہا کہ آج میری بھی بکریوں کی نگرانی کرنا کیونکہ میں مکہ مکرمہ جانا چاہتا ہوں۔ وہاں نوجوانوں میں بیٹھ کر دل لگی کی باتیں کرنے کا ارادہ تھا۔ اسی مقصد کے تحت میں شہر کی جانب روانہ ہو گیا۔ مکہ مکرمہ کے پہلے ہی مکان سے دف اور مزامیر بجائے جا رہے تھے کیونکہ شادی کی تقریب تھی۔ مَیں سُننے کے لیے نزدیک ہی بیٹھ گیا لیکن حیران تھا کہ میری قوتِ سامعہ جواب دے گئی تھی اور اِس کے بعد مجھے نیند آ گئی یہاں تک کہ سورج کی گرمی نے ہی مجھے بیدار کیا۔ غرضیکہ جیسا میں آیا تھا ویسا ہی واپس لوٹ گیا اور کچھ بھی نہ سُن سکا۔ اِسی قسم کا

---

[1] پ ۲۱، سورہ الروم، آیت ۷

marfat.com

واقعہ دوسری مرتبہ پیش آیا۔ ان کے علاوہ کبھی میں نے کسی بڑے کام کا ارادہ تک نہیں کیا۔

وقار، خاموشی، سنجیدگی، مروّت اور حسن سلوک

ابوداؤد نے خارجہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ سرورِ کون و مکان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی مجلس میں کبھی پاؤں نہ پھیلاتے بلکہ سب سے زیادہ باوقار نظر آتے تھے۔ ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ رسولِ معظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے دونوں ہاتھوں سے احتباء فرمایا کرتے تھے اور اکثر و بیشتر آپ اسی طرح بیٹھتے تھے کہ دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کو ایک دوسری میں ڈال کر دونوں گھٹنوں کا گھیرا کر لیتے اور زانوؤں کو کھڑا رکھتے۔ (اسی کو احتباء کہتے ہیں)

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم چار زانو بھی بیٹھ جاتے تھے اور کبھی کبھار دونوں گھٹنوں اور زانوؤں کو پیٹ سے ملا کر بھی بیٹھتے تھے۔

آپ عموماً خاموش رہتے اور ضرورت کے بغیر کلام نہ فرماتے۔ اگر کوئی شخص سنجیدگی سے گفتگو نہ کرتا تو اس کی جانب سے منہ پھیر لیتے۔ آپ کا ہنسنا تبسم تک محدود تھا۔ کلام واضح ہوتا۔ اس میں کوئی بے مقصد بات ہوتی نہ کسی قسم کی کمی۔ آپ کی تعظیم اور اتباع کے باعث صحابہ کرام کا ہنسنا بھی بارگاہِ مصطفوی میں صرف تبسم کی حد تک رہتا تھا۔ آپ کی محفل علم و حیاء اور خیر و خوبی کا مرقع ہوتی تھی۔ بارگاہِ مصطفوی میں آوازیں بلند کرنے یا کسی کے خلاف الزام تراشی کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ جب وہ معلم کائنات اپنی زبانِ حق ترجمان سے علم و حکمت اور رشد و ہدایت کے گوہر لٹاتا تو سامعین حضرات اپنے سر جھکا لیتے اور اس طرح ہمہ تن گوش ہو کر سنتے گویا ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہوئے ہیں۔

آپ کی یہ عادت مبارکہ تھی کہ آگے کی جانب قدرے جھک کر آرام سے چلتے تھے، جیسے چڑھائی سے اترائی کی جانب آتے ہیں۔ دوسری حدیث میں ہے کہ آپ چلتے وقت ہوشیار رہتے تھے کیونکہ اس سے کسی قسم کی تنگی اور سستی نہیں ہوتی۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اچھی ہدایت محمد رسول اللہ

marfat.com

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی روایت ہے۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ نبی اکرم نورِ مجسم، فخرِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کلام میں آہستگی اور ترتیل تھی۔ ابن ابی ہالہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خاموشی حلم، احتیاط، تدبر اور تفکر کی آئینہ دار ہوتی تھی۔ ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس طرح گفتگو فرماتے تھے کہ اگر کوئی آپ کے کلمات کو شمار کرنا چاہے تو شمار کر سکتا تھا۔

آپ کو خوشبو سے محبت تھی اور اس کا بکثرت استعمال کرتے تھے۔ خوشبو کی تاکید کرتے ہوئے فرماتے کہ تمہاری دنیا کی چیزوں میں سے دو چیزوں کی محبت میرے دل میں ڈالی گئی ہے یعنی عورتوں اور خوشبو کی۔ لیکن میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔ آپ کی مروت کا یہ عالم تھا کہ کھانے پینے کی چیزوں میں پھونک مارنے سے منع فرمایا کرتے تھے اور اپنے سامنے سے کھانے کی تلقین فرمایا کرتے۔ مسواک کرنے، ہاتھ پاؤں کی انگلیوں کو صاف رکھنے اور خصائلِ فطرت کو معمول بنانے کا حکم فرمایا کرتے تھے۔ براجم اور رواجب سے مراد انگلیوں کی گرہیں (گانٹھیں) ہیں، ہتھیلی کے اندر اور باہر دونوں جانب سے صفائی رکھنی چاہیے اور فطرتی یا پیدائشی خصائل دس ہیں۔ جن میں سے مونچھوں کا کترانا، بغلوں کے بال اکھاڑنا اور زیرِ ناف بالوں کی صفائی کرنا ہے۔

دنیا سے بے رغبتی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زہد کے بارے میں طالبِ حقیقت کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ دنیا کے مال و متاع اور اس کی آرائشوں سے آپ نے ایسی حالت میں بھی اجتناب فرمایا جبکہ وہ آپ کے قدموں میں بکھری پڑی تھی اور پے در پے فتوحات ہو رہی تھیں۔ حتیٰ کہ اسی بے رغبتی کی حالت میں آپ نے دنیا کو خیرباد کہا اور اس وقت خانگی اخراجات کے باعث آپ کی زرہ ایک یہودی کے پاس رہن رکھی ہوئی تھی۔ آپ دعا مانگا کرتے تھے کہ اے اللہ! آلِ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہم وبارک وسلم) کو اتنا رزق دے کہ وہ اپنی زندگیاں باقی رکھ سکیں۔

ابن ابی شیبہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی ظاہری حیات میں کبھی سیر ہو کر متواتر تین دن

marfat.com

کھانا نہیں کھایا۔ دوسری روایت میں ہے کہ کبھی متواتر دو دن سیر ہو کر جَو کی روٹی نہیں کھائی، حالانکہ اگر آپ چاہتے تو باری تعالیٰ شانہٗ اتنا عطا فرماتا رہتا کہ وہم و گمان بھی اس کا اندازہ نہ کر سکتے۔ ایک اور روایت میں ہے کہ آلِ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے کبھی سیر ہو کر گندم کی روٹی نہیں کھائی، یہاں تک کہ اپنے مالکِ حقیقی سے جا ملے۔

ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بوقتِ وصال نہ تو ترکے میں درہم و دینار چھوڑے اور نہ اونٹ بکری وغیرہ۔ حضرت عمرو بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ سرورِ کون و مکاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کوئی ترکہ نہیں چھوڑا، وصال کے وقت آپ کے جنگی ہتھیار تھے، ایک خچر تھا اور کچھ زمین تھی لیکن یہ تمام چیزیں صدقے کے طور پر لوگوں کو عنایت فرما دی تھیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جدائی کے وقت میرے گھر میں صرف تھوڑے سے جَو تھے جنہیں میں نے کُٹھلیا میں ڈالا ہوا تھا، ان کے علاوہ میرے گھر میں کوئی ایسی چیز نہ تھی جسے کوئی جاندار کھا سکے۔ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مجھ سے فرمایا:

انی عرض علی ان تجعل لی بطحاءَ مکۃ ذھبًا فقلت لا یارب اجوع یومًا واشبع یومًا۔ فاما الیوم الذی اجوع فیہ فاتضرع الیک وادعوک واما الیوم الذی اشبع فیہ فاحمدک واثنی علیک۔ (ص ۳۳)	میرے سامنے یہ پیشکش رکھی گئی کہ بیر بطحا مکہ کی وادی سونے کی بنا دی جائے۔ میں نے گزارش کی، اے رب! میں ایک روز بھوکا اور دوسرے روز شکم سیر رہنا چاہتا ہوں کیونکہ جس روز میں بھوکا رہوں گا تو تیری بارگاہ میں گریہ و زاری پیش کروں گا اور دستِ دعا دراز کیا کروں گا اور جس روز سیر ہوں گا تو تیری حمد و ثنا بیان کیا کروں گا۔

دوسری حدیث میں ہے کہ جبرئیل علیہ السلام بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوئے کہ:

marfat.com

ان الله تعالیٰ یقرءك السلام ویقول لك أتحب ان اجعل هٰذہ الجبال ذھبا وتكون معك حیثما كنت فاطرق ساعة ثم قال صلی الله تعالیٰ علیہ وسلم یا جبریل ان الدنیا دار من لا دار لہ ومال من لا مال لہ قد یجمعھا من لا عقل لہ فقال لہ جبریل علیہ السلام ثبتك الله یا محمد بالقول الثابت۔ (ص۲۳)

بے شک اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے سلام بھیجا ہے اور فرمایا ہے کہ اگر آپ چاہیں تو آپ کے لیے اس پہاڑ کو سونا بنا دیا جائے اور جہاں کہیں بھی آپ تشریف فرما ہوں یہ آپ کے ساتھ ہے۔ آپ نے تھوڑی سی دیر سر جھکائے رکھا پھر فرمایا، اے جبرئیل! دنیا اُس شخص کا گھر ہے جس کا کوئی ٹھکانہ نہیں اور اُس کا مال ہے جس کے پاس حقیقی دولت نہیں۔ اِسے وہی شخص جمع کرتا ہے جس کے پاس عقل و خرد کا توڑا ہو۔ جبرئیل علیہ السلام عرض گزار ہوئے کہ اے ممدوحِ پروردگار! اللہ تعالیٰ نے آپ کو حقیقت آشنائی والے مقام پر ثابت قدم رکھا ہوا ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ ہم ایسے آلِ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم) ہیں کہ بعض اوقات سارا مہینہ گزر جاتا لیکن ہمارے گھر میں آگ روشن کرنے کی نوبت ہی نہ آتی۔ صرف کھجوروں اور پانی پر ہی گزر اوقات ہوتی رہتی۔ حضرت عبدالرحمٰن بن محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ فخرِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پردہ فرمانے تک کبھی سیر ہو کر جَو کی روٹی بھی نہ کھائی اور یہی حالت آپ کے گھر والوں کی رہی۔ اسی

لہ ممدوحِ ما نہ حافظ نے یوں نذرِ عقیدت پیش کی ہے، ؎

کُل جہاں مِلک اور جَو کی روٹی غذا
اُس شکم کی قناعت پہ لاکھوں سلام

marfat.com

طرح حضرت عائشہ صدیقہ، ابو امامہ اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بھی مروی ہے۔

حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور آپ کے اہل وعیال بعض اوقات کئی کئی راتیں متواتر اس لیے بھوکے گزار دیتے کہ گھر میں شام کے کھانے کے لیے بھی کوئی چیز نہ ہوتی۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دسترخوان پر کھانا نہیں کھایا اور نہ امراء کی طرح چھوٹی چھوٹی پیالیوں میں کھاتے۔ آپ کے لیے چپاتی کبھی نہیں پکائی گئی اور بکری کا بھنا ہوا گوشت تناول فرمانا بھی ناپسند تھا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ جس بچھونے پر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آرام فرمایا کرتے تھے، وُہ چمڑے کا تھا اور اُس میں کھجور کے ریشے بھرے ہُوئے تھے۔ حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بیان ہے کہ رسولِ معظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا بستر بالوں سے بنی ہُوئی ایک چادر پر مشتمل تھا، جسے ہم دُوہری کر کے بچھا دیا کرتے اور آپ اُس پر آرام فرمایا کرتے تھے۔ حضرت ام المومنین فرماتی ہیں کہ ایک رات ہم نے اُس کی چار تہہ کر کے بچھا دیا۔ صبح ہوتے ہی آپ نے فرمایا کہ آج رات میرے لیے کیا بچھایا تھا؟ ہم نے عرض کیا کہ اُسی چادر کی چار تہیں کر دی تھیں۔ فرمایا: اُسے پہلی طرح ہی بچھایا کرو کیونکہ آج اِس کی نرمی نے مجھے نماز سے روکنے کی کوشش کی تھی۔ جب کبھی چارپائی پر آپ آرام فرما ہوتے جو کھجور کے پتّوں کی رسّی سے بُنی ہوئی ہوتی تو اُس سے آپ کی کروٹوں میں نشان پڑ جایا کرتے تھے۔

ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کبھی پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھایا تھا اور اِس امر کا کسی سے کبھی تذکرہ بھی نہیں فرمایا کیونکہ فاقہ آپ کو شکم سیری سے زیادہ عزیز تھا۔ جب کبھی آپ رات کو بھوکے سوتے تو اگرچہ ساری رات بھوک کے مارے بے قرار رہتے لیکن یہ حالت بھی دن کو روزہ رکھنے کے ارادے میں حائل نہ ہو سکتی۔ اگر آپ چاہتے اور اپنے ربِ کریم سے سوال کرتے تو وُہ مُنعم حقیقی آپ کو بے بہا زمین کے خزانے اور وافر پھل وغیرہ مرحمت فرماتا رہتا، جن کے باعث آپ آرام سے زندگی بسر فرماتے رہتے۔ آپ کے فاقہ کشی کی حالت کو دیکھ کر بعض اوقات میں رُو پڑتی تھی

marfat.com

اِدھر آنکھوں سے قطار اندر قطار آنسو گر رہے ہوتے اور اُدھر آپ کے شکمِ اطہر پر ہاتھ پھیرتی جاتی اور عرض گزار ہوتی کہ قربان جاؤں آپ دنیا سے کم از کم اتنا حصہ تو قبول فرمایا کریں جس سے فاقہ کی اذیت نہ اٹھانی پڑے تو آپ زبانِ حق ترجمان سے فرماتے کہ عائشہ! مجھے دنیا سے کیا سروکار؛ میرے بھائی اولوالعزم پیغمبروں نے اِس سے بھی کٹھن حالات میں صبر کا دامن تھامے رکھا، حتیٰ کہ دنیا سے تشریف لے گئے اور جب باری تعالیٰ شانہٗ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو صبر و قناعت کے باعث وہ عزّ و شرف سے نوازے گئے اور اجرِ عظیم پایا۔ میں محسوس کرتا ہوں کہ اگر دنیا کی زندگی آرام سے بسر کرنے لگوں تو کل مجھے اُن سے کم اجر ملے گا جو میرے لیے یقیناً ندامت کا باعث ہوگا۔ مجھے خدا کے اُن دوستوں کی موافقت سے بڑھ کر کسی چیز کی رغبت نہیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ اِس کے بعد آپ صرف ایک ماہ اس دنیا میں جلوہ افروز رہے اور پھر اپنے مالکِ حقیقی سے جا ملے۔ صلوات اللہ وسلامہ علیہ۔

خوفِ خدا و کثرتِ عبادت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اپنے رب سے ڈرنا، اُس کے احکام کی اطاعت میں کوشاں رہنا اور کثرت سے عبادت کرنا، یہ اُس مخصوص علم کے باعث تھا، جو باری تعالیٰ شانہٗ نے آپ کو مرحمت فرمایا تھا اسی لیے تو سرورِ کون و مکان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جیسا کہ بخاری شریف میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ اُن کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جو کچھ میں جانتا ہوں اگر تم بھی جانتے تو یقیناً کم ہنستے اور زیادہ روتے۔ سنن ترمذی میں حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یُوں تفصیلاً مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

انی ارٰی ما لا ترون واسمع ما	میں وُہ کچھ دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے
لا تسمعون اطت السماء وحق	اور مَیں وہ بھی سُنتا ہوں جو تم نہیں سُنتے۔
لہا ان تئط ما فیہا موضع اربع	آسمان چرچراتے ہیں اور یہ درست ہے
اصابع الا وملک واضع	کیونکہ اُن پر چار انگشت جگہ بھی ایسی
جبہتہ ساجد اللہ تعالیٰ	نہیں جہاں کسی فرشتے نے اللہ تعالیٰ

marfat.com

واللہ لو تعلمون ما اعلم لضحکتم قلیلاً ولبکیتم کثیراً وما تلذذتم بالنساء علی الفرش ولخرجتم الی الصعدات تجأرون الی اللہ تعالیٰ۔
(ص ۳۲)

کے لیے اپنی پیشانی سجدے میں رکھی ہوئی نہ ہو۔ خدا کی قسم، جو میں جانتا ہوں اگر تم بھی جانتے تو یقیناً تمہارا ہنسنا گھٹ جاتا اور رونا بڑھ جاتا اور فرشِ زمین پر اپنی بیویوں سے لطف اندوز ہونا چھوڑ دیتے اور باری تعالیٰ شانہٗ کی بارگاہ میں گریہ وزاری کرتے ہوئے جنگلوں کی طرف نکل جاتے۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ فخرِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کثرت سے نماز پڑھا کرتے تھے کہ آپ کے قدم مبارک متورم ہو جاتے تھے۔ جب بارگاہِ رسالت میں یہ گزارش کی گئی کہ حضور! آپ اتنی تکلیف کیوں اٹھاتے ہیں جب کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی اگلی پچھلی تمام لغزشوں کو معاف فرما دیا ہے، تو اُس فخرِ انسانیت نے جواب دیا: کیا میں شکرگزار بندہ نہ بنوں؟ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جملہ معمولات میں ہمیشگی ہوتی تھی۔ دُوسرا کون شخص ہے جو ایسی طاقت رکھتا ہو؟ آپ فرماتی ہیں: سرورِ کون ومکان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم روزے رکھنے شروع کر دیتے تو ہمیں گمان گزرتا تھا کہ اب افطار نہیں فرمائیں گے اور افطار کرتے تو ایسا معلوم ہونے لگتا کہ اب روزے نہیں رکھیں گے۔ اسی کے مطابق حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی روایت ہے وُہ فرماتے ہیں کہ اگر تُو چاہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھوں تو یقیناً انھیں نماز پڑھتے ہوئے پائے گا اور اگر تیری خواہش یہ ہو کہ آرام فرمانے کی حالت میں آپ کو دیکھوں تو آرام فرماتے ہوئے ہی نظر آئیں گے۔

حضرت عوف بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک رات میں سرورِ کون ومکان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں موجود تھا۔ آپ نے مسواک کی، پھر نماز پڑھنے میں مصروف ہو گئے۔ میں بھی آپ کے ساتھ نماز پڑھنے لگا۔ فخرِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ

marfat.com

وسلم نے نماز میں سورۂ بقرہ پڑھنی شروع کر دی اور اس طرح کہ رحمت کی آیت پر ٹھہر جاتے اور اللہ تعالیٰ سے رحمت کا سوال کرتے۔ اسی طرح عذاب کی آیت پر ٹھہر جاتے اور عذاب الٰہی سے پناہ مانگتے۔ سورۂ بقرہ اِس طرح پڑھتے ہُوئے جب ختم ہُوئی تو آپ نے رکوع کیا اور رکوع کی حالت میں اُتنی ہی دیر رہے جتنی دیر قیام کیا تھا۔ رکوع کی حالت میں یہ کہتے تھے سُبْحَانَ ذِی الْجَبَرُوْتِ وَالْمَلَکُوْتِ وَالْعَظَمَةِ۔ پھر سجدہ کیا اور اس میں بھی یہی پڑھتے رہے۔ دُوسری رکعت میں سورۂ آلِ عمران کی تلاوت کی، تیسری میں اُس سے اگلی اور چوتھی میں اُس سے اگلی پڑھی۔ قرأت کا طریقہ وہی تھا جو مذکور ہُوا۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی اسی طرح مروی ہے۔ لیکن انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سجدے میں بھی اُتنی ہی دیر رہے جتنی دیر قیام کیا تھا اور دونوں سجدوں کے درمیان بھی اسی قدر بیٹھے رہے آپ نے قیام کے دوران سورۂ بقرہ، سورۂ آلِ عمران، سورۂ نساء، اور سورۂ مائدہ پڑھی تھیں۔

ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ایک رات نماز پڑھنے میں مصروف ہُوئے اور ساری رات ایک آیت کی بار بار تلاوت ہی میں گزار دی۔ حضرت عبداللہ بن شخیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ ایک رات میں بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوا تو اُس وقت آپ نماز پڑھنے میں مصروف تھے اور آپ کے شکم مبارک سے ایسی آواز آ رہی تھی جیسے ہانڈی کھولتی ہے۔

حضرت ابن ابی ہالہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم اکثر غمناک اور دائم الفکر رہتے تھے۔ آپ کو آرام و راحت سے کوئی دلچسپی نہ تھی۔ سرورِ کون و مکاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں روزانہ اللہ تعالیٰ سے ایک سو مرتبہ بخشش و مغفرت کی دُعا کرتا ہُوں۔ دُوسری روایت میں ستر مرتبہ کا ذکر ہے۔

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الشفاء میں فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ

لہ پاک ہے وُہ ذات جو حقیقی طاقت، حکومت اور عظمت والی ہے۔

marfat.com

ہمیں اور تمہیں نیک توفیق دے۔ جملہ انبیاء و مرسلین صلوات اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی کمال تخلیق، حُسنِ صورت، شرافتِ نسب، حُسنِ اخلاق اور دیگر محاسنِ عالیہ میں یہی حالت تھی کیونکہ یہی اوصاف توصفاتِ کمال ہیں لہٰذا حضرات انبیائے کرام ہر کمال، بشری اوصاف اور جملہ فضائل سے بھرپور رہتے ہیں کیونکہ اُن کا مرتبہ سب سے بلند و بالا اور اُن کا درجہ سب سے ارفع و اعلیٰ ہوتا ہے لیکن فضائل کے میدان میں اُنھیں بھی پروردگارِ عالم نے ایک کو دوسرے پر فضیلت دی ہے جیساکہ باری تعالیٰ شانہٗ نے اپنے آخری پیغام میں فرمایا ہے کہ تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ[1] یعنی یہ رسول ہیں ہم نے اِن کے بعض کو دوسرے بعض پر فضیلت دی ہے۔ اِس کے بعد قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے بکثرت احادیث نقل کی ہیں جو بعض انبیائے کرام کے فضائل و کمالات کو ظاہر کر رہی ہیں لیکن میں (تکرار کے خوف سے) اُن کے نقل کرنے کی اس جگہ ضرورت محسوس نہیں کرتا۔

شمائلِ نبوی اور دیگر متعلقہ اوصاف

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ قارئین کرام سے فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو عزت بخشے! ہم نے آپ کے سامنے نبیِ آخرالزماں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اخلاقِ حمیدہ، فضائل مجیدہ اور متعدد خصائلِ کمالیہ بیان کیے ہیں اور ان اخلاق و خصائلِ حمیدہ کا فخر دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے ثابت و صحیح ہونا مبرہن کیا ہے اور اس سلسلے میں صرف بعض آثار نقل کرنے پر ہی قناعت کی ہے حالانکہ حقیقتِ نفس الامری نہایت وسیع ہے۔ آپ کے بارے میں اس میدان کی وسعت اِتنی ہے کہ اُس تک پہنچنے کی ہر طویل سے طویل تر رسی بھی کوتاہ اور ناکافی ہو کر رہ جاتی ہے۔ آپ کے خصائص کے علم کا سمندر تو یقیناً ٹھاٹھیں مار رہا ہے جسے ڈول مکدر نہیں کر سکتے لیکن (بخوفِ طوالت) ہم نے بعض معروف احادیث ہی پیش کی ہیں، جن میں سے اکثر صحیح بخاری اور دیگر مشہور تصانیف میں موجود ہیں، جبکہ اُن میں سے

---

[1] پ ۳۔ سورۂ بقرہ، آیت ۲۵۳

marfat.com

بھی ہم نے ایک قلیل حصے ہی پر اکتفا کیا ہے۔ ہماری خواہش ہے کہ ان فصلوں کو اُن احادیث پر ختم کریں جو امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ابو ہالہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جمع کی تھیں، کیونکہ حلیہ مبارک کے بارے میں یہ بھی کافی ہیں۔

امام ترمذی اور دیگر محدثین نے امام حسن بن علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے نقل کیا ہے کہ اُنھوں نے فرمایا: مَیں نے اپنے ماموں ہند بن ابو ہالہ سے رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حلیہ شریف کے متعلق دریافت کیا کیونکہ وُہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اوصاف بیان کرنے میں یگانہ و معروف تھے اور میں خواہشمند تھا کہ حضورِ اقدس کے حلیہ شریف سے رُوشناسی حاصل کروں۔ اُنھوں نے فرمایا کہ سرورِ کون و مکان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دراز قامت تھے۔ آپ کا چہرۂ انور اس طرح چمکتا تھا جیسے چودھویں رات کا چاند چمکتا دمکتا ہے۔ میانہ قد والوں سے آپ لمبے اور بلند قامت آدمی سے دیکھنے میں نیچے معلوم ہوتے تھے۔ سرِ اقدس بڑا اور بال شکن دار تھے لیکن کنگھی کرنے سے سیدھے بھی ہو جاتے تھے بصورتِ دیگر کانوں کی لَو سے آگے نہیں بڑھتے تھے۔ آپ کا رنگ چمکدار، پیشانی کشادہ اور حاجب باریک اور لمبے تھے لیکن ایک دوسرے سے ملے ہُوئے نہ تھے۔ اُن کے درمیان ایک رگ تھی جو غصے کے وقت اُبھر آتی تھی۔ بینی مبارک نورانی اور بلند تھی، جس نے اُسے غور سے نہ دیکھا ہوتا وہ باریک اور لمبی گمان کرتا۔ ریش مبارک بھاری، چشمانِ مبارک گہری سیاہ، جن میں ہلکی سی سُرخی کی جھلک تھی۔ صاف و شفاف رخسارِ مبارک، دہنِ اقدس مناسب کُھلا ہُوا، خُوب صورت اور سفید دندانِ پاک، جو جُدا جُدا تھے۔ سینے پر بالوں کی باریک سی دھاری، گردن گویا چاندی کی صراحی یا خوب صُورت اور سُرخی مائل سفید تصویر کی گردن کے مانند، درمیانہ قد، مضبوط بدن، شکمِ اطہر و سینۂ انور سامنے سے برابر تھے، سینہ فیض گنجینہ فراخ، دونوں کندھوں کے درمیان کافی فاصلہ، گیسوئے مبارک گھنے، گردن کے نچلے حصّہ اور ناف کے درمیان بالوں کی باریک سی دھاری تھی، جو خطِ ساد کھائی دیتی تھی، اُس میں بالکل اور نورانی تھے۔ چھاتی اور شکمِ اطہر بالوں سے خالی، اِن کے علاوہ بازوؤں اور کندھوں پر بال تھے۔ سینہ فراخ اور بلند، کلائی بڑی، ہتھیلی کشادہ، ہاتھ پیروں کی انگشتہائے مبارک

marfat.com

موٹی اور لمبی تھیں۔ پنڈے صاف اور پتلے تھے۔ پاؤں درمیان سے اُبھرے ہوئے جو زمین سے اُٹھے رہتے۔ قدم انور صاف اور نرم تھے جن کے اُوپر پانی نہیں ٹھہرتا تھا۔ زمین سے اُٹھتے تو پُوری قوت کے ساتھ اور چلتے وقت آگے کی جانب قدرے مائل ہو کر چلتے۔ تیز چلتے تھے لیکن بڑے آرام سے۔ محوِ رفتار ہوں تو یُوں محسوس ہوتا کہ آگے کو گرنے والے ہیں۔ جب کسی جانب توجہ فرماتے تو مکمل طور پر اُدھر متوجہ ہوتے۔ نگاہیں نیچی رکھتے۔ آپ کی نظر آسمان کی نسبت زمین کی طرف زیادہ رہتی تھی۔ آپ کا ملاحظہ فرما لینا ایک جھلک کی مانند ہوتا تھا۔ صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے پیچھے چلتے اور ہر ملنے والے سے پہلے سلام کرتے۔

حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے ابن ابی ہالہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے طرزِ تکلم کی خوبیاں دریافت کیں تو اُنھوں نے بتایا کہ سرورِ کون و مکاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عموماً غمگین اور متفکر رہتے تھے۔ چونکہ آپ آرام سے زندگی نہیں گزار رہے تھے لہٰذا ضرورت کے بغیر کلام نہیں فرماتے تھے بلکہ زیادہ تر خاموش ہی رہتے۔ کلام میں ابتداء اور انتہا میں زیادہ فصاحت فرماتے۔ جامع کلمات کے ساتھ مفصل کلام کرتے لیکن اس میں ایک لفظ بھی زائد از ضرورت نہ ہوتا اور کسی ایک لفظ کو شامل کرنے کی گنجائش بھی نہیں ہوتی تھی۔ آپ تند خو نہیں بلکہ طبیعت کے نرم تھے۔ کسی کو حقیر نہیں جانتے تھے نعمت کی قدر کرتے اگرچہ قلیل ہوتی اور اُس کی مذمت سے پُوری طرح گریز کرتے تھے۔ کھانے پینے کی چیزوں کی قطعاً تعریف نہ کرتے کیونکہ یہ حرص کی ایک نشانی ہے اور نہ بُرائی بیان کرتے۔ جب حق کے درپے ہوتے تو اُس وقت تک غصہ و غضب دُور نہ ہوتا جب تک انتقام نہ لے لیتے، لیکن اپنی ذات کے لیے غیظ و غضب میں نہیں آئے اور نہ اپنی ذات کا کبھی انتقام لیا۔ جب اشارہ کرتے تو پُوری ہتھیلی سے فرماتے۔ جب تعجب فرماتے تو ہتھیلی کو اُوپر نیچے کرتے اور جب کلام فرماتے تو اُسے ہلا دیتے اور دائیں انگوٹھے کو بائیں ہتھیلی پر مارتے۔ جب غصے میں آتے تو مُنہ پھیر لیتے۔ خوش ہوتے تو نگاہیں جھکا لیتے۔ آپ کا ہنسنا صرف تبسم کی حد تک تھا۔ کلام فرماتے تو یوں محسوس ہوتا کہ بارانِ[۱] رحمت کا نزول ہو رہا ہے۔

---

[۱] فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ؎

میں نثار تیرے کلام پر • ملی یوں تو کس کو زباں نہیں
وہ سخن ہے جس میں سخن نہ ہو • وہ بیاں ہے جس کا بیاں نہیں

marfat.com

امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب میں نے فخرِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا حلیہ مبارک اپنے بھائی حسین بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے کچھ عرصہ مخفی رکھنے کے بعد بیان کیا تو مجھے معلوم ہوا کہ وہ میرے بتانے سے پہلے ہی آگاہ ہو چکے تھے کیونکہ انہوں نے حضرت والدِ محترم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے گھر میں تشریف لانے، باہر تشریف لے جانے، لباس، مجلس اور شکل و صورت کے متعلق دریافت کیا تھا تو انہوں نے ہر بات تفصیل کے ساتھ بتا دی تھی۔

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا تھا کہ سرورِ کون و مکاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کس طرح گھر میں تشریف لایا کرتے تھے؟ انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا تشریف لانا اپنی مرضی پر منحصر تھا۔ گھر میں جتنا وقت تشریف رکھتے اس کے تین حصے کیے ہوئے تھے ایک حصہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے، دوسرا اہل و عیال کی خاطر اور تیسرا اپنی ذات کے لیے تھا۔ پھر تیسرے کو اپنے اور لوگوں کے درمیان تقسیم کیا ہوا تھا۔ عام پر خاص کو ترجیح دیتے لیکن کسی کو روکتے نہ تھے اُمت کے حق میں یہ آپ کی عادتِ کریمہ تھی کہ اہلِ فضل کو ترجیح دیتے اور دین میں فضیلت کے لحاظ سے حاجت مندوں میں تقسیم فرماتے۔ اُن میں بعض ایک حاجت والے، بعض دو حاجتوں والے اور بعض بے شمار حوائج والے ہوتے تو اُن کا لحاظ رکھتے ہوئے آپ اُن کے ساتھ گفتگو میں مشغول ہوتے اور آپ کا یہ اشتغال اُن کی بھلائی کی خاطر ہوتا تھا۔ اُمتیوں کے حالات پوچھتے اور جو اُن کے لائق ہوتا وہ مشورہ بھی دیتے اور فرمایا کرتے تھے کہ حاضرین کو چاہیے کہ یہ باتیں ان لوگوں تک بھی پہنچا دیں جو یہاں موجود نہیں ہیں جو شخص اپنی حاجت مجھ تک نہیں پہنچا سکتا تو دوسروں کو چاہیے کہ غائب کی حاجت یہاں تک پہنچا دیا کریں کیونکہ جو شخص کسی مجبور کی حاجت حاکمِ وقت تک پہنچاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اُسے ثابت قدم رکھے گا، اُس کے سامنے صرف اُسی بات کا ذکر آنے لگا اور اُس کے سوا دوسرے کی بات قابلِ قبول نہ ہوگی۔

سفیان بن وکیع کی حدیث میں ہے کہ لوگ آپ کے پاس علم سے خالی آتے اور دولتِ علم سے ایسے مالامال ہو جاتے کہ فقیہہ بن کر نکلتے تھے۔ میں نے سوال کیا کہ بیرونِ خانہ

لہ اسی لیے تو ظفر علی خاں دیوبندی نے کہا ہے: ست

(باقی اگلے صفحہ پر)

marfat.com

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حالت کیا ہوتی تھی؟ آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بغیر ضرورت کے کلام نہ فرماتے۔ لوگوں کو ملانے کی کوشش کرتے اور متفرق نہ ہونے دیتے۔ ہر قوم کے سردار کی عزت کرتے اور اُسی کو اُن پر والی (گورنر) بناتے۔ عام لوگوں سے علیحدہ رہتے لیکن کسی سے رُوگردانی نہ فرماتے۔ اپنے بعض اصحاب کی غیر موجودگی میں اُن کے حالات بھی دریافت فرماتے۔ اچھے کام پر حوصلہ افزائی کرتے اور بُرے کاموں کو ناپسند فرماتے۔ آپ کے معمولات میں اعتدال اور عدمِ اختلاف تھا۔ غفلت اور تساہل کو قریب بھی نہ پھٹکنے دیتے تاکہ لوگ غافل اور کاہل نہ بن جائیں۔ ہر کام میں میانہ روی تھی۔ کسی کے حق میں کمی نہ کرتے اور غیر مستحق کو تجاوز نہیں کرنے دیا کرتے تھے۔ جو اشخاص آپ کا جتنا قُرب حاصل کر لیتے اُسی قدر دوسروں سے بہتر اور افضل شمار ہوتے۔ لوگوں کے ساتھ اچھی طرح موافقت کرنے والے آپ کے نزدیک عظیم ٹھہرتے تھے۔

امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے ابن ابی ہالہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مجلس کیسی ہوتی تھی؟ انھوں نے جواب دیا کہ فخرِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اُٹھتے بیٹھتے اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مشغول رہتے تھے اور کوئی جگہ اپنے بیٹھنے کے لیے معین نہ فرماتے اور دُوسروں کو بھی ایسا کرنے سے منع فرمایا کرتے تھے۔ جب کسی قوم کی مجلس میں تشریف لے جاتے تو مجلس کے آخری حصّے میں بیٹھ جاتے اور دُوسروں کو بھی ایسا کرنے کی تلقین فرمایا کرتے تھے۔ اپنے ہم نشینوں کو علیٰ قدرِ مراتب نوازا کرتے تھے، جس سے ہر ایک یہی گمان کرتا تھا کہ آقائے دو جہاں کی سب سے زیادہ نظرِ کرم میرے ہی حال پر ہے۔ جو شخص بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوتا، یا کسی حاجت کے سبب آنا پڑتا، تو جب تک وُہ فارغ ہو کر چلا نہ جاتا اُتنی دیر آپ اُس کے پاس تشریف رکھتے۔ جس نے بھی آپ کی بارگاہ میں

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) ارسطو کی حکمت ہے یثرب کی لونڈی

فلاطون طفلِ دبستانِ احمد

(نوٹ) موصوف چونکہ دیوبندی تھے لہٰذا لفظ یثرب کو بید مڑک استعمال کر گئے برادرانِ اہلسنت کو اس جگہ طیبہ پڑھنا چاہیے۔ (اختر)

marfat.com

اپنی حاجت پیش کی، اُس کی ضرور آپ نے حاجت روائی فرمائی یا اُسے سمجھا بجھا کر مطمئن کر دیا۔

آپ کی کرم نوازی اور اخلاقِ عالیہ کا دائرہ لوگوں کے درمیان بڑا وسیع تھا۔ آپ سب کے لیے باپ کی طرح تھے اور وُہ سارے آپ کے نزدیک حق میں ایک دوسرے سے قریب اور تقویٰ کے لحاظ سے ایک دُوسرے پر فضیلت والے تھے۔ دُوسری روایت میں ہے کہ آپ کے نزدیک لوگ حق میں برابر تھے۔ آپ کی مجلس حلم و حیا اور صبر و امانت کی محفل ہُوا کرتی تھی اُس میں نہ کوئی آواز بلند کرتا اور نہ کسی کی بدگوئی کی جاتی تھی نیز ادھر اُدھر دیکھ کر گفتگو نہیں کی جاتی تھی۔ یہ الفاظ پہلی دونوں روایتوں میں نہیں ہیں۔ صحابہ کرام بھی آپ کی مجلسِ مبارکہ میں تقویٰ کے لحاظ سے محبت کرتے اور تواضع کے ساتھ پیش آتے تھے۔ وُہ بڑوں کی عزت کرتے، چھوٹوں پر شفقت کی نظر رکھتے، غریب کی حاجت روائی کرتے اور مسافروں کی حالت پر ترس کھایا کرتے تھے رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے ابن ابی ہالہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سرورِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سیرتِ مقدسہ ہم نشینوں کے بارے میں دریافت کی تو اُنھوں نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خوش مزاج، کریم الخلق اور نرمی سے سلوک کرنے والے تھے۔ بدخُلق اور سخت طبیعت والے نہ تھے اور نہ بازاروں میں آواز بلند کرتے اور نہ فحش باتیں کرتے، نہ کسی پر عیب لگاتے اور ایسا مزاح نہ فرماتے جو مقامِ ادب سے غافل کر دے یا جسے طبیعت نہ چاہے، کبھی مایُوس نہ ہوتے۔ تین چیزیں آپ کی سیرتِ مقدسہ میں قطعاً نہ تھیں (۱) ریاکاری (۲) بیکار گفتگو (۳) غیر مفید کام۔

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لوگوں کو تین حالتوں میں رکھتے تھے۔ کسی کی مذمت نہ کرتے اور نہ کسی کا عیب تلاش کرتے۔ جس میں ثواب کی اُمید ہو اُسی کام کا حکم دیتے۔ جب آپ زبانِ حق ترجمان سے کچھ ارشاد فرماتے تو اہلِ مجلس اپنے سروں کو اس طرح جُھکایا کرتے تھے جیسے اُن کے سروں پر پرندے بیٹھے ہیں۔ جب آپ خاموش ہوتے اُس وقت صحابۂ کرام گفتگو کیا کرتے تھے۔ وُہ کسی بات پر آپس میں نہ جھگڑتے۔ جو شخص بارگاہِ رسالت میں عرض گزار ہوتا، اُس کی التجا بڑی توجہ سے سُنی جاتی اور اُتنی دیر آپ خاموش رہتے، یہاں تک کہ وُہ

marfat.com

اپنی بات ختم کرکے فارغ ہوجاتا۔

آپ کلام کی ابتدا فرماتے تھے۔ آپ ہنستے تو وہ بھی ہنستے اور آپ تعجب فرماتے تو وہ بھی متعجب ہوتے۔ اجنبی آدمی کی سخت کلامی پر صبر فرماتے اور عام حکم تھا کہ جب کسی حاجتمند کو دیکھو تو اُس کی حاجت پوری کرنے کی کوشش کرو۔ مکافات کرنے والے کی مدح و ثنا قبول فرماتے کسی کی بات نہ کاٹتے اور اگر کوئی تجاوز کرتا تو اُسے روک دیتے یا وہاں سے اُٹھ کھڑے ہوتے۔

بعض روایات میں اِس سے زیادہ ہے۔ امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سکوت کے متعلق دریافت کیا تو جواب ملا کہ آپ کی خاموشی چار باتوں پر منحصر تھی:

(۱) حلم (۲) احتیاط (۳) اندازہ (۴) تفکر ـــــ آپ کا اندازہ یہ تھا کہ سب پر نظر رکھتے اور ہر ایک کی بات پوری توجہ سے سماعت فرماتے۔ آپ کا تفکر فانی اور باقی چیزوں کی حقیقت کے بارے میں تھا۔ صبر کرنے میں آپ بہت حلیم تھے یہاں تک کہ بے قرار کر دینے والے مواقع پر بھی آپے سے باہر نہیں ہوتے تھے۔ چار چیزوں میں آپ احتیاط فرماتے تھے: (۱) اچھی چیز اختیار فرماتے، تاکہ لوگ پیروی کریں۔ (۲) بُری باتوں سے دُور رہتے تاکہ لوگ اُن سے اجتناب کریں (۳) جس بات میں اُمت کا فائدہ ہوتا اُس میں کوشاں رہتے (۴) جو چیز دنیا اور آخرت میں فائدہ دینے والی ہوتی اُس کا اہتمام فرماتے۔

فائدہ یہ مشکل الفاظ کی تشریح کے بارے میں ہے۔ پہلی حدیث کی شرح میں قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ (الشذب) سے لمبا اور قدرے نحیف آدمی مراد ہے اور یہ دُوسری حدیث ہی کے موافق ہے جس میں مذکور ہے کہ آپ بہت لمبے نہ تھے۔ (الشعر الرجل) سے وہ بال مراد ہیں جو نہ زیادہ شکن دار ہوں اور نہ بالکل سیدھے، گویا دستِ قدرت نے شانہ کیا ہُوا ہے اور وہ اُلجھے ہُوئے نہ ہوں۔ (العقیقۃ) سے سر کے ایسے بال مراد ہیں کہ اگر آپ اُنھیں جُدا جُدا کرنا چاہتے تو وہ علیٰحدہ علیٰحدہ ہوجاتے ورنہ ملے رہتے۔ دوسری روایت میں اِس کے لیے لفظ عقیصۃ بھی استعمال ہُوا ہے (ازہر اللون) سے روشن رنگ مراد ہے یا خوبصورت رنگ جیسا کہ زہرۃ الحیاۃ الدنیا ہے۔ دُوسری حدیث میں اس کی تشریح یُوں ہے، لیس بالابیض الا مہق ولا بالادم یہاں بھی امہق سے بالکل سفید اور آدم سے گندمی رنگ مراد ہے۔ ایک

marfat.com

اور حدیث میں ابیض مشرب ہے۔ یعنی ایسا سفید جس میں سُرخی کی جھلک ہو (الحاجب الازج) ایسے قوس وار حاجت جن کے بال گھنے ہوں۔ (الاقنیٰ) لمبی ناک جو درمیان سے قدرے اُبھری ہوئی ہو۔ (الاشم) ناک کی لمبی پوری۔

(القرن) حاجبوں کے بالوں کا ملا ہوا ہونا مراد ہے۔ اس کی ضد بلج ہے یعنی جدا جدا ہونا۔ ام معبد والی حدیث میں آپ کی یہ تعریف لفظ قرن سے کی گئی ہے۔ (الادعج) سے آنکھ کے گہرے سیاہ بال مراد ہیں۔ دوسری حدیث میں اشکل العینین مذکور ہے، جس سے مراد ایسی آنکھیں ہیں جن کی سفیدی میں سُرخی کی جھلک بھی ہو۔ (الضلیع) کا مطلب کشادہ ہے۔ (الشنب) سے دانتوں کی خوب صُورتی یا اُن کے درمیان معمولی سا فاصلہ مراد ہے جیسا کہ عموماً نوجوان کے دانتوں میں ہوتا ہے۔ (الفلج) سامنے والے دانتوں میں فاصلہ ہونا۔ (دقیق المسربۃ) یعنی بالوں کی دھاری جو سینے سے ناف تک ہو۔ (بادنٌ) پُرگوشت۔ (متماسک) معتدل اور مضبوط جسم والے۔ دوسری حدیث میں ہے: لَمْ یَکُنْ بِالْمُطَھَّمِ وَلَا بِالْمُکَلْثَمِ یعنی آپ ڈھیلے اور نرم گوشت والے نہیں تھے۔ (مکلثم) چھوٹی ٹھوڑی کو بھی کہتے ہیں۔

(سوٓا البطن والصدر) سے مراد یہ ہے اور شکم مبارک اور سینۂ اقدس سامنے سے ایک ہی سطح میں نظر آتے تھے۔ (مشیح) اگر یہ لفظ درست ہے تو اس کا مطلب اقبال ہے۔ اس سے سینے میں کسی جانب ہونا بھی مراد ہوتا ہے اور اِس معنی سے سوٓا البطن و الصدر کی تشریح بھی ہوتی ہے کیونکہ آپ کے سینۂ فیض گنجینہ سے شکم مبارک باہر کو نکلا ہُوا محسوس نہیں ہوتا تھا۔ ممکن ہے یہ لفظ مَسِیح ہو یعنی سین اور میم مفتوحہ کے ساتھ، جس سے مراد چوڑا ہے۔ دوسری روایت میں الکرادیس یعنی ہڈیوں کے سر، جن سے جوڑ مراد ہیں۔ ایک اور حدیث میں جلیل المشاش والکتد ہے۔ مشاش سے کندھوں کے سرے اور کتد سے کندھوں کا اجتماع مراد ہے۔ (ششن الکفین والقدمین) سے ہتھیلیوں اور قدموں کا پُرگوشت ہونا مراد ہے (الزندان) کلائیوں کی ہڈیوں کو کہتے ہیں۔ (سائل الاطراف) یعنی لمبی انگلیاں۔ (رحب الراحۃ) وسیع ہتیلی کو کہتے ہیں یا انتہائی سخی۔ (خمصان اخمصین) یعنی ایسے قدم جو درمیان سے اونچے اور زمین سے اُٹھے ہُوئے ہوں۔ (مسیح القدمین)

marfat.com

سے صاف قدم مراد ہیں۔ اسی لیے ینبو عنہما الماء فرمایا گیا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ والی روایت میں اِس کا خلاف مذکور ہوا ہے کیونکہ اُس میں یہ ہے کہ جب آپ قدم مبارک کو زمین پر رکھتے تو پُورا قدم زمین سے لگ جاتا اور اُس میں جھکاؤ یا اُبھار نہ تھا۔ یہ مفہوم مسیح القدمین والی روایت کی تائید کرتے ہیں اور اسی وجہ سے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مسیح ابن مریم کہا گیا ہے کیونکہ اُن میں جھکاؤ نہ تھا۔ بعض حضرات نے یہ مطلب بیان کیا ہے کہ قدموں پر زیادہ گوشت نہ تھا اور یہ مفہوم شثن القدمین کے خلاف ہے۔ (التقلع) کا مطلب قوت سے قدم اٹھانا ہے۔

(التکفؤ) آگے کی جانب جھک کر چلنے کو کہتے ہیں۔ (الھون) سے نرمی اور رفتار مراد ہے۔ (الذریع) لمبے قدم اٹھانے کو کہتے ہیں۔ یعنی جلدی کے ساتھ اور کافی آگے قدم رکھنا، لیکن متکبر کی چال اس کے برخلاف ہوتی ہے۔ آپ منزل کی جانب متوجہ رہتے۔ آپ کا تیز چلنا مشقت اور عجلت کے بغیر آسانی کے ساتھ تھا، جیسا کہ مذکور ہوا کہ ایسا معلوم ہوتا گویا آپ نشیب کی جانب تشریف لا رہے ہیں۔ (یفتتح الکلام و یختمہ باشداقہ) یعنی دہن شریف کشادہ تھا۔ اہل عرب مُنہ کی فراخی کو خوبی شمار کرتے اور چھوٹے مُنہ کو مذموم گردانتے تھے۔ (اشاح) اعراض کرنا۔ (حب الغمام) اولے (ژالہ) اور فرمان (فیرد ذالک بالخاصۃ علی العامۃ) سے مراد یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک وقت مقرر فرمایا ہُوا تھا، جس میں صرف خاص حضرات ہی بارگاہِ رسالت میں باریاب ہو سکتے تھے اور آپ کے ارشاداتِ عالیہ سے مستفید ہو کر اُنھیں عام حضرات تک پہنچاتے تھے۔ بعض کا خیال ہے کہ اُس خاص وقت کو عام لوگوں کے لیے بھی بدل دیا جاتا تھا۔

(یدخلون روادًا) سے محتاجوں اور تشنگانِ علم و عرفاں کی آمد مراد ہے۔ (ولا ینصرفون الا عن ذواق) اور وُہ اپنی تشنگی بجھائے بغیر واپس نہیں لوٹتے تھے۔ اکثر ایسا ہی ہوتا تھا لہٰذا اسے ظاہر مفہوم پر ہی محمول کرنا چاہیے۔ (العتاد) تیار شدہ۔ (المعاذۃ السعاونۃ لا یواطن الاماکن) یعنی نماز کے لیے کوئی جگہ معین نہ فرماتے اور دُوسری حدیث میں ایسا کرنے سے تفصیل طور پر منع فرمایا ہُوا ہے۔ (صابرہ) سے مراد ہے کہ ساتھی کے اراشے

marfat.com

کے مطابق ٹھہرے رہتے۔ (لا تؤبن فیہ الحرم) یعنی مجلس میں عورتوں کی بدگوئی نہ کی جائے۔ (لا تنثیٰ فلتاتہ) یعنی ادھر اُدھر دیکھ کر کلام نہ فرماتے، اگرچہ کسی سے کوئی بات چھپانے والی ہو۔ (یرفدون) مدد کرتے۔ (الضخاب) بہت چلّانے والا۔ (لا یقبل الثناء (لا مکانی) یعنی جس مدح وثنا میں مبالغہ ہو اُسے پسند نہ فرماتے۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ ہر ایک مسلمان کے متعلق ہے اور بعض کا قول احسان کا بدلہ دینے والے کے بارے میں ہے، جس پر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انعام فرمایا ہو۔ (یستفزہ) یعنی ہلکا جانتے ہوں۔ دوسری حدیث میں منجملہ آپ کے اوصاف کے یہ بھی ہے کہ منہوس العقب یعنی ایڑیاں زیادہ پُر گوشت نہ تھیں۔ (اھدب الاشفار) یعنی آپ کے حاجبوں کے بال لمبے تھے۔ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)۔

خصائصِ مصطفیٰ

حضرت قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب الشفاء کے تیسرے باب میں نبی آخر الزماں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اعلیٰ ترین منصب کے بیان میں صحیح اور مشہور احادیث نقل فرمائی ہیں، جن سے واضح ہو رہا ہے کہ بارگاہِ الٰہی میں سرورِ کون ومکاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قدر ومنزلت کیا ہے اور وہ آپ کی کرامت وعظمت کے روشن بیانات ہیں، جن عظمتوں کے ساتھ باری تعالیٰ شانہٗ نے آپ کو دونوں جہانوں میں سب سے ممتاز اور مخصوص فرمایا ہے[1]۔ (والحمد للہ علیٰ ذٰلک)

لاخلاف انہ صلوات اللہ	اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ نبی کریم
وسلامہ علیہ اکرم البشر	صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سب سے
وسید ولد ادم وافضل	معزز بشر، جملہ اولادِ آدم کے سردار،

[1] فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: ؎

ترا مسند ناز ہے عرشِ بریں، ترا محرمِ راز ہے رُوحِ امیں
تو ہی سرورِ ہر دو جہاں ہے شہا، ترا مثل نہیں ہے خدا کی قسم

marfat.com

الناس منزلة عند الله عزّ وجلّ و اعلاھم درجة واقربھم زلفیٰ۔ (صف٣)	اللہ تعالیٰ کے نزدیک بلحاظ مرتبہ تمام انسانوں سے افضل، سب سے اونچے مرتبے والے اور اللہ عزّ وجلّ کے سب سے زیادہ قریب ہیں۔

اس بارے میں بے شمار احادیث وارد ہیں لیکن ہم (قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ) نے صرف صحیح اور مشہور احادیث ہی پر اکتفا کیا ہے۔ پس باری تعالیٰ شانہٗ کے نزدیک آپ کا جو منصب ہے اور آپ کی شانِ اصطفاء اور رفعتِ ذکر اور فضیلتِ عظمیٰ اور سیادتِ بنی آدم اور جن بلند مراتب کے باعث آپ کو دنیا میں خاص فرمایا اور آپ کے اسمِ مبارک کی برکت کے بارے میں جو احادیثِ صحیحہ مشہورہ وارد ہیں، اُن میں سے ایک حدیث یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کو دو حصوں میں تقسیم فرمایا تو مجھے بہتر حصے میں رکھا۔ اُن میں سے ایک گروہ کا نام اللہ تعالیٰ نے اَصْحَابُ الْیَمِیْنِ رکھا ہے اور دوسرے کا اَصْحَابُ الشِّمَالِ۔ پس میں اَصْحَابُ الْیَمِیْنِ سے ہوں اور ان میں سب سے بہتر ہوں۔ پھر اس گروہ کے تین حصے کیے جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: وَ اَصْحَابُ الْمَیْمَنَۃِ مَا اَصْحَابُ الْمَیْمَنَۃِ وَ اَصْحَابُ الْمَشْئَمَۃِ مَا اَصْحَابُ الْمَشْئَمَۃِ ـــــ وَ السَّابِقُوْنَ السَّابِقُوْنَ۔ میں سابقون میں سے ہوں اور ان میں بہتر ہوں۔ پھر اُن کے قبیلے بنا دیے اور مجھے بہتر قبیلے میں رکھا جیسا کہ ارشادِ خداوندی ہے: اِنَّا جَعَلْنٰکُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآئِلَ (الآیہ) پس میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک آدم علیہ السلام کی ساری اولاد سے متقی و مکرم ہوں اور یہ فخر کے طور پر نہیں کہتا پھر قبائل کو مختلف گھروں میں تقسیم فرما دیا تو مجھے بہتر گھر میں رکھا، جیسا کہ ارشادِ ربانی ہے: اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْهِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَیْتِ وَ یُطَهِّرَکُمْ تَطْهِیْرًا۔ یعنی اللہ تعالیٰ یہ چاہتا ہے کہ اے نبی کے گھر والو! تم سے پلیدی کو دُور کر دے اور تمہیں پاک صاف فرما دے ـــــ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ بعض صحابۂ کرام بارگاہِ رسالت میں عرض گزار ہوئے:

marfat.com

یا رسول اللہ متی وجبت لک النبوۃ قال و آدم بین الروح والجسد۔ (ص۳۹)	یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ آپ کو نبوت کب ملی؟ فرمایا، جب آدم علیہ السلام روح اور بدن کے درمیان تھے۔

حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد سے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو چُنا۔ اسمٰعیل علیہ السلام کی اولاد سے بنی کنانہ کو، بنی کنانہ سے قریش کو، ان سے بنی ہاشم کو، اور بنی ہاشم سے مجھے منتخب فرمالیا۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ میں آدم علیہ السلام کی ساری اولاد سے مکرم ہُوں اور یہ محض فخر کے طور پر نہیں کہتا۔ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہا والی روایت میں ہے کہ میں جملہ اوّلین و آخرین سے زیادہ بزرگ ہوں در فخریہ نہیں کہتا۔ حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایک دفعہ جبریل نے میری بارگاہ میں حاضر ہو کر کہا کہ حضور! میں نے زمین کے مشرق و مغرب اور شمال جنوب تک ہر گوشے کو چھان مارا، لیکن آپ سے افضل کسی کو نہ دیکھا اور بنی ہاشم سے بہتر کسی باپ کی اولاد نہ پائی۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ معراج کی رات میں سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں براق پیش کیا گیا۔ جب آپ نے سوار ہونے کا عزم فرمایا تو بُراق اُچھلنے لگا۔ جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا: اے بُراق! تُو نبی آخرالزمان کی بارگاہ میں ایسی حرکتیں کر رہا ہے حالانکہ ان سے زیادہ بارگاہِ خداوندی میں مکرم و معزز اور کون ہے جو تجھ پر سوار ہوتا۔ یہ سُن کر بُراق مارے ندامت کے پسینہ پسینہ ہو گیا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے جب آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا تو مجھے اُن کی پشت مبارک میں زمین پر اتارا اور حضرت نوح علیہ السلام کی پشت مبارک کے اندر کشتی میں رکھا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پشت مبارک میں تھا کہ مجھے بھی دہکتی آگ میں ڈالا گیا۔ اسی طرح ہر دور کے اندر مجھے نیک پشتوں سے پاک رحموں کی جانب منتقل کرتا رہا، یہاں تک کہ میں اپنے والدین کریمین

marfat.com

کے گھر جلوہ آرائے گیتی ہُوا اور یہ کبھی زنا کے قریب بھی نہیں بھٹکے تھے اور اسی طرح آپ کے عمِ محترم حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے متعلق اپنے مشہور قصیدے میں اشارے فرماتے ہیں۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں:

۱۔ جب آدم اور حوا علیہما السلام اپنے اپنے جسم کو پتوں سے ڈھانپ رہے تھے، اُس سے پہلے آپ گھنے سایوں میں مسرت و شادمانی کے ساتھ اپنا وقت گزار رہے تھے۔

۲۔ پھر ان کے ساتھ آپ بھی زمین پر تشریف لے آئے حالانکہ آپ نہ تو قبل ازیں بشر تھے اور نہ انسان کی بنیاد کے مانند آپ مضغہ اور علق رہے تھے۔

۳۔ ظہورِ بشریت کے بعد آپ نطفہ کی شکل میں محفوظ مقامات میں سوار کی مانند متمکن رہے۔ گھوڑے کو لگام لگا کر تیار رکھا ہُوا تھا۔ اگلی منزل پر پہنچے اور پچھلی رُوپوش ہو جاتی۔

۴۔ آپ صلب سے رحم کی جانب منتقل ہوتے رہے۔ جب ایک دور گزرتا تو دُوسرا شروع ہو جاتا۔

۵۔ آپ کا ایسا ہر محافظ مسکن اگرچہ خندق اور بلند چٹانوں وغیرہ سے گھرا ہُوا تھا لیکن آپ ایسے مقامات میں بھی کائنات کی زبان بن کر رہے۔

۶۔ جب آپ رونق افزائے دہر ہُوئے تو تشریف آوری سے زمین پُر نُور ہو گئی اور فضائیں جگمگا اُٹھیں۔

۷۔ ہم آپ کی ضیا پاشی اور نورانیت کے[1] صدقے ہی میں تو راہِ ہدایت پر گامزن ہیں۔

حضرت عبد اللہ بن عمر اور دیگر کئی صحابۂ کرام سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے پانچ چیزیں اور بعض روایات میں چھ چیزیں ایسی مرحمت فرمائی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو عطا نہیں فرمائی گئیں، (۱) ایک ماہ کی مسافت سے دشمن پر

---

[1] حضرت اختر الحامدی الرضوی مدظلہٗ رقمطراز ہیں؛ سہ

چاند تاروں میں ہے تجھ سے تابندگی ، زندگی میں ترے دم سے ہے زندگی
یعنی جان آفریں ہے تری ہر ادا ، یا نبی مصطفیٰ ، یا نبی مصطفیٰ

marfat.com

رُعب طاری ہو جانے کے ساتھ میری مدد فرمائی گئی (۲)، تمام زمین نماز پڑھنے کی خاطر میرے لیے پاک ٹھہرائی گئی تاکہ میرے کسی اُمتی کو جس جگہ موقع ملے وہ وہیں نماز پڑھ سکے۔ (۳) میرے لیے مالِ غنیمت حلال فرما دیا گیا حالانکہ مجھ سے پہلے کسی نبی کے لیے غنائم حلال نہیں فرمائے گئے تھے۔ (۴) میں تمام انسانوں کی جانب نبی بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ (۵) مجھے شفاعت کا اذن دے دیا گیا ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ مجھے ہر گورے اور کالے انسان کے لیے نبی بنا کر بھیجا گیا ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ والی روایت میں ہے کہ رُعب کے ساتھ میری مدد فرمائی گئی ہے اور میں جامع کلمات دیا گیا ہوں اور میں خواب کی حالت میں تھا کہ زمین کے خزانوں کی کُنجیاں میرے پاس لائی گئیں اور میرے سپرد کر دیں اور نبوت کا سلسلہ مجھ پر ختم فرما دیا گیا۔

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

انی فرط لکم علی الحوض و انا شھید علیکم و انی و اللہ لانظر الی حوضی الاٰن و انی قد اعطیت مفاتیح خزائن الارض وانی واللہ ما اخاف علیکم ان تشرکوا بعدی ولکنی اخاف علیکم ان تنافسوا فیھا۔ (مشکوٰۃ)	میں تمہارے لیے حوضِ کوثر پر آگے جانے والا ہوں اور تمہارے اوپر گواہ ہوں۔ خدا کی قسم یقیناً میں اپنے حوض کو اب بھی دیکھ رہا ہوں[1]۔ زمین کے خزانوں کی کنجیاں مجھے عطا فرما دی گئی ہیں اور خدائے وحدہٗ لاشریک کی قسم، مجھے یہ ہرگز خطرہ نہیں ہے کہ تم میرے بعد شرک کرنے لگو گے ہاں مجھے تمہارے دنیا سے رغبت رکھنے کا خطرہ ضرور ہے۔

---

[1] امام احمد رضا خاں بریلوی علیہ الرحمۃ رقمطراز ہیں، ؎

اور کوئی غیب کیا، تم سے نہاں ہو بھلا
جب نہ خدا ہی چھپا، تم پہ کروڑوں درود

marfat.com

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: میں وہی امی نبی ہوں جس کا نام نامی و اسمِ گرامی محمد بتایا گیا تھا۔ میں جامع کلمات اور خاتمیت دیا گیا ہوں۔ میں دوزخ کے نگران فرشتے کو جس کا نام خازن ہے اور عرشِ الٰہی کے اٹھانے والے فرشتوں کو جانتا ہوں۔

ابن وہب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی آخر الزماں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، باری تعالیٰ شانہٗ نے مجھے حکم فرمایا ہے کہ:

سل یا محمد فقلت یا رب ما اسأل اتخذت ابراهيم خليلاً وكلمت موسىٰ تكليماً واصطفيت نوحاً واعطيت سليمان ملكاً لا ينبغي لاحد من بعده فقال الله تعالىٰ ما اعطيتك خير من ذلك اعطيتك الكوثر وجعلت اسمك مع اسمي ينادى به في جو السماء وجعلت الارض طهوراً لك ولامتك وغفرت لك ما تقدم من ذنبك وما تاخر فانت تمشي في الناس مغفوراً لك ولم اصنع ذلك لاحد قبلك وجعلت قلوب امتك مصاحفها وخبأت لك شفاعتك ولم اخبأها لنبي غيرك۔ (ص۴)

اے سب سے زیادہ تعریف کیے گئے محبوب! مجھ سے جو چاہو مانگو۔ میں عرض گزار ہوا، اے رب! میں تجھ سے کس چیز کا سوال کروں جبکہ تُو نے ابراہیم علیہ السلام کو اپنا خلیل بنایا، اور موسیٰ علیہ السلام سے تُو نے کلام کیا اور نوح علیہ السلام کو منتخب فرمایا اور سلیمان علیہ السلام کو ایسی بادشاہی عطا فرمائی جو اُن کے سوا دوسرے کے لائق نہیں۔ ارشادِ ربانی ہوا میں نے جو تمہیں مرحمت فرمایا وہ اس سے بڑھ کر ہے۔ میں نے تمہیں حوضِ کوثر بخشا، تمہارے نام کو اپنے نام کے ساتھ ملایا جس کی ندا فضاؤں میں سُنی جاتی ہے اور میں نے زمین کو تمہارے لیے اور تمہاری اُمت کے لیے پاک ٹھہرا دیا اور تمہارے باعث تمہارے اگلوں کے اور تمہارے پچھلوں کے گناہ معاف فرما دیے اور تم لوگوں کے درمیان بخشوانے والے کی حیثیت سے جلوہ افروز ہو حالانکہ قبل ازیں یہ سلوک میں نے کسی کے ساتھ نہیں کیا اور تمہارے اُمتیوں کے دلوں کو صحیفے بنا دیا اور حقِ شفاعت کو تمہارے لیے چھپا رکھا ہوا تھا جو کسی دوسرے نبی کے لیے چھپا نہیں رکھی گئی۔

marfat.com

دوسری حدیث میں ہے جو حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ فخرِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ باری تعالیٰ شانہٗ نے مجھے خوشخبری سُنائی ہے کہ سب سے پہلے میری امت کے جو اشخاص میرے ساتھ جنت میں داخل ہوں گے اُن کی تعداد ستر ہزار ہو گی۔ ان میں سے ہر ہزار کے ساتھ ستر ستر ہزار مزید ہوں گے۔ ان میں سے کسی کا حساب نہیں لیا جائے گا اور مجھ پر یہ کرم بھی فرمایا کہ میری امت قحط سالی سے نہیں مرے گی اور نہ مغلوب ہو گی۔ مجھے نصرت، عزت اور رُعب عطا فرمایا جو ایک ماہ کی مسافت تک اثر انداز ہے۔ میرے لیے اور میری امت کے لیے غنیمت کا مال حلال قرار دے دیا اور ہم سے پہلے لوگوں پر جو سختی فرمائی گئی تھی وہ ہم سے اٹھالی گئی ہے اور ہم سے دین میں حرج اٹھالیا گیا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ سرورِ کون و مکاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، ہر نبی کو معجزات دیئے گئے، جن کو دیکھ کر لوگ ایمان لائے۔ مجھے قرآن مجید عطا فرمایا گیا ہے جس سے بہتر معجزے پر کوئی شخص ایمان نہیں لایا۔ میں بھی نبی ہوں اور دیگر انبیائے کرام کی طرح میری جانب بھی وحی آتی ہے۔ لہٰذا مجھے امید ہے کہ میرے پیروکار قیامت میں سب سے زیادہ ہوں گے۔

محققین حضرات کے نزدیک اس حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ جب تک دنیا باقی ہے اس وقت تک آپ کا یہ معجزہ بھی رہے گا۔ دیگر انبیائے کرام علیہم السلام کے معجزے وقتی تھے بعد میں ان کی کوئی نشانی بھی نظر نہیں آئی، صرف اسی وقت کے لوگوں نے انھیں دیکھا لیکن قرآن کریم ایک ایسا معجزہ ہے جو قیامت تک موجود رہے گا اور ہر کوئی اس کا مشاہدہ کر سکتا ہے۔ بر دیگر انبیائے کرام کے معجزات کی طرح محض ایک خبر ہو کر نہیں رہ جائے گا۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ ہر نبی کو اُس کی اُمت سے سات نجیب عطا فرمائے گئے اور تمہارے نبی کو چودہ مرحمت ہوئے، جن میں سے ابوبکر، عمر، ابن مسعود اور عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہیں۔ حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، میں اللہ کا بندہ اور سب نبیوں سے آخری نبی ہوں حالانکہ میں اُس وقت بھی نبی تھا جب آدم علیہ السلام کی مٹی گوندھی جا رہی تھی۔ میں ابراہیم علیہ السلام کا خواب اور

marfat.com

عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت ہوں۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے آسمانی مخلوق پر اور جملہ انبیائے کرام پر فضیلت دی گئی ہے۔ صحابہ کرام نے پوچھا کہ آسمانی مخلوق پر آپ کو کس طرح کی فضیلت حاصل ہے؟ آپ نے فرمایا کہ باری تعالیٰ شانہ نے آسمان والوں کو مخاطب کرکے فرمایا ہے:

وَمَنْ يَّقُلْ مِنْهُمْ اِنِّيْٓ اِلٰهٌ مِّنْ دُوْنِهٖ فَذٰلِكَ نَجْزِيْهِ جَهَنَّمَ ۭ كَذٰلِكَ نَجْزِي الظّٰلِمِيْنَ ٥ .... (الانبیاء) ؎۱	اور ان میں جو کوئی کہے کہ میں اللہ کے سوا معبود ہوں تو اسے ہم جہنم کی جزا دیں گے ہم ایسی ہی سزا دیتے ہیں ستم گاروں کو۔

اور سرورِ کون ومکاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے متعلق فرمایا:

اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا ٥ ؎۲	بے شک ہم نے تمہارے لیے روشن فتح فرما دی۔

صحابہ کرام نے پوچھا: یا رسول اللہ! انبیائے کرام علیہم السلام پر آپ کو کیا فضیلت حاصل ہے؟ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ جل شانہ نے فرمایا ہے:

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ۔ ؎۳	اور ہم نے ہر رسول اس کی قوم ہی کی زبان میں بھیجا کہ وہ انہیں صاف بتائے۔

اور نبی آخر الزماں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے متعلق فرمایا گیا ہے:

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَاۗفَّةً لِّلنَّاسِ۔ ؎۴	اور اے محبوب! ہم نے تم کو نہ بھیجا مگر ایسی رسالت سے جو تمام آدمیوں کو گھیرنے والی ہے۔

حضرت خالد بن معدان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی ایک جماعت عرض گزار ہوئی کہ یا رسول اللہ! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ہمیں اپنے متعلق کچھ بتائیے۔ آپ نے فرمایا کہ میں اپنے جدِ امجد ابراہیم علیہ السلام کی دعا ہوں، جن کی دعا کا

؎۱ پ۱۷، سورۃ الانبیاء، آیت ۲۹ ؎۲ پ۲۶، سورۃ الفتح، آیت پہلی

؎۳ پ۱۳، سورۃ ابراہیم، آیت ۴ ؎۴ پ۲۲، سورۃ سبا، آیت ۲۸

marfat.com

ذکر باری تعالیٰ شانہٗ نے یُوں فرمایا ہے:

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ[1] اے رب ہمارے اور بھیج ان میں ایک رسول انہیں میں سے۔

اور عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت ہُوں۔ میری والدہ ماجدہ نے، جب میں ان کے شکم مبارک میں جلوہ افروز تھا، دیکھا کہ اُن کے جسم سے ایک نور خارج ہُوا اور اُس سے سرزمینِ شام اور بصریٰ کے محلات تک نظر آگئے۔ میں نے قبیلہ بنی سعد بن بکر میں دُودھ پیا۔ اُسی دوران میں جب ایک روز میں اپنے رضاعی بھائی کے ہمراہ تھا کہ دو شخص آئے جنھوں نے بہت ہی سفید کپڑے پہنے ہُوئے تھے۔ اُن کے پاس سونے کا ایک طشت تھا، جو برف کی طرح ٹھنڈے پانی سے بھرا ہُوا تھا۔ اُنھوں نے سینے سے لِم معدہ تک میرا پیٹ چیرا، دل نکالا اور اُسے بھی چیر کر اس سے ایک سیاہ ٹکڑا نکالا، پھر میرے دل اور پیٹ کو اُس برف سے دھویا اور بالکل صاف کر دیا۔ اس کے بعد ان میں سے ایک نے کوئی چیز پکڑی، دیکھا تو وُہ نور کی ایک مُہر تھی جو نگاہوں کو خیرہ کر رہی تھی۔ اُنھوں نے اُس سے میرے دل پر رحمت کی مُہر لگائی اور دل کو اُس کی جگہ پر رکھ دیا۔ اس کے بعد دوسرے آدمی نے اپنا ہاتھ میرے چرے ہُوئے سینہ پر پھیرا تو وہ درست ہو گیا۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ کا قلب انور بڑا مضبوط تھا۔ اُس میں دو آنکھیں تھیں جو کائنات کا مشاہدہ کرتی تھیں اور دو کان تھے جو کان سماعت تھے۔ ازاں بعد اُن میں سے ایک نے اپنے ساتھی سے کہا کہ ان کی اُمت کے دس آدمیوں کے ساتھ ان کا وزن کرو۔ جب ایسا کیا گیا تو میں بھاری تھا پھر کہا، ایک سو کے ساتھ وزن کرو۔ جب وزن کیا گیا تو میں بھاری رہا۔ کہا، ایک ہزار کے ساتھ وزن کرو۔ تب بھی میں بھاری ثابت ہُوا۔ آخر میں اُس نے اپنے ساتھی سے کہا، چھوڑیئے اگر ساری اُمت کے ساتھ ان کا وزن کیا جائے تو بھاری یہی رہیں گے۔

دوسری حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، اُنھوں نے مجھے اپنے سینوں سے لگایا۔ میرے سر اور آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا۔ اے محبوب آقا! گھبرایئے

---

[1] پ ۱، سورۃ البقرۃ، آیت ۱۲۹

marfat.com

نہیں، اگر آپ جانتے ہیں، جو ہم آپ کے ساتھ کرنے والے ہیں تو یقیناً اس سے آپ کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں گی۔ اس حدیث کے باقی حصے میں یہ بھی ہے کہ ان فرشتوں نے بارگاہِ رسالت میں یہ بھی عرض کیا کہ یا رسول اللہ! باری تعالیٰ شانہ کے نزدیک کس قدر عزت و وقار اور فضیلت و کرامت والے ہیں کہ ذاتِ باری تعالیٰ اور اُس کے فرشتے آپ کے معاون و مددگار ہیں۔

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ والی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، جب وُہ فرشتے چلے گئے تو میری یہ حالت تھی گویا نبوت و رسالت کی حقیقت مجھ پر بخوبی واضح ہے۔ حضرت ابو محمد مکی اور ابو لیث رحمۃ اللہ علیہما کا بیان ہے کہ آدم علیہ السلام نے اپنی لغزش (ظاہری) کے وقت بارگاہِ ایزدی میں دُعا کی، اے باری تعالیٰ! محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلے سے میری غلطی معاف فرما دے۔ ارشادِ ربانی ہوا، اے آدم! تم نے محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم) کو کس طرح پہچانا؟ عرض گزار ہُوئے کہ جنت میں ہر جگہ یہی لکھا ہوا دیکھا کہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ۔ اس کے دیکھنے سے مجھے یقین ہو گیا کہ وُہ اللہ تعالیٰ کا سب سے معزز و مکرم بندہ ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی توبہ قبول فرمائی اور انھیں بخش دیا اور یہ مذکورہ دونوں حضرات کے نزدیک فَتَلَقّٰۤی اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ (لہ) کی تاویل ہے۔ (یعنی القائے کلمات سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وسیلہ پکڑنے کی تلقین کرنا مراد ہے)

دُوسری روایت میں ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام بارگاہِ الٰہی میں عرض گزار ہوئے، اے پروردگار! میں نے جب تیرے عرش کی جانب دیکھا تو اُس پر یہ لکھا ہوا پایا لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ۔ میں نے یہ دیکھ کر یقین کر لیا تھا کہ تیرے نزدیک محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے رُتبے کا نہیں ہے کیونکہ اُن کے نام کو تُو نے اپنے نام کے ساتھ ملایا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کی جانب وحی فرمائی کہ اے آدم! مجھے اپنی عزت اور جلال کی قسم، وُہ اگرچہ تمھاری اولاد سے ہوگا اور سب سے آخری نبی ہوگا لیکن اگر اُس محبوب کو پیدا نہ کرتا تو تمھیں بھی

لہ پس سیکھ لیے آدم نے اپنے رب سے کچھ کلمے (۱۰) سورہ البقرہ۔ آیت ۳۷)

marfat.com

پیدا نہ کرتا۔ اسی لیے حضرت آدم علیہ السلام نے اپنی کنیت ابُو محمد رکھ لی تھی جبکہ بعض کے نزدیک ان کی کنیت ابوالبشر ہے۔

حضرت سریج بن یونس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ بعض فرشتے ایسے ہیں جو زمین میں گھومتے پھرتے رہتے ہیں اور جس گھر میں کوئی محمد یا احمد نام کا آدمی رہتا ہو اُس میں ٹھہر جاتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ جنت کے ہر دروازے پر لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ اَنَا مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہِ لکھا ہوا ہے جو دنیا میں اس بات (توحید و رسالت) کا قائل ہوگا اُسے عذاب نہیں دُوں گا۔ بعض ذکر کرتے ہیں کہ پُرانے پتھروں پر مُحَمَّدٌ تَقِیٌّ مُّصْلِحٌ سَیِّدٌ اَمِیْنٌ لکھا ہوا پایا گیا ہے۔ علامہ سمنطاری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ خراسان کے علاقے میں ایک ایسا بچہ پیدا ہوا ہے جس کے ایک پہلو پر لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ اور دُوسرے پر مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہِ لکھا ہوا تھا۔ علامہ موصوف کا بیان ہے کہ اُنھوں نے خود بھی اُس بچے کو دیکھا اور مذکورہ امر کا مشاہدہ کیا تھا۔ بعض حضرات نے یہ خبر دی ہے کہ ہندوستان کے کسی علاقے میں گلاب کے پھُول پر سفید رنگ میں لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہِ لکھا ہوا دیکھا گیا۔

حضرت جعفر بن محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اپنے والد محترم سے روایت کی ہے کہ قیامت کے روز ایک منادی ندا کرے گا، اے لوگو! خبردار ہو جاؤ، تم میں سے جس کا نام محمد یا احمد ہے، وہ جنت میں داخل ہو جائے۔ اِس حکم سے اللہ تعالیٰ اپنے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اسمِ مبارک کی عظمت دکھانا چاہے گا۔ ابن قاسم علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب سماع میں اور ابنِ وہب علیہ الرحمہ نے اپنی جامع میں مالک رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی ہے کہ میں نے مکہ مکرمہ والوں سے سُنا ہے، وُہ کہتے ہیں کہ جس گھر میں محمد نامی کوئی آدمی رہتا ہو وُہ گھر برکت والا ہے اور اُس کے ہمسایوں کو بغیر کسی خاص مشقت کے رزق ملتا رہتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ہر گھر میں ایک، بلکہ دو، بلکہ تین شخص ایسے ہونے چاہییں جن کا نام محمد ہو۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے دِلوں کو دیکھا تو اُن میں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مبارک قلب کو مخصوص فرما لیا اور اُنھیں خلعت رسالت

marfat.com

پہنا کر مبعوث فرمایا۔ نقاش علیہ الرحمۃ کا بیان ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر یہ آیۂ کریمہ نازل ہوئی:

وَمَا كَانَ لَكُمْ أَنْ تُؤْذُوا رَسُولَ	اور تمہیں حق نہیں پہنچتا کہ رسول اللہ کو
اللّٰهِ وَلَا أَنْ تَنْكِحُوا أَزْوَاجَهُ	ایذا دو اور نہ یہ کہ اُن کے بعد کبھی اُن کی
مِنْ بَعْدِهِ أَبَدًا۔ (۱)	(ازواجِ مطہرات) بیبیوں سے نکاح کرو۔

تو آپ منبر شریف پر جلوہ افروز ہوئے اور خطاب فرمایا کہ اے مسلمانو! باری تعالیٰ شانہٗ نے تم پر مجھے واضح فضیلت دی ہے اور میری ازواجِ مطہرات کو تمہاری بیویوں پر ظاہر فضیلت دی ہے۔

معراج شریف

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خصائص میں سے واقعۂ اسراء و معراج بھی ہے۔ یہ واقعہ آپ کے بلند ترین مقام کی نشان دہی کرتا ہے اور قرآنِ عزیز نے اِس کی تصریح فرمائی ہے اور احادیثِ صحیحہ میں اس کی تشریح و تفصیل موجود ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ شانہٗ ہے:

سُبْحَانَ الَّذِي أَسْرَى بِعَبْدِهِ لَيْلًا	پاکی ہے اُسے، جو اپنے بندے کو راتوں رات
مِنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ إِلَى الْمَسْجِدِ	لے گیا مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ
الْأَقْصَى۔ (۲)	تک۔

اسی سلسلے میں اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا ہے:

وَالنَّجْمِ إِذَا هَوَى ○ مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ	اس پیارے چمکتے تارے محمد کی قسم جب
وَمَا غَوَى ○ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَى ○	معراج سے اُترے۔ تمہارے صاحب نہ
إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَى ○ عَلَّمَهُ شَدِيدُ	بہکے، نہ بے راہ چلے۔ اور وہ کوئی بات اپنی
الْقُوَى ○ ذُو مِرَّةٍ فَاسْتَوَى ○ وَ	خواہش سے نہیں کرتے۔ وہ تو نہیں مگر وحی؛
هُوَ بِالْأُفُقِ الْأَعْلَى ○ ثُمَّ دَنَا فَتَدَلَّى ○	جو اُنہیں کی جاتی ہے۔ اُنہیں سکھایا سخت
فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنَى ○ فَأَوْحَى	قوتوں والے طاقتور نے۔ پھر اُس جلوہ نے

---

(۱) پ ۲۲، سورہ الاحزاب، آیت ۵۳ (۲) پ ۱۵، سورہ بنی اسرائیل، آیت ۱

marfat.com

اِلٰی عَبْدِہٖ مَآ اَوْحٰی ۝ مَا
کَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰی ۝
اَفَتُمٰرُوْنَہٗ عَلٰی مَا یَرٰی ۝
وَلَقَدْ رَاٰہُ نَزْلَۃً اُخْرٰی ۝
عِنْدَ سِدْرَۃِ الْمُنْتَہٰی ۝
عِنْدَھَا جَنَّۃُ الْمَاْوٰی ۝
اِذْ یَغْشَی السِّدْرَۃَ مَا یَغْشٰی ۝
مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا
طَغٰی ۝ لَقَدْ رَاٰی مِنْ
اٰیٰتِ رَبِّہِ الْکُبْرٰی ۝ (۱)

قصد فرمایا اور وہ آسمان بریں کے سب سے
بلند کنارے پر تھا۔ اور پھر وہ جلوہ نزدیک
ہوا۔ پھر خوب اُتر آیا تو اُس جلوے اور
اس محبوب میں دو ہاتھ کا فاصلہ رہا، بلکہ
اس سے بھی کم۔ اب وحی فرمائی اپنے
بندے کو، جو وحی فرمائی۔ دل نے جھوٹ
نہ کہا جو دیکھا تو کیا تم ان سے ان کے دیکھے
ہوئے پر جھگڑتے ہو اور انہوں نے تو وہ
جلوہ دو بار دیکھا تھا۔ سدرۃ المنتہیٰ کے
پاس۔ اور اُس کے پاس جنت الماویٰ ہے
جب سدرہ پر چھا رہا تھا، جو چھا رہا تھا۔
آنکھ نہ کسی طرف پھری، نہ حد سے بڑھی۔
بیشک اپنے رب کی بہت بڑی نشانیاں
دیکھیں۔

اس سیر کی صحت میں کسی مسلمان کے لیے شک و شبہ کی گنجائش نہیں کیونکہ نصوصِ قرآنی سے ثابت ہے اور واقعۂ معراج کی تفصیل اور اُس میں جن عجائبات کا آپ نے مشاہدہ فرمایا ان کی تشریح نیز جو خصوصیات اس سلسلے میں آپ کو مرحمت ہوئیں اُن کے شرح و بیان میں احادیثِ صحیحہ کثیرہ وافرہ موجود ہیں۔

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، میرے پاس بُراق لایا گیا، جو سفید رنگ کا جانور تھا وہ گدھے سے بڑا اور خچر سے چھوٹا تھا۔ وہ اتنا تیز رفتار ہے کہ جتنی دور ایک عام انسان کی نظر پہنچتی ہے اتنی دور اس کا ایک قدم پڑتا تھا۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں اس پر سوار ہو کر

۱؎ پ ۲۷، سورۃ النجم، آیت ۱۰ تا ۱۸

marfat.com

بیت المقدس گیا اور اُسی پتھر کے ساتھ اُسے باندھا جس کے ساتھ دیگر انبیائے کرام اپنی سواریاں باندھا کرتے تھے۔ اِس کے بعد مسجد میں دُو رکعت نماز ادا کی اور باہر نکل آیا تو جبریل علیہ السلام میرے پاس دو برتن لے کر حاضر ہُوئے، ایک میں شراب تھی اور دُوسرے میں دُودھ۔ میں نے دُودھ کو پسند کیا تو جبریل علیہ السلام کہنے لگے، یارسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم)، آپ نے فطرت کو پسند فرمایا ہے۔ اِس کے بعد وہ ہمیں لے کر آسمان تک جا پہنچا۔ جبرائیل علیہ السلام نے آسمان کے دروازے پر دستک دی۔ پُوچھا گیا، آپ کون ہیں؟ جواب دیا، میں جبریل ہُوں۔ پُوچھا، آپ کے ساتھ کون ہیں؟ جواب دیا، میرے ساتھ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں۔ مزید پُوچھا: کیا اُنھیں بلایا گیا ہے؟ جواب دیا: ہاں بلایا گیا ہے۔ چنانچہ دروازہ کھول دیا گیا۔ دیکھا کہ وہیں آدم علیہ السلام بھی تشریف فرما ہیں۔ اُنھوں نے مجھے مرحبا کہا اور خیر و برکت کی دُعائیں دیں۔ اِس کے بعد بُراق ہمیں دوسرے آسمان تک لے گیا۔ جبریل علیہ السلام نے دروازہ کھولنے کے لیے کہا تو آواز آئی، آپ کون ہیں؟ جواب دیا، میں جبریل ہوں۔ پوچھا، آپ کے ساتھ کون ہیں؟ کہا، میرے ساتھ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں۔ مزید پُوچھا، کیا اُنھیں بلایا گیا ہے؟ جواب دیا، ہاں بلایا گیا ہے، تو دروازہ کھول دیا گیا۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں، دونوں خالہ زاد بھائی یعنی حضرت عیسٰی اور حضرت یحیٰی علیہما السلام وہاں تشریف فرما تھے۔ انھوں نے مجھے مرحبا کہا اور خیر و برکت کی دعا دی۔ اِس کے بعد بُراق ہمیں تیسرے آسمان تک لے گیا اور پچھلے آسمانوں والا معاملہ وہاں بھی پیش آیا۔ آخر کار جب دروازہ کھول دیا گیا تو دیکھا کہ وہاں حضرت یوسف علیہ السلام تشریف فرما تھے جنھیں نصف حُسن عطا فرمایا گیا تھا۔ اُنھوں نے مجھے مرحبا کہا اور میرے لیے خیر و برکت کی دُعا مانگی۔ ازاں بعد بُراق ہمیں چوتھے آسمان تک لے گیا اور وہاں بھی مثلِ سابق معاملہ ہوا۔ دروازہ کُھلنے پر دیکھا کہ حضرت ادریس علیہ السلام تشریف فرما ہیں۔ اُنھوں نے مجھے مرحبا کہا اور خیر و برکت کی دُعائیں دیں۔ اِن کے بارے میں باری تعالیٰ شانہٗ نے فرمایا ہے:

وَرَفَعْنٰهُ مَكَانًا عَلِيًّا [۱] اور ہم نے اس کو بلند مکان پر اُٹھا لیا۔

---

[۱] پ ۱۶، سورۂ مریم، آیت ۵۷

marfat.com

پھر براق ہمیں پانچویں آسمان تک لے گیا وہی واقعہ پیش آیا اور دروازہ کھلنے پر دیکھا کہ وہاں حضرت ہارون علیہ السلام جلوہ افروز تھے انہوں نے بھی مجھے مرحبا کہا اور خیر و برکت کی دعائیں دیں۔ پھر براق ہمیں چھٹے آسمان تک لے گیا یہاں بھی ویسے ہی سوال جواب ہوئے اور دروازہ کھلنے پر دیکھا کہ وہاں موسیٰ علیہ السلام رونق افروز ہیں۔ انہوں نے بھی مجھے مرحبا کہا اور خیر و برکت کی دعائیں دیں۔ اس کے بعد براق ہمیں ساتویں آسمان تک لے گیا اور مثلِ سابق معاملہ درپیش ہوا۔ دروازہ کھلنے پر دیکھا کہ وہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام تشریف رکھتے ہیں اور بیت المعمور کے ساتھ ٹیک لگائی ہوئی ہے۔ بیت المعمور میں روزانہ ستر ہزار فرشتے داخل ہوتے ہیں۔ جس فرشتے کی وہاں ایک مرتبہ باری آجاتی ہے دوبارہ قیامت تک باری نہیں آئے گی۔ اس کے بعد براق مجھے سدرۃ المنتہیٰ تک لے گیا، جس کے پتے ہاتھی کے کانوں جیسے ہیں اور پھل اتنے بڑے بڑے ہیں جیسے مٹکے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اُسے اللہ تعالیٰ کے حکم نے ڈھانپ رکھا ہے اور مجھے بھی اُس امرِ الٰہی نے ڈھانپ لیا یعنی خاص رحمتِ خداوندی نے آغوش میں لے لیا۔ اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے ایک فرد بھی ایسا نہیں ہے جو اُس کے حسن و کمال کے وصف کو بیان کر سکے۔ یہاں باری تعالیٰ شانہ نے مجھ پر جو چاہی وحی فرمائی اور روزانہ پچاس نمازیں فرض فرما دیں۔ جب میں فارغ ہو کر واپسی میں حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملا تو انہوں نے پوچھا، یا سید المرسلین! اللہ رب العزت نے آپ کی اُمت پر کیا فرض کیا ہے؟ میں نے جواب دیا، روزانہ پچاس نمازیں۔ کہنے لگے، حضور! واپس جا کر تخفیف کروائیے کیونکہ آپ کی امت میں یہ طاقت نہیں ہے، میں قبل ازیں بنی اسرائیل کو آزما چکا ہوں۔

سرورِ کون و مکاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں واپس لوٹا اور بارگاہِ خداوندی میں نمازوں کی تخفیف کے لیے عرض گزار ہوا۔ اللہ جل شانہ نے پانچ نمازیں معاف فرما دیں۔ میں نے واپس لوٹتے وقت موسیٰ علیہ السلام سے ذکر کیا کہ پانچ نمازیں معاف ہو گئی ہیں۔ اُنہوں نے کہا: حضور! آپ کی اُمت میں اتنی طاقت نہیں ہے، واپس جا کر تخفیف کروائیے۔ سید الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں موسیٰ علیہ السلام کے کہنے پر لوٹتا اور بارگاہِ خداوندی میں نمازوں کی تخفیف کا مسئلہ پیش کرتا رہا یہاں تک کہ باری تعالیٰ شانہ نے فرمایا:

marfat.com

اے محمد! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) تمہاری اُمت پر روزانہ پانچ وقت نماز پڑھنا فرض ہے پر شمار میں پانچ وقت کی نمازیں ہوں گی لیکن میں اِن کا ثواب اُتنا ہی عنایت فرماؤں گا جتنا پچاس نمازوں کا ہے۔ علاوہ بریں تمہارے کسی اُمتی نے اگر نیکی کا ارادہ کیا اور اسے کر نہ سکا تو اُس کے نامۂ اعمال میں ایک نیکی لکھ دی جائے گی اور اگر اُسے کر لیا تو دس نیکیوں کا ثواب ملے گا اِس کے برعکس جس نے کسی بدی کا قصد کیا اور اُسے کر نہ سکا تو اُس معاملے کو کالعدم شمار کیا جائے گا اور اگر اُس بُرائی کا مرتکب ہو گیا تو ایک ہی بُرائی لکھی جائے گی۔

فخرِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ واپس لوٹتے وقت جب میں موسیٰ علیہ السلام سے ملا تو اس امر کی اطلاع دی۔ وُہ کہنے لگے۔ حضور! بارگاہِ خداوندی سے اور تخفیف کروائیے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، مجھے اس سلسلے میں اب بارگاہِ خداوندی میں عرض کرتے ہوئے شرم محسوس ہوتی ہے۔ امام زہری رحمۃ اللہ علیہ والی روایت میں ہے کہ ہر ایک نبی نے آپ سے کہا تھا، مرحبا نبی صالح اور بھائی صالح، لیکن حضرت آدم اور ابراہیم علیہما السلام نے کہا تھا، مرحبا نبی صالح اور فرزند صالح۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے طریق سے اس حدیث میں یہ بھی ہے کہ پھر بُراق مجھے اور اوپر لے گیا یہاں تک کہ میں مستویٰ پر چلا گیا اور قلموں کے چلنے کی آوازیں سُننے لگا۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ پھر بُراق مجھے اُوپر لے گیا حتیٰ کہ میں سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچا، جو ایسے مختلف رنگوں میں غرق تھا کہ اپنی عقل سے میں اس کیفیت کو بیان نہیں کر سکتا۔ جب موسیٰ علیہ السلام اُن کے پاس سے میرا گزر ہوا تو وہ رو پڑے۔ ندا آئی کہ اے موسیٰ! رونے کی کیا وجہ ہے: عرض کرنے لگے۔ اے پروردگار! تو نے اِس نوجوان کو میرے بعد دنیا میں بھیجا لیکن اِس کی اُمت میری اُمت سے زیادہ تعداد میں داخلِ جنت ہوگی۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ والی روایت میں ہے کہ میں انبیائے کرام کی جماعت میں تھا کہ نماز کی تیاری ہوگئی۔ میں نے نماز میں اُن کی امامت کا فریضہ انجام دیا۔ آگے کسی کہنے والے نے کہا، اے محمد! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، یہ مالک نامی دوزخ کا منتظم ہے اسے سلام کر لیجئے۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں ابھی اُس کی جانب متوجہ ہی

marfat.com

ہُوا تھا کہ اُس نے مجھے سلام کیا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دوسری روایت میں ہے کہ آپ چل پڑے یہاں تک کہ بیت المقدس پہنچ گئے۔ بُراق سے اُترے اور اُسے ایک پتھر سے باندھ دیا، پھر فرشتوں کے ساتھ نماز پڑھی۔ بعض فرشتوں نے سوال کیا، اے جبرئیل! آپ کے ساتھ یہ کون بزرگ ہیں؟ جبریل علیہ السلام نے جواب دیا، یہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں، جو خاتم الانبیاء ہیں۔ دریافت کیا، کیا انھیں منصبِ رسالت مل چکا ہے؟ جبرئیل علیہ السلام نے اثبات میں جواب دیا۔ اُن فرشتوں نے آپ کو سلام عرض کیا اور کہا، مرحبا ایسا بھائی اور خلیفہ کیونکہ یہ بہترین بھائی اور بہترین خلیفہ ہیں۔ اِس کے بعد انبیائے کرام کی ارواحِ مقدسہ سے ملاقات ہُوئی۔ اُنھوں نے اپنے رب کی حمد و ثنا بیان کی۔ اُنھوں نے ہر ایک نبی کے ارشاداتِ عالیہ کا ذکر کیا، جن میں سے حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ، حضرت عیسیٰ، حضرت داؤد، حضرت سلیمان علیہم السلام بھی ہیں۔ اُن کے بعد نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فرموداتِ گرامی کا ذکر بھی کیا۔ اِس کے بعد ارواحِ انبیائے کرام کو مخاطب کر کے فرمایا کہ آپ حضرات نے اللہ جل شانہٗ کی حمد و ثنا بیان کی، اب مَیں بھی اُس وحدہٗ لاشریک کی حمد و ثنا بیان کرتا ہوں ؎

الحمد للہ الذی ارسلنی رحمۃ	سب تعریفیں اس خدا کے لیے ہیں جس نے
للعلمین وکافۃ للناس بشیرًا و	مجھے سارے جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا
نذیرًا وانزل علی الفرقان فیہ	اور تمام انسانوں کے لیے نبی بنایا ہے لوگوں کو
تبیانًا لکل شیئ وجعل امتی	بشارتیں دُوں اور ڈراؤں اور مجھ پر فرق
خیر امۃ وجعل امتی امۃ	بتلانے والی کتاب نازل فرمائی جس میں ہر چیز
وسطًا وجعل امتی ھم الاولون و	کا کامل بیان ہے اور میری اُمت کو بہتر
ھم الاخرون وشرح لی صدری	اور راہِ اعتدال پر چلنے والی اُمت بنایا، میرے
ووضع عنی وزری ورفع لی ذکری	اُمتی ہی سب سے پہلے اور آخری ہیں۔ میرے
وجعلنی فاتحًا و خاتمًا۔	سینے کو کھولا اور مجھ سے بوجھ اتارا۔ میرے ذکر کو بلند کیا اور مجھے فاتح اور آخری نبی بنایا۔

(ص ۳۳)

marfat.com

یہ سن کر ابراہیم علیہ السلام گویا ہوئے کہ اسی سبب سے تو محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہم سب سے افضل ہیں۔ اس مقدس حدیث کے اگلے الفاظ یہ ہیں کہ پھر بُراق آپ کو آسمانِ دنیا کی طرف لے گیا۔ اسی طرح ایک آسمان سے دُوسرے پر جاتے رہے اور ہر جگہ خیر مقدم ہوتا رہا یہاں تک کہ سدرۃ المنتہیٰ تک جا پہنچے۔ سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچنے اور اُس کے اوصاف بیان کرنے کے بعد سرورِ کون ومکاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اُس وقت باری تعالیٰ شانہٗ نے ارشاد فرمایا، اے حبیب! جو چاہو مجھ سے مانگ لو۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بارگاہِ خداوندی میں عرض گزار ہوئے، اے پروردگار! تُو نے ابراہیم علیہ السلام کو خلیل بنایا اور اُنھیں بہت بڑی شہنشاہی عطا فرمائی۔ موسیٰ علیہ السلام کو اپنی ہمکلامی کا شرف بخشا، داؤد علیہ السلام کو بھی زبردست شاہی عنایت فرمائی اور اُن کے لیے لوہے کو زم اور پہاڑوں کو مطیع بنا دیا۔ سلیمان علیہ السلام کو ایسی بادشاہی مرحمت فرمائی کہ جن وانسان اور شیاطین تک اُن کے زیرِ فرمان کر دیئے اور ایسی عظیم بادشاہی عطا فرمائی جو اُن کے بعد اور کسی کے لائق نہیں، عیسیٰ علیہ السلام کو توریت اور انجیل کا علم بخشا اور اُنھیں گونگوں اور کوڑھیوں کو اچھا کر دینے کا معجزہ عطا فرمایا، نیز اُنھیں اور اُن کی والدۂ محترمہ کو شیطان کے شر سے محفوظ رکھا تاکہ وہ ملعون ان پر کسی طرح قابو نہ پاسکے۔ باری تعالیٰ شانہٗ نے فرمایا، اے حبیب! میں نے ساری کائنات میں سے تمھیں اپنا حبیب[1] ٹھہرایا اور توریت میں یُوں لکھا ہوا ہے کہ محمد حبیب الرحمٰن ہیں اور تمھیں تمام انسانوں کیلئے رسول بنایا اور تمھاری اُمت کو یہ شرف بخشا کہ وہ فضیلت میں سب سے اوّل اور بلحاظِ زمانہ سب سے آخری ہے۔ اُن کا خطبہ پڑھنا اُس وقت تک درست نہیں جب تک یہ شہادت نہ دیں کہ تم میرے بندے اور رسول ہو۔ تمھیں سارے نبیوں سے پہلے پیدا کیا اور سب سے آخر میں مبعوث فرمایا۔ تمھیں سبعِ مثانی یعنی سات آیتوں والی سُورت دی، جو صحیح قول کے مطابق سورۂ فاتحہ ہے اور وہ تمھارے سوا کسی نبی کو عطا نہیں فرمائی۔ تمھیں سورۂ بقرہ کی آخری آیات دیں جو عرشِ اعظم کے

---

[1] محقق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، ؎

لا یمکن الثناء کما کان حقہٗ

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

marfat.com

نیچے کا خزانہ میں اور بھی کسی اور نبی کو عطا نہیں فرمائیں نیز تمہیں فاتح اور آخری نبی بنایا۔ دوسری روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تین چیزیں مرحمت فرمائی گئیں (۱)، نماز پنجوقتہ (۲)، سورہ بقرہ کی آخری آیات (۳) اُمتِ محمدیہ کا جو فرد کسی کو خدا کا شریک نہ ٹھہرائے اُسکی مغفرت ہوجائے گی اور اُس کے مہلک گناہ تک بخش دیے جائیں گے۔

حضرت شریک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ اس کے بعد بُراق آپ کو ساتویں آسمان اور سدرۃ المنتہیٰ پر لے گیا اور اُس سے بھی آگے ایسے مقام تک پہنچے جس کے متعلق باری تعالیٰ شانہٗ کے سوا اور کوئی نہیں جانتا۔ بزاز نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب اذان کی تعلیم کا ارادہ فرمایا تو جبرئیل علیہ السلام کو ایک جانور دے کر اپنے حبیب کی بارگاہ میں بھیجا، اُس جانور کو بُراق کہتے ہیں۔ جب فخرِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس پر سوار ہونے کا قصد فرمایا تو بُراق اچھلنے کُودنے لگا۔ جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا، اے براق! تسلی رکھو کیونکہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بارگاہِ خداوندی میں اور کوئی معزز و مکرم نہیں ہے جو تجھ پر سواری کرتا۔ اس کے بعد آپ سوار ہوگئے اور آخرکار حجاب تک جا پہنچے جو اللہ رب العزت کی خاص تجلیات کے نزدیک ہے۔ اسی دوران میں ایک فرشتہ حجاب سے نکلا تو سرورِ کون و مکاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، اے جبرئیل! یہ کون ہے؟ جبرئیل علیہ السلام عرض گزار ہُوئے کہ حضور! مجھے اُس ذات کی قسم ہے جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے میں بلحاظِ مکان ساری مخلوق سے اللہ تعالیٰ کی تجلیات کے زیادہ نزدیک رہتا ہوں لیکن اپنی پیدائش سے لے کر اِس وقت سے پہلے مَیں نے اِس فرشتے کو نہیں دیکھا۔ اُس وقت اُس فرشتے نے کہا، اللہ اکبر، اللہ اکبر۔ حجاب کے پیچھے سے آواز آئی، میرے بندے نے ٹھیک کہا ہے، واقعی میں بہت بڑا ہُوں۔ اِس کے بعد فرشتے نے کہا اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه۔ پردے کے پیچھے سے آواز آئی، میرے بندے نے سچ کہا ہے، واقعی میرے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ اسی طرح باقی

ے آپ سے پائی ہے معراج نے معراجِ کمال
منزلِ اَوج ہے ممنونِ کفِ پائے حضور (واحد الحامدی)

marfat.com

اذان کا ذکر کیا لیکن حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃ اور حَیَّ عَلَی الْفَلَاح کے جواب کا کوئی ذکر نہیں۔ اس کے بعد اُس فرشتے نے سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دستِ اقدس کو پکڑا اور ساری آسمانی مخلوق کی امامت کرنے کے لیے کہا۔ اُن میں حضرت آدم اور نوح علیہما السلام بھی تھے۔ اس حدیث کے راوی محمد بن علی بن حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ساری مخلوق پر خواہ وہ فرشی ہو یا عرشی فضیلت و شرف حاصل ہے اور اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کا کامل و اکمل ہونا ساری ارضی و سماوی مخلوق پر دکھا دیا۔

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں حجاب کا لفظ نہیں ہے اور ویسے بھی وہ صرف مخلوق کے حق میں ہے نہ کہ خالق کے لیے۔ مخلوق سے چیزیں چھپ سکتی ہیں لیکن باری تعالیٰ شانہٗ اس سے پاک ہے کہ اُس سے کوئی چیز چھپی ہوئی رہ جائے حجاب بے شک جو اس کا احاطہ کرتا ہے لیکن وہ مخلوق کی بصارت پر ہوتا ہے یعنی اُن کی نگاہ اور ادراک سے جب چاہے، جیسے چاہے اور جہاں چاہے اللہ تعالیٰ کسی چیز کو محجوب کر دیتا ہے جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

كَلَّآ إِنَّهُمْ عَن رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوبُونَ [1] ہاں ہاں، بیشک وہ اُس دن اپنے رب کے دیدار سے محروم ہیں۔

اور اس حدیث میں جس حجاب کا ذکر ہے اُس کے بارے میں یہ سمجھنا ضروری ہے کہ وہ حجاب اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے لیے رکھا ہے تاکہ وہ اُس کی عظیم سلطنت، عظمت، عجائبِ ملکوت اور شانِ جبروتی پر عین الیقین کے ساتھ اطلاع پانے سے حجاب میں رہیں۔

نیز اس حدیث میں جبرئیل علیہ السلام کا یہ قول کہ میں باری تعالیٰ شانہٗ کے قرب میں رہتا ہوں، ابھی ہے۔ اِس سے یہی مراد ہے کہ میں دوسروں سے عرشِ الٰہی کے زیادہ نزدیک رہتا ہوں جیسا کہ ارشادِ خداوندی ہے:

وَاسْأَلِ الْقَرْيَةَ [2] گاؤں سے پوچھ۔

---

[1] پ ۳۰، سورۃ المطففین، آیت ۱۵

[2] پ ۱۳، سورہ یوسف، آیت ۸۲

marfat.com

یہاں بھی گاؤں سے مراد اُس میں بسنے والے ہیں۔ معراج و اسراء کے بارے میں اہلِ حق کا نظریہ یہ ہے:

وذھب معظم السلف والمسلمین الی ان الاسراء بہ صلی اللہ علیہ وسلم اسراء بالجسد و فی الیقظۃ وھذا ھو الحق و ذکر ادلۃ ذٰلک والقائلین۔ (ص۳۵)	اکابر سلف سے عام مسلمانوں تک کا یہی عقیدہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جسمانی معراج ہوئی اور بحالتِ بیداری ہوئی اور حق بھی یہی ہے۔ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے اِس کے دلائل نقل کیے اور جو حضرات اِس کے قائل ہیں اُن کا ذکر کیا ہے۔

رویتِ الٰہی

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ رویتِ الٰہی کے بارے میں اختلاف ہے کہ (معراج میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے) باری تعالیٰ شانہٗ کو چشمِ سر سے دیکھا یا دل کی آنکھوں سے؛ جہاں تک رویت کا تعلق ہے تو حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو دیکھنا ممکن ہے اور انہوں نے بدلائلِ کثیرہ اسی بات کو ترجیح دی ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے دو قول نقل کرکے قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے سر کی آنکھوں سے دیکھنے کو مقدم رکھا ہے اور کہا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا سب سے زیادہ مشہور قول یہی ہے اور اُن تک اِس روایت کے متعدد طرق ہیں جیسا کہ حاکم، نسائی اور ترمذی نے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو کلام کے ساتھ، ابراہیم علیہ السلام کو خلت کے ساتھ اور محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو رویت کے ساتھ خاص کیا ہے۔ اِس کی دلیل یہ ارشادِ خداوندی ہے:

مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰی ۝ — دل نے جھوٹ نہ کہا، جو دیکھا۔

marfat.com

اَفَتُمٰرُوْنَهٗ عَلٰی مَا یَرٰی ٥ وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰی ٥ [1]

تو کیا تم اِن سے اِن کے دیکھے ہوئے پر جھگڑتے ہو؟ اور انہوں نے تو وہ جلوہ دوبارہ دیکھا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے قول کے مطابق یہ ضمیر اللہ تعالیٰ کی طرف راجع ہے[2] قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الشفاء میں فرمایا ہے، عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے اللہ رب العزت کی قسم کھا کر فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا ہے[3]۔ اس کی روایت ابو عمر مقری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کی ہے اور بعض متکلمین نے اِس مذہب کی حکایت حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کی ہے۔

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ مروان نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت کیا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا ہے؟ اُنھوں نے جواب دیا، ہاں دیکھا ہے۔ نقاش نے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے حکایۃً بیان کیا ہے کہ اُنھوں نے فرمایا، میں ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث سے بالکل متفق ہوں کیوں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا ہے، دیکھا ہے اور بار بار اِن الفاظ کا اعادہ کرتے رہے، یہاں تک کہ اُن کا سانس بند ہو گیا۔[4]

مُلّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی شرح میں فرمایا کہ راجح وہ ہے جو

---

[1] پ ۲۷، سورۃ النجم، آیت ۱۱ تا ۱۲

[2] امام احمد رضا خاں بریلوی قدس سرہٗ فرماتے ہیں، ؎

اور کوئی غیب کیا، تم سے نہاں ہو بھلا
جب نہ خدا ہی چھپا، تم پہ کروڑوں درود

[3] حضرت اختر الحامدی فرماتے ہیں، ؎

ارضِ حرم سے عرشِ عُلیٰ تک، عرشِ عُلیٰ سے قصرِ دنیٰ تک
راہ گزارِ سرورِ عالم، صلی اللہ علیہ وسلم

marfat.com

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اور اکثر علمائے کرام کا یہی مذہب ہے کہ نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے شبِ اسریٰ میں اپنے رب کو سر کی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ اگرچہ اس امر کا ثبوت سماع کے بغیر ممکن نہیں لیکن سماع بھی تو اس طرح ثابت ہے جس میں شک و شبہ کی گنجائش نہیں۔ آگے قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ کا نفیس فیصلہ یُوں نقل فرمایا ہے:

وانکار عائشۃ وقوعها ای الرؤیۃ لم یکن لحدیث رؤتہ ولو کان لحدیث ذکرتہ بل احتجت بقولہ تعالیٰ لا تدرکہ الابصار قلنا المراد بالادراک الاحاطۃ اذ ذاتہ تعالیٰ لا تحاط و لا یلزم من نفی الاحاطۃ نفی الرؤیۃ بدونها ثم ذکر فی الشفاء فی ذالک ابحاثاً شریفۃ و فوائد جمۃ۔ (ص ۳۶)	حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا رؤیت کے وقوع سے انکار کرنا کسی حدیث کی بنا پر نہیں ہے۔ اگر اُن کے علم میں ایسی کوئی حدیث ہوتی تو ضرور اس کا ذکر کیا جاتا، اسی لیے تو اُنھوں نے آیت لا تدرکہ الابصار سے دلیل پکڑی ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اس سے احاطہ کرنے والا ادراک مراد ہے حالانکہ ذات باری تعالیٰ کا احاطہ ممکن نہیں۔ لہٰذا احاطے کی نفی سے رویت کی نفی تو لازم نہیں آتی۔ اس کے علاوہ قاضی عیاض علیہ الرحمۃ نے شفا میں عمدہ ابحاث اور کثیر فوائد لکھے ہیں۔

شفاعت و دیگر فضائل

نبی آخر الزماں، سرورِ کون و مکاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بلحاظ ساری مخلوق سے بزرگ ہونے کے جن خصوصیات اور فضیلتوں کا قیامت کے روز اظہار ہوگا، اُن کے سلسلے میں قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ تک اپنی سند کے ساتھ لکھا ہے کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، جب لوگ قبروں سے اُٹھائے جائیں گے تو سب سے پہلے میں اپنے روضے سے اُٹھوں گا

marfat.com

جب وہ ایک وفد کی صورت میں اکٹھے ہو جائیں گے تو اُن کا خطیب مَیں ہُوں گا، جب وہ مایوس ہو جائیں گے تو اُنھیں بشارت دینے والا مَیں ہُوں گا۔ لواء الحمد میرے ہاتھ میں ہوگا۔ مَیں اپنے رب کے نزدیک آدم علیہ السلام کی ساری اولاد سے مکرم ہُوں اور یہ فخریہ نہیں کہتا۔

ایک اور روایت میں ہے کہ جب لوگ قبروں سے اُٹھیں گے تو سب سے پہلا مَیں ہونگا اور جب وہ اکٹھے ہو جائیں گے تو اُن کا قائد مَیں ہُوں گا اور جب وہ خاموش ہوں گے تو اُن کا خطیب مَیں ہُوں گا اور جب اُنھیں جنت میں جانے سے روک دیا جائے گا تو اُن کی شفاعت کرنے والا مَیں ہُوں گا اور جب وہ مایوس ہو جائیں گے تو انھیں خوشخبری دینے والا میں ہُوں گا۔ لواء الحمد اُس روز میرے ہاتھ میں ہوگا اور میں اپنے رب کی بارگاہ میں جملہ اولادِ آدم علیہ السلام سے زیادہ عزت والا ہُوں اور یہ فخریہ نہیں کہتا۔ اُس روز ایک ہزار خادم میرے گرد اگرد پھر رہے ہوں گے جو اُن موتیوں کی مانند ہیں جنھیں چھپا کر رکھا جاتا ہے۔

ترمذی میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے جس کی واکسی نے تصحیح کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، مجھے جنت کے حُلّوں میں سے ایک حُلّہ پہنایا جائے گا۔ پھر میں عرش کے دائیں جانب کھڑا ہو جاؤں گا۔ مخلوق میں سے میرے سوا وہاں کوئی بھی کھڑا نہیں ہوگا۔ ترمذی میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے جس کی تحسین کی گئی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، قیامت کے روز آدم علیہ السلام کی ساری اولاد کا سردار مَیں ہُوں گا اور لواء الحمد اُس روز میرے ہاتھ میں ہوگا اور یہ فخر کے طور پر نہیں کہتا۔ آدم علیہ السلام یا دوسرا کوئی نبی ایسا نہیں جو اُس روز میرے جھنڈے کے نیچے نہ ہو۔ سب سے پہلے میری قبر شق ہوگی اور یہ فخریہ نہیں کہتا۔

صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ فخرِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، قیامت کے روز آدم علیہ السلام کی اولاد کا سردار میں ہُوں گا اور سب سے پہلے میری قبر شق ہوگی اور سب سے پہلے میں شفاعت کروں گا اور سب سے پہلے میری شفاعت ہی منظورِ بارگاہِ ایزدی ہوگی۔ ترمذی میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، قیامت کے روز

marfat.com

لواء الحمد میں نے اُٹھایا ہوا ہوگا اور یہ فخر یہ نہیں کہتا اور سب سے پہلے شفاعت کرنے والا میں ہوں اور میری ہی شفاعت سب سے پہلے قبول ہوگی اور یہ فخر کے طور پر نہیں کہتا اور وُہ میں ہُوں جو سب سے پہلے جنّت کا دروازہ کھٹکھٹائے گا، پس میرے لیے جنّت کا دروازہ کھول دیا جائیگا اور میں جنّت میں داخل ہوجاؤں گا، میرے ساتھ غریب مسلمان بھی جنّت میں داخل ہوں گے اور یہ فخر یہ نہیں کہتا اور میں سب اگلے پچھلوں سے زیادہ معزز و مکرم ہُوں اور یہ بات فخر کے طور پر نہیں کہتا (بلکہ حقیقت کا اظہار مقصود ہے)

صحیح مسلم کے اندر حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے، سب سے پہلے مَیں لوگوں کی جنّت کے لیے شفاعت کروں گا اور میرے پیروکاروں کی تعداد سب سے زیادہ ہوگی۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بخاری اور مسلم والی روایت میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، قیامت کے روز تمام انسانوں کا سردار مَیں ہُوں گا۔ کیا تم جانتے ہو یہ کیونکر ہوگا؟ (پھر خود فرمایا) اللہ تعالیٰ سب اگلے پچھلے انسانوں کو جمع کرے گا۔ اِس سے آگے حدیثِ شفاعت بیان فرمائی۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، میں اُمید کرتا ہُوں کہ قیامت کے روز تمام انبیائے کرام علیہم السلام سے میں ثواب میں زیادہ ہُوں گا۔ دُوسری حدیث میں ہے، کیا تم خوش نہیں ہوگے کہ قیامت کے روز حضرت ابراہیم اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام تم میں ہوں؟ اِس کے بعد فرمایا کہ بروزِ قیامت وُہ میری اُمّت میں ہوں گے۔ ابراہیم علیہ السلام فرمائیں گے، آپ میری دُعا اور اولاد ہیں۔ رہا عیسیٰ علیہ السلام کا معاملہ تو جملہ انبیائے کرام علیہم السّلام آپس میں علاتی بھائی ہیں یعنی اُن کا باپ ایک ہے اور مائیں مختلف ہیں۔ عیسیٰ علیہ السلام میرے بھائی ہیں۔ میرے اور اُن کے درمیان کوئی نبی نہیں۔ میں دُوسروں کی نسبت عیسیٰ علیہ السلام سے زیادہ قریب ہُوں۔

آپ کا یہ ارشادِ گرامی کہ میں قیامت کے روز جملہ انسانوں کا سردار ہُوں گا، حالانکہ آپ دنیا میں بھی سب لوگوں کے سردار ہیں اور قیامت میں بھی سب کے سردار رہیں گے لیکن صرف قیامت کی سرداری کا تذکرہ اِس لیے فرمایا ہے کہ وہاں آپ کی سیادت د

marfat.com

شفاعت منفرد[1] مقام رکھتی ہوگی اور آپ کے سوا لوگوں کو اور کہیں پناہ نہ مل سکے گی۔ سردار تو وہی ہوتا ہے جس کے پاس لوگ اپنی حاجتیں لے کر جانے پر مجبور ہوں، اُس روز دُوسرا کوئی آپ کا مدِ مقابل نہ ہوگا اور نہ کوئی ایسا دعویٰ ہی کرے گا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ[2]   آج کس کی بادشاہی ہے، ایک اللہ سب پر غالب کی۔

حالانکہ دنیا اور آخرت میں اللہ تعالیٰ ہی کی بادشاہی ہے لیکن آخرت میں اُن لوگوں کے دعوے بھی منقطع ہوجائیں گے جو دنیا میں اپنے عارضی اختیار کے باعث بادشاہی کرتے تھے۔ چونکہ قیامت میں سارے ہی انسان سرورِ کون ومکان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شفاعت کے محتاج ہوں گے اور آپ ہی کی پناہ ڈھونڈیں گے، لہٰذا آخرت میں آپ سب انسانوں کے سردار ہوں گے (کیونکہ آپ کی سرداری کا انکار کرنے کی کسی کو کوئی گنجائش ہی نظر نہیں آئے گی)

صحیح مسلم میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: میں قیامت کے روز جنت کے دروازے پر آؤں گا اور دروازہ کھولنے کے لیے کہوں گا تو خازنِ جنت پوچھے گا: آپ کون ہیں؟ میں جواب دُوں گا کہ محمد ہوں (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)۔ وُہ کہے گا کہ مجھے یہی حکم ملا ہے کہ صرف آپ کے لیے دروازہ کھولوں اور آپ سے پہلے کسی کے لیے دروازہ نہ کھولا جائے۔

---

[1] اسی لیے مولانا حسن بریلوی علیہ الرحمہ نے بتایا ہے: ؎

فقط اتنا سبب ہے انعقادِ بزمِ محشر کا
کہ اِن کی شانِ محبوبی دکھائی جانے والی ہے

[2] پ ۲۴، سورہ المؤمن، آیت ۱۶

[3] اسی لیے اعلیٰ حضرت نے منکرینِ استمداد کو سمجھایا ہے: ؎

آج لے ان کی پناہ، آج مدد مانگ اُن سے
پھر نہ مانیں گے، قیامت میں اگر مان گیا

marfat.com

صحیحین میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، میرا حوض ایک ماہ کی مسافت کے برابر ہے، اُس کے کنارے برابر ہیں اور پانی چاندی سے زیادہ سفید ہے، اُس کی خوشبو مشک سے زیادہ مہک دار اور اُس کے آبخورے آسمان کے تاروں کی طرح بکثرت ہیں، جو ایک مرتبہ اُس کا پانی پی لے گا گئے پھر کبھی پیاس محسوس نہیں ہوگی۔ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے حوضِ کوثر کے بارے اور بھی بہت سی احادیث نقل کی ہیں۔

محبت و خلت

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو محبت اور خلت میں دُوسروں پر فضیلت دے کر ممتاز فرمایا ہے۔ اِس بارے میں بکثرت احادیث صحیحہ منقول ہیں اور مسلمانوں کی زبانوں پر آپ کا لقب حبیبِ خدا جاری و ساری ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، اگر اللہ تعالیٰ کے سوا میں نے کسی کو خلیل بنانا ہوتا تو ابوبکر کو اپنا خلیل بناتا۔ صحیح مسلم کی روایت ہے کہ مسلمانو! تمہارا نبی اللہ تعالیٰ کا خلیل ہے۔ امام ترمذی اور دیگر محدثین نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے طریق سے ذکر کیا ہے کہ سرورِ کون و مکاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، مسلمانو! اللہ تعالیٰ نے تمہارے نبی کو اپنا خلیل بنایا ہے۔

دارمی اور ترمذی نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی کہ صحابۂ کرام رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے انتظار میں بیٹھے باتیں کر رہے تھے کہ آپ تشریف لے آئے۔ جب آپ نزدیک پہنچے تو اُن میں سے ایک نے کہا تھا کہ یہ بات کتنی حیرت انگیز ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو مخلوق سے اپنا خلیل بنایا تھا۔ دُوسرے نے کہا، یہ اِس سے عجیب تو نہیں کہ موسیٰ علیہ السلام کو اپنی ہمکلامی کا شرف بخشا۔ کسی اور نے فرمایا کہ عیسیٰ علیہ السلام تو اللہ تعالیٰ کا ایک کلام اور اُس کی جانب کی رُوح ہیں۔ آخری صاحب نے فرمایا، آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے صفی بنایا تھا۔ فخرِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نزدیک

marfat.com

پہنچ گئے اور فرمایا: میں نے تمہاری گفتگو سن لی ہے اور تمہارا تعجب کرنا بجا ہے کیونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام واقعی اللہ تعالیٰ کے خلیل ہیں اور یہ بھی حقیقت ہے کہ باری تعالیٰ شانہٗ نے موسیٰ علیہ السلام کو اپنی ہمکلامی کا شرف بخشا اور اِس میں بھی کوئی شک نہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام واقعی اللہ تعالیٰ کی جانب کی رُوح ہیں اور آدم علیہ السلام کے صفی اللہ ہونے میں کوئی شک وشبہ نہیں لیکن میں اللہ تعالیٰ کا حبیب ہُوں اور یہ فخریہ نہیں کہتا اور قیامت کے روز لواء الحمد میرے ہاتھ میں ہوگا اور یہ بھی فخر کے طور پر نہیں کہتا، اور وُہ بھی میں ہُوں کہ سب سے پہلے جس کو شفاعت کرنے کی اجازت ملے گی اور وُہ بھی مَیں ہُوں گا جس کی شفاعت سب سے پہلے مقبول ہوگی اور یہ میں فخر کے طور پر نہیں کہتا اور وُہ میں ہُوں جو سب سے پہلے جنت کا دروازہ کھٹکھٹائے گا اور جس کے لیے جنت کا دروازہ کھُلے گا، پس میں جنت میں داخل ہوجاؤں گا اور میرے ساتھ میرے غریب اُمتی ہوں گے، یہ فخریہ نہیں کہتا اور میں سب اگلے پچھلوں سے زیادہ معزز و مکرم ہُوں، یہ بھی فخر کے طور پر نہیں کہتا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی معراج شریف والی روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی آخرالزماں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے فرمایا: مَیں نے تمہیں اپنا خلیل ٹھہرایا اور توریت میں تمہارے متعلق لکھا ہُوا ہے کہ آخری نبی حبیب الرحمٰن ہے۔ مولانا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب الشفاء کے ایک پُرانے نسخے پر مطلع ہوا، جس میں یہ مرقوم ہے کہ میں نے تمہیں اپنا حبیب ٹھہرایا۔ علمائے کرام کا اِس میں اختلاف ہُوا کہ حبیب کا درجہ بلند ہے یا خلیل کا؟ اکثر حضرات کا اسی پر اتفاق ہُوا کہ حبیب کا درجہ خلیل سے بلند تر ہے کیونکہ ہمارے آقا و مولیٰ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، جو اللہ تعالیٰ کے حبیب ہیں اُن کا درجہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے بڑھ کر ہے حالانکہ وہ اللہ تعالیٰ کے خلیل ہیں۔

امام ابوبکر بن فورک رحمۃ اللہ نے محبت اور خلت کے بارے میں متکلمین کا کلام نقل کرتے ہوئے کافی طویل بیانات نقل کیے ہیں، جن کا خلاصہ یہ ہے کہ محبت کا مقام خلت کے مقام سے افضل ہے۔ ہم اُس بیان کا کچھ حصہ نقل کرتے ہیں جس سے دُوسرے بیانات خودبخود

marfat.com

واضح ہو جائیں گے۔ معلوم ہونا چاہیے کہ خلیل واسطے اور وسیلے سے باریاب ہوتا ہے جیسا کہ ارشادِ خداوندی ہے:

وَكَذٰلِكَ نُرِيٓ اِبْرٰهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ [۱] — اور اسی طرح ہم ابراہیم کو دکھاتے ہیں ساری بادشاہی، آسمانوں اور زمین کی۔

اور حبیب بغیر کسی وسیلے کے براہِ راست بارگاہِ الٰہی میں پہنچ جاتا ہے جیسا کہ قرآن کریم میں ہے:

فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى [۲] — تو اس جلوے اور اس محبوب میں دو ہاتھ کا فاصلہ رہا بلکہ اس سے بھی کم۔

بعض علمائے کرام فرماتے ہیں کہ خلیل وہ ہے جس کو مغفرت کی حد درجہ طمع ہو۔ فرمانِ الٰہی ہے:

وَالَّذِيْٓ اَطْمَعُ اَنْ يَّغْفِرَ لِيْ خَطِيْٓـــَٔتِيْ يَوْمَ الدِّيْنِ [۳] — وہ جس کی مجھے آس لگی ہے کہ میری خطائیں قیامت کے دن بخشے گا۔

اور حبیب وہ ہوتا ہے جس کی مغفرت یقین کے آخری درجے تک یقینی ہو جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

لِّيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ [۴] — تاکہ اللہ تمہارے سبب سے تمہارے اگلے پچھلوں کے گناہ معاف فرما دے۔

نیز خلیل وہ ہوتا ہے جو بارگاہِ الٰہی میں یوں عرض گزار ہو:

وَلَا تُخْزِنِيْ يَوْمَ يُبْعَثُوْنَ [۵] — اور مجھے رسوا نہ کرنا، جس دن سب اٹھائے جائیں گے۔

اور حبیب وہ ہستی ہے جس سے یہ فرمایا جائے:

---

[۱] پ ۷، سورۂ الانعام، آیت ۷۵

[۲] پ ۲۷، سورۂ النجم، آیت ۹

[۳] پ ۱۹، سورۂ الشعراء، آیت ۸۲

[۴] پ ۲۶، سورۂ الفتح، آیت ۲

[۵] پ ۱۹، سورۂ الشعراء، آیت ۸۷

marfat.com

يَوْمَ لَا يُخْزِي اللّٰهُ النَّبِيَّ وَ — جس دن اللہ رُسوا نہ کرے گا نبی اور
الَّذِينَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ۔[1] — اُن کے ساتھ کے ایمان والوں کو۔

یعنی سوال کرنے سے پہلے ہی رُسوائی سے دُور رکھنے کی بشارت سُنادی گئی۔ اسی طرح خلیل وُہ ہے جو وقتِ مصیبت کہے:

حَسْبِيَ اللّٰهُ۔[2] — میرے لیے اللہ کافی ہے۔

لیکن حبیب وُہ ہے جس سے خود باری تعالیٰ شانہٗ یہ فرمائے:

يَا اَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللّٰهُ۔[3] — اے غیب کی خبریں بتانے والے (نبی)! اللہ تمہیں کافی ہے۔

خلیل وُہ ہوتا ہے جس کو بارگاہِ الٰہی میں یُوں عرض گزار ہونا پڑے:

وَاجْعَلْ لِّيْ لِسَانَ صِدْقٍ۔[4] — اور میری سچی ناموری رکھ۔

لیکن حبیب وُہ ہے جس کے بارے میں پروردگارِ عالم خود یُوں فرمائے:

وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ۔[5] — اور ہم نے تمہارے لیے تمہارا ذکر بلند کیا۔

گویا نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کے ذکرِ مبارک کو بغیر سوال کے بلند فرمادیا۔ علاوہ بریں خلیل وُہ ہوتا ہے جو عرض کرے:

وَاجْنُبْنِيْ وَبَنِيَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ۔[6] — اور مجھے اور میرے بیٹوں کو بتوں کے پُوجنے سے بچا۔

لیکن حبیب وُہ ہوتا ہے جس کے گھر والوں کے بارے میں باری تعالیٰ شانہٗ خود یُوں بشارت دے:

اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ — اللہ تو یہی چاہتا ہے، اے نبی کے گھر والو! کہ تم سے ہر ناپاکی دور فرمادے اور تمہیں

---

[1] پ ۲۸، سورۃ التحریم، آیت ۸
[2] پ ۱۱، سورۃ یونس، آیت ۱۲۹
[3] پ ۱۰، سورۃ الانفال، آیت ۶۴
[4] پ ۱۹، سورۃ الشعراء، آیت ۸۴
[5] پ ۳۰، سورۃ الانشراح، آیت ۴
[6] پ ۱۳، سورۃ ابراہیم، آیت ۳۵

marfat.com

تَطْهِیْرًا۔ ؎۱ پاک کر کے خُوب سُتھرا کر دے۔

(صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ ؀)

شفاعت و مقامِ محمود اللہ تبارک و تعالیٰ نے جو شفاعت اور مقامِ محمود کے ساتھ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فضیلت مرحمت فرمائی ہے، قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے اُس کا ذکر کرتے ہُوئے فرمایا ہے کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے،

عَسٰۤى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا قریب ہے کہ تمھیں تمہارا رب ایسی جگہ

مَّحْمُوْدًا۔ ؎۲ کھڑا کرے گا، جہاں سب تمہاری حمد کریں۔

بخاری شریف میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ بروزِ قیامت تمام لوگ مایوسی کی حالت میں بیٹھے ہوں گے۔ ہر اُمت اپنے نبی کی بارگاہ میں عرض گزار ہوگی کہ حضور! ہماری شفاعت فرمائیے۔ یا نبی اللہ! ہماری شفاعت کیجیے۔ آخر کار معاملہ ہمارے آقا، محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک جا پہنچے گا۔ اُس روز اللہ تعالیٰ اپنے حبیب کو مقامِ محمود عطا فرمائے گا یعنی ایسے مقام پر کھڑا کرے گا جس کو دیکھ کر سب چھوٹے اور بڑے انسان اُن کی تعریف و توصیف میں رطب اللسان ہو جائیں گے۔

مسند امام احمد بن حنبل میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مقامِ محمود کے بارے میں پُوچھا گیا، تو آپ نے فرمایا کہ مقامِ محمود تو شفاعت کرنے کی جگہ ہے۔ اسی مسندِ احمد میں کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ فخرِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا، قیامت کے روز جب سارے انسان جمع ہوں گے تو میں اپنی اُمت سمیت ایک بلند ٹیلے پر ہُوں گا۔ مجھے سبز رنگ کا جنتی حلّہ پہنایا جائے گا، پھر مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے شفاعت کرنے کا اِذن مل جائے گا اور مَیں کچھ کہوں گا یعنی جو اللہ تعالیٰ چاہے گا وہی کہوں گا اور اِسی جگہ کا نام مقامِ محمود ہے۔

؎۱ پ ۲۲، سورۃ الاحزاب، آیت ۳۳

؎۲ پ ۱۵ سورۃ بنی اسرائیل، آیت ۷۹

marfat.com

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے اس سلسلے میں اور بھی کئی روایات نقل کی ہیں، منجملہ اُن کے امام احمد کی یہ روایت ہے جو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے کہ سرورِ کون و مکاں شفیعِ مجرماں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عرشِ معلّٰی کے بائیں جانب تشریف فرما ہوں گے۔ یہ ایسا مقام ہے جہاں کسی دوسرے کو کھڑے ہونے کی اجازت نہیں ہے۔ سب اگلے اور پچھلے اس پر غبطہ کریں گے یہی جگہ مقامِ محمود ہے۔

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ابن ماجہ میں حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ سرورِ کون و مکان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، اللہ تعالیٰ نے مجھے اختیار دیا کہ چاہو تو تمہاری آدھی اُمت جنت میں داخل کر دی جائے اور چاہو ان کی شفاعت کر لینا۔ میں نے شفاعت کو اختیار کیا۔ کیا تم یہ خیال کرتے ہو کہ میں پرہیزگاروں کی شفاعت کرونگا؟ شفاعت تو گنہگاروں اور خطاکاروں کی ہوگی۔ بیہقی اور حاکم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی اور حاکم نے اُس کی تصحیح کی ہے کہ ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سوال کیا: یارسول اللہ! آپ کن لوگوں کی شفاعت فرمائیں گے؟ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، میری شفاعت ہر اس آدمی کے لیے ہوگی جس نے سچے دل سے کہا ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی معبود نہیں ہے اور اُس کی زبان اس کے دل کی تصدیق کرتی ہوگی۔

بیہقی اور حاکم نے ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، میرے بعد میری اُمت جو کچھ کرے گی مجھے اُس کا علم دیا گیا ہے۔ وہ آپس میں خونریزی کریں گے اور اِس طرح اِن کا حال بھی وہی ہو جائے گا جو گزشتہ اُمتوں کا ہوا تھا لیکن میں نے اللہ تعالیٰ سے اپنی اُمت کی شفاعت کا سوال کیا تو باری تعالیٰ شانہ نے میرے سوال کو شرفِ قبولیت بخشا۔

بیہقی اور نسائی نے حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت نقل کی ہے کہ اللہ تعالیٰ ساری مخلوق کو ایک صاف میدان میں جمع کرے گا، جہاں ایک شخص اپنی آواز سب لوگوں تک پہنچا سکے اور انہیں دیکھ سکے گا۔ وہ اپنی پیدائش کی طرح ننگے ہوں گے۔ سب خاموش ہوں گے اور اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر کسی کو بولنے کی جرأت نہ ہوگی۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نبی کریم صلی اللہ

marfat.com

تعالیٰ علیہ وسلم کو ندا دی جائے گی تو آپ عرض کریں گے، اے پروردگار! میں تیری بارگاہ میں حاضر ہوں تمام بھلائیاں تیرے دستِ قدرت میں ہیں اور بُرائیاں تیری جانب منسوب نہیں کی جاسکتیں۔ راہِ ہدایت پر وُہ ہے جس کو تُو نے ہدایت دی۔ تیرا بندہ تیری بارگاہ میں حاضر ہے۔ میں تیرے ہی لیے ہی ہُوں اور تیری ہی جانب سے ہُوں۔ تیری بارگاہ کے سوا کوئی پناہ گاہ اور کوئی جائے نجات نہیں۔ اے ربِ کعبہ! تیری ذات بابرکت، بلند اور پاک ہے۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جس جگہ کھڑے ہو کر آپ اِس طرح حمدِ الٰہی بیان کریں گے، وہی مقامِ محمود ہے۔

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے اس سلسلے میں اور بھی روایات نقل فرمائی ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے شفاعت کرنے کے مقام کا نام مقامِ محمود ہے اور یہی تمام صحابۂ کرام، تابعینِ عظام اور آئمۂ مسلمین کا مذہب ہے۔ ازاں بعد قاضی عیاض علیہ الرحمہ نے حدیثِ شفاعت کو پُورے طور پر نقل کیا ہے، علاوہ بریں حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے یہ ذکر کیا کہ سارے انسان مل کر فخرِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوں گے۔ آپ اُن کی شفاعت فرمائیں گے۔ پلصراط قائم کیا جائے گا۔ اُس پُل کے اُوپر سے جو حضرات سب سے پہلے گزریں گے وہ بجلی کی طرح گزر جائیں گے۔ اُن کے بعد گزرنے والے ہوا کی مانند، بعض پرندوں کی طرح، بعض دوڑتے ہُوئے گزریں گے۔ مولائے کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پلصراط کے ایک سرے پر کھڑے ہو کر پکار رہے ہوں گے: رَبِّ سَلِّمْ، رَبِّ سَلِّمْ۔ یعنی اے رب! بچا۔ اے رب! بچا۔ یہاں تک کہ سب گزر جائیں گے۔

ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ سیّد المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: سب سے پہلے میں پلصراط سے گزروں گا۔ امام بخاری و مسلم نے حضرت ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جملہ انبیائے کرام

لہ فاضل بریلوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: ؎

رضا پُل سے اب وجد کرتے گزریے
کہ ہے رَبِّ سَلِّمْ صدائے محمّد

marfat.com

کے لیے منبر رکھے جائیں گے، جن پر وہ تشریف فرما ہوں گے اور میرا منبر خالی رہ جائے گا کیوں کر میں اپنے منبر پر نہ بیٹھوں گا، بلکہ بارگاہِ الٰہی میں خاموش کھڑا رہوں گا۔ باری تعالیٰ شانہٗ ارشاد فرمائے گا، اے حبیب! تم اپنی اُمت کے بارے میں میرا کیا فیصلہ چاہتے ہو؟ میں عرض کروں گا: اے پروردگار! اِن کا حساب جلدی لے لیا جائے۔ پس جلد ہی میری اُمت کا حساب شروع ہو جائیگا۔ اُن میں سے بعض کو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے جنت میں بھیج دے گا اور بعض میری شفاعت سے بخشے جائیں گے۔ میں برابر شفاعت کرتا رہوں گا، حتیٰ کہ مجھے کچھ لوگوں کی کتب فیصلہ دکھائی جائیں گی جن پر اُن کا دوزخی ہونا مرقوم ہوگا۔ جب میں اُن کی شفاعت کر رہا ہوں گا تو دوزخ کا داروغہ کہے گا یا رسول اللہ آپ نے تو اپنی اُمت پر اللہ تعالیٰ کی ذرا سی ناراضگی نہیں رہنے دی۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت، جسے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مسند میں حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: میں زمین کے درختوں اور پتھروں کی تعداد سے زیادہ لوگوں کی شفاعت کروں گا۔ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے شفاعت اور مقامِ محمود کے بارے میں اور بھی متعدد احادیث کتاب الشفا میں نقل کی ہیں۔ اِس کے بعد اُنھوں نے فرمایا ہے، اگرچہ احادیث کے الفاظ مختلف ہیں لیکن اِس بات پر اُن کے مضامین متفق ہیں کہ شفیع المذنبین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شفاعت اور مقامِ محمود پر کھڑے ہونے کا معاملہ تھوڑی دیر کی بات نہیں بلکہ آپ کی شفاعت کا سلسلہ شروع سے آخر تک جاری رہے گا۔[1] جب لوگ حشر کے میدان میں جمع ہوں گے۔ اُن کا سانس تک گھٹنے لگے گا۔ پسینہ بہہ رہا ہوگا۔ سورج بالکل نزدیک ہوگا۔ کھڑے کھڑے بہت دیر ہو جانے گی یہاں تک کہ پریشانی کی انتہا ہو جائے گی۔ گویا اِس حالت کو حساب سے پہلے ہی پہنچ گئے ہوں گے۔ اُس وقت آپ اِس مقام سے نجات دلانے کے لیے شفاعت کریں گے۔ اِس کے بعد پلِ صراط قائم ہوگا

---

[1] حسن بریلوی علیہ الرحمہ نے خوب حقیقت بیان فرمائی: ؎

فقط اتنا سبب ہے اِنعقادِ بزمِ محشر کا
کہ اُن کی شانِ محبوبی دکھائی جانے والی ہے

لوگوں کا حساب شروع ہو جائے گا۔ چنانچہ سب سے پہلے آپ جلد از جلد اُن حضرات کو جنت میں پہنچائیں گے جن کا حساب نہیں ہوگا۔ آپ ایسے لوگوں کی شفاعت بھی کریں گے جن کے لیے عذاب دینے کا فیصلہ ہو چکا ہوگا۔ حتیٰ کہ اُن میں سے بعض دوزخ میں داخل بھی کر دیے ہوں گے۔ یہ تمام امور احادیث صحیحہ سے صریحاً ثابت ہیں۔ اِس کے بعد اُن لوگوں کی شفاعت بھی کریں گے جنھوں نے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ پڑھ لینے کے علاوہ اور کوئی نیکی نہ کی ہوگی۔ شفیع المذنبین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علاوہ اِس قسم کی شفاعت کرنے کا کوئی اور مجاز نہیں ہوگا۔

مشہور صحیح حدیث میں ہے کہ ہر نبی کو ایک ایک دُعا کرنے کا حق دیا گیا۔ اُنھوں نے وہ حق استعمال کر لیا لیکن میں نے اپنا یہ حق محفوظ رکھا تھا، جو شفاعت کی صورت میں ظاہر ہوگا کہ قیامت کے روز میں اپنی اُمت کی شفاعت کروں گا۔ وہ دُعا جس کا ہر نبی کو حق دیا گیا تھا، اپنی اپنی اُمت کے متعلق تھی۔ دیگر انبیائے کرام کو اُن کی اُمتوں کی جانب سے جو باری تعالیٰ شانہٗ نے جزا دی، اللہ تعالیٰ ہمارے نبی پاک، صاحبِ لولاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اُن سے بہتر جزا عطا فرمائے۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کثیراً کثیراً۔

وسیلہ اور حوضِ کوثر قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جنت میں وسیلہ اور کوثر کے ساتھ فضیلت دی ہے اور اُنھوں نے اپنی سند کے ساتھ لکھا ہے کہ ابو داؤد میں حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، جب تم مؤذن کے کلمات سُنو تو اُس کی طرح ہی کہتے جاؤ، پھر مجھ پر درود بھیجو کیونکہ جو مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ اُس پر اپنی دس رحمتیں نازل کرتا ہے۔ اِس کے بعد میرے لیے وسیلہ کی دُعا کرو۔ وسیلہ جنت میں ایک مقام ہے جو اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندوں میں سے صرف ایک کو ملے گا۔ مجھے اُمید ہے کہ جو اِس مقام سے نوازا جائے گا، وہ میں ہوں۔ جو میرے لیے وسیلے کی دُعا کرے گا، اُس کے لیے میری شفاعت حلال ہو جائے گی۔

دوسری حدیث میں ہے، جو ترمذی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ وسیلہ جنت میں ایک اعلیٰ درجے کا نام ہے۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے

marfat.com

روایت ہے، جیسا کہ صحیح بخاری میں ہے کہ جب میں جنت کی سیر کر رہا تھا تو میرے سامنے ایک نہر آئی، جس کے دونوں جانب موتیوں کے قُبّے تھے۔ میں نے جبریل سے کہا: یہ کیا ہے؟ اُنھوں نے جواب دیا کہ یہی تو وہ حوضِ کوثر ہے جو باری تعالیٰ نے آپ کو مرحمت فرمایا ہے۔ اِس کے بعد اُنہوں نے اِس کی مٹی لینے کے لیے ہاتھ بڑھایا اور دکھایا کہ وہ مُشک ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بھی یہی کچھ مروی ہے لیکن اُن کی روایتوں میں اتنی بات زیادہ ہے کہ نہرِ کوثر یاقوت اور موتیوں پر بہتی ہے۔ اُس کا پانی شہد سے شیریں اور برف سے زیادہ سفید ہے۔ ایک روایت میں یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ حوض زمین پر بہتا ہے اور اُس کی زمین میں گہرائی نہیں ہے۔ شفاعت کے دُولہا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اُمتِ مرحوم برات کی شکل میں اُسی حوضِ کوثر کے کنارے اُترے گی۔ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے کوثر کے بارے میں اور بھی متعدد احادیث نقل کی ہیں، جو اُن پر مطلع ہونا چاہتا ہے، اُسے چاہیے کہ کتاب الشفا کا مطالعہ کرے۔

اسمائے نبی

"قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الشفاء میں نبیِ آخر الزماں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مقدس اور پیارے پیارے نام مع فضائل بیان کیے ہیں۔ وہ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے پانچ نام ہیں۔ میں محمد ہوں اور میں احمد ہوں۔ میرا نام ماحی بھی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ میرے ذریعے کفر کو مٹائے گا اور میرا نام حاشر ہے کیونکہ اللہ تبارک و تعالیٰ تمام انسانوں کا حشر میرے قدموں میں کرے گا، اور میں عاقب ہوں یعنی سب سے آخری نبی۔ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں آپ کا اسمِ مبارک مُحَمَّدٌ اور اَحْمَدُ بتایا ہے۔ علاوہ بریں یہ آپ ہی کی خصوصیت ہے کہ آپ کے اسمائے مقدسہ میں مدح و ثنا بھی موجود ہے۔ اس طرح اسماء النبی کے بیان کرنے میں عظیم شکرگزاری رکھ دی گئی ہے۔ آپ کا اسمِ گرامی اَحْمَدُ، یہ اَفْعَلُ کے وزن پر حمد کا مبالغہ ہے یعنی خدا کی سب سے زیادہ حمد و ثنا کرنے والا اور مُحَمَّدٌ، یہ مُفَعَّلٌ کے وزن پر ہے گویا مبالغہ بوجہ کثرتِ حمد، یعنی بہت ہی زیادہ تعریف کیا گیا۔

marfat.com

پس سیدالانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خدا کی تعریف کرنے میں سب سے بڑھ کر اور تعریف کیے گئے کے لحاظ سے سب پر فوقیت رکھتے ہیں۔ تمام انسانوں کی نسبت کثرتِ حمد کے باعث آپ سب تعریف کرنے والوں سے زیادہ تعریف کرنے والے ہیں اور اُن سب سے زیادہ تعریف کیے گئے ہیں جن کی تعریف کی جاتی ہے۔ علاوہ بریں لواء الحمد بھی توبروزِ قیامت آپ ہی کے دستِ مبارک میں ہوگا تاکہ سب آپ کے منصب پر مطلع ہوکر شایانِ شان تعریف کریں اور حشر کے میدان میں چونکہ آپ نے سب کی شفاعت کی ہوگی لہٰذا سب لوگ آپ کی تعریف و توصیف میں رطب اللسان ہوں گے۔ بروزِ قیامت اِس طرح محامد کا دروازہ صرف آپ کے لیے مفتوح ہوگا جیسا کہ ارشادِ نبوی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیائے کرام کی جانب بھیجی ہوئی کتابوں میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اُمتِ مرحوم کا نام حمادین رکھا، کہ وُہ لوگ خدا کی بہت زیادہ حمد و ثنا کرنے والے ہوں گے، لہٰذا فخرِ دوعالم علیہ السلام ہی اس بات کے حقدار ہیں کہ آپ کا اسمِ مبارک ہی محمد اور احمد رکھا جاتا۔ اِن دونوں ناموں میں جہاں عجیب خصائص اور بدیع آیات ہیں وہاں ایک نرالی بات یہ بھی ہے کہ سرورِ کون و مکاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پہلے باری تعالیٰ شانہٗ نے جملہ انسانوں کو کسی مولود کا نام محمد یا احمد رکھنے سے روکے رکھا۔

گزشتہ کتبِ سماویہ میں جو اسمِ احمد کا ذکر آیا ہے اور انبیائے کرام نے اُن کی آمد کی خوشخبری سُنائی، بایں وجہ اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو اِن ناموں کے رکھنے سے روکے رکھا، تاکہ نہ کسی کا یہ نام رکھا جائے اور نہ کوئی اس نام سے پکارا جائے اور اس طرح کمزور دل والے بھی شک و شبہ کے مرض سے بچے رہیں گے (کیونکہ انھیں یہ شک ہوسکتا تھا کہ جس احمد کی بشارت دی گئی ہے شاید وُہ یہی ہو) بایں وجہ آپ سے پہلے کسی عربی یا عجمی کا نام محمد بھی نہیں رکھا گیا۔ حتیٰ کہ آپ کی ولادت سے تھوڑا عرصہ پہلے یہ چرچا عام ہوگیا تھا کہ نبیِ آخر الزماں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جلوہ گری ہونے والی ہے، جن کا اسمِ مبارک محمد ہوگا۔ اِس شہرت کے پیشِ نظر آپ کی قوم میں کتنے ہی بچوں کے نام محمد اِس اُمید پر رکھ دیے گئے کہ شاید ہمارے ہی بچے کو وُہ منصب مل جائے، لیکن اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ اُس نے رسالت کے منصب سے

marfat.com

کس کو سرفراز کرنا ہے۔ بہرحال جن بچوں کا نام محمد رکھ دیا گیا تھا، اُنھیں اللہ تعالیٰ نے نبوت کا دعویٰ کرنے سے روکے رکھا حتیٰ کہ دُوسرے اشخاص بھی اُن کے متعلق ایسا دعویٰ نہ کر سکے اور نہ اُن سے کوئی ایسی بات ظاہر ہو سکی جس کے باعث لوگوں کو آپ کی نبوت میں شک کرنے کی گنجائش مل سکتی یہاں تک کہ آپ کی جلوہ گری کے ساتھ آپ کے دونوں اسمائے طیبہ و مبارکہ کی علامتیں اور دلائل سامنے آئے اور اظہر من الشمس ہوگیا کہ وہی محمد اور احمد صرف اور صرف آپ ہی کی ذات بابرکات ہے اور اِس میں کسی کا اختلاف نہیں۔

فخرِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ ارشادِ گرامی کہ مَیں ماحی ہوں یعنی اللہ تعالیٰ میرے ہاتھوں کفر کو مٹائے گا۔ حدیث نے خود اِس کی تفسیر کر دی ہے۔ رہا کفر کا مٹنا تو اِس سے مراد یا تو مکۂ معظمہ سے کفر کا مٹنا مراد ہے یا سارے جزیرۂ عرب سے یا جتنی زمین آپ کے لیے سمیٹ دی گئی ہے اور جس کا آپ سے وعدہ فرمایا گیا ہے کہ اُمتِ محمدیہ وہاں تک غالب ہوگی علاوہ بریں یہ بھی ہو سکتا ہے کہ لفظ محو عام ہو، جو ظہور اور غلبہ کے معنوں میں بھی استعمال ہوتا ہے جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

لِیُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّیْنِ كُلِّهٖ ۔ ۱؎ تاکہ اسے (اسلام کو) تمام ادیان پر غالب کرے۔

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، میرے پانچ نام ہیں۔ بعض علمائے کرام کا خیال ہے کہ پانچ بایں وجہ فرمایا کہ پہلی آسمانی کتابوں میں آپ کے یہ پانچوں نام مذکور ہیں اور علمائے اُمم سابقہ آپ کے اِن ناموں سے متعارف تھے ورنہ آپ سے دس نام بھی منقول ہیں، جن میں سے طٰہٰ اور یٰسین بھی ہیں۔ دُوسری حدیث میں ہے، آپ نے فرمایا: میرے دس نام ہیں۔ پانچ تو وہی جو پہلی حدیث میں مذکور ہیں اور دوسرے پانچ کے بارے میں فرمایا کہ مَیں رَسُوْلُ الرَّحْمَۃِ یعنی پیغمبرِ رحمت

۱؎ پ ۱۰، سورۃ التوبہ، آیت ۳۳ ۲؎ بھلا ان لوگوں کی جرأت کا کوئی اندازہ کر سکتا ہے جنھوں نے عرب کی سرزمین میں ایک بُت پرست جواہر لال نہرو کا مئی ۱۹۵۵ء میں رَسُوْلُ السَّلَام کے نعروں سے استقبال کیا تھا اس کے باوجود وہ لوگ توحید کے علمبردار بنتے اور مسلمانوں کو مشرک ٹھہراتے ہیں۔ (اختر)

marfat.com

ہوں اور رَسُوْلُ الرَّاحَۃِ یعنی مخلوقِ خدا کو راحت پہنچانے والا رسول ہوں اور رَسُوْلُ الْمَلَاحِمِ ہوں اور مُقَفِّیْ ہوں کہ میری آمد سے انبیائے کرام کی آمد کا سلسلہ بند ہو گیا اور میں قَیِّم ہوں۔ یہ وُہی ہوتا ہے جو مخلوق کے تمام کمالات کا جامع ہو۔ دیگر انبیائے کرام کی کتابوں میں لکھا ہوا ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام بارگاہِ خداوندی میں عرض گزار ہوئے کہ اے پروردگار! محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہمارے لیے مبعوث فرما جو فترت کے بعد سنّت کو قائم کریں اور لفظ قیّم اِس معنیٰ میں بھی مستعمل ہے۔

دوسری حدیث میں مُدَثِّرْ، مُزَّمِّلْ اور عَبْدُ اللّٰہِ کا مزید ذکر ہے۔

ایک حدیث میں خَاتَمْ، ایک میں نَبِیُّ التَّوْبَہ، نَبِیُّ الْمَلْحَمَہ، نَبِیُّ الرَّحْمَۃ اور نَبِیُّ الرَّاحَۃِ مذکور ہے۔ چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ ۝ [1]	اور ہم نے تمھیں نہ بھیجا مگر رحمت سارے جہان کے لیے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اوصاف بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ وُہ لوگوں کا تزکیۂ نفوس کرتے ہیں (مُزَکِّیْ)، اُنھیں کتاب اور حکمت سکھاتے ہیں (مُعَلِّمْ)، اُنھیں سیدھے راستے پر چلنے کی ہدایت کرتے ہیں (ھَادِیْ) اور وہ مسلمانوں پر شفیق و مہربان ہیں (رَءُوْفٌ، رَحِیْمٌ)۔ پروردگارِ عالم نے اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اُمّت کا لقب اُمّتِ مرحومہ رکھا ہے اور اُس کی تعریف یوں بیان فرمائی:

وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ وَتَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ ۔ [2]	اور اُنھوں نے آپس میں صبر کی وصیتیں کیں اور آپس میں مہربانی کی وصیتیں کیں۔

---

[1] پ ۱۷، سورۃ الانبیاء، آیت ۱۰۷

[2] پ ۳۰، سورۃ البلد، آیت ۱۷

marfat.com

نبی آخرالزماں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اُمتی آپس میں ایک دوسرے پر رحم کرتے ہیں اور اللہ رب العزت نے ان کے لیے نبی بھی ایسا مبعوث فرمایا جو اپنی امت کے لیے رحمت ہے اور ساری مخلوق کے لیے بھی رحمت ہے۔ وہ ایسا نبی ہے جو سب کے لیے اپنا دامنِ رحمت وسیع کیے ہوئے ہے اور بارگاہِ خداوندی سے بھی ان کے لیے رحم و کرم اور بخشش کی التجائیں کرتا رہتا ہے اور اُس کی اُمت رحم کرنے کے باعث سراہی گئی۔ اُنھیں ایک دُوسرے پر مہربانی کرنے کا حکم بھی دیا اور اس خوبی کی وجہ سے اُن کی تعریف بھی کی۔ اسی لیے سرورِ کون و مکان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے، بے شک اللہ تعالیٰ اپنے اُن بندوں کو دوست رکھتا ہے جو ایک دوسرے پر رحم کرتے ہیں اور فرمایا کہ رحم کرنے والوں پر اللہ تعالیٰ بھی بارانِ رحمت نازل کرتا ہے۔ تم زمین والوں پر رحم کرو آسمان والا تم پر رحم فرمائے گا۔

آپ کا اسم مبارک نَبِیُّ الْمَلْحَمَہ اسی لیے ہے کہ آپ قتال اور تلوار دے کر بھیجے گئے ہیں اور یہی صحیح ہے۔ حربی نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کی ہے آپ نے فرمایا کہ میرے پاس ایک فرشتہ آیا اور کہنے لگا آپ قُثَم ہیں یعنی مجموعہ خیر و برکت کیونکہ قثوم بھلائی جمع کرنے والے کو کہتے ہیں اور آپ کا یہ اسم گرامی بھی کاشانۂ نبوت کے ہر فرد کو معلوم تھا۔ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَسَلَّمَ۔

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے متعدد القاب بھی قرآنِ کریم میں مذکور ہوئے ہیں جن سے باری تعالیٰ شانہٗ نے قرآن کریم میں آپ کی ذات مراد لی ہے اور وہ مذکورہ بالا اسماء النبی (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے علاوہ ہیں جیسے النور، السراج، المنیر، المنذر، النذیر، المبشر، البشیر، الشاہد، الشہید، الحق المبین، خاتم النبیین، الرؤف الرحیم، الامین، قدم الصدق، رحمۃ للعالمین، نعمۃ اللہ، العروۃ الوثقیٰ، الصراط المستقیم، النجم الثاقب، الکریم، النبی الامی اور داعی اللہ وغیرہ جو اور بھی اسمائے جلیلہ متعدد اوصافِ کریمہ پر دلالت کرتے ہیں۔ ان میں سے بعض تو وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی پہلی کتابوں میں، انبیائے کرام کے صحیفوں اور احادیثِ نبوی میں مذکور ہوئے ہیں اُمتِ مرحومہ کی زبانوں پر آپ کے القاب میں سے کتنے ہی الفاظ اور جملے چڑھے ہوئے ہیں، جیسے مصطفیٰ، مجتبیٰ، ابوالقاسم، حبیب خدا، رسول اللہ، شفیع، مشفع، متقی، مصلح، طاہر،

marfat.com

مبین، صادق، مصدوق، ہادی، سرورِ انس وجاں، سیّد المرسلین، امام المتقین، قائد الغر المحجلین (یعنی پنج کلیانوں کے گروہ کا سردار)، اللہ کا خلیل، صاحبِ حوضِ کوثر، صاحب الشفاعت، صاحبِ مقامِ محمود، صاحب الوسیلہ، صاحب الفضیلہ، صاحبِ درجۂ رفیع، صاحبِ تاج ومعراج، صاحب لواء الحمد والقضیب، راکبِ براق، ناقہ سوار، نجیب، صاحبِ حجّت، شہنشاہِ دوجہاں، نبی آخر الزماں، صاحبِ معجزاتِ کثیرہ وافرہ اور صاحبِ الہراوۃ والنعلین وغیرہ۔ صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہ وبارک وسلم۔

پہلی آسمانی کتابوں میں فخرِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے یہ اسمائے طیبہ بھی مذکور ہیں، المتوکل، المختار، مقیم سنّت، مقدّس، روح القدس، روح الحق اور انجیل میں جو فارقلیط کا لفظ آیا ہے اُس سے رُوح الحق ہی مراد ہے۔ ثعلب نے کہا کہ فارقلیط وہ ہے جو حق و باطل میں خطِ امتیاز کھینچ دے۔ پہلی کتابوں میں آپ کا ایک اسمِ گرامی ماذماذ بھی مذکور ہے جس کا مطلب طیّب، طیّب ہے۔ اِس کے علاوہ عطایا، خاتم اور حاتم بھی مذکور ہیں۔ کعب احبار نے ذکر کیا کہ ثعلب کا قول ہے، خاتم سے یہ مراد ہے کہ آپ کی تشریف آوری سے انبیائے کرام کی آمد کا سلسلہ بند ہوگیا اور حاتم کا یہ مطلب ہے کہ آپ اخلاقِ عالیہ اور حسن وجمال کے لحاظ سے ممتاز ترین ہوں گے اور سریانی زبان میں حاتم کو مشفح منحمنا کہا جاتا ہے۔ توریت میں آپ کا نام احید بھی ہے اور ابن سیرین نے اِس کی روایت کی ہے۔ صاحبِ قضیب سے تلوار والا مراد ہے انجیل میں یہ وضاحت سے مذکور ہے کہ نبی آخر الزماں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب تشریف لائیں گے تو اُن کے ساتھ لوہے کی تلوار بھی ہوگی جس کے ساتھ وُہ خدا کے دشمنوں کے ساتھ جنگ کریں گے اور اُن کی اُمت بھی ایسا ہی کرے گی۔ قضیب کے معنی میں طاقت ور اور مضبوط ہونے کا بھی احتمال ہے۔

ہراوہ سے مراد عصا ہے یعنی نبی آخر الزماں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دستِ اقدس میں لاٹھی ہوگی۔ اِس بارے میں خدا ہی بہتر جانتا ہے۔ میرا گمان یہ ہے کہ شاید یہ اُس حدیثِ حوض کے پیشِ نظر ہے جس میں آپ نے فرمایا ہے کہ میں یمنی لوگوں کو حوضِ کوثر سے لاٹھی مار مار کر بھگاؤں گا دیکھو کہ وہاں کے بعض بدنصیبوں نے مسیلمہ کذّاب کو نبی تسلیم کر لیا تھا

marfat.com

اور اسی عقیدے پر وہ دنیا سے رخصت ہوئے تھے[1]

اَلتَّاج سے مراد عمامہ ہے۔ اُس وقت عربوں کے سوا اور کسی کے سر پر عمامہ نہیں ہوتا تھا عمامہ عربوں کا تاج ہے۔ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اسمائے طیبہ، القاب بلحاظ اوصافِ کریمہ کتابوں میں اور بھی مذکور ہیں لیکن ہم نے صرف انہی پر اکتفا کیا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی کنیت ابو القاسم سب سے زیادہ مشہور ہے۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جب فخرِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صاحبزادے حضرت ابراہیم پیدا ہوئے تو جبرئیل علیہ السلام نے بارگاہِ نبوی میں حاضر ہو کر یوں سلام عرض کیا، اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا اَبَا اِبْرَاهِیْمَ "اے ابو ابراہیم! آپ پر سلامتی ہو"

فقیر یوسف بن اسمٰعیل نبہانی عفا اللہ عنہ (مولفِ جواہر البحار) کہتا ہے کہ جستجو اور تلاشِ بسیار سے میں نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آٹھ سو بیس سے چند زیادہ اسمائے طیبہ معلوم کیے ہیں، جنھیں میں نے ایک قصیدے میں جمع کیا ہے، جس کا نام اَلْحُسْنٰی الْوَسَائِلِ فِیْ اَسْمَاءِ النَّبِیِّ الْکَامِلِ ہے۔ اِس کے بعد میں نے اُنھیں نثر میں علیحدہ علیحدہ حروفِ تہجی کے لحاظ سے لکھا ہے اور ساتھ ہی کچھ ضروری اور مناسب شرح بھی لکھ دی ہے۔ مذکورہ اسمائے گرامی کے متعلق اہم فوائد ایک علیحدہ مستقل کتاب میں لکھے ہیں، جس کا نام اَلْاَسْمَا فِیْمَا لِسَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْاَسْمَاءِ رکھا ہے۔ چونکہ اِس کتاب کی قصیدہ مذکورہ کے ساتھ طباعت ہو چکی ہے لہٰذا اُس کے مندرجات کو اِس کتاب میں نقل کرنے کی ضرورت نہیں۔ لیکن اُن میں سے چند ایسے اسمائے طیبہ کا ذکر کرنا ضروری خیال کرتا ہوں جو باری تعالیٰ شانہٗ کے

---

[1] مجھوٹے مدعیانِ نبوت کے پیروکاروں کے بارے میں یہ ہے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نظریہ۔ (اقرع)

[2]
سرور کہوں کہ مالک و مولیٰ کہوں تجھے — باغِ خلیل کا گلِ زیبا کہوں تجھے
تیرے تو وصف عیبِ تناہی سے ہیں بری — حیراں ہوں میرے شاہ میں کیا کیا کہوں تجھے
لیکن رضاؔ نے ختمِ سخن اِس پہ کر دیا — خالق کا بندہ، خلق کا آقا کہوں تجھے
(دیدہ حاضرہ)

اسمائے حسنیٰ ہیں لیکن اُس نے اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بھی مرحمت فرمائے اور ایسے کل اسمائے گرامی ہیں سے اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بھی زینت اور خوبصورتی بخشی، اُن میں سے مَیں اکاسی پر مطلع ہو سکا ہوں، جنہیں اپنی کتاب اَلْاَسْنٰی مذکورہ کے مقدمہ میں چوتھے فائدے کے تحت بیان کر چکا ہوں۔

میں (علامہ یوسف بن اسمٰعیل نبہانی علیہ الرحمہ) کہتا ہوں کہ مواہب لدنیہ میں امام خطیب قسطلانی نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بہت سارے اسمائے طیبہ اور القاب قرآنِ کریم میں مذکور ہیں۔ ایک جماعت اِن کی تلاش وجستجو میں منہمک ہوئی، جو ایک خاص عدد تک پہنچی۔ بعض نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ننانوے نام تحریر فرمائے ہیں اگر یا باری تعالیٰ شانہٗ کے اسمائے حسنیٰ جو ایک حدیث میں مذکور ہیں اُن سے موافقت دکھائی ہے۔

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ خصوصیت مرحمت فرمائی ہے کہ اپنے تیس ناموں کے ساتھ آپ کو مختص فرمایا۔ علامہ زرقانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جتنی تعداد میں اسماء النبی مذکور ہوئے ہیں، کُل اتنے ہی نہیں بلکہ اِن سے کئی گنا زیادہ ہیں۔ امام زرقانی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح مواہب لدنیہ کے چھٹے مقصد میں فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ستر ناموں کے ساتھ آپ کو خاص فرمایا ہے، جیسا کہ آپ کے اسمائے مقدسہ سے واضح ہے۔

اِس کے بعد علامہ زرقانی علیہ الرحمہ نے کہا کہ عنقریب اُن کا بیان آپ دیکھیں گے پھر حروفِ تہجی کے اعتبار سے علیحدہ علیحدہ آپ کے اسمائے طیبہ کا ذکر کیا ہے۔ اِس کے بعد مجھے خیال آیا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول تینوں روایات کے ساتھ اُن کو جمع کروں جو اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ کی تعداد میں وارد ہیں۔

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایسے اسماء کے بارے میں جو روایت کیا گیا ہے، اُن تمام مرویات کو میں نے اپنی کتاب اَلْاِسْتِغَاثَۃُ الْکُبْرٰی بِاَسْمَآءِ الْحُسْنٰی میں جمع کیا ہے۔ مَیں (علامہ یوسف بن اسمٰعیل نبہانی) نے دیکھا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ

marfat.com

علیہ وسلم کے اسمائے مبارکہ جو مذکورہ کتاب میں حروفِ تہجی کے لحاظ سے جمع کیے گئے ہیں اُن میں سے اکاسی نام ایسے ہیں جو باری تعالیٰ شانہٗ کے ناموں میں سے ہیں۔ یہ تعداد حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تینوں روایات سے ہیں اور کچھ وہ ہیں جو امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہیں۔

ایسے اسمائے حسنہ یہ ہیں: الاوّل، الآخر، الاحد، الاکرم، البصیر، الباطن، البر، البدیع، البرہان، الجبار، الجلیل، الجامع، الحکم، الحلیم، الحفیظ، الحکیم، الحق، الحمید، الحی، الحافظ، الخافض، الخبیر، ذوالفضل، ذوالقوۃ، الرافع، الرقیب، الرؤف، الرشید، الرحیم، السلام، السمیع، السریع، الشاکر، الشکور، الشدید، الشہید، الصادق، الصبور، الظاہر، العزیز، العلیم، العدل، العظیم، العلی، العفو، العالم، الغفور، الغنی، الفتاح، الفرد، القوی، القریب، القائم، الکریم، الکافی، الکفیل، الملک، المومن، المبین، المجیب، المجید، المتین، المحق، الماجد، المقدم، المقسط، المغنی، المبین، المنیب، الملیک، المعلی، المنیر، النور، الہادی، الوہاب، الواسع، الوکیل، الولی، الواحد، الوالی، الوافی (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم)

فائدہ قاضی ابوالفضل عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے یہ اپنے ناموں کی آخری نبی جناب سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پوشاک پہنائی ہے وہ فرماتے ہیں کہ اِس فصل میں ایک نکتہ بیان کیا جائے اور اُس پر اِس قسم (باب) کو ختم کروں گا۔ اُس نکتے سے ہر کم عقل اور بدفہم کا وہ اشتباہ دُور ہو جائے گا جو اُسے گزشتہ بیان میں ایک حدیث سے پیدا ہو گیا ہوگا۔ یہ نکتہ اُسے شبہ کی کٹھن راہوں سے بچائے گا اور جھوٹ کی ملاوٹ سے دُور رکھے گا۔ وہ یہ ہے کہ اللہ ربّ العزت کو اپنی عظمت، کبریائی، بادشاہی، اسمائے حسنیٰ اور اعلیٰ صفات میں مخلوق سے کوئی مشابہت نہیں اور نہ مخلوق کا کوئی فرد اُس کے مشابہ ہو سکتا ہے۔ لیکن جن الفاظ کا اطلاق شریعتِ مطہرہ میں خالق اور مخلوق دونوں پر ہوا ہے، حقیقت میں مشابہت وہاں بھی نہیں ہے کیونکہ ذاتِ قدیم کی صفات اور مخلوق کی صفات بالکل مختلف ہیں۔ جس طرح اللہ تعالیٰ کی ذات اور مخلوق میں کوئی مماثلت نہیں، اسی طرح باری تعالیٰ شانہٗ کی صفات اور مخلوق کی صفات میں بھی کوئی مشابہت نہیں ہے، کیونکہ مخلوق کی صفات کو عرض و غرض سے جدائی نہیں جبکہ

marfat.com

اللہ تبارک و تعالیٰ اِن سے پاک اور منزہ ہے۔ علاوہ بریں اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ اور صفات یہ اُس کی ذات سے جُدا نہیں ہوتے نہ ہو سکتے ہیں۔ اس سلسلے میں باری تعالیٰ شانہٗ کا یہ ارشاد کافی و وافی ہے :-

لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ۔ ؎ اُس جیسا کوئی نہیں۔

اللہ تعالیٰ اُن عارف اور محقق علمائے کرام کو شاداں و فرحاں رکھے جنہوں نے فرمایا ہے کہ توحید سے مراد ایک ایسی ذات کا اثبات ہے جو کسی بھی ذات کے مشابہ نہ ہو اور اپنی صفات سے کبھی معطل نہ ہو۔ واسطی علیہ الرحمہ نے اِس پر اضافہ کرتے ہوئے بیان کیا اور اسی آیت سے یہ دلیل پکڑی ہے۔ اُنھوں نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کے مانند کوئی ذات نہیں، اس کے نام کی طرح کسی کا نام نہیں، اُس کے فعل جیسا کسی کا فعل نہیں، اُس کی صفات جیسی کسی میں کوئی صفت نہیں۔ اگر بظاہر الفاظ کی خالق اور مخلوق کے ناموں میں مطابقت نظر آئے تو یہ صرف الفاظ ہی کی مناسبت ہے ورنہ اللہ تعالیٰ کی بلند و بالا ذات اِس سے منزہ ہے کہ اُس کی کوئی صفت حادث ہو اور اِسی طرح مخلوق میں صفتِ قدیمہ کا پایا جانا محال ہے۔ یہی اہلِ حق و صداقت یعنی اہلسنت و جماعت کا مذہب ہے رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

امام ابو القاسم قشیری رحمۃ اللہ علیہ نے اِس بیان کو مزید واضح کرنے کی خاطر اِس کی تفسیر کی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ یہ حکایت توحید کے جامع مسائل پر مشتمل ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات مخلوق یعنی حادث کی ذات کے مشابہ کیسے ہو سکتی ہے حالانکہ ذاتِ باری تعالیٰ تو اپنے وجود میں مستغنی بالذات ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کا فعل مخلوق کے افعال کی مانند کیسے ہو سکتا ہے حالانکہ یہ کسی فائدے کے حصول یا نقص کو دفع کرنے کے لیے ہے، اس میں خواہش کی تکمیل یا اغراض کو حاصل کرنے کا فعل نہیں اور اُس میں کسی قسم کی مباشرت یا اسباب کی اعانت نہیں جبکہ مخلوق کے افعال اِن اُمور سے خالی نہیں ہوتے۔

ہمارے دُوسرے بعض مشائخِ عظام نے فرمایا ہے کہ تم جو کچھ اپنے وہم و گمان یا عقل سے معلوم کر لیتے ہو وہ تمہاری ہی طرح حادث ہے۔ امام ابو المعالی جوینی رحمۃ اللہ علیہ نے

؎ پ ۲۵، سورۃ الشوریٰ، آیت ۱۱

marfat.com

فرمایا ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کے وجود کا اقرار کر لینے پر ہی مطمئن ہو جائے اور اُس کے فکر کی یہی آخری حد ہو تو جان لینا چاہیے کہ وہ مُشبّہ (یعنی اللہ تعالیٰ کو کسی سے تشبیہ دینے والا ہے، جیسے ابن حزم و ابن تیمیہ وغیرہ اور اُن کے پیروکار) اور جو شخص خدا کے سوا دوسروں کی نفی کرنے پر ہی مطمئن ہو جائے وہ مُعَطِّل ہے (یعنی اللہ تعالیٰ کو بے بس سمجھنے والا) اور جو اُس کے وجود کا یقین رکھتا ہو لیکن ذات و صفاتِ باری تعالیٰ کی حقیقت کو معلوم کر لینے سے عاجزی کا اقرار کرے وُہ اصلی مُوَحِّد ہے۔

حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب فرمایا ہے کہ توحید کی حقیقت یہ ہے کہ تو اللہ تعالیٰ پر یقین کرے کہ اشیا پر اُس کی قدرت بغیر چارہ جوئی اور اسباب کے ہے۔ اُس کا صنع مزاج کے دخل اور علت سے خالی ہے۔ ہر چیز اُس کا صنع ہے اور وُہ اپنے صنع کے لیے علت کا محتاج نہیں۔ جو چیز تیرے وہم میں سما سکے ذاتِ باری تعالیٰ اُس سے ورای ہے۔ یہ کلام عجیب، نفیس اور محققانہ ہے۔ اِس کا آخری حصہ اللہ رب العزت کے اس ارشاد کی تفسیر ہے کہ لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ"۔ دُوسرا حصہ اِس فرمانِ الٰہی کی تفسیر ہے:

لَا يُسْئَلُ عَمَّا يَفْعَلُ۔ [1] اُس (خدا) سے نہیں پُوچھا جاتا جو وہ کرے۔

اور تیسرا حصہ باری تعالیٰ شانہٗ کے اس ارشاد کی تفسیر میں ہے کہ،

إِنَّمَا قَوْلُنَا لِشَيْءٍ إِذَا أَرَدْنَاهُ أَنْ نَقُولَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ ۝ [2]
جو چیز ہم چاہیں اُس سے ہمارا فرمانا یہی ہوتا ہے کہ ہم کہیں، ہو جا، وُہ ہو جاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اور آپ کو اثبات توحید اور تقدیس و تنزیہ کے عقیدے پر ثابت قدم رکھے اور تشبیہ و تعطیل سے بچائے جو ضلالت اور گمراہی کے راستے ہیں۔ صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہ و بارک وسلّم۔

---

[1] پ ۱۷، سورۃ الانبیاء، آیت ۲۳

[2] پ ۱۴، سورۃ النحل، آیت ۴۰

marfat.com

معجزاتِ سیّد المرسلین

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الشفاء کی القسم الاول کے چوتھے باب میں فرمایا ہے اور یہ باب اُنھوں نے نبی آخر الزماں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے معجزات اور خصائص وکرامت ہی کے لیے مختص کیا ہے کہ اس باب میں ہم اُن مشہور معجزات کا ذکر کریں گے جو دیگر کتنے ہی معجزات کے سرچشمے ہیں تاکہ یہ باب اظہر من الشمس ہوجائے کہ سرورِ کون ومکاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہِ خداوندی میں کیسی عظیم قدر ومنزلت ہے۔ اِس سلسلے میں ہم تحقیق شدہ اور صحیح احادیثِ مقدسہ ہی پیش کریں گے، جن میں سے اکثر تو حدِ یقین کو پہنچی ہوئی ہیں اور بعض اُن کے قریب تر ہیں۔ کچھ ایسی روایات بھی ہم نے پیش کی ہیں جو مشہور اکابر یعنی ائمۂ دین کی تصانیف میں موجود ہیں یعنی اُنھوں نے جن سے استناد کیا ہے۔

جب ایک منصف مزاج آپ کے اُن حالات میں غور وفکر کرے، جو ہم نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خوشنما نقوشِ قدم، قابلِ تعریف سیرت، علمی رفعت، عقلی کمالات، حلم اور جملہ کمالاتِ عالیہ وخصائلِ محمودہ اور ارشاداتِ مقدسہ کے بارے میں بیان کیا ہے، تو اُسے آپ کی نبوت اور دعوت کی صداقت وصحت کے بارے میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں ملے گی اور یہی ایک بات مسلمان ہونے اور آپ پر ایمان لانے کے لیے کافی ہے۔ ہم نے ترمذی اور ابن قانع وغیرہما سے اُن کی اسانید کے ساتھ روایت کی ہے کہ عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ جب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (ہجرت کرکے) مدینہ منورہ تشریف لائے تو میں آپ کی زیارت کے لیے حاضر ہوا۔ جب میں نے آپ کے چہرۂ انور کو دیکھا تو مجھے دیکھتے ہی یقین حاصل ہوگیا کہ جھوٹے آدمی کا ایسا چہرہ نہیں ہوسکتا۔ [۱]

---

[۱] جو حسینانِ عالم سے ہے خوب رُو
جس پہ حُسن آفریں کو بھی پیار آگیا
(اختر شاہجہانپوری)

marfat.com

ابورمثہ تیمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوا
تو میرے ساتھ میرا لڑکا بھی تھا۔ مجھے آپ کی زیارت کرنے کا موقع دیا گیا تو اُس معجز نما ہستی کو
دیکھتے ہی یقین آگیا کہ وہ سچا نبی ہے۔ امام مسلم اور بعض دوسرے محدثین نے روایت کی ہے کہ
جب ایک شخص ضماد نامی آپ کی خدمت میں بصورتِ وفد حاضر ہوا، تو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم نے اُس وفد کے سامنے فرمایا:

ان الحمد للّٰہ نحمدہ و
نستعینہ من یھدہ اللہ
فلا مضل لہ ومن یضللہ
فلا ھادی لہ واشھد
ان لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ
لا شریک لہ وان محمدًا
عبدہٗ ورسولہ۔ (صلی اللہ علیہ وسلم)

بیشک سب تعریفیں اللہ کے لیے ہیں ہم
اُسی کی حمد بجالاتے ہیں اور اُسی سے مدد
چاہتے ہیں۔ جسے اللہ ہدایت دے اُسے
کوئی گمراہ نہیں کر سکتا اور جو گمراہ ہو جائے
اُسے کون ہدایت دے، میں گواہی دیتا
ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ
اکیلا ہے، اس کا شریک کوئی نہیں اور
بے شک محمد اُس کا بندہ اور اُس کا
رسول ہے (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)

ضماد نے یہ کلماتِ مقدسہ سُنے تو کہنے لگا، آپ بار بار یہ کلمات دُہراتے رہیے، یہ تو بحرِ حقیقت
کی تہہ کے موتی ہیں۔ آپ ہاتھ آگے بڑھائیں، میں اسلام پر آپ کی بیعت کرتا ہوں۔ (رضی
اللہ تعالیٰ عنہ)۔ جامع بن شداد کا بیان ہے کہ ہم میں طارق نامی ایک آدمی تھا۔ اُس کا بیان ہے
کہ میں نے مدینہ منورہ میں سرورِ کون ومکاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت کا شرف حاصل
کیا تھا۔ اُسی دوران میں نبی آخر الزماں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لوگوں سے پوچھا: کیا
تمہارے پاس فروخت کرنے والی کوئی چیز ہے؛ ہم نے جواب دیا، یہ اُونٹ ہے۔ آپ نے
قیمت پوچھی تو ہم نے کچھ وسق کھجور اُس کی قیمت بتائی۔ آپ نے اُونٹ کی مہار پکڑی اور لے کر
چلے گئے۔ ہم آپس میں گفتگو کرنے لگے کہ ایک اجنبی شخص کے ہاتھوں اُونٹ فروخت کر دیا اور
یہ بھی معلوم نہیں کہ وہ کہاں رہتا ہے۔ اُس سفر میں ہمارے ساتھ ایک عورت بھی تھی۔ وہ

marfat.com

کہنے لگی: آپ کے اونٹ کی قیمت کی ضامن میں ہوں۔ میں نے اونٹ خریدنے والے شخص کا چہرہ اور دیکھا ہے جو چودھویں رات کے چاند کی طرح دمکتا تھا۔ ایسا شخص تمہارے ساتھ بدعہدی نہیں کرسکتا۔ صبح ہوتے ہی ایک آدمی کھجوریں لے کر آیا اور کہنے لگا: مجھے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تمہارے پاس یہ کھجوریں دے کر بھیجا ہے۔ ان کا وزن کر کے قیمت پوری کر لو۔ چنانچہ ہم نے اِس طرح مطلوبہ کھجوریں وصول کر لیں۔

جلندی شاہِ عمان کے بارے میں منقول ہے کہ اُسے جب یہ معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کا آخری رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) اُسے اسلام کی دعوت دے رہا ہے تو اُس کا بیان ہے کہ خدا کی قسم، مجھے اِس اُمّی نبی کے برحق ہونے پر اِس بات نے دلالت کی کہ وُہ اس وقت تک کسی بھلائی کا حکم نہیں دیتے جب تک خود اُس پر عمل کر کے نہ دکھائیں اور اُس وقت تک کسی بُرے کام سے منع نہیں کرتے جب تک خود اُس سے اجتناب نہ کریں۔ جب وہ کسی پر غلبہ پا لیتے ہیں تو مغرور نہیں ہوتے اور جب مغلوب ہو جاتے ہیں تو مایوس نہیں ہوتے۔ ایفائے عہد کرتے ہیں، وعدے کا لحاظ رکھتے ہیں اِس لیے میں گواہی دیتا ہوں کہ وُہ سچے نبی ہیں۔ ارشادِ ربانی۔

يَكَادُ زَيْتُهَا يُضِيءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ۔ ؎	قریب ہے کہ اُس کا تیل بھڑک اُٹھے اگرچہ اسے آگ نہ چھوئے۔

کی تفسیر میں نفطویہ نے کہا کہ یہ ایک مثال ہے، جو اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے متعلق بیان فرمائی ہے، یعنی اے حبیب! خواہ تم قرآنِ کریم کی تلاوت کر کے کسی کو نہ بھی سُنا رہے ہو گے، اُس وقت بھی تمہاری رویت ہی تمہاری نبوت پر دلالت کر رہی ہو گی۔ اسی طرح ابن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے: ؎

لَوْ لَمْ تَكُنْ فِيهِ آيَاتٌ مُّبَيِّنَةٌ
فَكَانَ مَنْظَرُهُ يُنَبِّئُكَ بِالْخَبَرِ

معجزات و قرآنِ کریم قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے

؎ پ ۱۸، سورۃ النور، آیت ۳۵

marfat.com

معجزات کو اچھے پیرائے میں اور مکمل طور پر بیان کیا ہے۔ ابتداء اعجاز القرآن سے کی ہے۔ اعجاز القرآن کے بکثرت وجوہ بیان فرمائے ہیں، جن پر مطلع ہونے کے بعد ایک منصف مزاج یقین کرلینے پر مجبور ہوجاتا ہے کہ واقعی یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ساری مخلوق میں سے کسی میں یہ طاقت اور صلاحیت نہیں ہے کہ قرآن کریم کی کسی چھوٹی سی سورت جیسی سورت بنا کر لے آئے۔

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے بعد مختلف معجزات کا ذکر کیا ہے مثلاً چاند کا دو ٹکڑے ہوکر زمین کے قریب آنا اور واپس چلا جانا، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نمازِ عصر ادا کروانے کے لیے سورج کو غروب ہونے سے واپس بلانا، انگشت ہائے مبارک کے درمیان سے پانی کے چشمے جاری ہونا، آپ کی برکت سے پانی جاری ہوجانا، آپ کے مَس کرنے اور دعا کرنے سے چیزوں کا نامعلوم طریقے پر بڑھ جانا، آپ کی برکت اور دُعا سے کھانے پینے کی چیزوں کا زیادہ ہوجانا، درختوں کا کلام کرنا اور آپ کی نبوت کی گواہی دینا، درختوں کا آپ کے بلانے پر حاضر ہوجانا، حنانہ ستون کا واقعہ، جمادات وحیوانات سے متعلق جو معجزات ظاہر ہوئے، مُردوں کا زندہ کرنا، بیماروں کو تندرست کردینا، دعاؤں کا فوراً قبول ہونا، یہ ایک وسیع اور انوکھا باب ہے (یعنی ایمان افروز باب ہے)، موجودات خارجیہ جنھیں آپ نے مَس کیا، اُن کا آپ کی برکت و کرامت سے ماہیت تبدیل کرلینا نیز:

وما اطلع علیہ من الغیوب	اور جو آپ غیوب پر مطلع ہیں، اُن میں سے
فیما کان ومایکون والاحادیث	یہ بھی ہے کہ جو کچھ دنیا میں ہوچکا اور جو ہونے والا
فی ھٰذا الباب بحر لا یدرک قعرہ	ہے۔ اس بات کے ثبوت میں اتنی احادیث
ولا ینزف غمرہ وھٰذا المعجزۃ	موجود ہیں کہ گویا سمندر ہیں جس کی تہہ نہیں
من جملۃ معجزاتہ صلی اللہ علیہ	مل سکتی اور نہ اُس کا پانی نکالا جاسکتا ہے۔
وسلم المعلومۃ علی القطع الواصل	رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وہ
الینا خبرھا علی التواتر لکثرۃ	معجزات جن کا علم ہمیں قطعی طور پر ہے اور
رواتھا واتفاق معانیھا علی	کثیر التعداد راویوں کے ذریعے ہمیں تواتر

marfat.com

الاطلاع على الغيب حتى ان كان بعضهم يقول لصاحبه اسكت فوالله لو لم يكن عنده من يخبره لاخبرته حجارة البطحاء۔

(ص ۲۵)

کے طور پر پہنچے ہیں اور جن کے مفہوم و معانی پر اتفاق ہے، اُن میں سے آپ کا غیب پر مطلع ہونے کا معجزہ بھی ہے۔ صحابۂ کرام کا اس پر یہاں تک یقین تھا کہ جب کوئی اپنے ساتھی سے بات کرتا، تو دوسرا کہتا: خاموش رہو۔ خدا کی قسم اگر حضور کے پاس اور کوئی خبر دینے والا نہ ہوا تو بطحا کے پتھر بھی اُنہیں بتا دیں گے۔

اس کے علاوہ قیامت کی نشانیاں بتانا نیز حشر و نشر اور قیامت کے حالات بتانا، حالانکہ اِس فصل کے لیے ایک مستقل کتاب کی ضرورت ہے، جو کتنے ہی اجزاء پر مشتمل ہو سکتی ہے۔ علاوہ بریں لوگوں کے شر سے باری تعالیٰ شانہٗ کا اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو محفوظ رکھنا اور اُن کی اذیتوں سے آپ کو بچائے رکھنا (یعنی دشمن آپ کو ختم کرنا چاہتے تھے لیکن نہ کر سکے) قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے مذکورہ اقسام کے بے شمار معجزات کا ذکر کیا ہے، حتیٰ کہ فرمایا:

ومن معجزاته صلى الله تعالى عليه وسلم الباهرة ما جمعه الله له من المعارف والعلوم وخصه به من الاطلاع على جميع مصالح الدنيا والدين ومعرفته بامور شرائعه و قوانين دينه وسياسة عباده ومصالح امته وما كان فى الامم قبله وقصص الانبياء والرسل والجبابرة والقرون الماضية من لدن آدم عليه السلام الى زمنه وحفظ شرائعهم

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بہت بڑے معجزات میں سے یہ بھی ہے جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو علوم و معارف کا خزانہ بنا دیا اور آپ کو خصوصیت بخشی کہ دین و دنیا کے تمام مصالح پر آپ کو مطلع فرمایا نیز شریعتوں کے امور اور اپنے دین کے قوانین کی معرفت عطا فرمائی اور اپنے بندوں کی سیاست اور اپنی امت کے مصالح اور گزشتہ اُمتوں کے حالات، انبیاء و مرسلین کے حالات، آدم علیہ السلام سے لے کر اپنے عہد مبارک تک کے جابر بادشاہوں اور گزرے ہوئے زمانوں کے قصے اور اُمم سابقہ کی شریعتوں، اُن کی

marfat.com

وكتبهم ووقائع سيرهم وسرد اخبارهم و
ايام الله فيهم وصفات احيانهم و
اختلاف آرائهم والمعرفة بمددهم
واعمارهم وحكم حكمائهم ومحاجة
كل امة من الكفرة ومعارضة
كل فرقة من اهل الكتابيين
لما في كتبهم واعلامهم باسرارها
ومخبآت علومهم واخبارهم بما
كتموه من ذلك وغيره والى الاحتواء
على لغة العرب وغريب الفاظ فرقها
والاحاطة بضروب فصاحتها والحفظ
لايامها وامثالها وحكمها ومعاني
اشعارها والتخصيص بجوامع
كلمها الى المعرفة بضرب
الامثال الصحيحة والحكم
البينة بتقريب التفهيم للغامض.
والتبيين للمشكل الى تمهيد
قواعد الشرع الذي لا تناقض
فيه ولا تخاذل فيما انزل
علينا مع اشتمال شريعته
صلى الله تعالى عليه و
سلم على محاسن الاخلاق
ومحامد الآداب وكل

کتابوں اور سیرتوں کو ذہن میں محفوظ کر لینا، اور
اُن کی خبروں۔ اُن پر اللہ تعالیٰ کے انعام یا عذاب کے
واقعات۔ اُن کے برگزیدوں کے اطوار، اُن کا
اختلافِ آراء۔ اُن کی مدتوں، عمروں اور اُن کے
حکماء کے اقوال کو جان لینا اور ہر اُمت سے کافروں
کے جھگڑوں اور اہلِ کتاب کے ہر فرقے کے ساتھ
اُن کی مستند کتابوں کے ذریعے معارضے کی صلاحیت
ہونا۔ اُن کی کتابوں کے اسرار اور چھپائے ہوئے
علوم و اخبار کو ظاہر کرنا (یعنی جن باتوں کو اہلِ کتاب
مخصوص مصلحتوں کے تحت چھپائے رکھتے تھے)،
عربی زبان کی مہارت حاصل ہونا اور ہر جماعت اور
قبیلے کے خاص الفاظ اور اُن کی فصاحت کے جملہ
اقسام کا احاطہ کر لینا، اُن کے واقعات و حوادث،
مثالیں، حکمتیں اور اُن کے اشعار کے معانی حفظ
کر لینا، سارے جامع کلمات کو معرفت کی جانب
خاص کر دینا اور صحیح محاورات و ضرب الامثال کی
معرفت ہونا اور حکم کو واضح اور عام فہم لفظوں میں
بیان کرنا اور ہر مشکل بات کو ایسے آسان لفظوں
میں واضح بیان کرتے کہ اُن کے فہم کے نزدیک ہوتی
چلی جاتی۔ وہ شریعتِ مطہرہ جس میں کوئی تناقض
نہیں ہے اُس کے شروح میں قواعد کو آسان
طریقے سے بیان کیا ہے اور شریعت میں کوئی کمزوری
بھی نہیں ہے جو کہ ہمارے لیے نازل ہوئی۔ شریعتِ محمدیہ

marfat.com

شیئ مستحسن مفصّل لم ینکر
منہ ملحد ذوعقل سلیم شیئاً الا
من جھۃ الخذلان بل کل
جاحد لہ وکافر من الجاھلیۃ
بہ صلی اللہ علیہ وسلم
اذا سمع مایدعوا الیہ صوبہ
واستحسنہ دون طلب
اقامۃ برھان علیہ۔
(ص۵٦)

تو اچھے اخلاق اور قابلِ تعریف آداب پر مشتمل ہے اور اس کی ہر بات واضح پسندیدہ ہے، جس کا عقلِ سلیم رکھنے والا ایک ملحد بھی انکار نہیں کرسکتا لیکن اُس شخص کا معاملہ ہی دیگر ہے جس کو بدبختی اور رسوائی نے جکڑ رکھا ہو، یہاں تک کہ دورِ جاہلیت میں کسی منکر اور کافر نے بھی جب نبی آخرالزماں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مقدس پیغام کو سُنا تو اُس کو بھی تصویب وتحسین کے سوا اور کوئی چارۂ کار نظر نہ آیا اور آپ کی حقانیت پر دوسری کسی دلیل کا مطالبہ تک نہیں کیا۔

اس کے ساتھ ہی طیبات کو اپنی اُمت کے لیے حلال اور خبائث کو حرام ٹھہرایا اور مسلمانوں کی جان، مال اور عزت وآبرو کو دوزخ سے بچانے کی خاطر تعزیرات اور حدود قائم کرکے محفوظ فرمایا۔ ایسی باتوں کا اہتمام وہی ماہر شخص کرسکتا ہے، جس نے علم حاصل کیا اور کتابوں کو پڑھا ہو نیز مختلف علوم وفنون کی تحصیل میں مہارت حاصل کی ہو جیسے طب، خوابوں کی تعبیر، میراث و وراثت، حساب، انساب اور دیگر ایسے ہی علوم۔ حالانکہ ان علوم کے ماہرین نے جب آپ کے ارشاداتِ عالیہ میں غور وفکر کیا تو انھیں اپنے تجربات کی بنیاد اور اصل الاصول پایا۔

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے بعد چند وہ احادیث نقل فرمائی ہیں، جن کا تعلق مذکورہ بالا علوم وفنون سے ہے۔ اس کے بعد فرشتوں اور جنوں کے متعلق آپ نے جو خبریں دیں، اُنھیں نقل فرمایا نیز آپ کی نبوت کے دلائل اور رسالت کی علامتوں کا ذکر کیا اور احبار ورہبان اور علمائے اہلِ کتاب نے آپ کی اور اُمتِ محمدیہ کی جو صفات، اسماء، علامات بیان کی ہیں، اُنھیں نقل کیا اور مُہرِ نبوت کا تذکرہ کیا جو آپ کے دونوں کندھوں کے درمیان تھی اور جس کا ذکر گزشتہ موحدین کے اشعار میں بھی پایا جاتا ہے نیز کاہن جس کی خبر دیا کرتے تھے اور غائب جنوں، بتوں اور تصویروں کے اندر سے بارہا آوازیں سُنی گئیں، اسی طرح قدیم زمانے کے

marfat.com

طریقہ انے تحریر میں پتھروں اور قبروں پر آپ کا اسمِ گرامی اور آپ کی رسالت کی گواہی لکھی ہوئی پائی گئی اِس سلسلے کے اکثر واقعات مشہور و معلوم ہیں لیکن اسی شخص کے لیے جو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سیرتِ مقدسہ پر مطلع ہے اور ہم (علامہ یوسف بن اسمٰعیل نبہانی رحمۃ اللہ علیہ) نے اپنی کتاب حجۃ اللہ علی العالمین میں اس موضوع پر شرح و بسط سے لکھا ہے۔

معجزاتِ ولادت

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آپ کی ولادتِ مقدسہ کے وقت جو نشانیاں اور خرقِ عادت باتیں دیکھی گئی ہیں جیسا کہ آپ کی والدہ ماجدہ اور جو افراد وہاں موجود تھے، انھوں نے عجائب بیان کیے ہیں کہ ولادت کے بعد آپ کا آسمان کی جانب ٹکٹکی لگا کر دیکھنا، اور وہ نور جو آپ کی والدہ ماجدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بوقتِ ولادت آپ کے ساتھ نکلتے دیکھا، حتیٰ کہ اُس کی روشنی میں قیصر کے محلات نظر آگئے تھے، جیسا کہ امام احمد اور بیہقی نے حضرت عرباض بن ساریہ اور ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی ہے اور جو عثمان بن ابی العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ نے آپ کی ولادت کے وقت ستاروں کو آتے ہوئے اور نور کو ظاہر ہوتے ہوئے دیکھا، حتیٰ کہ اُس نور کے وقت اور کچھ نظر ہی نہیں آتا تھا اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کی والدہ، جو آپ کی دایہ تھیں، اُن کا بیان ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اِس دنیا پر جلوہ افروز ہوئے اور میرے ہاتھوں میں تشریف لائے تو میں نے کسی کہنے والے کی آواز سُنی وہ کہہ رہا تھا کہ "اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے" اُس وقت میرے لیے مشرق و مغرب روشن ہو گئے حتیٰ کہ میں نے روم کے محلات دیکھ لیے۔ اِسی طرح آپ کو دودھ پلانے والی حلیمہ سعدیہ اور اُن کے خاوند نے جو آپ کی برکتیں دیکھیں کہ اُن کے دودھ کا جوش مارنا، اُن کی بوڑھی اونٹنی کا دوبارہ دودھ دینے لگنا، اُن کی بکریوں کا بہت بڑھ جانا، آپ کا تیزی سے نوجوان ہو جانا اور حسین نشو و نما پانا معروف ہے۔

نیز آپ کی پیدائش کے وقت جو عجائبات ظاہر ہوئے جیسا کہ بیہقی نے روایت کی ہے، اِس کے علاوہ کسریٰ کے محلات کا تزلزل میں آجانا اور اُن کے کنگروں کا گر پڑنا، بحیرۂ طبریہ کا خشک ہو جانا، آتشکدۂ فارس کی آگ کا بجھ جانا جبکہ ایک ہزار سال سے وہ بجھی نہیں تھی اور یہ کہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بچپن میں جب اپنے چچا ابوطالب اور اُن کی

marfat.com

اولاد کے ساتھ کھانا کھاتے تو سب سیر ہو جاتے اور جب وُہ آپ کی عدم موجودگی میں کھانا کھاتے تو سب بُھوکے رہ جاتے۔ ابُو طالب کی اولاد جب سو کر صُبح اُٹھتی تو اُن کے بال بکھرے ہُوئے ہوتے لیکن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب بیدار ہوتے تو گیسوئے مبارک گویا تیل لگے ہوئے، چہرہ خوشبودار اور آنکھیں سُرمگیں ہوتیں۔

اُم ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا جو آپ کی خدمت کرنے والی تھیں، اُن کا بیان ہے کہ مَیں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کبھی بُھوک اور پیاس کی شکایت کرتے ہُوئے نہیں سنا۔ آپ کے معجزات سے آسمانی آگ اور شعلوں کے گرنے کی بندش اور شیطانوں کے چوری کرنے کے راستوں کا ختم ہونا بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ خصوصیت مرحمت فرمائی کہ بُتوں سے عداوت اور امورِ جاہلیت سے نفرت آپ کی فطرت میں شامل فرما دی حتیٰ کہ ستر (جسم ڈھانپنے) کے بارے میں آپ کی حالت یہ تھی: جیسا کہ مشہور خبر ہے، جب خانہ کعبہ کی تعمیر ہو رہی تھی، جیسا کہ بخاری و مسلم نے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ اس دوران میں جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ازار مبارک کو آپ کے کندھے پر رکھ دیا گیا، تو بے ہوش ہو کر آپ زمین پر گر پڑے، یہاں تک کہ اُسے واپس کیا گیا۔ آپ کے چچا حضرت عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے پُوچھا کہ تمہیں کیا ہو گیا تھا؟ آپ نے فرمایا: میں ننگا ہونے سے منع کیا گیا ہُوں۔

اللہ تعالیٰ کا آپ پر سفر میں بادلوں سے سایہ کرنا جیسا کہ ترمذی اور دیگر کتبِ احادیث میں ہے اور حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت میں ہے کہ اُنہوں نے اور اُن کی براوری کی کتنی ہی عورتوں نے دیکھا کہ جب آپ شام کی جانب سے آئے تو دو فرشتوں نے آپ پر سایہ کیا ہُوا تھا۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنے غلام میسرہ سے اس کا تذکرہ کیا تو اُس نے جواب دیا کہ مَیں تو اس قسم کے تعجب خیز واقعات اُسی وقت سے دیکھ رہا ہوں جب ان کا ہم سفر ہوا تھا۔ روایت کی گئی ہے کہ جب آپ حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس رہتے تھے تو اُنھوں نے بادل کو آپ کے اُوپر سایہ کرتے دیکھا۔ اِس کی روایت آپ کے رضاعی بھائی (دودھ شریک بھائی) نے کی ہے۔

روایت کی گئی ہے کہ اعلانِ نبوت سے پہلے آپ کسی سفر میں ایک خشک درخت کے

marfat.com

نیچے آرام فرما ہوئے تو اُس درخت کے اردگرد سبزہ نمودار ہوگیا اور وُہ درخت بھی سرسبز ہو کر لہلہانے لگا اور دیکھتے ہی دیکھتے اُس کی شاخیں پھیل کر لٹکنے لگیں، یہاں تک کہ وُہ خُوب سایہ دار ہوگیا۔ دوسری روایت میں یہ لفظ ہیں کہ اُس نے آپ پر اچھی طرح سایہ کردیا۔ یہ جو عام مشہور ہے کہ:

کان لا ظل لشخصہ فی شمس و	رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا سایہ سُورج
لا قمر لانہ کان نورًا و	اور چاند کی روشنی میں کبھی نہیں ہوتا تھا کیوں کہ
ان الذباب کان لا یقع علیٰ	آپ سراپا نُور ہی نُور تھے اور مکھی کی یہ مجال
جسدہٖ و لا ثیابہٖ۔	نہیں تھی کہ کبھی بھی وُہ آپ کے جسمِ اطہر یا آپ کے
(ص)	کپڑوں پر بیٹھے۔

جیسا کہ احادیث میں مذکور ہے۔ آپ کے معجزات میں سے یہ بات بھی ہے کہ آپ کو تنہائی پسند کرا گیا اور وحی آنے یعنی قرآن کریم نازل ہونے تک آپ کی یہی کیفیت رہی جیسا کہ صحیحین میں مذکور ہے اور بخاری و مسلم میں یہ بھی موجود ہے کہ آپ کو وصال کی خبر دی گئی اور بتا دیا گیا کہ اب مالکِ حقیقی کی بارگاہ میں واپس پہنچنے کا وقت نزدیک آگیا ہے۔ یہ بھی آپ کو بتا دیا گیا تھا کہ روضۂ اطہر مدینہ منورہ میں ہوگا اور ہوگا بھی آپ کے کاشانۂ اقدس کے اندر۔ نیز یہ کہ آپ کے دولت کدے اور مقدس منبر کے درمیان کی جگہ جنّت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔ جب آپ کے وصال کا وقت قریب آیا تو باری تعالیٰ شانہٗ نے دنیا میں رہنے اور رحلت فرمانے میں اختیار دیا تھا کہ کسی ایک چیز کو اختیار کر لیا جائے۔ آپ نے آخرت کو پسند کیا اور فرمایا اَللّٰھُمَّ الرَّفِیْقَ الْاَعْلٰی (اللہ تعالیٰ سب سے اعلیٰ ساتھی ہے)۔ یہی آپ کے آخری کلمات ہیں، ان کے بعد پھر کلام نہیں فرمایا۔

بوقتِ وصال کے واقعات امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سنن میں ذکر کیے ہیں۔ اُن میں سے ملائکہ کا نمازِ جنازہ کی جگہ صلوٰت وسلام پڑھنا، ملک الموت کا اجازت لے کر حاضرِ بارگاہ ہونا حالانکہ آپ سے پہلے ملک الموت نے کسی سے اجازت نہیں لی۔ بوقتِ غسل ملائکہ کی جانب سے یہ آواز آنا کہ آپ کی قمیص مبارک کو نہ اُتارو۔ صحابۂ کرام نے اس آواز کو سُنا لیکن ایسا کہنے والا نظر کوئی بھی نہ آیا۔ یہ بھی روایت ہے کہ وصال کے بعد حضرت خضر علیہ السلام اور ملائکہ نے اہلِ بیتِ اطہار سے یُوں اظہارِ تعزیت کیا:

marfat.com

السلام علیکم اھل البیت ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ان فی اللہ خلفا من کل ھالک وعزاء من کل مصیبۃ ودرکا من کل فائت فباللہ ثقوا وایاہ فارجوا فان المصاب من حرم الثواب رواہ البیہقی فی دلائل النبوۃ۔ (مشکوٰۃ)

اے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے گھر والو! تم پر سلامتی ہو اور اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں۔ بے شک دنیا سے رخصت ہونے والے ہر شخص کا وارث خدا ہے۔ وہی ہر مصیبت میں تسلی دیتا ہے اور وہی نقصان کو پورا کرنے والا ہے۔ تم خدا سے ڈرتے رہو، اُسی سے اُمید رکھو کیونکہ اصل مصیبت زدہ وہی ہے جو ثواب سے محروم رہ جائے۔ اسے بیہقی نے دلائل النبوت میں روایت کیا ہے۔

امام شافعی اور امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہما نے روایت کیا ہے کہ اہلِ بیتِ اطہار اور صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین پر آپ کی کرامتیں اور برکتیں دنیاوی زندگی میں ظاہر تھیں لیکن وصال کے بعد بھی اُسی طرح ظاہر ہوتی رہیں جیسے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا آپ کے چچا جان حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وسیلے سے بارش کی دُعا کرنا۔

معجزاتِ مصطفیٰ کی ترجیح

قاضی عیاض رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ ہمارے آقا و مولا جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے معجزات، دیگر انبیائے کرام کے مقابلے میں دُو وجہ سے زیادہ واضح اور اہم ہیں۔ پہلی وجہ یہ ہے کہ آپ کے معجزات تعداد میں سب سے زیادہ ہیں۔ جس نبی کو جو بھی معجزہ ملا، وُہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بھی مرحمت فرمایا گیا، یا اُس سے بھی اعلیٰ معجزہ دیا گیا اور اہلِ علم اس بات سے پُوری طرح واقف ہیں۔ آپ کے معجزات اِس طرح حدِ شمار سے باہر ہیں کہ قرآن کریم اوّل سے آخر تک معجزہ ہے اور اس کی چھوٹی سے چھوٹی سورت میں بھی اعجاز موجود ہے اور وُہ سورۂ کوثر ہے۔ اُسی میں یہ موجود ہے:

إِنَّا أَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ [1]

اے محبوب! بیشک ہم نے تمہیں بے شمار خوبیاں عطا فرمائیں۔

---

[1] پ ۳۰، سورۂ الکوثر، آیت ۱

marfat.com

جب اِس چھوٹی سی سُورت میں بھی اعجاز موجود ہے حالانکہ اِس کے صرف دس کلمے ہیں لیکن پُورے قرآنِ کریم میں تو ستر ہزار سے بھی کچھ اُوپر ہی کلمات ہیں۔ چونکہ سُورۂ کوثر کے دس کلمے ہیں، اِس لحاظ سے حصّے بنانے چلے جائیں تب بھی قرآنِ کریم کے سات ہزار سے زیادہ حصّے بنتے ہیں اور ہر حصّہ واقعی معجزہ ہے۔ علاوہ بریں اِس کے اعجازِ بلاغت و اعجازِ نظم وغیرہ کے لحاظ سے دیکھیں تو مذکورہ تعداد کئی گُنا ہو جائے گی۔ اعجاز کی ایک وجہ غیبی امُور کی خبریں دینا بھی ہے۔ یُوں اور کئی گُنا تعداد ہو جاتی ہے۔ اِن کے علاوہ بھی اعجاز کی اور کتنی ہی وجوہات ہیں اگر اُن کے حساب سے گنتے چلے جائیں تو صرف قرآنِ کریم سے متعلق ہی آپ کے اتنے معجزے ہو جائیں گے کہ اعداد بھی اُن کا ساتھ نہ دے سکیں گے۔ اِس بارے میں جو احادیث و اخبار وارد ہیں وُہ اعجاز کی کثرت کے لحاظ سے مذکورہ تعداد کے کئی گُنا معجزات کا پتہ دیتی ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کے معجزات کی وضاحت و اہمیت کی دُوسری وجہ یہ ہے کہ دیگر انبیاء کے معجزات اُس زمانہ کے لوگوں کی ہمّت اور اُس فن کے اعتبار سے تھے جس میں اُس زمانے کے لوگ مہارت رکھتے ہوں جیسے موسیٰ علیہ السّلام کے دَور میں جادو کا بہت زور تھا تو اللہ تعالیٰ نے اُنھیں ایسا معجزہ دے کر بھیجا جو اُن کاموں سے مشابہت رکھتا تھا، جن پر قدرت رکھنے کا وُہ دعویٰ کرتے تھے۔ پس جب مُوسیٰ علیہ السّلام اُن کے پاس وُہ معجزہ لے کر تشریف فرما ہوئے تو اُن پر واضح ہو گیا کہ وُہ اِس پر قدرت نہیں رکھتے کیونکہ اِس نے ان کے جادو کو باطل کر دکھایا تھا۔

اِسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں علمِ طب اپنے نقطۂ عروج کو پہنچا ہوا تھا تو آپ اُن کے پاس ایسا معجزہ لے کر تشریف فرما ہُوئے جس پر اُنھیں کوئی قدرت نہیں تھی۔ وُہ یہ تصوّر بھی نہیں کر سکتے تھے کہ مُردے کو بھی زندہ کیا جا سکتا ہے نیز بغیر معالجے اور طبّی طریقوں کے مادر زاد اندھوں کو بینا اور کوڑھیوں کو تندرست کرنا ممکن ہے۔ دیگر انبیائے کرام علیہم السلام کے معجزات بھی اِسی طرح تھے۔

جس دَور میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا تو عرب میں چار علوم بہت مشہور تھے (۱) بلاغت (۲) شاعری (۳) خبر د تاریخ (۴) کہانت

marfat.com

اللہ تعالیٰ نے آپ پر قرآنِ کریم نازل فرمایا جو مذکورہ چاروں علوم کے لیے خارق ہے۔ یہ فصاحت و بلاغت اور ایجاز کے ایسے کمالات پر مشتمل ہے جس کا اُن کے کلام میں شائبہ بھی نہیں پایا جاتا۔ اس عجیب و غریب نظم اور پسندیدہ اسلوب کے وہ کوچے ہی سے نابلد تھے۔ جہاں تک اخبار یعنی تاریخ کا تعلق ہے تو قرآنِ کریم نے ایسے واقعات و حوادث اور اسرار و مغیبات کی خبریں دیں اور وہ خبروں کے مطابق ہی ظہور پذیر ہوئے تو کسی پرلے درجے کے معاند اور دشمن کو بھی اس کی صحت و صداقت میں شبہ نہیں رہ سکتا۔ رہی کہانت، تو یہ ایک مرتبہ سچی اور دس مرتبہ جھوٹی ثابت ہوتی رہتی ہے۔ شیاطین پر آسمان سے چنگاریاں پھینک کر اور ستاروں کے ٹوٹنے سے کہانت کو باطل کر کے بیخ و بُن سے اکھاڑ کر پھینک دیا گیا۔ قرآنِ کریم نے اپنے زمانۂ نزول کے حالات، گزشتہ انبیائے کرام اور اُن کی اُمتوں کے تذکرے نیز گزرے ہوئے واقعات کو بیان کر کے ہمہ دانی کا دعویٰ کرنیوالوں کو جاہل محض ثابت کر دکھایا۔

قرآنِ کریم ایسا معجزہ ہے جو ختم ہونے والا نہیں بلکہ یہ قیامت تک باقی رہنے والا ہے اور ہر گروہ کے لیے واضح دلیل و حجت ہے۔ بعد میں آنے والا جو بھی شخص اس کے وجوہِ اعجاز میں غور و فکر اور تامل کرے گا تو اس پر یہ بات پوشیدہ نہیں رہ سکتی کہ:

الی ما اخبر به من الغیوب علی	سرورِ کون و مکاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے معجزے
هذا السبیل فلا یمر عصر و	کے طور پر اس قدر غیب کی خبریں دی ہیں کہ کوئی دور
زمن الا و یظهر فیه صدقه	اور زمانہ ایسا نہیں گزرتا جس میں آپ کی صداقت
صلی الله علیه وسلم علی ما	ظاہر نہ ہوئی ہو اس سے ایمان کو تازگی اور صداقت
اخبر فیتجدد الایمان و	کی دلیل کو غلبہ ملتا ہے۔
یتظاهر البرهان۔ (ص۵۹)	

لہ امام احمد رضا خاں بریلوی نے فرمایا ہے: ؎

تیرے آگے یوں ہیں دبے لچے فصحا عرب کے بڑے بڑے
کوئی جانے منہ میں زباں نہیں، نہیں بلکہ جسم میں جاں نہیں

marfat.com

دیگر انبیائے کرام جب دنیا سے رخصت ہو جاتے تو اُن کے معجزات بھی ختم ہو جاتے تھے لیکن نبی آخر الزماں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ معجزہ نہ تو ختم ہونے والا ہے اور نہ منقطع ہو سکتا ہے۔ اس کے دلائل زائل نہیں ہوتے بلکہ ہمیشہ تر و تازہ رہتے ہیں، اسی لیے فخرِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جیسا کہ بخاری میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ہر نبی کو اُس کے زمانے کے مطابق معجزے دیے گئے، جن کو دیکھ کر لوگ اُن پر ایمان لاتے تھے لیکن میرا معجزہ وحی ہے جو اللہ تعالیٰ نے میری طرف نازل فرمائی۔ مَیں اُمید رکھتا ہوں کہ قیامت میں میرے پیروکار سب سے زیادہ ہوں گے۔ اِس حدیث کا صحیح مفہوم تو یہی ہے لیکن اکثر علماء نے اِس کی تاویل کی ہے۔ اور ظہورِ معجزہ کے بارے میں اس طرف گئے ہیں کہ آپ کے اس معجزے کا ظہور وحی یعنی کلامِ الٰہی ہونے کے باعث ہے جس میں نہ فکری قوت کا دخل اور نہ تشبیہ متصور، لیکن مخالفین و معاندین نے انبیائے کرام کے معجزات کا مقابلہ ایسے امور سے کیا جن کا دار و مدار فکری قوت پر تھا اور اِس طرح کوتاہ فہم لوگوں کو کسی حد تک ورغلانے میں کامیاب ہو جاتے تھے جیسے موسیٰ علیہ السلام کے وقت میں جادوگروں نے اپنی رسیاں اور چھڑیاں پھینک کر سانپوں کی شکل میں دکھادیں اور جادوگر ایسی شعبدہ بازی لوگوں کو دکھایا کرتے ہیں لیکن قرآنِ کریم تو کلامِ الٰہی ہے، اِس پر کوئی جادو یا قوتِ تخیلہ اثر انداز نہیں ہو سکتی یعنی اِس کا معارضہ نہیں کر سکتی۔ اِس اعتبار سے قرآنِ کریم کو دیگر تمام معجزات پر بھی فوقیت ہے اور یہی وجہ ہے کہ کفارِ عرب نے اِس کے مقابلہ اور معارضہ سے ہتھیار ڈال دیے تھے چنانچہ اُنھوں نے جلاوطنی، قید، ذلت و رُسوائی، نقل مکانی، جانی و مالی نقصانات، زجر و توبیخ، تہی دستی، جھڑکیاں کھانے اور دھتکارے جانے کے مصائب تک برداشت کر لیے، لیکن قرآنِ عزیز جیسی ایک آیت بھی بنا کر لانے سے عاجز رہے۔ والحمد للہ رب العالمین۔

اِس کے بعد قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لوگوں پر حقوق کا تذکرہ کیا ہے۔ اُن میں سرِ فہرست آپ پر ایمان لانا ہے۔ پھر آپ کی اطاعت اور سنّت کی پیروی ہے کیونکہ یہ آپ سے محبت رکھنے اور اپنی خیر خواہی کے لوازم سے ہے۔ آپ کے احکامات کے سامنے سرِ تسلیم خم کر دینا چاہئے کیونکہ یہ آپ کی تعظیم و توقیر اور احسان ماننے کی نشانی ہے وصال کے بعد ہر اُس چیز کا احترام کیا جائے جو آپ کی جانب منسوب ہے۔ آپ پر صلوٰۃ و سلام

marfat.com

پڑھنا اور روضۂ اطہر کی زیارت کرنا۔ جو باتیں آپ کے لیے واجب یا جو آپ پر محال اور ممتنع تھیں اُنھیں مدِنظر رکھے کیونکہ آپ کو گالی دینے یا آپ کی شان میں نازیبا لفظ جاری کرنے یا تنقیص کرنے والے کے لیے قتل کرنے کا حکم ہے یا اس کے نزدیک۔ اِس فصل کا اختتام اِس بیان پر ہُوا ہے کہ آپ کے اہلِ بیتِ اطہار، ازواجِ مطہرات اور صحابۂ کرام کو گالی دینا یا اُن کی تنقیص کرنا حرام ہے اور ایسا کرنے والا ملعون ہے۔ قصہ مختصر قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الشفاء میں فخرِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فضائل و معجزات اور دیگر احوال ایسی شرح و بسط سے بیان فرمائے ہیں، جن پر مطلع ہونے اور نفع حاصل کرنے سے کوئی مسلمان مستغنی نہیں۔ کتاب الشفاء اس موضوع پر عدیم النظیر کتاب ہے جس کی مقبولیت پر اُمتِ محمدیہ کا اتفاق ہے۔ اِس کی یہ امتیازی خصوصیت ہے کہ فضائلِ مصطفیٰ پر سب سے پہلے لکھی گئی۔ اگرچہ مواہب لدنیہ بھی اس باب میں یکتا ہے کیونکہ اُس میں بیانات زیادہ شرح و بسط سے ہیں لیکن یہ امتیاز پھر کتاب الشفاء ہی کو حاصل ہے کہ وہ اس میدان کی سب سے پہلی کتاب ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہٖ محمد وآلہٖ وصحبہٖ اجمعین۔

marfat.com

امام، عارف باللہ، حکیم محمد بن علی ترمذی

رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

کے

فرمودات گرامی

نوٹ: یہ صاحب سنن، ابو عیسیٰ ترمذی نہیں ہیں۔

marfat.com

فخرِ دو عالم کی ہیبت

حکیم ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب نوادر الاصول میں فرمایا ہے کہ ظاہری حیات اور بعد وفات فخرِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جو ہیبت کی تاثیر دلوں میں تھی، اور ہے، اس کتاب کی ایک سو چھتیسویں اصل کا عنوان اور موضوع یہی ہے۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب اُس رونق آرائے گیتی نے مدینہ منورہ میں قدم رنجہ فرمایا تو آپ کی ضیا باریوں سے مدینۃ الرسول کی ہر شے جگمگا اُٹھی اور جس روز آپ نے وفات پائی تو مدینہ طیبہ کی ہر ایک چیز کو غم والم کے اندھیرے نے گھیر لیا۔ آپ کو قبرِ انور کے سپرد کر دینے کے بعد ہم نے ابھی اپنے ہاتھوں کو جھاڑا بھی نہیں تھا کہ اپنے ہوش و حواس کھو بیٹھے۔

كان رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم نورًا اضاء العالمين قال تعالى انا ارسلناك شاهدًا ومبشرًا ونذيرًا وداعيًا الى الله باذنه وسراجًا منيرًا فكان يستنير سراجه فى العالمين واذا مشى فى الطريق فاح منه ريح الطيب حتى يوجد عرفه فى ممره صلى الله تعالى عليه وسلم فيعرف انه مر بهذا المكان وكان طاهرًا طيبًا طهر الله تعالى بالحفظ فى الاصلاب والارحام وطفلًا وناشئًا وكهلًا حتى

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نُور تھے، جنھوں نے اپنی ضیاء پاشیوں سے دونوں جہانوں کو جگمگا رکھا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ "اے محبوب! ہم نے تمھیں حاضر و ناظر، خوشخبری دینے والا، ڈر سنانے والا، اللہ کے حکم سے اُس کی جانب بُلانے والا اور روشن سُورج بنا کر بھیجا ہے۔" آپ کی نُورانیت ہی کونین میں اُجالا ہے۔ جب آپ کسی راستے سے گزرتے تو اُس گزرگاہ کی فضا معطر ہو جاتی۔ حتیٰ کہ ہر آنے جانے والے کو معلوم ہو جاتا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اِس راستے سے گزر ہوا ہے، اسی لیے تو یہ کُوچہ بسا ہُوا ہے۔ آپ ایسے طاہر اور طیب تھے کہ باری تعالیٰ شانہٗ نے آپ کو اصلاب (صلب کی جمع) اور ارحام (رحم کی جمع) میں بھی پاک صاف رکھا اور بچپن، نوجوانی اور

marfat.com

قدسه بطهرة النبوة وشرفه
بالقربة وطيبه بروحه وجلله
ببهائه فمن فتح الله قلبه
بالله، والذي جعله في
قلبه وابصره وما تحلة
الله تعالیٰ وزينه به
فكان رؤيته شفاء قلبه
ودواء سقمه ولا يغيب برؤيته
عن ان يكون شفاء القلب
الا من ختم الله على قلبه و
جعل على سمعه وبصره
غشاوة - (ص۱۶)

بڑھاپے میں بھی، یہاں تک کہ نبوت جیسی اعلیٰ ترین
طہارت کے ساتھ آپ کی تقدیس فرمائی۔ آپ کو قرب
خاص کا شرف مرحمت فرمایا، گلشنِ کائنات کا سعطر
گلِ سرسبد بنایا اور بزرگی کا جامہ پہنایا۔ پس جس
خوش نصیب کا دل اُس نور کی بدولت کھول دیا
چشمِ بصیرت عطا کر کے اللہ تعالیٰ نے اُن کو اپنے
حبیب کی بزرگی اور رعنائی اُسے دکھادی، تو اُس
پر واضح ہو جاتا ہے کہ آپ کی رویت تو دلوں کی شفا
اور امراض کی دوا ہے۔ تندرست دل والا آپ کی
رویت سے فیضیاب ہوئے بغیر نہیں رہتا، سوائے
اُس کے جس کے دل پر اللہ تعالیٰ نے مُہر لگادی ہو
اور اُس کی سماعت و بصارت پر پردہ پڑا ہوا ہو۔

اِسی حقیقت کو اللہ ربّ العزت نے اپنے کلامِ معجز نظام میں یُوں بیان فرمایا ہے :

وَتَرَاهُمْ يَنْظُرُوْنَ إِلَيْكَ وَهُمْ
لَا يُبْصِرُوْنَ [۱] ۝

اور تو اُنھیں دیکھے کہ وُہ تیری طرف دیکھ رہے ہیں اور
اُنہیں کچھ بھی نہیں سُوجھتا۔

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ہیبت، وقار، جلال اور طہارت لوگوں کے قلوب و نفوس کے
درمیان ایک دیوار تھی۔ آپ کی ہیبت اور بزرگی کے پیشِ نظر آپ کی اطاعت اور فرمانبرداری پر
مجبور ہو جاتے تھے کیونکہ اُنہیں بصورتِ دیگر حیا محسوس ہوتی تھی۔ آپ میں نُورانیت، شیریں کلامی
اور وجاہت جمع تھی۔ زمین کے جس ٹکڑے کو آپ کی قدم بوسی کا شرف حاصل ہوتا، وہ آپ کی نورانیت
سے رشکِ قمر ہو جاتا، شیریں کلامی کا گہوارہ کہلانے لگتا اور آپ کی ہیبت سے وہاں کے جو برستند

---

[۱] پ ۹، سورۃ الاعراف، آیت ۱۹۸

[۲] ؎ کعبہ کسی کا، عرشِ بریں ہے کسی کا نام
کچھ اِس قدر ہیں اُن کے قدم رہگزر نواز
(اختر الحامدی)

marfat.com

ہو جاتے تھے۔ جب فخرِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پردہ فرما گئے تو اُس سراج کائنات کے ساتھ اُس کی حقیقی روشنی بھی … س ہرگز … اور وُہ پہلے جیسی چمک دمک، حلاوت اور مہابت بھی نہ رہی یہ جو کہا گیا ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو زمین کے سپرد کر کے ابھی ہاتھوں کی مٹی بھی صاف نہیں کرنے پائے تھے کہ ہم نے اپنے دِلوں کا انکار کر دیا۔ اِس جُملے میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی اور اپنے ساتھیوں کی دِلی کیفیت بیان کی ہے، کیونکہ اُنھیں باری تعالیٰ شانہٗ کی جانب سے تو کوئی خطرہ محسوس نہیں ہو رہا تھا لیکن بعض لوگوں کی ایمانی حالت کے بدل جانے کا خطرہ پریشان کر رہا تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم درحقیقت اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ایک بہت بڑی نشانی تھے۔ جس نے آپ کو پہچانا اور آپ کی معرفت اِس طریق سے اُس کے اندر متمکن ہو گئی ہو، بھلا وہ شخص جب آپ کو غائب یا مفقود دیکھے گا تو اپنے دِل کا انکار کیوں کریگا؛ اُس کے دل و دماغ پر تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بادشاہی تھی۔ جب آپ دنیا سے تشریف لے گئے تو دِل کی مُہار زمین پر گرتی ہوئی نظر آنے لگی اور یُوں محسوس ہونے لگا کہ اسے چھوڑ دیا گیا ہے جس سے اپنی خواہشات کی جانب متوجہ ہونے کا خطرہ تھا۔ لیکن جس شخص کے دل میں اللہ تعالیٰ کی ہیبت سمائی ہوئی ہو اور وہ اُس پر غلبہ پا چکی ہو، وُہ آپ کی وفات سے اپنے دل کا انکار نہیں کرے گا، کیونکہ آپ کے پردہ فرمانے سے اُس کے دِل کی حالت نہیں بدلے گی۔ ایسے اللہ تعالےٰ کے دوستوں کو صدیق کہتے ہیں۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

ایسے حضرات کے دلوں میں اللہ تعالیٰ کی عظمت و کبریائی سے وہ چیز دلوں میں جاگزیں ہو جاتی ہے جو اُنھیں متحیر کیے رکھتی ہے۔ وُہ اللہ تعالیٰ سے اتنا ڈرتے ہیں کہ مارے ہیبت کے ان کی اپنی ذات ایک لحاظ سے مر ہی گئی ہوتی ہے۔ یہی ہیبت ہے جو اُن کے دلوں کو اللہ تعالیٰ کی محبت سے بھرپُور رکھتی ہے اور مخلوق کی محبت کو اُس نے ڈھانپ رکھا ہوتا ہے۔ اِس سے یہ نہ سمجھ لینا چاہیے کہ اُن کے دلوں سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت زائل ہو جاتی ہے۔ ہرگز نہیں۔ بلکہ جتنی اللہ تعالیٰ کی محبت اور ہیبت دِلوں میں بڑھتی جاتی ہے اُسی لحاظ سے سرورِ کون و مکاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت دلوں میں بڑھتی رہتی ہے اور آپ کی محبت تمام دنیاوی کدورات سے

marfat.com

پاک صاف ہوتی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت اور ہیبت لوگوں کی محبت پر غالب آکر اُسے ڈھانپ لیتی ہے، اِس طرح دُوسروں کی محبت ظاہر نہیں ہوتی جیسے سمندر میں ایک ٹیلہ ہو، وُہ اپنی ہیبت کے ساتھ سمندر میں کھڑا تو ہوتا ہے لیکن دیکھنے والوں کو نظر نہیں آتا، یا جس طرح چاند کہ اُس کی روشنی تو ہر وقت برقرار رہتی ہے لیکن جب مہرِ درخشاں کی تابانیاں اُس کے بالمقابل آتی ہیں تو سورج کی کرنیں چاند کی روشنی کو اپنے اندر ڈھانپ لیتی ہیں، حالاں کہ چاند کی چمک دمک حقیقت میں وہی رہتی ہے لیکن سورج کی وافر ضیاء باریوں کے باعث دیکھنے والے کو چاند کی حالت کچھ اور ہی نظر آرہی ہوتی ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کی محبت اور ہیبت، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت و ہیبت پر غالب آجاتی ہے۔ یہ بحث نہایت نفیس اور دقیق ہے باری تعالیٰ شانہٗ ہمیں اِس کلام سے اور اِس کے موقف سے نفع اندوز کرے۔ (آمین)

خدا کی محبت اور اتباعِ رسُول

امام ترمذی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نوادر الاصول کی اصل ایک سو چھپن میں آیہ کریمہ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ کی تفسیر کے تحت فرمایا ہے کہ حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ فخرِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اِس آیت کی تفسیر یُوں بیان فرماتے ہیں کہ اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت کرنا چاہتے ہو تو نیکی، تقویٰ، تواضع اور نفس کشی میں میرا اتباع کرو۔ نیکی سے مراد وُہ فرائض ہیں جو اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر عائد کیے۔ تقویٰ اُن کاموں سے اجتناب کرنے کو کہتے ہیں جن سے پروردگارِ عالم نے روکا ہے۔ تواضع کا یہ مطلب ہے کہ آدمی اپنی مرضی کو اللہ تعالیٰ کی رضا کے تابع کر دے۔ نفس کشی کا یہ مفہوم ہے کہ روزی وغیرہ کے سلسلے میں اپنی خواہشات کو اُس کے درجات پر چھوڑ دے۔ آدمی اِن چاروں چیزوں کو اُسی وقت قائم کر سکتا ہے جبکہ وہ عبودیت میں صفائی یعنی اخلاص رکھتا ہو۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب بارگاہِ رسالت میں یمن کا ایک وفد حاضر ہُوا اور انھوں نے کہا: ابیت اللعن (آپ لعنت سے دُور رہیں) تو

marfat.com

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: سُبحان اللہ! ایسے کلمے تو بادشاہوں سے کہے جاتے ہیں۔ حالانکہ میں بادشاہ نہیں بلکہ میں تو محمد بن عبداللہ ہوں۔ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و رضی اللہ تعالیٰ عنہ)۔ وہ عرض گزار ہوئے کہ ہم آپ کا نام لینے کی جُرأت نہیں کر سکتے۔ آپ نے فرمایا: میں ابوالقاسم بھی ہُوں۔ وہ عرض کرنے لگے: اے ابوالقاسم! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ہم آپ سے ایک چیز چھپا رہے ہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا: سبحان اللہ! ایسا تو کاہنوں کے ساتھ کیا جاتا ہے لیکن میں کاہنوں، اُن کی تصدیق کرنے والوں اور کہانت کو دوزخ میں دیکھتا ہُوں۔ اُن میں سے ایک شخص پُوچھنے لگا: اس بات کی گواہی کون سی چیز دیتی ہے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں؛ آپ نے زمین کی جانب دستِ معجز نما بڑھایا، ایک مٹھی سنگریزے لیے اور فرمایا: یہ بے جان کنکریاں تک میری رسالت کی گواہی دے سکتی ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، اُن سنگریزوں نے آپ کے دستِ اقدس میں اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کی اور یُوں گویا ہُوئے: ہم گواہی دیتے ہیں کہ بے شک آپ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں۔ اِس کے بعد وہ عرض گزار ہُوئے کہ جو کلامِ الٰہی آپ پر نازل ہوتا ہے اُس میں سے کچھ ہمیں بھی سنائیے۔ آپ نے وَالصّٰٓفّٰتِ صَفًّا سورت پڑھنا شروع کی لیکن جب اِس ارشادِ باری پر پہنچے کہ فَاَتْبَعَهٗ شِهَابٌ ثَاقِبٌ تو آپ اِس درجہ بے حس و حرکت ہو گئے کہ جسم کی کوئی رگ بھی حرکت نہیں کر رہی تھی اور چشمانِ مبارک سے آنسوؤں کا سیلاب بہہ نکلا تھا، جس کے قطرے ریشِ مبارک کے اُوپر سے ڈھلکتے ہُوئے متواتر ٹپک رہے تھے۔ وُہ کہنے لگے کہ ہم آپ کو روتا ہوا دیکھ رہے ہیں۔ کیا جس نے آپ کو مبعوث فرمایا ہے، اُسی کے خوف سے آپ رو رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ہاں میں اُسی کے خوف سے رو رہا ہُوں جس نے مجھے مبعوث فرمایا ہے۔ اُس نے مجھے ایسے سیدھے راستے پر خود چلنے اور دُوسروں کو چلانے کے لیے بھیجا ہے، جو تلوار کی دھار کے مانند ہے۔ اگر میں ذرا بھی اِدھر اُدھر ہو جاؤں تو ہلاکت میں پڑ جاؤں گا، کیونکہ میرے مالک کا ارشاد ہے:

لَئِنْ شِئْنَا لَنَذْهَبَنَّ بِالَّذِیْٓ اَوْحَیْنَآ اِلَیْكَ۔ [1]	اور اگر ہم چاہتے تو یہ وحی جو ہم نے تمہاری طرف کی اِٹ لے جاتے۔

[1] پ ۱۵، سورۂ بنی اسرائیل، آیت ۸۶

marfat.com

خصائصِ مصطفیٰ

حکیم ترمذی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اصل دو سو اٹھالیس میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خصائص بیان کرتے ہُوئے ارشادِ نبوی اُعطیتُ خَمسًا کے اسرار پر بحث کرنے کے دوران تحریر کیا ہے، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: میں پانچ چیزیں دیا گیا ہُوں، جو مُجھ سے پہلے کسی نبی کو مرحمت نہیں فرمائی گئیں اور یہ فخر کے طور پر نہیں کہتا۔ وُہ پانچ چیزیں یہ ہیں:

۱۔ میں ہر سیاہ اور سُرخ (جملہ انسانوں) کی جانب رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں، حالانکہ مجھ سے پہلے ہر نبی صرف اپنی قوم کی جانب بھیجا جاتا تھا۔

۲۔ ساری زمین میرے لیے مسجد اور پاک قرار دی گئی ہے۔

۳۔ رُعب اور دبدبے کے ساتھ میری مدد فرمائی گئی ہے، جو میرے سامنے ایک ماہ کی مسافت تک کارفرما ہوتا ہے۔

۴۔ مالِ غنیمت میرے لیے حلال ٹھہرایا گیا ہے، حالانکہ مُجھ سے پہلے کسی نبی کے لیے غنیمت حلال نہیں قرار دی گئی۔

۵۔ مجھے شفاعت عطا فرمائی ہے جو مَیں نے اپنی اُمت کے لیے ذخیرے کے طور پر محفوظ رکھ چھوڑی ہے۔ اِس میں سے ہر اُس اُمتی کو حصّہ ملے گا جس نے خدا کا کسی کو شریک نہیں ٹھہرایا ہوگا۔

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ساری مخلوق کی طرف ایک سربراہِ مملکت کی حیثیت سے مبعوث فرمائے گئے ہیں، جیسے امارت، ولایت اور رعایا دی جاتی ہے۔ حاکم کی مثال ایک بکریوں کے چرواہے کی مانند ہے، جو اپنی بکریوں کو موٹی تازی دیکھنے کے لیے چراگاہ میں چراتا ہے، اُنھیں صاف پانی پلاتا ہے۔ اُن کے لیے گرمی اور سردی سے بچاؤ کا بندوبست کرتا ہے، رات آنے سے پہلے روزانہ اُن کی جگہ کو صاف کر کے رہنے کے لیے تیار کرتا ہے، اُنہیں ہلاکت کے مقامات سے ہٹاتا۔ وبائی جگہوں سے بچاتا اور درندوں سے اُن کی حفاظت کرتا ہے۔

marfat.com

اگر ایک بکری ریوڑ سے علیحدہ ہو جاتی ہے تو اُسے ہانک کر دوسری بکریوں میں لاتا ہے، لنگڑی بکری کا خیال رکھتا اور بیمار بکریوں کو دوائی کھلاتا ہے۔ دُودھ اور اُن کی پشم وغیرہ کو مالک کے لیے محفوظ رکھتا ہے مخلص ایسے ہی چرواہے کو کہتے ہیں اور ایسے ہی شخص کو اُس کی پُوری اُجرت دی جاتی ہے۔ وُہ چرواہا ریوڑ کے مالک سے بلحاظ اُس کی ملکیت کے اچھے سے اچھے معاوضے کا بجا طور پر اُمیدوار رہتا ہے۔

پس رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ساری مخلوق کے نگہبان ہیں اور جُملہ مخلوق اُن کا ریوڑ۔ اِس ریوڑ کی حفاظت ہی کے لیے باری تعالیٰ شانہٗ نے اُنھیں مبعوث فرمایا ہے شریعتِ مطہرہ اِس ریوڑ کے چرنے کی وادی ہے۔ کونسی چیز بکریاں کھائیں تو نفع پہنچائے گی اور کونسی نقصان دہ ہے؟ اسی لیے شریعتِ مطہرہ نے بعض چیزوں کو حلال اور بعض کو حرام ٹھہرایا ہے اور ریوڑ کو صاف پانی کی جگہ پر لے جانا، اِس سے مراد علم کے چشمۂ صافی سے اُنھیں سیراب کرنا ہے۔ گرمی سردی سے بچاؤ کی تدبیروں سے مراد زندگی کی استعداد اور تندرستی ہے یعنی بڑھاپے سے پہلے قوتِ جوانی اور موت سے پہلے صحت یا مرض۔ رہنے کی جگہ تیار رکھنے سے مراد یہ ہے کہ فتنے جو رات کے اندھیرے کی طرح چھاتے ہیں، اُن سے محفوظ رہنے کے ذرائع اور امن و امان کی جگہ تلاش کرنا، جہاں آرام سے رہا جا سکے۔ اُنھیں ہلاکت کی جگہوں سے روکنے کا مطلب نفسانی خواہشات سے بچانا ہے کیونکہ خواہشات ہی ہلاکت کا سبب ہیں۔ ربا والی جگہوں سے بچانا یہ ہے کہ اُنھیں اِس قسم کی خوشیوں سے بچانا ہے جو دلوں میں سما جاتی ہیں اور اُن کے باعث اچھے بھلے دل بیمار ہو جاتے ہیں۔ بھیڑنے والی بکری کی بھیڑیوں کے خوف سے حفاظت کرنا یہی ہے کہ لوگوں کو شیطان کے پھندوں میں پھنسنے سے بچاتے ہیں تاکہ وُہ لعین اِنھیں گناہوں میں ملوث نہ کر دے اسی لیے لوگوں کو توبہ کی جانب متوجہ کرتے رہتے ہیں اور افسردہ دلوں کو تسلی دے کر اُن کی امداد کرتے رہتے ہیں۔ بیمار بکری کی دوا دارُو کرنے سے مراد ہے کہ جو شخص شُتر بے مہار بنا ہُوا ہو اسے وعظ نصیحت کر کے راہِ راست پر لانے کی کوشش کرتے ہیں اور پند و نصائح کے ذریعے اُن کو نفوس کے فتنوں سے نجات دلاتے ہیں۔ اُن کے بچوں کی باربرداری کرنے کا مطلب یہ ہے کہ بچوں کو زیورِ تعلیم و ادب سے آراستہ کرنے کی تلقین فرماتے ہیں۔ دُودھ اور پشم وغیرہ کو مالک کے لیے

marfat.com

محفوظ رکھنے کا یہ مفہوم ہے کہ لوگوں کے لیے وہ دعائیں مانگتے، استغفار کرتے اور ان کے اعمال کی مقبولیت کے لیے دست بدعا رہتے ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس لحاظ سے مخلوق کے راعی اور حقیقت میں کائنات ارضی و سماوی کے سربراہِ مملکت اور فرمانروا ہیں، جو دنیا والوں کو ادب سکھاتے، انھیں مشکل امور پر قابو پانے کے لیے ابھارتے، استقامت کی راہ پر ادب کے کوڑے سے گامزن کرتے ہیں تاکہ یہ لوگ خالقِ کائنات کے سامنے پیش ہونے کے قابل بن جائیں۔ ہر راعی کے پاس ایک عصا ہوتا ہے جس سے وہ اپنی بکریوں کے لیے پتے جھاڑتا ہے اور انھیں ہانکتا ہے اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عصا کا ذکر فرمایا ہے۔

ہر راعی کی مشقت اس کی بکریوں کی تعداد کے لحاظ سے ہوتی ہے۔ اسی طرح ہر امیر کی ذمہ داریاں اس کی رعایا کے افراد کی تعداد وغیرہ پر منحصر ہیں۔ جو ایک جماعت کا امیر بنایا جائے اسے اتنے ہی وسائل و اسباب کی ضرورت پیش آتی ہے جتنے اس مختصر سی ولایت میں تصرف کرنے کے لیے ضروری اور کافی ہوں۔ یہ اسباب نوکر چاکر، مویشیوں، سواری کے جانوروں اور خزانوں وغیرہ پر مشتمل ہوتے ہیں اور مملکت کی ضروریات کے مطابق، تاکہ انھیں اپنی امارت میں مناسب طور پر مصرف میں لائے جیسے صرف مجارستان کا امیر بنایا جائے، اسے مذکورہ اشیاء میں سے بہت ہی تھوڑا حصہ ملے گا، لیکن جس کو خراسان کا والی بنا دیا جائے، اس کی ضروریات اور رعایا کے مطلوبہ لوازمات بہت زیادہ ہوں گے۔ جو امیر المومنین ہو اس کی ضروریات والیِ خراسان سے بھی زیادہ ہوں گی، لیکن جس کی بادشاہی مشرق سے مغرب، شمال سے جنوب (اور عرشِ معلیٰ سے تحت الثریٰ تک ہو) اس کے لیے تو بہت ہی زیادہ خزانے درکار ہوں گے تاکہ وہ اپنی مملکت کا بخیر و خوبی انتظام و اہتمام کر سکے۔

ہر نبی کو اس کی قوم کی طرف مبعوث فرمایا گیا۔ بارِ رسالت کے مطابق انھیں توحید کے خزانے اور معرفت کے جواہر عطا فرمائے گئے۔ پس جس رسول کو زمین کے ایک گوشے میں بسنے والی اس کی قوم کی جانب بھیجا گیا، اس کو نبوت کے معاون اسباب (معجزات وغیرہ) اور دیگر خزانوں سے اس کی ذمہ داریوں اور رعایا کی تعداد کے مطابق حصہ ملا۔ لیکن جس کو زمین پر

marfat.com

بلنے والی ساری مخلوق کی جانب بھیجا گیا ہو، خواہ وہ انسان ہوں یا جنات ، وہ ہمارے آقا و مولیٰ جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں۔ آپ کو علوم و معرفت سے اتنا ہی وافر حصہ ملا، جس طرح آپ کی بعثت عالمگیر ہے، تاکہ اپنی ساری رعیت کا بندوبست کر سکیں۔ اسی لیے آپ نے فرمایا ہے کہ بُعِثْتُ اِلَی الْاَحْمَرِ وَالْاَسْوَدِ (میں ہر سُرخ و سیاہ کی جانب مبعوث ہوا ہوں)، اور اسی لیے باری تعالیٰ شانہٗ نے فرمایا ہے:

وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَافَّةً	نہیں بھیجا ہم نے تمہیں مگر تمام لوگوں کیلئے
لِلنَّاسِ كحظه من ولاية ملك	رسول بنا کر۔ اسی کے مطابق جیسا کہ ملک
يملك الدنيا وجواهر شرقها	کی ولایت میں آپ کا حصہ ہے کہ آپ شرق
وغربها وما بينهما ومن	و مغرب اور جو کچھ اُن کے درمیان ہے ،
ملك الارض كلها ملك	اُن سب چیزوں کے مالک ہیں۔ کیونکہ جو
جواهرها ومعادنها۔	ساری زمین کا مالک ہے وہی اُس کے
(ص ۶۳)	جواہرات اور معادن کا مالک ہے۔

لیکن جس کو زمین کے ایک کونے کا مالک بنایا گیا ہے وہ اُسی کونے کے جواہرات کا مالک ہو سکتا ہے۔ اسی لیے تو سرورِ کون و مکاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے، اُوْتِيْتُ جَوَامِعَ الْكَلِمِ (میں جامع کلمات دیا گیا ہوں)، اور اسی لیے آپ کی کتاب دیگر تمام کتب کی جامع ہے۔ قرآن کریم مضامین کے لحاظ سے توریت، انجیل، زبور اور فرقان پر مشتمل ہے۔ اس کے علاوہ طوال مفصل اس اُمت کے لیے بصورتِ نافلہ خصوصی انعام ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ پر عربی زبان میں وحی نازل فرمائی جو سب زبانوں پر غالب ہے کیونکہ اہلِ جنت کی زبان یہی ہے۔

جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جملہ بنی آدم کے لیے رسول ہیں تو یقیناً آپ کو خزانے بھی اتنے عطا فرمائے گئے ہیں، جو تمام لوگوں کے لیے کافی ہوں اور حکمت بھی اُسکے برابر جیسے آپ کو مرحمت فرمائی گئی ہے۔ آپ کو ختم رسالت اور رُعب دیا گیا۔ مختصر اور جامع کلام کا آپ کو علم عطا فرمایا۔ وہ توریت جس کو ستّر طاقتور اُونٹ اُٹھاتے تھے۔ اُسی کے ساتھ زبور اور انجیل بھی قرآن کریم میں جمع کر دی گئیں اور فرقان حمید کو سورۂ فاتحہ میں جمع کر دیا گیا، اسی لیے اس کا

marfat.com

نام اُمُّ الکتاب رکھا گیا ہے۔ چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَلَقَدْ اٰتَیْنٰکَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِیْ	بیشک ہم نے تم کو سات آیتیں دیں جو
وَالْقُرْاٰنَ الْعَظِیْمَ ○ ۱؎	دہرائی جاتی ہیں اور عظمت والا قرآن۔

سورۂ فاتحہ کی سات آیات ہیں اور اِسے مثانی اِس لیے کہا گیا ہے کہ تمام کتابوں کو اللہ تعالیٰ نے لوحِ محفوظ میں جمع فرمایا ہوا ہے۔ لوگوں کی ضرورت معلومہ اور اُن کی احتیاج کے مطابق اللہ تعالیٰ اُن میں سے اپنے ہر رسول پر نازل فرماتا رہا لیکن سورۂ فاتحہ کو اُن سب سے مستثنیٰ کر لیا اور اِسے اُمّتِ مرحومہ کے لیے محفوظ رکھا۔ کیونکہ توریت، زبور، انجیل اور فرقان کے تمام علوم اِسی اُمُّ القرآن سے نکلے ہیں۔ قرآنِ کریم اپنی اسی اصل سے مستخرج ہے اور باقی تمام کتابیں قرآنِ مجید سے ہی نکلی ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں توریت کی جگہ سبع طوال، انجیل کی جگہ مثانی، زبور کی جگہ مئین دیا گیا ہوں اور مفصل کے ساتھ مجھے فضیلت مرحمت فرمائی ہے۔ لیکن روزِ روشن کی طرح اِن واضح حقائق کے باوجود:

فمن عمی قلبه عن اللّٰه تعالیٰ	جس کا دل اللہ تعالیٰ کی جانب سے اندھا
ولم یکن فی قلبه نور الهدایة	ہو جاتا ہے اور اُس میں نورِ ہدایت کا قحط
لم یبصر آثار النبوة علیٰ	پڑ گیا ہو، تو ایسا شخص نبی کریم صلی اللہ
محمد صلی اللّٰه علیه وسلم	تعالیٰ علیہ وسلم کی نبوت کے آثار نہیں
وانما یبصر منه شخصهٗ و	دیکھ سکتا بلکہ وہ آپ کی ظاہری شخصیت اور
جسمهٗ۔ (ص۲۳)	جسم وغیرہ کو دیکھتا ہے۔ ۲؎

باری تعالیٰ شانہٗ نے اِس حقیقت کو یوں واضح فرمایا ہے:

۱؎ پ ۱۴، سورۂ الحجر، آیت ۸۷

۲؎ اِسی لیے فاضل بریلوی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے: ؎

آنکھ والا ترے جوبن کا تماشا دیکھے
دیدۂ کور کو کیا نظر آئے، کیا دیکھے؟

marfat.com

وَتَرَاهُمْ يَنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ وَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ ۝ ؎ — اور تو اُنھیں دیکھے کہ وہ تیری طرف دیکھ رہے ہیں اور اُنھیں کچھ بھی نہیں سُوجھتا۔

جسے اللہ تعالیٰ نے آپ کے نُور کی جانب ہدایت فرمائی ہو اور اُس کی قلبی آنکھیں کُھل گئی ہوں اور اُن میں معرفت قرار پکڑ چکی ہو تو اُس کے ذریعے وُہ آپ کی نبوّت کے آثار کو واضح طور پر دیکھ لے گا جو حیات، ذکاوت، بیداری، اطاعت، سرعت، سبقت، چشم پوشی، کرم، وسعت، سخاوت، حیا، سکنت، وقار اور حلم کے ساتھ مزیّن دیکھے گا اور اعمال میں مسواک، حجامت، خوشبُو اور جماع وغیرہ میں ایسی معرفت رکھنے والا نبوت پر رسالت کو بلند دیکھے گا اور یہ خصوصیت اُن حضرات کو شانِ جلال، صاحبِ حُسن وجمال، پاکیزگی، شیریں کلامی، خُوب صورتی، ملاحت، ہیبت اور دبدبہ وسلطنت کے باعث حاصل ہے اور اِن جملہ صفاتِ عالیہ کی اصل یقین، محبت اور حیات سے ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کی معرفت سے اہلِ ایمان صرف اسی قدر حاصل کر سکتے ہیں جتنی اُنھیں اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل ہوتی ہے۔ جس نے فخرِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کی آپ کی مصاحبت میں رہ کر تصدیق کی، تو ایسی تصدیق کو محض معرفت کی بناء پر سمجھنا چاہیے، اور جس کسی کو آپ کی ذاتِ گرامی کا علم ہوتا ہے اُسی کے مطابق ظاہری آنکھ کے آئینے میں دیکھ سکتا ہے، جیسا کہ خصائل میں ہم بیان کر چکے ہیں۔ اِسی طرح اللہ تعالیٰ کے نُور سے وُہی شخص زیادہ حصّہ لے سکتا ہے جسے سیّدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کی معرفت زیادہ حاصل ہوتی ہے اور آپ کی قدر و منزلت، بزرگی اور ذاتِ مقدّس کا علم اُسی کو زیادہ میسّر آئے گا جو آپ کے ارشادات کو ماننے والا اور اپنی جان و مال کو آپ پر قربان کر دینے والا ہو۔

کیا آپ یہ نہیں دیکھتے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے اپنا بھید ظاہر کیا کہ آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں، تو اُنھوں نے فوراً اس بات کی تصدیق کی اور تردّد یا تامّل اُن کے نزدیک بھی نہ پھٹک سکا اور نہ

؎ پ ۹، سورۃ الاعراف، آیت ۱۹۸

کسی قسم کی بے قراری کا اظہار کیا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب اُن سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی نبوت و رسالت کی تصدیق کرنے کے لیے کہا تو میں عرض گزار ہوا کہ پہلے اپنے والد محترم سے اجازت حاصل کروں۔ تھوڑی دیر میں وہ راستے ہی سے واپس لوٹ آئے اور آپ کی نبوت و رسالت کا اعتراف کر لیا اور فخرِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دعوے کی تصدیق کی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس واقعے کے کچھ عرصہ بعد تصدیق کی۔ اُنتالیس اشخاص کے اسلام قبول کر لینے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک رات دُعا کی کہ اے اللہ! عمر بن خطاب یا عمرو بن ہشام میں سے ایک کو مسلمان کر کے اسلام کو غلبہ عطا فرمایا۔ اگلے روز صبح کے وقت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسلام اور ایمان کی دولت سے مالا مال ہوگئے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یہ دُعا اللہ تعالیٰ کے دشمن ابوجہل سے گزر کر محبِ خدا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقدر سے ٹکرائی اور یہ سعادت حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حصے میں آ گئی جبکہ ابوجہل بدبخت کا بدبخت ہی رہ گیا۔ فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اسلام قبول کر لینے سے مسلمانوں کی تعداد چالیس ہوگئی۔

یقیناً اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو عزت بخشی ہے اور آپ کی فضیلت کا اظہار فرمایا ہے۔ چنانچہ ہر نبی کے لیے ایک وزیر مقرر فرمایا لیکن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چار وزیر بنائے، یعنی ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما تو رسالت کے وزیر ہیں اور عثمانِ غنی و علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نبوت کے۔ باری تعالیٰ شانہٗ نے آپ کے ہر وزیر کو خصوصی کمالات سے نوازا یعنی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حصے میں عصمت و علم اور عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حقانیت و وجاہت اور عثمانِ غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حصے میں نور و حیا اور مولیٰ علی شیرِ خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حصے میں حرمت و خلّت آئی۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صحبت اور آپ کی سیرتِ مقدسہ سے ان حضرات نے اپنے اپنے طبعی خواص کے مطابق کسبِ فیض کیا، اسی وجہ سے اُن کی خصوصیات میں تفاوت ہے۔

جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ محسوس فرمایا کہ اس دُنیا سے اپنے مالکِ حقیقی کی جانب کوچ کرنے کا وقت قریب ہے اور آپ بیمار ہوئے یہاں تک کہ نماز

marfat.com

ادا کرنے کے لیے مسجد نبوی میں جانا مشکل ہو گیا تاکہ اپنی اُمت کے ساتھ نماز پڑھ سکیں، تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نماز پڑھانے کا حکم دیا۔ اُمتِ محمدیہ نے بھی ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی امامت پر اتفاق کیا۔ اللہ تعالیٰ کا اِس اُمت پر یہ بھی احسان ہُوا کہ وفات کے روز آپ کے مرض میں تخفیف ہو گئی۔ آپ حُجرے سے باہر تشریف لائے جبکہ مسلمان فجر کی نماز ادا کر رہے تھے۔ فخرِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قدم مبارک گھسٹتے جا رہے تھے، آخرکار آپ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پہلو میں جا کر بیٹھ گئے اور نماز ادا کی تاکہ سب مسلمانوں کو آپ کے فعل سے یہ واضح ہو جائے کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی امامت سے اللہ کا رسول خوش ہے اور کسی مخالف کو یہ کہنے کی گنجائش نہ رہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایسا کوئی حکم نہیں دیا تھا یا بیہوشی کی حالت میں ایسا فرما دیا ہو گا۔ اللہ تعالیٰ نے امامتِ صدیقِ اکبر پر مسلمانوں کو متفق کرنے کی خاطر اپنے حبیب کے مرض میں تخفیف فرمائی تاکہ وہ مسجد نبوی میں پہنچ سکیں اور ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی امامت کو بحال رکھتے ہُوئے اُن کے پہلو میں جلوہ گر ہوں۔ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نماز پڑھا چکے تو آپ نے باقی نماز ادا کی۔

حکیم ترمذی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے فضائل میں بڑی طویل بحث کی ہے اور اُس کے بعد لکھتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: مَیں ہدیہ کرنے والے کی جانب سے رحمت ہُوں۔ پس آپ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہمارے لیے ہدیہ ہیں اور آپ سے پہلے تمام رسول اپنی اُمتوں پر حُجت اور عطیہ تھے۔ ہدیہ کو عطیہ کی مانند نہیں سمجھنا چاہیے۔ جس نے عطیہ کو قبول کیا اُس کے لیے برکت ہے اور جس نے قبول نہ کیا اُس پر حُجت قائم ہو گئی، جس کے باعث وُہ عنقریب عذاب دیا جائے گا۔ ہمارے آقا و مولیٰ سیّدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عطیہ بھی ہیں اور ہدیہ بھی۔ جس نے آپ کو ہدیہ اور عطیہ دونوں لحاظ سے قبول کیا وُہ سعادت مند اور ہدایت یافتہ ہُوا۔ وُہ دوسروں پر سبقت لے گیا اور مقربِ بارگاہِ الٰہیہ ہو گیا لیکن جس شخص نے آپ کو عطیہ کے طور پر تو قبول کیا مگر ہدیہ کے لحاظ سے تسلیم نہ کیا وُہ نیک بخت تو ہے لیکن اُسے ہدایت کا پھل نہیں ملے گا۔ وہ نیک بختی کے باعث نجات پا جائے گا اور جس نے آپ کا انکار کر کے: اِنِّ نعمت کا ثبوت دیا اور جحود کیا، اُس کا حصّہ نیک بختی سے صرف

marfat.com

اتنا ہی ہے کہ وُہ پہلی اُمتوں کے عام عذاب سے تو دنیا میں نجات پائے گا لیکن آخرت میں عذاب دیا جائے گا۔

جس شخص نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہدیہ اور عطیہ دونوں کے بطور قبول کیا، اللہ تعالیٰ اُسے دُوسرے لوگوں پر فضیلت دیتا ہے۔ جس نے آپ کو عطیہ کے بطور قبول کیا اُسے انابت اور عاجزی کے باعث راہِ ہدایت دکھائے گا، جیساکہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اَللّٰهُ يَجْتَبِىٓ اِلَيْهِ مَنْ يَّشَآءُ	اللہ اپنے قُرب کے لیے چُن لیتا ہے، جسے چاہے
وَيَهْدِىٓ اِلَيْهِ مَنْ يُّنِيْبُ ۝ [1]	اور اپنی طرف راہ دیتا ہے اُسے جو رجوع لائے۔

عطیہ رحمت سے ہے اور ہدیہ محبت سے۔ اگر کوئی شخص اپنے غلام کو تنگی اور کمزوری کی حالت میں دیکھ کر اُس پر نظرِ رحمت رکھے، اُسے تقویت پہنچائے اور اُس کی کمزوری کو دُور کر دے تو یہ عطیہ اور رحمت ہے لیکن وُہ اُس سے محبت کرے اور اُسے خلعت اور سواری وغیرہ سے نوازے تو اس طرح اُس کے دِل کو اپنی جانب مائل کرے گا۔ اِسے ہدیہ کہتے ہیں کیونکہ اِس کے ذریعے دِل مائل ہو جاتا ہے۔

پس انبیاء و مرسلین ہمارے رب کی جانب سے جو مخلوق کی رہنمائی کیلیے بھیجے جاتے ہیں وہ عطیہ ہیں۔ جنھیں اپنی رحمت سے مخلوق کی ہدایت کے لیے مبعوث فرمایا تھا اور اُن کے ذریعے کفر کی سختی کو دُور فرمایا اور اُن کی بدحالی کو دُور کیا۔ ہمارے آقا و مولیٰ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عطیہ اور ہدیہ بنا کر بھیجے گئے۔ ایمان اور اسلام کو عطیہ میں اور اُن کی حکمت کو ہدیہ میں رکھا گیا۔ اِسی سلسلے میں اللہ رب العزت نے فرمایا ہے:

هُوَ الَّذِىْ بَعَثَ فِى الْاُمِّيّٖنَ	وہی ہے جس نے اَن پڑھوں میں، انھیں میں سے
رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ	ایک رسول بھیجا کہ اُن پر اُس کی آیتیں پڑھتے ہیں
وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ	اور انھیں پاک کرتے ہیں اور اُنھیں کتاب اور
الْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ	حکمت کا علم عطا فرماتے ہیں اور بیشک وہ اس سے پہلے
لَفِىْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝ [2]	ضرور کھُلی گمراہی میں تھے۔

---

[1] پ ۲۵، سورۃ الشوریٰ، آیت ۱۳

[2] پ ۲۸، سورۃ الجمعہ، آیت ۲

marfat.com

پس ایمان اور اسلام کی حکمت اِس اُمت کے لیے ہدیہ ہے جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خاص الخاص بعثت کے باعث اِس اُمت کو باقی اُمتوں پر فضیلت دیتا ہے[1] اور:

والہدیۃ کنوز المعرفۃ من خزائن السبحان احتظی بہا ھٰذہ الامۃ حتی صاردوا موصوفین فی التوراۃ صفوۃ الرحمٰن وفی انجیل حکماً علماء ابرار اتقیاء کانہم من الفقہ انبیاء۔ (ص۶۶)

ہدیہ تو اللہ تعالیٰ کے خزانوں سے معرفت کا خزانہ ہے جس کے باعث اِس اُمت کی حفاظت فرمائی گئی ہے یہاں تک کہ وہ توریت میں صفوۃ الرحمٰن کے نام سے موصوف ہوئے اور انجیل میں انھیں حکماء، علماء، ابرار اور اتقیاء کہا گیا۔ دین کی سمجھ بوجھ میں یہ لوگ گویا انبیاء کرام کی طرح ہوتے ہیں۔

اِسی سلسلے میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ الْھُدٰی ھُدَی اللّٰہِ۔[2] اللہ ہی کی ہدایت ہی ہدایت ہے۔

سرورِ کون ومکاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

ما اعطیت امۃ من الیقین ما اعطیت امتی فانما صیر محمداً صلی اللہ علیہ وسلم رسولاً لنا لیھدینا الی اعالی درجات الدنیا عبودۃ لتکون غداً فی اعالی درجات الجنۃ بالقرب من

جس قدر یقین کی دولت سے میری اُمت کو مالامال فرمایا گیا ہے اِتنا یقین اور کسی اُمت کو نہیں ملا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہماری جانب مبعوث فرمایا تاکہ اُن کی ہدایات و رہنمائی میں ہم دنیا کے اعلیٰ درجے حاصل کریں اور انھیں عبودیت کے باعث کل قیامت میں جنت کے اعلیٰ

---

[1] کس نے قطروں کو ملایا اور دریا کر دیا خاک کے ذرّوں کو ہم دوشِ ثریا کر دیا
خود نہ تھے جو راہ پر اَوروں کے رہبر ہو گئے کیا نظر تھی جس نے مُردوں کو مسیحا کر دیا
آدمیت کا غرض ساماں مہیا کر دیا اِک عرب نے آدمی کا بول بالا کر دیا (مہرہ چراغ)

[2] پ ۳، سورۂ آلِ عمران، آیت ۳،

marfat.com

رسولنا لتقر عینہ صلی اللہ علیہ وسلم بنا۔ (ص۵۶)

درجے اور اپنے آقا کا قرب حاصل کر سکیں اور اس طرح رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آنکھیں بھی ٹھنڈی ہوں۔

فخرِ آدم و بنی آدم سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: نُصِرْتُ بِالرُّعْبِ (میری رُعب کے ساتھ مدد فرمائی گئی ہے) رُعب اصل میں اللہ تعالیٰ کا غضب اور جلال ہے جو دوزخ کے دروازے سے ظاہر ہوتا ہے۔ پس فخرِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی باری تعالیٰ شانہٗ نے رُعب کے ساتھ اِس طرح مدد فرمائی کہ آپ کو ایسا لشکر عطا کیا جس کا کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا تھا، دیگر کسی رسول کو ایسا رُعب نہیں دیا گیا۔[۱] چنانچہ:

ذالک فکان صلی اللہ علیہ و سلم اینما ذکر من مسیرۃ شہر وقع ذلک الرعب فی قلب عدوہ فذل بمکانہ۔ (ص۵۶)

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا جہاں بھی ایک ماہ کی مسافت تک ذکر چھڑ جاتا، تو دشمن کے دل میں آپ کا رُعب سما جاتا اور اس کے باعث وہ اپنی جگہ پر ہی پسل کر رہ جاتا۔

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اُحِلَّتْ لِیَ الْغَنَائِمُ (میرے لیے مالِ غنیمت حلال کر دیا گیا ہے) مالِ غنیمت پلید ہوتا ہے کیونکہ یہ دشمن سے لیا جاتا ہے اور دشمن کی جملہ املاک پلید ہیں۔ کیا تم یہ نہیں دیکھتے کہ اللہ تعالیٰ نے فرعون کے ساتھیوں کے زیورات کا قرآنِ کریم میں ذکر فرمایا ہے۔ ارشادِ ربانی ہے:

اَوْزَارًا مِّنْ زِیْنَۃِ الْقَوْمِ۔[۲] بوجھ اُس قوم کے گہنے (زیور) کے۔

زینتِ قوم کو اُس کی نجاست اور پلیدی کے باعث اوزار کہا گیا ہے۔ لیکن نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے یعنی آپ کی اُمت کے لیے باری تعالیٰ شانہٗ نے غنائم کو حلال فرما دیا۔ چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ

فَکُلُوْا مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلٰلًا طَیِّبًا۔[۳] تو کھاؤ، جو غنیمت تمہیں ملی، حلال پاکیزہ۔

وصلی اللہ تعالیٰ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وصحبہٖ وسلم

۱؎ سہ اصنام اوندھے منہ گرے سنتے ہی جاء الحق
پتھر کو موم کرتی ہے ہیبت رسول کی
(مفتی ریاض الحسن نیر)

۲؎ پ ۱۶، سورہ طٰہٰ، آیت ۸۰

۳؎ پ ۱۰، سورۂ الانفال، آیت ۶۹

marfat.com

حافظ ابو نعیم احمد بن عبد اللہ اصبہانی

رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

کے

فرمودات گرامی

marfat.com

رحمتِ دو عالم

حافظ ابو نعیم احمد بن عبداللہ اصبہانی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۴۳۰ھ) اپنی کتاب دلائل النبوۃ کی فصل اوّل میں فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے سرورِ کون و مکاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بعثت کو دونوں جہانوں کے لیے رحمت بنایا ہے، جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝ [1] — اور ہم نے تمہیں نہ بھیجا مگر رحمت سارے جہان کے لیے۔

اِسی وجہ آپ کے دشمن بھی اُس وقت تک عذاب سے محفوظ رہے جب تک اُن میں آپ کی جلوہ گری رہی کیونکہ باری تعالیٰ شانہٗ نے اپنے کلام معجز نظام میں یہ وعدہ فرما لیا تھا:

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ ۔ [2] — اور اللہ کا کام نہیں کہ اُنہیں عذاب کرے، جب تک اے محبوب! تم اُن میں تشریف فرما ہو۔

باوجود اس کے کہ آپ کے دشمن عذاب کے نزول کی فرمائش کرتے تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے اُن پر عذاب نہیں بھیجا کیونکہ اللہ جل شانہٗ نے ہم بیکسوں کے آقا و مولیٰ سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ بنایا ہے لیکن جب آپ اُنہیں چھوڑ کر مالکِ حقیقی کی بارگاہ میں حاضر ہو گئے تو کفار پر عذاب بھیج دیا گیا یعنی کوئی قتل ہوا اور کسی کو قید کیا گیا۔ چنانچہ اللہ ربّ العزت نے فرمایا ہے:

فَاِمَّا نَذْهَبَنَّ بِكَ فَاِنَّا مِنْهُمْ مُّنْتَقِمُوْنَ ۝ [3] — تو اگر ہم تمہیں لے جائیں، تو اُن سے ہم ضرور بدلہ لیں گے۔

حافظ ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ اپنی سند کے ساتھ ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے سب جہان والوں کے لیے رحمت بنا کر مبعوث

---

[1] پ ۱۷، سورۃ الانبیاء، آیت ۱۰۷
[2] پ ۹، سورۃ الانفال، آیت ۳۳
[3] پ ۲۵، سورۃ الزخرف، آیت ۴۱

marfat.com

فرمایا ہے اور پرہیزگاروں کے لیے ہدایت کا ذریعہ بنایا گیا ہوں۔ پھر اپنی ہی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں گزارش پیش کی گئی کہ یا رسول اللہ! آپ مشرکین کی تباہی اور بربادی کے لیے دُعا کیوں نہیں فرماتے؟ آپ نے فرمایا: مجھے نعمت بنا کر مبعوث فرمایا گیا ہے، عذاب بنا کر نہیں بھیجا گیا۔

شانِ مصطفیٰ

حافظ ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ فخرِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی فضیلت اسی سے عیاں ہے کہ خود اللہ رب العزت نے آپ کے منصبِ رفیع اور ظاہری و باطنی عظمت کی خبر دی ہے۔ باری تعالیٰ شانہٗ نے قرآنِ کریم میں آپ کے اسمِ مبارک کے ساتھ کسی جگہ خطاب نہیں فرمایا[1] بلکہ خبر بھی دی ہے تو کنایۃً اور وہ بھی نبوت و رسالت کے ساتھ۔ اس سے بڑھ کر اور کیا فخر ہو سکتا ہے اور اس سے ارفع و اعلیٰ اور زیادہ باعزت مقام اور کونسا ہے؟ حالانکہ دیگر انبیائے کرام اور اُن کی قوموں کو نام لے کر مخاطب کیا گیا اور اُن کے منصب کا ذکر بھی کنایۃً نہیں کیا کیونکہ کنایہ اعلیٰ ترین منصب پر دلالت کرتا ہے، ہاں جس مقام پر دیگر انبیائے کرام کے ساتھ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی مذکور ہوں تو خطاب و خبر میں شراکت کے باعث وہاں سب کا ذکر کنایہ کے طور پر کیا گیا، لیکن جب علیحدہ اُن کا ذکر ہُوا تو نام لے کر۔

جب کسی بزرگ یا معظم مخاطب کو نام لے کر نہ پکارا جائے بلکہ کنایۃً اُس سے خطاب کیا جائے تو اس میں اُس بزرگ کی غایت درجہ تعظیم ہے کیونکہ جو تعظیم کے غایت درجے پر پہنچا ہُوا ہو اُسی کے نام سے کنایہ کیا جاتا ہے۔ چنانچہ اگر وہ بادشاہ ہے تو یَا اَیُّھَا الْمَلِکُ کہا جاتا ہے۔ اگر امیر ہے تو یَا اَیُّھَا الْاَمِیْرُ کہا جائے گا۔ اگر خلیفہ ہو تو یَا اَیُّھَا الْخَلِیْفَۃُ سے مخاطب کیا جائے گا، اگر وہ عالمِ دین ہے تو اُسے اَیُّھَا الْحَبْرُ ـــ اَیُّھَا الْفَقِیْہُ ـــ اَیُّھَا الْعَالِمُ۔

---

[1] ست یا آدم است با پدر انبیاء خطاب
یا ایھا النبی خطاب محمد است (جامی)

marfat.com

اَیُّھَا الْفَقِیْہُ کہیں گے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فضیلتِ عظمیٰ عطا فرمائی ہے اور چونکہ آخری رتبے اور فضیلتِ عُلیہ تک پہنچایا ہے، اسی لیے خالق و مالک ہونے کے باوجود آپ کو یُوں مخاطب فرمایا: یٰۤاَیُّھَا النَّبِیُّ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰکَ شَاھِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِیْرًا ـــــــ یٰۤاَیُّھَا النَّبِیُّ حَسْبُکَ اللّٰہُ ـــــــ یٰۤاَیُّھَا الرَّسُوْلُ لَا یَحْزُنْکَ الَّذِیْنَ یُسَارِعُوْنَ فِی الْکُفْرِ ـــــــ یٰۤاَیُّھَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ ـــــــ کتنی ہی آیات میں اسی طرح خطاب فرمایا گیا ہے۔ لیکن حضرت آدم علیہ السلام اور دیگر انبیائے کرام علیہم السلام کو اُن کا نام لے کر مخاطب کیا گیا ہے اور اسی طرح اُن کے متعلق خبر دیتے وقت، چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ:

یٰۤاٰدَمُ اسْکُنْ اَنْتَ وَ زَوْجُکَ الْجَنَّۃَ۔[1]	اے آدم! تُو اور تیری بی بی اِس جنت میں رہو۔

حضرت آدم علیہ السلام کی خبر دیتے ہُوئے ارشاد فرمایا:

وَعَصٰۤی اٰدَمُ رَبَّہٗ فَغَوٰی ○ ثُمَّ اجْتَبٰہُ رَبُّہٗ فَتَابَ عَلَیْہِ وَ ھَدٰی ○[2]	اور آدم سے اپنے رب کے حکم میں لغزش واقع ہُوئی تو جو مطلب چاہا تھا اُس کی راہ نہ پائی پھر اُسے اُس کے رب نے چُن لیا تو اُس پر اپنی رحمت سے رجوع فرمائی اور اپنے قربِ خاص کی راہ دکھائی۔

حضرت نوح علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے یُوں مخاطب کیا:

یٰنُوْحُ اھْبِطْ بِسَلٰمٍ مِّنَّا۔[3]	فرمایا گیا، اے نوح! کشتی سے اُتر ہماری طرف سلامتی کے ساتھ۔

مزید حضرت نوح علیہ السلام کے بارے میں یُوں خبر دی گئی:

وَنَادٰی نُوْحُ ۨابْنَہٗ وَکَانَ فِیْ مَعْزِلٍ	اور نوح نے اپنے بیٹے کو پکارا اور وہ اُس سے کنارے تھا:
یّٰبُنَیَّ ارْکَبْ مَّعَنَا وَلَا تَکُنْ مَّعَ	اے میرے بچّے! ہمارے ساتھ سوار ہو جا

[1] پ ۱، سُورۃ البقرہ، آیت ۳۵

[2] پ ۱۶، سُورۃ طٰہٰ، آیت ۱۲۱، ۱۲۲

[3] پ ۱۲، سُورۃ ہود، آیت ۴۸

marfat.com

الْكٰفِرِيْنَ ہ [1] — اور کافروں کے ساتھ نہ ہو۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو باری تعالیٰ شانہٗ نے یُوں مخاطب فرمایا:

يٰٓاِبْرٰهِيْمُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا [2] — اے ابراہیم! اِس خیال میں نہ پڑ۔

اور ابراہیم علیہ السلام کے خانۂ کعبہ کو تعمیر کرنے کا یُوں ذکر فرمایا:

وَاِذْ يَرْفَعُ اِبْرٰهِيْمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَاِسْمٰعِيْلُ۔ [3] — وہ اُٹھاتا تھا ابراہیم اِس کی نیویں اور اسمٰعیل۔

اپنے کلیم موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے یُوں مخاطب کیا:

يٰمُوْسٰٓى اِنِّى اصْطَفَيْتُكَ عَلَى النَّاسِ بِرِسٰلٰتِىْ وَبِكَلَامِىْ۔ [4] — اے مُوسیٰ! میں نے تجھے لوگوں سے چُن لیا، اپنی رسالت اور اپنے کلام سے۔

اور اُن کے ایک واقعے کا ذکر کرتے ہُوئے، یُوں اُن کا اسمِ گرامی مذکور ہُوا:

فَوَكَزَهٗ مُوْسٰى فَقَضٰى عَلَيْهِ [5] — پس موسیٰ نے اُس کو گھونسا مارا، تو اُس کا کام تمام کر دیا۔

حضرت عیسیٰ رُوحُ اللہ، علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے یُوں مخاطب فرمایا:

يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ اذْكُرْ نِعْمَتِىْ عَلَيْكَ۔ [6] — اے مریم کے بیٹے عیسیٰ! یاد کر میرا احسان اپنے اُوپر۔

اور عیسیٰ علیہ السلام کے اپنی قوم کو مخاطب کرنے کے ایک واقعے کی خبر دیتے ہوئے فرمایا

وَاِذْ قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ يٰبَنِىْٓ اِسْرَآءِيْلَ اِنِّىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ۔ [7] — اور یاد کر جب عیسیٰ بن مریم نے کہا: اے بنی اسرائیل! میں تمہاری طرف اللہ کا رسول ہُوں۔

---

[1] پ ۱۲، سورۂ ہود، آیت ۴۲
[2] پ ۱۲، سورۂ ہود، آیت ۷۶
[3] پ ۱، سورۂ البقرہ، آیت ۱۲۷
[4] پ ۹، سورۂ الاعراف، آیت ۱۴۴
[5] پ ۲۰، سورۂ القصص، آیت ۱۵
[6] پ ۷، سورۂ المائدہ، آیت ۱۱۰
[7] پ ۲۸، سورۂ الصف، آیت ۶

marfat.com

اسی طرح دُوسرے انبیائے کرام علیہم السلام کو باری تعالیٰ شانہٗ نے اُن کا نام لے کر مخاطب کیا مثلاً یَا هُوْدُ مَا جِئْتَنَا بِبَيِّنَةٍ ـــــــ يَا صَالِحُ ائْتِنَا بِمَا تَعِدُنَا ـــــــ يَا دَاوُدُ إِنَّا جَعَلْنَاكَ خَلِيفَةً ـــــــ وَلَقَدْ فَتَنَّا سُلَيْمَانَ وَأَلْقَيْنَا عَلَىٰ كُرْسِيِّهِ جَسَدًا ثُمَّ أَنَابَ ـــــــ يَا زَكَرِيَّا إِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلَامٍ اسْمُهُ يَحْيَىٰ ـــــــ يَا يَحْيَىٰ خُذِ الْكِتَابَ بِقُوَّةٍ

باقی جملہ انبیائے کرام کو اللہ ربّ العزت نے اُن کا نام لے کر مخاطب کیا لیکن جن مقامات پر بھی اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کا ذکر ہے اُن میں صرف چار مقامات ایسے ہیں جن میں آپ کا نام لیا گیا لیکن ساتھ ہی وصفِ رسالت بھی بیان فرما دیا مثلاً:

وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ ۚ قَدْ	اور محمد تو ایک رسول ہیں۔ اُن سے پہلے اور
خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ۔	رسول ہو چکے۔

دوسرے مقام پر آپ کا ذکر، فضائلِ مصطفیٰ اور مناقبِ صحابۂ کرام کے ساتھ یُوں فرمایا ہے:

مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ ۚ وَالَّذِينَ	محمد اللہ کے رسول ہیں اور اُن کے ساتھ والے
مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ	کافروں پر سخت ہیں اور آپس میں نرم دل۔ تو
بَيْنَهُمْ ۖ تَرَاهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا	انھیں دیکھے گا رکوع کرتے اور سجدے میں گرتے
يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِّنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا ۖ	اللہ کا فضل اور رضا چاہتے۔ اِن کی علامت اُن کے
سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِم مِّنْ أَثَرِ	چہروں میں ہے سجدوں کے نشان سے۔ یہ اُن کی
السُّجُودِ ۚ ذَٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي	صفت توریت میں ہے اور اُن کی صفت
التَّوْرَاةِ ۚ وَمَثَلُهُمْ فِي الْإِنجِيلِ	انجیل میں۔

پ ۱۲، سورہ ہود، آیت ۵۳ — پ ۸، سورہ الاعراف، آیت ۷۰

پ ۲۳، سورہ صٓ، آیت ۲۶ — پ ۲۳، سورہ صٓ، آیت ۳۴

پ ۱۶، سورہ مریم، آیت ۷ — پ ۱۶، سورہ مریم، آیت ۱۲

پ ۴، سورہ آلِ عمران، آیت ۱۴۴ — پ ۲۶، سورہ الفتح، آیت ۲۹

marfat.com

تیسرے مقام پر آپ کے نبی آخر الزماں ہونے کا اعلان فرماتے ہوئے یوں آپ کا اسم گرامی مذکور ہوا:

مَاكَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ — محمد تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں۔
رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ — ہاں اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں میں
خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ۔[1] — پچھلے۔

چوتھے مقام پر آپ کی رسالت پر ایمان لانے کی تلقین فرماتے اور قرآن کریم کی حقانیت کا اعلان کرتے ہوئے یوں ذکر فرمایا:

وَاٰمَنُوْا بِمَا نُزِّلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ — اور اُس پر ایمان لائے، جو محمد پر اتارا گیا اور
وَّهُوَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ ۔[1] — وہی اُن کے رب کے پاس سے حق ہے۔

مندرجہ بالا آیات میں آپ کا اسم گرامی مذکور ہونے میں یہ حکمت ہے، تاکہ آپ کا ہر منکر و مخالف بھی جان لے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشادات اور اُن کی کتاب برحق ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں۔ علاوہ بریں وُہ لوگ آپ کو محمد کے علاوہ اور کسی نام سے جانتے نہ تھے اگر قرآن کریم میں آپ کا اسم گرامی مذکور نہ ہوتا تو کتاب سے آپ کا نام معلوم نہ کیا جا سکتا، جیسے جن انبیائے کرام کے اسمائے گرامی قرآنِ مجید میں مذکور ہو گئے وُہ اب بھی متعارف ہیں (دُوسروں کے اسمائے گرامی تک معلوم نہیں)۔

مذکورہ آیات میں اللہ تعالیٰ نے آپ کا اسم گرامی محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ذکر فرمایا ہے، یہ آپ کے فضائل و کمالات اور وقار و شرف کو اور بڑھاتا ہے کیونکہ آپ کا یہ اسم گرامی اللہ تعالیٰ کے نام سے مشتق ہے جیسا کہ کہنے والے نے کہا ہے:

وَشَقَّ لَهٗ مِنِ اسْمِهٖ لِيُجِلَّهٗ
فَذُو الْعَرْشِ مَحْمُوْدٌ وَّهٰذَا مُحَمَّدٌ[2] (حضرت حسان رضی اللہ عنہ)

اللہ تعالیٰ نے اپنے خلیل علیہ السلام اور حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یکجا ذکر فرمایا تو حضرت

---

[1] پ ۲۲، سورۃ الاحزاب، آیت ۴۰ — [1] پ ۲۶، سورہ محمد، آیت ۲

[2] ترجمہ، نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نام کو اللہ تعالیٰ نے اپنے نام سے مشتق کیا (نکالا ہے)، تاکہ آپ کو یہ شرف حاصل ہو، کیونکہ عرش کا مالک محمود ہے اور ان کا اسم گرامی محمد رکھا۔ (جل جلالہٗ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)

marfat.com

اہیم خلیل اللہ کا نام لیا لیکن اپنے حبیب کا نبوت کے کنایہ سے ذکر فرمایا۔ چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ شانہٗ ہے:

اِنَّ اَوْلَى النَّاسِ بِاِبْرٰهِيْمَ	بیشک سب لوگوں سے ابراہیم کے زیادہ
لَلَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ وَهٰذَا النَّبِيُّ	حقدار وہ تھے، جو اُن کے پیرو ہوئے اور
وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۔ ؎۱	یہ نبی اور ایمان والے۔

س طرح ذکر فرمانے سے باری تعالیٰ شانہٗ یہ دکھانا چاہتا ہے کہ اُس کی بارگاہ میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جلالتِ شان، رفعت، مرتبے کی فضیلت اور عظمت کتنی ہے۔ جملہ انبیائے کرام پ سے پہلے مبعوث ہوئے لیکن جہاں اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ اُن کا ذکر فرمایا تو آپ کے سمِ گرامی کو مقدم رکھا مثلاً:

اِنَّآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ كَمَآ اَوْحَيْنَآ اِلٰى	بے شک اے محبوب! ہم نے تمہاری طرف وحی بھیجی
نُوْحٍ وَّالنَّبِيّٖنَ مِنْۢ بَعْدِهٖ	جیسے وحی نوح اور اُس کے بعد پیغمبروں کو بھیجی اور
وَاَوْحَيْنَآ اِلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْمٰعِيْلَ	ہم نے ابراہیم اور اسمٰعیل اور اسحاق، اور یعقوب
وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ	اور ان کے بیٹوں اور عیسیٰ اور ایوب اور یونس اور
وَعِيْسٰى وَاَيُّوْبَ وَيُوْنُسَ وَهٰرُوْنَ	ہارون اور سلیمان کو وحی کی اور ہم نے داؤد
وَسُلَيْمٰنَ وَاٰتَيْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا ؎۲	(علیہم السلام) کو زبور عطا فرمائی۔

قرآن کریم میں دوسرے مقام پر دیگر انبیائے کرام کے ساتھ یوں ذکر فرمایا ہے:

وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِيّٖنَ مِيْثَاقَهُمْ	اور اے محبوب! یاد کرو، جب ہم نے نبیوں سے
وَمِنْكَ وَمِنْ نُّوْحٍ وَّاِبْرٰهِيْمَ ؎۳	عہد لیا اور تم سے اور نوح سے اور ابراہیم سے۔

حافظ ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ فخرِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مذکورہ آیت کی تفسیر و وضاحت کرتے ہوئے

؎۱ پ ۳، سورۂ آلِ عمران، آیت ۶۸

؎۲ پ ۶، سورۃ النساء، آیت ۶۳

؎۳ پ ۲۱، سورۃ الاحزاب، آیت ۷

marfat.com

فرمایا کہ میں پیدائش کے لحاظ سے جملہ انبیائے کرام سے اوّل اور بلحاظ بعثت سب میں آخری ہوں۔

حافظ ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آداب سے ایک بات یہ بھی ہے کہ لوگوں کو آپ کا نام لے کر خطاب کرنے سے منع فرما دیا گیا ہے حالانکہ باقی اُمتوں کے حالات بیان کرتے ہوئے بتایا ہے کہ وہ لوگ اپنے انبیاء و رُسل علیہم السلام کو نام لے کر مخاطب کیا کرتے تھے، چنانچہ موسیٰ علیہ السلام سے یوں کہا گیا،

يَا مُوسَى اجْعَل لَّنَا إِلٰهًا كَمَا لَهُمْ آلِهَةٌ ۔ [1]
اے موسیٰ! ہمیں ایک خدا بنا دے جیسے ان کے اتنے خدا ہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے اُن کی قوم یوں مخاطب ہوتی ہے،

يٰعِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ هَلْ يَسْتَطِيعُ رَبُّكَ أَن يُنَزِّلَ عَلَيْنَا مَائِدَةً مِّنَ السَّمَاءِ ۔ [2]
اے عیسیٰ بن مریم! کیا آپ کا رب ایسا کرے گا کہ ہم پر آسمان سے ایک خوان اتارے۔

حضرت ہود علیہ السلام کو اُن کی قوم نے ایک مرتبہ یوں مخاطب کیا تھا،

يَا هُودُ مَا جِئْتَنَا بِبَيِّنَةٍ وَمَا نَحْنُ بِتَارِكِي آلِهَتِنَا عَن قَوْلِكَ ۔ [3]
اے ہود! تم کوئی دلیل لے کر ہمارے پاس نہ آئے اور ہم خالی تمہارے کہنے سے اپنے خداؤں کو چھوڑنے کے نہیں۔

حضرت صالح علیہ السلام سے اُن کی قوم یوں مخاطب ہوئی تھی،

يَا صَالِحُ ائْتِنَا بِمَا تَعِدُنَا ۔ [4]
اے صالح! ہم پر لے آؤ جس کا تم وعدہ دے رہے ہو۔

لیکن اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی باری آئی تو اللہ تعالیٰ نے یہ حکم نازل فرمایا،

لَا تَجْعَلُوا دُعَاءَ الرَّسُولِ بَيْنَكُمْ
رسول کے پکارنے کو آپس میں ایسا نہ ٹھہرا لو

---

[1] پ ۹، سورۂ الاعراف، آیت ۱۳۸
[2] پ ۷، سورۂ المائدہ، آیت ۱۱۲
[3] پ ۱۲، سورۂ ہود، آیت ۵۳
[4] پ ۸، سورۂ الاعراف، آیت ۷۷

marfat.com

كَدُعَاءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا ۔ لے جیسا تم میں ایک دوسرے کو پکارتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو اس جانب راغب کیا ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نبوت و رسالت کے ساتھ منسوب کرکے پکارا کریں یعنی یَا نَبِیَّ اللّٰہِ ، یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ وغیرہ کہا کریں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے منصب رفیع کو دکھانے ، عظمت و شرف دینے کے لیے ، اِس فضیلت کے ساتھ تمام انبیاء و مرسلین سے آپ کو مخصوص فرمایا تھا (علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام)

حافظ ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سند کے ساتھ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی ہے کہ اُنھوں نے اللہ تعالیٰ کے ارشاد لَا تَجْعَلُوْا دُعَاءَ الرَّسُوْلِ بَیْنَکُمْ کَدُعَاءِ بَعْضِکُمْ بَعْضًا کی تفسیر میں فرمایا کہ شروع ایام میں لوگ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یا محمد ـــــ یا ابا القاسم کہہ کر مخاطب کر لیا کرتے تھے ، تو اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم و توقیر کا سکہ بٹھانے کی خاطر اِس طرح پکارنے سے لوگوں کو منع فرما دیا اُن کا بیان ہے کہ اس کے بعد لوگوں نے یَا نَبِیَّ اللّٰہِ ـــــ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ وغیرہ القاب سے مخاطب کرنا شروع کر دیا تھا۔

حافظ ابو نعیم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی ہی سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ بھی روایت کی ہے کہ مذکورہ آیت لَا تَجْعَلُوْا دُعَاءَ الرَّسُوْلِ (الآیہ) میں اس بات کی ممانعت فرمائی گئی ہے ، جو بعض لوگ دور سے چلا کر کہا کرتے تھے یا ابا القاسم۔ لیکن نزدیک ہو کر اور آہستہ آواز میں کہنے سے منع نہیں فرمایا گیا ، جیسا کہ باری تعالیٰ شانہٗ نے رفع صوت کے بارے میں فرمایا ہے :

اِنَّ الَّذِیْنَ یَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَھُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ امْتَحَنَ اللّٰہُ قُلُوْبَھُمْ لِلتَّقْوٰی ط لَھُمْ مَّغْفِرَۃٌ وَّ اَجْرٌ عَظِیْمٌ ۔ لے

بیشک وہ لوگ جو اپنی آوازیں پست رکھتے ہیں رسول اللہ کے پاس ، یہ وہ ہیں ، جن کا دل اللہ نے پرہیزگاری کے لیے پرکھ لیا ہے۔ اِن کے لیے بخشش اور بڑا ثواب ہے۔

لے پ ۱۸ ، سورۃ النور ، آیت ۶۳

لے پ ۲۶ ، سورہ الحجرات ، آیت ۳

marfat.com

حافظ ابونعیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ سرورِ کون و مکاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فضیلت و خصوصیت بھی حاصل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے اجلال و اکرام کی خاطر یہ اہتمام فرمایا کہ انبیائے ماسبق کے اُمتی جس طرح اپنے نبیوں کو مخاطب کر لیا کرتے تھے آپ کو اِس بارے میں اُن سے جُدا کر دیا گیا۔ یعنی اگلی اُمتوں میں لوگ اپنے اپنے نبی سے رَاعِنَا سَمْعَكَ کہا کرتے تھے یعنی مزید رعایت فرمائیے تاکہ ہم آپ کی بات سُن سکیں۔ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اِس طرح مخاطب کرنے سے اُمتِ مرحومہ کو منع فرما دیا، جس میں توہین و تنقیص کا پہلو نکل سکتا ہو اُنھیں ایسا راستہ اختیار کرنے ہی سے روک دیا گیا۔ چنانچہ قرآنِ کریم میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا ہے:

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا — اے ایمان والو! رَاعِنَا نہ کہو اور یُوں عرض کرو

رَاعِنَا وَقُوْلُوا انْظُرْنَا وَاسْمَعُوْا — کہ حضور! ہم پر نظر رکھیں اور پہلے ہی سے بغور سُنو

وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝[1] — اور کافروں کے لیے دردناک عذاب ہے۔

حافظ ابونعیم علیہ الرحمہ نے اپنی سند کے ساتھ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی ہے کہ رَاعِنَا لفظ یہود کی زبان میں گالی ہے لہٰذا اِس کی جگہ اُنْظُرْنَا کہنے کا حکم فرمایا گیا جس سے مراد ہے کہ ہمیں پھر سُنائیے اور ہمارے اُوپر نظرِ کرم فرمائیے۔ اِس ممانعت کے بعد جب صحابۂ کرام نے یہ طے کر لیا کہ آئندہ جس کی زبان سے رَاعِنَا کا لفظ بجائے مخاطبہ سُنو، تو فوراً اُس کی گردن اُڑا دی جائے۔ یہود کو معلوم ہُوا تو اُنہوں نے یہ لفظ استعمال کرنا ہی چھوڑ دیا۔

معاندین سے دفاع

حافظ ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سرورِ دوجہاں، ساکنِ لامکاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ایک یہ فضیلت بھی حاصل ہے کہ پہلے انبیائے کرام علیہم السلام پر اُن کی تکذیب کرنے والوں نے بیوقوفی، گمراہی اور جھوٹ جیسے عیوب کی تہمت بھی لگائی تھی اور اُن کے جواب میں

---

[1] پ ۱، سورۂ البقرہ، آیت ۱۰۴

marfat.com

انبیائے کرام اپنی صفائی پیش فرمایا کرتے تھے لیکن نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر لگائے جانے والے الزامات کے جواب دینے کا ذمہ اللہ تعالیٰ نے خود لے لیا تھا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ کفار نے حضرت نوح علیہ السلام پر تہمت لگائی تھی کہ:

اِنَّا لَنَرٰىكَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ[1] بیشک ہم تمہیں کھلی گمراہی میں دیکھتے ہیں۔

حضرت نوح علیہ السلام نے اِس الزام کا اُنھیں یہ جواب دیا:

یٰقَوْمِ لَیْسَ بِیْ ضَلٰلَةٌ ...[2] اے میری قوم! مجھ میں گمراہی کچھ نہیں۔

لوگوں نے حضرت ہود علیہ السلام پر یوں زبانِ طعن وتشنیع دراز کی:

اِنَّا لَنَرٰىكَ فِیْ سَفَاهَةٍ ....[3] بیشک ہم تمہیں بیوقوف سمجھتے ہیں۔

آپ نے اِس عیب کی اپنی ذات میں ہونے سے یُوں نفی فرمائی:

یٰقَوْمِ لَیْسَ بِیْ سَفَاهَةٌ ....[4] اے میری قوم! مجھے بیوقوفی سے کیا علاقہ!

فرعون جیسے متکبّر اور بدبخت نے حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام پر یُوں الزام تراشی کی:

اِنِّیْ لَاَظُنُّكَ یٰمُوْسٰى مَسْحُوْرًا[5] اے موسیٰ! میرے خیال میں تم پر جادو ہوا ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اُس ظالم بادشاہ کو برملا یُوں جواب دیا کہ وُہ بوکھلا اُٹھا یعنی:

اِنِّیْ لَاَظُنُّكَ یٰفِرْعَوْنُ مَثْبُوْرًا[6] میرے گمان میں تو اے فرعون! تو ضرور ہلاک ہونے والا ہے۔

لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو عظمت و شرف کے باعث لگائے گئے الزامات کا جواب دینے سے بے نیاز کر دیا تھا، مثلاً باری تعالیٰ شانہٗ نے اپنے کلامِ معجز نظام میں فرمایا ہے:

مَآ اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُوْنٍ[7] تم اپنے رب کے فضل سے مجنون نہیں۔

---

[1] پ ۸، سورۂ الاعراف، آیت ۶۰
[2] پ ۸، سورۂ الاعراف، آیت ۶۱
[3] پ ۸، سورۂ الاعراف، آیت ۶۶
[4] پ ۸، سورۂ الاعراف، آیت ۶۷
[5] پ ۱۵، سورۂ بنی اسرائیل، آیت ۱۰۱
[6] پ ۱۵، سورۂ بنی اسرائیل، آیت ۱۰۲
[7] پ ۲۹، سورۂ القلم، آیت ۲

marfat.com

وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْبَغِيْ لَهٗ ؕ[1] اور ہم نے اِن کو شعر کہنا نہ سکھایا اور نہ وُہ اِن کی شان کے لائق ہے۔

مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى ۚ[2] تمہارے صاحب نہ بہکے، نہ بے راہ چلے۔

یعنی سحر، کہانت اور جنون کے ساتھ کفار نے آپ کو متہم کیا تو باری تعالیٰ شانہٗ نے یُوں دفاع فرمایا:

اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ تو کیا وہ جو اپنے رب کی طرف سے روشن دلیل پر ہو

وَيَتْلُوْهُ شَاهِدٌ مِّنْهُ[3] اور اُس پر اللہ کی طرف سے گواہ آئے۔

اور کفار جو مذاق اڑاتے تھے اُس کو اللہ رب العزت نے پہلے یُوں بیان فرمایا:

هَلْ نَدُلُّكُمْ عَلٰى رَجُلٍ يُّنَبِّئُكُمْ کیا ہم تمہیں ایسا مرد بتادیں، جو تمہیں خبر دے

اِذَا مُزِّقْتُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ اِنَّكُمْ کہ جب تم پُرزہ پُرزہ ہو کر بالکل ریزہ ریزہ ہو جاؤ،

لَفِيْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ[4] تو پھر تمہیں نیا بننا ہے۔

اِس کا جواب اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جانب سے یُوں دیا:

بَلِ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ بلکہ وہ، جو آخرت پر ایمان نہیں لاتے، عذاب

فِي الْعَذَابِ وَالضَّلٰلِ الْبَعِيْدِ[5] اور دُور کی گمراہی میں ہیں۔

خواہشات

حافظ ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ فخرِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ایک یہ فضیلت بھی مرحمت فرمائی گئی کہ اپنے لاڈلے نبی، حضرت داؤد علیہ السلام کو بھی حکم دیا کہ اپنی خواہش کا اتباع نہ کرنا۔ چنانچہ قرآن کریم میں وُہ ارشادِ باری تعالیٰ بایں الفاظ موجود ہے

يٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً فِي اے داؤد! بیشک ہم نے تجھے زمین میں نائب کیا

الْاَرْضِ فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ تو لوگوں میں سچا حکم کر اور خواہش کے پیچھے

وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى فَيُضِلَّكَ عَنْ نہ جانا کہ تجھے اللہ کی راہ سے بہکا

سَبِيْلِ اللّٰهِ[6] دے گی۔

---

[1] پ ۲۳، سورۂ یٰسٓ، آیت ۶۹
[2] پ ۲۷، سورۂ والنجم، آیت ۲
[3] پ ۱۲، سورۂ ہود، آیت ۱۷
[4] پ ۲۲، سورۂ سبا، آیت ۷
[5] پ ۲۲، سورۂ سبا، آیت ۸
[6] پ ۲۳، سورۂ ص، آیت ۲۶

marfat.com

لیکن اپنے حبیب علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم کے بارے میں ستاروں کے ظاہر ہونے اور چھپنے کی قسم یاد فرما کر، قرآنِ کریم کے نزول اور اُس کے مواقع کی قسم یاد فرمانے کے بعد، اِس حقیقت کا اظہار فرمایا کہ میرا حبیب، نبی آخرالزماں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو اپنی خواہش سے کبھی لب کشا ہی نہیں ہوتا۔ چنانچہ قرآنِ کریم میں ہے:

وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی ○ اِنْ ھُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی ○ [1]
اور وہ کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں کرتے۔ وہ تو نہیں مگر وحی، جو اُنہیں کی جاتی ہے۔

اِس آیہ کریمہ میں داؤد علیہ السلام کے برعکس معاملہ ہے کیونکہ یہاں وضاحت فرما دی گئی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی خواہش کو حکمِ الٰہی میں فنا کیے ہوئے ہیں۔ خواہش اُن پر غالب آتی ہی نہیں۔

لغزش کا ذکر

حافظ ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ باری تعالیٰ شانہٗ نے نبی آخرالزماں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فضیلت بھی مرحمت فرمائی ہے کہ دیگر انبیائے کرام کے حال کا ذکر فرمایا اور ماضی میں اُن سے جو کچھ سرزد ہوا اُسے معاف فرما دیا گیا۔ چنانچہ موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں قرآنِ کریم نے یوں خبر دی ہے؛

رَبِّ اِنِّیْ قَتَلْتُ مِنْھُمْ نَفْسًا۔ [2]
اے میرے رب! میں نے اُن میں ایک جان مار ڈالی ہے۔

اس بارے میں موسیٰ علیہ السلام نے بارگاہِ الٰہی میں یوں اپنی گزارش پیش کی؛

رَبِّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ فَاغْفِرْلِیْ فَغَفَرَلَہٗ۔ [3]
اے میرے رب! میں نے اپنی جان پر زیادتی کی، تو مجھے بخش دے، تو رب نے اُسے بخش دیا۔

اسی آیہ کریمہ سے معلوم ہوا کہ موسیٰ علیہ السلام نے اپنی غلطی کا ذکر کر کے معافی چاہی۔ اسی طرح حضرت داؤد علیہ السلام کے ایک واقعے کا ذکر فرمایا جبکہ اُن کی بارگاہ میں دو فرشتے جھگڑتے ہوئے آئے اور

---

[1] پ ٢٧، سورۂ والنجم، آیت ٣، ٤
[2] پ ٢٠، سورۂ القصص، آیت ٣٣
[3] پ ٢٠، سورۂ القصص، آیت ١٦

marfat.com

ایک نے کہا:

إِنَّ هٰذَآ أَخِي لَهٗ تِسْعٌ وَّتِسْعُوْنَ — بیشک یہ میرا بھائی ہے۔ اس کے پاس ننانویں
نَعْجَةً وَّلِيَ نَعْجَةٌ وَّاحِدَةٌ۔ ¹ — دُنبیاں ہیں اور میرے پاس ایک دُنبی ہے۔

تو داؤد علیہ السلام نے ایک فریق کی زیادتی اور حد سے بڑھنے کے بارے میں یُوں فرمایا:

قَالَ لَقَدْ ظَلَمَكَ بِسُؤَالِ نَعْجَتِكَ — داؤد نے فرمایا: بیشک یہ تجھ پر زیادتی کرتا ہے کہ تیری
إِلٰى نِعَاجِهٖ وَإِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ — دُنبی اپنی دُنبیوں میں ملانے کو مانگتا ہے اور بیشک
الْخُلَطَآءِ لَيَبْغِيْ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ² — اکثر ساجھے والے ایک دُوسرے پر زیادتی کرتے ہیں۔

جب داؤد علیہ السلام پر اس معاملے کی حقیقت منکشف ہُوئی تو بارگاہِ الٰہی میں یُوں عرض گزار ہُوئے:

وَظَنَّ دَاوٗدُ أَنَّمَا فَتَنّٰهُ فَاسْتَغْفَرَ — اور داؤد سمجھ گیا کہ ہم نے یہ اُس کی جانچ کی تھی تو اپنے
رَبَّهٗ وَخَرَّ رَاكِعًا وَّأَنَابَ ۝ — رب سے معافی مانگی اور سجدے میں گر پڑا اور رجوع
فَغَفَرْنَا لَهٗ ذٰلِكَ ³ — لایا اور ہم نے اسے معاف فرمایا۔

اللہ تعالیٰ نے دیگر انبیائے کرام کی لغزشوں کا ذکر کیا لیکن نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مغفرت کا مژدہ سُناتے وقت کسی لغزش کا ذکر نہیں فرمایا۔ یہ آپ کا انتہائی اکرام ہے۔ چنانچہ قرآن کریم میں ہے:

لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ — تاکہ اللہ تمہارے سبب سے گناہ بخشے تمہارے
ذَنْۢبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ۔ ⁴ — اگلوں کے اور تمہارے پچھلوں کے۔

یہ فضیلت اور شرف کی انتہا نہیں تو اور کیا ہے؟

میثاقِ انبیاء

حافظ ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سرورِ کون و مکاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

---

¹ پ ۲۳، سورۂ ص، آیت ۲۳
² پ ۲۳، سورۂ ص، آیت ۲۴
³ پ ۲۳، سورۂ ص، آیت ۲۴، ۲۵ ⁴ پ ۲۶، سورۂ الفتح، آیت ۲

marfat.com

کے فضائل سے یہ امر بھی ہے کہ:

اخذ الله الميثاق على جميع الانبياء ان جاءهم رسول امنوا به ونصروه فلم يكن ليدرك احد منهم الرسول الا وجب عليه الايمان به والنصرة له لاخذ الميثاق منه فجعلهم كلهم اتباعاً له يلزمهم الانقياد والطاعة له لو ادركوه۔ (ص)	اللہ تعالیٰ نے اپنے سارے انبیاء سے عہد لیا کہ جب نبی آخر الزماں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اُن کے پاس تشریف لائیں تو اُن پر ایمان لائیں اور اُن کی مدد کریں۔ اگر کوئی آپ کا زمانۂ اقدس پاتا تو اُس پر یہ واجب تھا کہ آپ پر ایمان لاتا اور آپ کی مدد کرتا اس وعدہ لینے سے اللہ تعالیٰ نے سارے انبیائے کرام کو آپ کا تابعدار بنا دیا یعنی اگر وہ زمانے کے لحاظ سے آپ کو پالیتے تو اُن پر آپ کی فرمانبرداری اور اطاعت لازم ہو گئی تھی۔

حافظ ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سند کے ساتھ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ:

قال اتيت النبي صلى الله تعالى عليه وسلم ومعي كتاب اصبته من بعض اهل الكتاب فقال صلى الله عليه وسلم والذي نفس محمد بيده لو ان موسى كان حيا ما وسعه الا ان يتبعني۔ (ص)	حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے میرے ہاتھ میں ایک کتاب تھی جو میں نے کسی اہلِ کتاب سے لی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: قسم ہے اُس ذات کی جس کے قبضے میں محمد کی جان ہے اگر یہاں موسیٰ علیہ السلام زندہ ہوتے تو اُنہیں میرے اتباع کے سوا اور چارہ کار نہ ہوتا۔

حافظ ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فضائل میں سے ایک چیز یہ بھی ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ کی اطاعت کسی شرط اور استثناء کے بغیر فرض ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اطاعت تمام لوگوں پر کسی شرط اور استثناء کے بغیر فرض فرمائی ہے، جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَمَا اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ و	اور جو کچھ تمہیں رسول عطا فرمائیں وہ لو

marfat.com

وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا۔ؔ[1] اور جس سے منع فرمائیں باز رہو۔

یہاں اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ جب میری اطاعت کا یا میری کتاب سے میرے حکم یا وحی کے مطابق تمہیں حکم فرمائیں تو اُس کی تعمیل کرنا بلکہ سرورِ کون ومکاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے امر ونہی کو مطلقاً ساری مخلوق پر فرض ٹھہرا دیا، جس طرح وحیِ الٰہی کا ماننا اور اُس پر عمل کرنا فرض ہے۔ آپ کے حکم کو رد کرنے اور اُس میں چین جبیں نکالنے کا مجاز کوئی نہیں، نہ کوئی مناظرہ کر سکتا ہے نہ دلیل طلب کرنے کا مجاز ہے جیسے مُوسیٰ علیہ السلام سے اُن کی قوم نے کہا تھا:

وَاِذْ قُلْتُمْ یٰمُوْسٰی لَنْ نُّؤْمِنَ لَکَ حَتّٰی نَرَی اللّٰہَ جَهْرَۃً۔[2] اور جب تم نے کہا: اے مُوسیٰ! ہم ہرگز تمہارا یقین نہ لائیں گے، جب تک علانیہ خدا کو نہ دیکھ لیں۔

نامِ خدا اور نامِ نبی کا اتصال

حافظ ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ فخرِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فضیلت بھی حاصل ہے کہ قرآن کریم میں جہاں اطاعت، معصیت، فرائض، احکام، وعدہ اور وعید وغیرہ کا اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا وہاں اپنے نام کے ساتھ اپنے حبیب کا نام یا منصب بھی متصلاً ذکر کیا۔ مندرجہ ذیل آیات بطور نمونہ ملاحظہ فرمائیں:

۱۔ اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ۔[3] حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول کا۔

۲۔ اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَا تَوَلَّوْا عَنْهُ وَاَنْتُمْ تَسْمَعُوْنَ ۝[4] حکم مانو اللہ اور اُس کے رسول کا اور سُن سُنا کر اُس سے نہ پھرو۔

۳۔ وَیُطِیْعُوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَهٗ اور اللہ و رسول کا حکم مانیں۔ یہ ہیں جن پر

---

[1] پ ۲۸، سورۃ الحشر، آیت ۷

[2] پ ۱، سورۃ البقرہ، آیت ۵۵

[3] پ ۵، سورۃ النساء، آیت ۵۹

[4] پ ۹، سورۃ الانفال، آیت ۲۰

marfat.com

اُولٰٓئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللّٰهُ۔ [1] | عنقریب اللہ رحم کرے گا۔

۴۔ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ۔ [2] | ایمان والے تو وہی ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر یقین لائے (یعنی ایمان لائے)

۵۔ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ۔ [3] | اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول کے بلانے پر حاضر ہو جاؤ۔

۶۔ مَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ۔ [4] | اور جو حکم نہ مانے اللہ اور اس کے رسول کا۔

۷۔ اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ۔ [5] | بیشک جو ایذا دیتے ہیں اللہ اور اُس کے رسول کو۔

۸۔ بَرَآءَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ۔ [6] | بیزاری کا حکم سنانا ہے اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے

۹۔ اَذَانٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ۔ [7] | اور منادی پکار دینا ہے اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے

۱۰۔ وَلَمْ يَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلَا رَسُوْلِهٖ وَلَا الْمُؤْمِنِيْنَ وَلِيْجَةً۔ [8] | اور اللہ اور اس کے رسول اور مسلمانوں کے سوا کسی کو اپنا محرم راز نہ بناؤ۔

---

[1] پ ۱۰، سورۃ التوبہ، آیت ۷۱
[2] پ ۱۸، سورۃ النور، آیت ۶۲
[3] پ ۹، سورۃ الانفال، آیت ۲۴
[4] پ ۲۲، سورۃ الاحزاب، آیت ۳۶
[5] پ ۲۲، سورۃ الاحزاب، آیت ۵۷
[6] پ ۱۰، سورۃ التوبہ، آیت پہلی
[7] پ ۱۰، سورۃ التوبہ، آیت ۳
[8] پ ۱۰، سورۃ التوبہ، آیت ۱۶

marfat.com

۱۱۔ اَلَمْ یَعْلَمُوْٓا اَنَّهٗ مَنْ یُّحَادِدِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ۔ [1] کیا اُنھیں خبر نہیں کہ جو خلاف کرے اللہ اور اُس کے رسول کا۔

۱۲۔ اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِیْنَ یُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ... [2] وُہ کہ اللہ اور اُس کے رسول سے لڑتے ہیں، اُن کا بدلہ یہی ہے کہ

۱۳۔ وَلَا یُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ۔ [3] اور اُس چیز کو حرام نہیں مانتے جس کو اللہ اور اُس کے رسول نے حرام کیا ہے۔

۱۴۔ وَمَنْ یُّشَاقِقِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ [4] اور جو اللہ اور اُس کے رسول سے مخالفت کرے۔

۱۵۔ قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ [5] تم فرماؤ، غنیمتوں کے مالک اللہ اور رسول ہیں۔

۱۶۔ فَرُدُّوْهُ اِلَی اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ [6] تو اُسے اللہ اور رسول کے حضور رجوع کرو۔

۱۷۔ وَلَوْ اَنَّهُمْ رَضُوْا مَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ۔ [7] اور کیا اچھا ہوتا، اگر وُہ اس پر راضی ہوتے، جو اللہ اور اُس کے رسول نے اُن کو دیا۔

---

[1] پ ۱۰، سورۃ التوبہ، آیت ۶۳

[2] پ ۶، سورۃ المائدہ، آیت ۳۳

[3] پ ۱۰، سورۃ التوبہ، آیت ۲۹

[4] پ ۹، سورۃ الانفال، آیت ۱۳

[5] پ ۹، سورۃ الانفال، آیت پہلی

[6] پ ۵، سورۃ النساء، آیت ۵۹

[7] پ ۱۰، سورۃ التوبہ، آیت ۵۹

marfat.com

۱۸- وَقَالُوا حَسْبُنَا اللّٰهُ سَيُؤْتِيْنَا اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَرَسُوْلُهٗ۔ [۱] کہتے ہیں اللہ کافی ہے اب دیتا ہے اللہ ہمیں اپنے فضل سے اور اُس کا رسول۔

۱۹- فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ [۲] تو پانچواں حصّہ خاص اللہ اور رسول کا ہے۔

۲۰- وَمَا نَقَمُوْا اِلَّآ اَنْ اَغْنٰهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ۔ [۳] اور انہیں کیا بُرا لگا؟ یہی نہ کہ اللہ اور رسول نے اپنے فضل سے غنی کر دیا۔

۲۱- وَقَعَدَ الَّذِيْنَ كَذَبُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ [۴] اور وہ بیٹھ رہے جنہوں نے اللہ اور اُس کے رسول سے جھوٹ بولا تھا۔

۲۲- اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاَنْعَمْتَ عَلَيْهِ [۵] جسے اللہ نے نعمت دی اور تم نے اُسے نعمت دی۔

مذکورہ بالا آیات میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے نام کے ساتھ نبی آخر الزماں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نام کو ملایا ہے اور یہ انتہائی تعظیم اور شرف کی بات ہے۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى ذٰلِكَ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ۔

فضیلتِ مصطفیٰ از احادیثِ مطہرہ

حافظ ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فضائل میں بہت سی احادیث اپنی سند کے ساتھ روایت کی ہیں۔ اُن میں سے ایک وہ ہے جو ابو ہریرہ

---

[۱] پ۱۰، سورۃ التوبہ، آیت ۵۹
[۲] پ۱۰، سورۃ الانفال، آیت ۴۱
[۳] پ۱۰، سورۃ التوبہ، آیت ۷۴
[۴] پ۱۰، سورۃ التوبہ، آیت ۹۰
[۵] پ۲۲، سورۃ الاحزاب، آیت ۳۷

marfat.com

رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ آپ کو نبوت کب ملی؟ فرمایا: اس وقت جب اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو پیدا کر کے اُن میں رُوح پھونکی۔ حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی، اُن کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زبانِ مبارک سے سُنا کہ: میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک اُس وقت بھی خاتم النبیین لکھا ہُوا تھا جبکہ آدم علیہ السلام کی مٹی کا خمیر تیار ہو رہا تھا۔ حضرت ابُو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ہم اگرچہ سب سے پچھلے ہیں لیکن قیامت میں سب پر سبقت لے جانے والے ہوں گے (یعنی جنت میں جاتے وقت سب سے آگے ہوں گے یا تعداد میں سب سے زیادہ ہوں گے)

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: آدم علیہ السلام سے لے کر اپنے والدین تک، جن سے میں پیدا ہوا، اُن سب کے نکاح ہُوئے تھے، اُن میں کوئی بھی بدکار نہیں تھا یعنی آدم علیہ السلام سے لے کر میرے والدین تک کسی کے نزدیک سے بھی بدکاری (زنا) قطعاً نہیں گزری تھی۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے والدین سفاح میں کبھی اکٹھے نہیں ہُوئے۔ اللہ تعالیٰ مجھے ہمیشہ پاک اصلاب سے پاک رحموں کی جانب منتقل کرتا رہا ہے، جو ہمیشہ صاف اور مہذب رہے۔ جہاں بھی میرے آباؤ اجداد میں دُوسری شاخ پھوٹی تو مجھے اُن میں سے بہتر شاخ میں رکھا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں بارگاہِ رسالت میں عرض گزار ہُوا کہ یا رسول اللہ! قریش آپس میں بیٹھ کر حسب و نسب کا تذکرہ کر رہے تھے تو انھوں نے آپ کی مثال اُس کھجور جیسی بیان کی جو اُونچی زمین پر اُگا ہو۔ راوی کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اِس بات پر ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا، اللہ تعالیٰ نے جب مخلوق کو پیدا کیا تو مجھے بہتر مخلوق میں رکھا، جب قبائل بنائے تو مجھے بہتر قبیلے میں پیدا فرمایا، جب نفسوں کو پیدا کیا تو مجھے بہتر نفوس میں رکھا، جب گھروں کی تقسیم فرمائی تو مجھے بہتر گھر میں پیدا فرمایا۔ پس میں قریش سے باپ کے اعتبار سے اور نفسِ ذات کے اعتبار سے بہتر ہُوں۔

marfat.com

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ وَتَقَلُّبَكَ فِي السَّاجِدِينَ کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کتنے ہی انبیائے کرام کے پاک اصلاب سے منتقل ہوتے آئے، یہاں تک کہ آپ کی والدہ ماجدہ نے آپ کو جنا۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا بیان ہے کہ سرورِ کون و مکان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کیا تو اُن میں سے بنی آدم کو اختیار کیا، بنی آدم سے عرب کو چنا، عرب سے مضر، مضر سے قریش قریش سے بنی ہاشم اور بنی ہاشم سے مجھے پسند فرمایا۔ تو میں بہتر لوگوں سے اگلے بہتر افراد کی جانب منتقل ہوتا آیا ہوں۔ پس جو شخص اہلِ عرب سے محبت کرے وُہ میرے ساتھ محبت رکھنے کے باعث ہی محبت کرے گا اور جو اُن سے بغض رکھتا ہے تو وُہ مجھ سے بغض رکھنے کے باعث ہی اُن سے بغض رکھے گا۔ (محبوب سے نسبت رکھنے والی ہر چیز ہی محبت کے لائق ہوتی ہے)

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ فخرِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے متعدد نام ہیں۔ میں محمد ہوں، میں احمد ہوں، میں ماحی ہوں کہ اللہ تعالیٰ میرے ہاتھوں کفر کو مٹائے گا۔ میں حاشر ہوں کیونکہ لوگوں کا حشر میرے قدموں میں ہوگا۔ میں عاقب ہوں کیونکہ میرے بعد اور کوئی نبی نہیں۔ حضرت ابو طفیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے پاس میرے دس نام ہیں۔ راوی کا بیان ہے کہ اُن میں سے آٹھ نام یہ ہیں: محمد، احمد، ابوالقاسم، فاتح، خاتم، عاقب، حاشر اور ماحی۔ راوی کا بیان ہے کہ مجھے یہی یاد رہے۔ ابو جعفر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ طٰہٰ اور یٰسین بھی آپ کے نام ہیں۔ صلوات اللہ وسلامہ علیہ وبارک وسلم۔

حیاتِ مصطفیٰ کی قسم

اِس فضیلت کے بارے میں کہ اللہ تعالیٰ نے سرورِ کون و مکاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیاتِ مبارکہ کی قسم کھائی ہے۔ حافظ ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سند کے ساتھ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی ہے، وُہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم

marfat.com

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے معزز باری تعالیٰ شانہٗ نے کسی فرد کو پیدا نہیں فرمایا کیونکہ آپکے علاوہ اور کسی کی حیات کی قسم اللہ تعالیٰ نے یاد نہیں فرمائی، لیکن آپ کے بارے میں فرمایا:

لَعَمْرُكَ اِنَّهُمْ لَفِیْ سَكْرَتِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ○ [1] — اے محبوب! تمہاری جان کی قسم! بیشک وہ اپنے نشہ میں بھٹک رہے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اس آیت کی تفسیر فرماتے ہیں وَحَیَاتُكَ یَا مُحَمَّدُ یعنی اے محمد! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) تمہاری حیاتِ طیبہ کی قسم۔ حافظ ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ بات عقلاء کے مسلمات سے ہے کہ معظم، محترم اور مکرم ہستیوں کی قسم ہی کھائی جاتی ہے۔ اس سے سیدنا و مولانا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جلالتِ شان اور آپ کے احکام کی عظمت کا سکہ دلوں پر بیٹھ جاتا ہے نیز اللہ رب العزت نے آپ کی زبانِ حق ترجمان سے جو شرعی احکام جاری کروائے، اپنے بندوں کو ان کے ذریعے وحدانیت کا سبق ازبر کروایا اور دولتِ ایمانی سے مالامال کرنے کی جانب دعوت دینے کی عظمت مبرہن ہوتی ہے۔ اس قسم سے آپ کی نبوت و رسالتِ جلیلہ کا مکمل یقین ہو جاتا ہے اور یہ بخوبی معلوم ہو جاتا ہے کہ باری تعالیٰ شانہٗ کے نزدیک نبیِ آخر الزماں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ساری مخلوق سے معزز اور دائرۂ تخلیق کا مرکز و محور ہیں۔ [2]

بزمِ محشر میں شانِ محبوبی

حافظ ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ نے شفاعت اور اس سے متعلقہ احادیث اپنی سند کے ساتھ روایت کی ہیں۔ چنانچہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فخرِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، قیامت کے روز میں آدم علیہ السلام کی اولاد کا

---

[1] پ ۱۴، سورۃ الحجر، آیت ۲،

[2] گردش میں جس کے گرد ہے پرکارِ کائنات
وہ ایک خاص مرکزِ دوراں ہے مصطفیٰ (اختر الحامدی)

marfat.com

سردار ہوں گا۔ زمین سب سے پہلے میرے لیے کھُلے گی اور میں اپنے روضۂ اطہر سے باہر تشریف فرما ہوں گا۔ سب سے پہلے میں شفاعت کروں گا اور لواء الحمد اُس روز میرے ہاتھ میں ہو گا، جس کے نیچے آدم علیہ السلام اور دیگر انبیائے کرام بھی ہوں گے۔ انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ بھی روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جب لوگ قبروں سے اٹھائے جائیں گے تو سب سے پہلے میں اپنے روضۂ انور سے باہر نکلوں گا، جب وُہ وفد کی صورت میں چلیں گے تو اُن کا قائد میں ہُوں گا، جب وُہ خاموش ہوں گے تو اُن کی جانب سے گفتگو کرنے والا میں ہُوں گا، جب وُہ جنت میں داخل ہونے سے روکے جائیں گے تو اُن کی شفاعت کرنے والا میں ہُوں گا، جب وہ مایوس ہو چکے ہوں گے تو میں اُنھیں خوشخبری دُوں گا، کرامت کا جھنڈا، جنت کی کُنجیاں اور لواء الحمد اُس روز میرے ہاتھ میں ہو گا۔ میں اُس روز آدم علیہ السّلام کی ساری اولاد میں سب سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ عزّتؒ والا ہُوں گا۔ ایک ہزار خادم میرا طواف کریں گے گویا وُہ چھپی ہُوئی سفیدی ہیں یا بکھرے موتی۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: میں جِنّوں اور انسانوں بلکہ ہر کالے گورے کی جانب مبعوث فرمایا گیا ہُوں۔ جملہ انبیائے کرام میں سے غنیمتیں صرف میرے ہی لیے حلال قرار دی گئی ہیں۔ ساری زمین میرے لیے پاک اور مسجد ٹھہرا دی گئی۔ میں اپنے سامنے ایک ماہ کی مسافت تک رُعب کے ساتھ مدد فرمایا گیا ہُوں۔ مجھے سورۂ بقرہ کی آخری آیات مرحمت فرمائی گئی ہیں، جو جنت کے خزانوں سے ہیں۔ مجھے مفصل (سورتوں کے ساتھ) فضیلت دی گئی ہے۔ مَیں

لہ ایسے حضرات کی جرأت کا اندازہ بھلا کون کر سکتا ہے جو اپنے دین و ایمان کی لُٹیا ڈبو کر، عقل کی آنکھوں پر بغض و عناد اور ہٹ دھرمی کی پٹی باندھے ہُوئے بضد ہو کر آج تک تقویۃ الایمان میں یہی لکھتے اور شائع کرتے آرہے ہیں کہ سب انبیاء اور اولیاء اُس کے نزدیک ایک ذرۂ ناچیز سے بھی کمتر ہیں! اللہ تعالیٰ اُنھیں ہدایت مرحمت فرمائے۔ (آمین)

marfat.com

دنیا اور آخرت میں آدم علیہ السلام کی اولاد کا سردار ہوں۔ زمین سب سے پہلے میرے لیے اور میری اُمت کے لیے کھلے گی۔ یہ فخر کے طور پر نہیں کہتا (یعنی تحدیث نعمت کے طور پر کہہ رہا ہوں) قیامت کے روز لواء الحمد میرے ہاتھ میں ہوگا۔ یہ فخریہ نہیں کہتا۔ آدم علیہ السلام اور اُن کی اولاد سے سارے انبیائے کرام اُس روز میرے جھنڈے تلے ہوں گے۔ بروزِ قیامت جنت کی کنجیاں میرے سپرد فرمائی جائیں گی اور یہ فخر و غرور کے طور پر نہیں کہتا۔ اُس روز میرے ہی وسیلے سے درِ شفاعت کھلے گا اور یہ فخریہ نہیں کہتا۔ اُس روز مخلوقِ خدا کو جنت کی طرف لے جانے والا میں ہوں گا۔ یہ فخریہ نہیں کہتا۔ میں اہلِ محشر کا امام ہوں گا اور میری اُمت میرے پیچھے پیچھے چلے گی[2]

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت کرتے ہیں کہ سرورِ کون و مکاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، وہ شخص میں ہوں جس کے لیے زمین سب سے پہلے کھلے گی، پھر ابوبکر سے پھر عمر سے (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) پھر اہلِ بقیع آئیں گے اور میرے پاس جمع ہو جائیں گے، پھر میں مکہ مکرمہ والوں کا انتظار کروں گا اور حرمین شریفین کے درمیان سب کو اکٹھا کروں گا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، سب سے پہلے جنت میں داخل ہونے والا میں ہوں اور یہ فخر کے طور پر نہیں کہتا۔ سب سے پہلے شفاعت میں کروں گا اور میری ہی شفاعت سب سے پہلے قبول فرمائی جائے گی۔ یہ فخریہ نہیں کہتا۔ بروزِ قیامت حمد کا جھنڈا میرے ہی دستِ مبارک میں ہوگا اور یہ فخر کے طور پر نہیں کہا ہے۔ اُس روز بنی آدم کا سردار میں ہوں گا اور یہ فخریہ نہیں کہتا۔ میرے بعد سب سے پہلے

---

[1] اِسی لیے تو مولانا حسن رضا خاں بریلوی علیہ الرحمہ نے لکھا ہے: ؎

فقط اِتنا سبب ہے انعقادِ بزمِ محشر کا
کہ ان کی شانِ محبوبی دکھائی جانے والی ہے

[2] یہ عصیاں شعار بارگاہِ رسالت میں یوں عرض گزار ہے: ؎

ترے صدقے مجھے اِک بوند بہت ہے تیری
جس دن اچھوں کو ملے جام چھلکتا تیرا (رضا)

marfat.com

جنت میں فاطمہ بنت محمد (رضی اللہ تعالیٰ عنہا و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم) داخل ہو گی کیونکہ اِس امت میں اُس کی مثال ایسی ہے جیسی بنی اسرائیل میں حضرت مریم علیہا السلام کی۔

حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد ہے کہ شفیع المذنبین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا،

ان الناس یصعقون یوم القیامة فاکون اول من یفیق (عن ام کرز رضی اللہ عنہا انہا قالت سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول انا سید المومنین اذا بعثوا وسائقہم اذا وردوا ومبشرہم اذا ابلسوا وامامہم اذا سجدوا واقربہم مجلسا من الرب تعالیٰ اذا اجتمعوا اقول فاتکلم فیصدقنی واشفع فیشفعنی واسأل فیعطینی۔ (ص۳)

بروزِ قیامت جب سارے انسان بیہوش ہو جائیں گے (سب سے پہلے میں ہوش میں آؤں گا۔ ام کرز رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا کہ مسلمان جب قبروں سے اٹھائے جائیں گے تو اُن کا سردار میں ہوں گا جب وہ آئیں گے تو میں اُن کی رہنمائی کروں گا۔ جب وہ ناامید ہو جائیں گے تو میں خوشخبری دوں گا۔ جب وہ سجدے میں پڑیں گے تو میں اُن کا امام ہوں گا۔ جب وہ اکٹھے ہوں گے تو میں رب تعالیٰ کے دوسروں کی نسبت زیادہ قریب تر ہوں گا۔ جب کلام کروں گا تو اللہ تعالیٰ میری معروضات کو قبول فرمائے گا۔ شفاعت کروں گا تو قبول ہو گی۔ سوال کروں گا تو عطا فرمایا جائے گا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، میں سارے نبیوں پر چھ چیزوں کے ذریعے فضیلت دیا گیا ہوں (۱) مجھے جامع کلمات دیئے گئے ہیں (۲) رعب کے ساتھ میری مدد فرمائی گئی ہے (۳) ایک روز میں سو رہا تھا کہ زمین کے تمام خزانوں کی کنجیاں مجھے دے دی گئیں (۴) میں سارے انسانوں کا رسول ہوں (۵) غنیمتیں صرف میرے لیے حلال فرمائی گئی ہیں (۶) نبوت کا سلسلہ مجھ پر ختم فرمایا گیا ہے۔ جوامع الکلم سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات میں وہ تمام علوم و معارف بھی جمع فرما دیئے ہیں جو سابقہ کتب میں مندرج تھے۔ صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہ۔

marfat.com

موسیٰ علیہ السلام کی تمنا

حافظ ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ مجھے محمد بن احمد بن حسن نے خبر دی، انھیں محمد بن عثمان بن ابو شیبہ نے، انھیں جبارہ بن مغلس نے، انھیں ربیع بن نعمان نے، انھیں سہل بن صالح نے اپنے باپ سے، انھوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: موسیٰ علیہ السلام پر جب توریت نازل ہوئی اور اس میں اس امت مرحومہ کے فضائل پڑھے تو بارگاہِ الٰہی میں عرض گزار ہوئے کہ اے میرے رب! میں نے توریت کی تختیوں میں ایک ایسی امت کا تذکرہ پایا ہے جو سب سے آخری لیکن سب پر سبقت لے جانے والی ہے، اُسے میری امت بنا دے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، وہ احمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی امت ہے۔ پھر عرض گزار ہوئے: اے باری تعالیٰ! میں نے توریت میں ایک ایسی امت کا ذکر دیکھا ہے جس کے بارے میں سب سے پہلے شفاعت قبول فرمائی جائے گی، اسے میری امت بنا دے۔ اللہ رب العزت نے فرمایا: وہ احمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی امت ہے۔ پھر عرض کرنے لگے: اے پروردگار! میں نے تورات کی تختیوں میں ایک ایسی امت کا بیان پڑھا ہے جو تیری جانب رجوع کرتی رہے گی اور تو ان کی دعائیں قبول فرماتا رہے گا، اُسے میری امت بنا دے۔ جواب ملا: وہ احمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی امت ہے۔

پھر عرض کیا: اے رب العزت! میں نے توریت کی تختیوں میں ایک ایسی امت کا بیان پڑھا ہے، جو تیرے احکام کی کتاب کو اپنے سینوں میں محفوظ کرے گی اور اُسے از بر پڑھے گی، اُسے میری امت کر دے۔ جواب ملا، وہ احمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی امت ہے۔ پھر عرض گزار ہوئے، اے پالنے والے! میں نے توریت کی تختیوں میں ایک ایسی امت کا حال پڑھا ہے جو فئی کھائے گی۔ اُسے میری امت بنا دے۔ جواب ملا، وہ احمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی امت ہے، پھر عرض کرنے لگے، اے پروردگار! میں نے توریت کی تختیوں میں ایک ایسی امت دیکھی ہے جو صدقہ خود کھائے گی، لیکن اس پر بھی ثواب کی حقدار ہوگی، اُسے میری امت بنا دے۔ جواب ملا، وہ احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی امت ہے۔ پھر ملتجی ہوئے: اے اللہ رب العزت! میں نے توریت کی تختیوں میں ایک ایسی امت کے حالات پڑھے ہیں کہ جب وہ لوگ نیکی کا قصد کریں گے تو ایک نیکی کا ثواب اُسی وقت رکھ دیا جائیگا

marfat.com

خواہ اُس پر عمل نہ کر سکیں اور اگر اُس نیکی کو کر پائے تو نامۂ اعمال میں دس نیکیاں لکھی جائیں گی۔ اُسے میری اُمت بنا دے۔ جواب ملا: وہ احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اُمت ہے۔ پھر عرض کرنے لگے، ربِ غفور! میں نے توریت میں ایک ایسی اُمت کے حالات پڑھے ہیں کہ اگر وہ لوگ بُرائی کا قصد کریں گے اور اُس کا ارتکاب نہ کر سکیں تو کوئی گناہ نہیں لکھا جائے گا اور جب اُس بُرائی کے مرتکب ہو جائیں تو صرف ایک بُرائی لکھی جائے گی۔ اُسے میری اُمت کر دے۔ جواب دیا گیا: وہ احمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی اُمت ہے۔

پھر عرض پرداز ہوئے: اے ربِ کریم! میں نے توریت کی تختیوں میں ایک ایسی اُمت کا تذکرہ دیکھا ہے، جنھیں اگلے پچھلوں کا علم مرحمت فرمایا جائے گا اور وہ گمراہی کے عالم گیر سرچشمہ یعنی اُس سب سے بڑے دجال کے ساتھ جہاد کریں گے جس کو عیسیٰ علیہ السلام نے ہلاک کرنا ہے اسے میری اُمت کر دیا جائے۔ جواب ملا: وہ تو احمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی اُمت ہے۔ یہ سُن کر موسیٰ علیہ السلام سراپا التجا ہو کر عرض گزار ہوئے:

يَا رَبِّ فَاجْعَلْنِي مِنْ أُمَّةِ أَحْمَدَ — اے رب! مجھے احمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)
فَأُعْطِيَ عِنْدَ ذٰلِكَ خَصْلَتَيْنِ — کا اُمتی بنا دے۔ اِس سے مجھے دو خوبیاں
(صت) — حاصل ہو جائیں گی۔ (رسالت اور نبی آخر الزماں کا اُمتی)

ارشادِ باری تعالیٰ ہوا: اے موسیٰ! میں نے اپنی رسالت اور شرفِ ہمکلامی کے لیے تمھیں لوگوں سے چُن لیا ہے۔ پس جو میں نے عطا فرمایا ہے اُسے مضبوطی سے تھامے رکھو اور شکر ادا کرتے رہو۔ عرض کرنے لگے: اے پروردگار! میں تیری رضا پر دل و جان سے راضی ہوں۔ حافظ ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث، سہیل کی غریب حدیثوں سے ہے۔ مجھے نہیں معلوم کہ کسی نے اسے مرفوعاً روایت کیا ہو، سوائے اِس سند کے۔ سہیل سے روایت کرنے میں ربیع بن نعمان متفرد ہیں۔ سند کے لحاظ سے اِس حدیث میں نرمی ہے۔ صلوات اللہ وسلامہ علیہ۔

خُلقِ عظیم

حافظ ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خُلقِ عظیم اور صفاتِ عالیہ کے بارے میں اپنی سند سے متعدد احادیث ذکر کی ہیں، اُن میں سے ایک حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت ہے، اُن کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا

marfat.com

خُلق قرآنِ کریم تھا۔ حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ فخرِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بہتر اخلاق والا اور کوئی نہیں۔ کوئی صحابی یا گھر والا جب بھی آپ کو پکارتا تو آپ فوراً لبیک کہتے۔ باری تعالیٰ شانہٗ نے آپ کے خُلق کی قرآنِ کریم میں یُوں تعریف فرمائی ہے:

اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ ۝ [1] اور بے شک تمہاری خُو بُو بڑی شان کی ہے۔

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فخرِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعض اخلاقِ کریمہ کے بارے میں پُوچھا گیا تو اُنھوں نے جواب دیا: مَیں اُس مولائے کائنات کا ہمسایہ تھا۔ جب آپ پر کوئی وحی نازل ہوتی تو میری جانب پیغام بھیجا جاتا۔ میں حاضر ہو کر وحی لکھا کرتا تھا۔ جب ہم دنیا کا ذکر کرنے لگتے تو آپ بھی ہمارے ساتھ دنیا کا ذکر فرماتے اور جب ہم آخرت کا ذکر کرتے تو آپ بھی آخرت کا ذکر کرنے لگتے۔ ہم جب طعام کا ذکر کرتے تو آپ بھی ہمارے ساتھ اُسی کا ذکر فرماتے۔ یہ تھا سرورِ کون و مکان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خُلقِ عظیم کہ اِس درجہ دلجوئی فرماتے تھے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سب لوگوں سے زیادہ مہربان تھے۔ اللہ کی قسم کوئی غلام، لونڈی یا بچہ آپ کے پاس سخت سردی میں پانی لے کر (تبرک حاصل کرنے کے لیے) حاضر ہوتا کہ آپ اُس میں مُنہ ہاتھ دھولیں، تو آپ کسی صورت میں بھی ایسا کرنے سے نہ رُکتے۔ اگر کوئی سائل سوال کرتا تو آپ بغور اُس کی بات سُنتے اور اُس وقت وہاں سے نہ جاتے جب تک سائل خود نہ چلا جاتا۔ اگر کسی نے آپ کا دستِ مبارک پکڑا تو آپ اُس وقت تک ہاتھ نہ چھڑاتے جب تک وُہ خود نہ چھوڑ دیتا، اُس وقت تک اُسی کے ہاتھ میں ہاتھ رہنے دیتے۔

اُمّ المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ جب بھی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دُو کاموں میں سے ایک کو اختیار کرنے کا حکم دیا گیا تو آپ نے اُن میں سے آسان ہی کو اختیار فرمایا بجز اُس میں کوئی گناہ نہ ہوتا ورنہ اُس سے بہت دُور رہتے۔ آپ اللہ تعالیٰ کے محارم کے سوا اپنی ذات کا آپ نے کبھی انتقام نہیں لیا۔ آپ کا بدلہ لینا صرف اللہ تعالیٰ کے لیے تھا

---

[1] پ ۲۹، سورۂ القلم، آیت ۴

marfat.com

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کسی عورت کو کبھی نہیں پیٹا اور نہ اپنے ہاتھ سے جہاد کے سوا کسی کو مارا۔ اپنی ذات کا کسی سے انتقام نہیں لیا، ہاں جب اللہ تعالیٰ کے محارم کی خلاف ورزی ہوتی تو خدا کے لیے ضرور انتقام لیتے تھے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں سالہا سال تک آپ کی خدمت میں رہا۔ اِس دوران میں آپ نے مجھے کبھی گالی نہیں دی، نہ مارا، نہ ڈانٹا اور نہ تیوری ہی چڑھائی۔ جب آپ نے مجھے کسی کام کے کرنے کا حکم دیا اور مجھ سے سُستی واقع ہو گئی تو کبھی نہیں جھڑکا اور اگر گھر والوں میں سے کوئی ڈانٹتا تو آپ فرماتے: اِسے چھوڑ دو۔ اگر قسمت میں ہوتا تو وہ کام ضرور ہو جاتا۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک کم عقل عورت بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو کر کہنے لگی: مجھے آپ سے کام ہے۔ آپ نے فرمایا: اے فلاں کی والدہ! تم جس راستے سے جانا چاہتی ہو، وہ مجھے بتا دو، میں تمہیں اُسی راستے میں کھڑا ہوا ملوں گا اور اُس وقت تک واپس نہیں آؤں گا جب تک تمہارا کام نہ ہو جائے۔ وہ عورت راستے کے ایک جانب جا کھڑی ہوئی۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اُس سے وہیں گفتگو فرماتے رہے حتیٰ کہ وہ گفتگو کر کے چلی گئی۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہمراہ تھا۔ آپ نے موٹے کناروں والی چادر اُوپر ڈالی ہوئی تھی۔ ایک دیہاتی ملا اور اُس نے آپ کی چادر کو پکڑ کر زور سے کھینچا، یہاں تک کہ میں نے چادر کو زور سے کھینچنے کے نشانات آپ کی گردن پر دیکھے۔ اس کے بعد وہ دیہاتی کہنے لگا: اے محمد! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)، آپ کے پاس جو اللہ تعالیٰ کا مال ہے مجھے اُس میں سے کچھ دو۔ آپ اُس کی جانب متوجہ ہو کر مسکرائے اور اُس کو مال دینے کا حکم صادر فرمایا۔ صلوات اللہ وسلامہ علیہ۔

قرآن کی مثل ناممکن ہے

حافظ ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے جہاں یہ ذکر کیا ہے کہ قرآنِ عزیز دلوں میں جاگزیں ہو گیا ہے، وہیں یہ بھی فرمایا ہے کہ فخرِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا جمالِ جہاں آرا بھی دلوں میں سماتا جاتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ کتنے ہی اہلِ علم و دانش پہلی ہی ملاقات میں مسلمان ہو گئے۔ انھوں نے

marfat.com

بیان کیا ہے کہ اللہ بزرگ و برتر نے اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اس درجہ تائید و نصرت فرمائی کہ دنیا میں اتنی کسی اور کی تائید نہیں فرمائی گئی۔ آپ کو ایسے خصائص سے ممتاز و سرفراز فرمایا گیا جو دیگر انبیائے کرام کے معجزے اور اولیاء اللہ کی کرامات پر فوقیت رکھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ نبی کی پہچان اُس کے مرتبے کے لحاظ سے ہوتی ہے، جو اسے اللہ تعالیٰ کی جانب سے مرحمت فرمایا جاتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مرتبے کی پہچان کے لیے سب سے بڑا معجزہ قرآن کریم ہے جس میں کسی قسم کی فروگزاشت نہیں ہوئی۔ اِس سے بڑھ کر نبوت پر دلالت کرنے والی کوئی آیت یعنی نشانی ایسی نہیں جس کی نظیر نہ ہو اور وہ دلوں میں اس درجہ گھر کرنے والی ہو۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کو ایسے زمانے میں نازل فرمایا جبکہ مدعیانِ عقل و دانش، صاحبانِ فہم و فراست، تیز زبان والوں، ستھری طبیعت والوں، صائب الرائے، تجربہ کاروں اور حیلہ گروں کی کمی نہ تھی۔ جب معاندین نے قرآنِ عزیز سُنا تو گپیں ہانکنے لگے کہ اِس کا معارضہ کرنے کی وُہ بھی استطاعت رکھتے ہیں اور اگر چاہیں تو اِس جیسا کلام وُہ بھی بنا کر پیش کر سکتے ہیں کیونکہ اس میں پچھلے لوگوں کے قصّے اور کہانیوں کے علاوہ اور دھرا ہی کیا ہے؟ فخرِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ڈنکے کی چوٹ قرآنِ مجید کا معارضہ طلب کیا حتیٰ کہ اِذنِ عام دے دیا کہ وُہ کسی چھوٹی سے چھوٹی سُورت جیسا کلام بنا کر لے آئیں، جس کے بارے میں اُن کا گمان ہو کہ اِس جیسی تو ہم معمولی سی کوشش اور ناقابلِ ذکر محنت کر کے ہی بنا سکتے ہیں۔ حالانکہ وُہ اہلِ زبان اور میدانِ فصاحت و بلاغت کے شہسوار تھے لیکن سب مل کر بھی اِس چیلنج کا جواب دینے سے قاصر رہے اور قاصر کیوں نہ رہتے جبکہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ	تم فرماؤ، اگر آدمی اور جن سب اس بات پر متفق
عَلٰۤى اَنْ یَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ	ہو جائیں کہ اِس قرآن کی مانند لے آئیں تو اس کا
لَا یَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ	مثل نہ لا سکیں گے اگرچہ ان میں سے ایک دوسرے کا
لِبَعْضٍ ظَهِیْرًا [1]	مددگار ہو۔

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اعلان فرما دینے کے باوجود معاندین و منکرین اپنی تمام تر صلاحیتوں کے

---

[1] پ ۱۵، سورۂ بنی اسرائیل، آیت ۸۸

marfat.com

بادجود قرآنِ کریم کی کسی چھوٹی سی سُورت کے مانند بھی بنا کر لانے پر قادر نہ ہُوئے کیونکہ باری تعالیٰ شانہٗ نے اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر جو کلام نازل فرمایا تھا اُس کے بارے میں خود یُوں خبر دی ہے:

اِنَّهٗ لَقَوْلٌ فَصْلٌ ۝ وَّمَا هُوَ بِالْهَزْلِ ۔ لہ — بے شک قرآن ضرور فیصلہ کی بات ہے اور کوئی ہنسی کی بات نہیں۔

اور دُوسری جگہ فرمایا ہے:

بَلْ هُوَ قُرْاٰنٌ مَّجِيْدٌ فِىْ لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ ۔ ۲ہ — بلکہ وہ کمال شرف والا قرآن ہے، لوحِ محفوظ میں۔

فضائل و معجزات میں دیگر انبیاء سے تقابل

حافظ ابُو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب دلائل النبوۃ کی تینتیسویں فصل میں دیگر انبیائے کرام علیہم السلام کے فضائل کا نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فضائل سے اور اُن کے معجزات کا آپ کے معجزات کے ساتھ موازنہ و مقابلہ کیا ہے جو حسبِ ذیل ہے:

حضرت ابراہیم علیہ السلام اگر کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خلیل بنایا تھا تو ہم کہیں گے کہ باری تعالیٰ شانہٗ نے نبی آخر الزماں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بھی اپنا خلیل بنایا بلکہ حبیب بھی ٹھہرایا ہے اور حبیب تو خلیل سے بدرجہا زیادہ مورد الطاف و کرم ہوتا ہے۔

اگر کہا جائے کہ ابراہیم علیہ السلام کو تین پردوں کے ساتھ نمرود کی سازش سے محفوظ رکھا گیا تو ہم کہیں گے کہ فخرِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قتل کی جب اہلِ مکہ نے سازش کی تھی تو آپ کی پانچ پردوں کے ساتھ حفاظت فرمائی گئی چنانچہ اس بارے میں باری تعالیٰ شانہٗ نے فرمایا ہے:

وَجَعَلْنَا مِنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ سَدًّا — اور ہم نے اُن کے آگے ایک دیوار بنا دی اور

لہ پ ۳۰، سورۃ الطارق، آیت ۱۳، ۱۴ ۲ہ پ ۳۰، سورۃ البروج، آیت ۲۱، ۲۲

marfat.com

وَمِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا فَاَغْشَيْنٰهُمْ — اُن کے پیچھے ایک دیوار اور اُنہیں اُوپر سے ڈھانک
فَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ ۔ ۱ — دیا، تو اُنہیں کچھ نہیں سوجھتا۔

وَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ جَعَلْنَا بَيْنَكَ — اور اے محبوب! جب تم نے قرآن پڑھا، تو ہم نے
وَبَيْنَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ — تم پر اور اُن میں جو آخرت پر ایمان نہیں لاتے،
بِالْاٰخِرَةِ حِجَابًا مَّسْتُوْرًا ۔ ۲ — ایک چھپا ہوا پردہ کر دیا۔

فَهِيَ اِلَى الْاَذْقَانِ فَهُمْ مُّقْمَحُوْنَ ۔ ۳ — وہ ٹھوڑیوں تک ہیں، تو یہ اوپر کو منہ اٹھائے رہ گئے

پس یہ پانچ پردے ہیں۔ اگر کہا جائے کہ ابراہیم علیہ السلام نے نمرود کے سامنے اپنی نبوت کی حقانیت
پر ایسی قاطع برہان پیش کی کہ اُسے مبہوت اور ہکا بکا کر دیا جس کی باری تعالیٰ شانہٗ نے خبر دی ہے ک

فَبُهِتَ الَّذِيْ كَفَرَ ۔ ۴ — تو ہوش اُڑ گئے کافر کے۔

تو ہم کہتے ہیں کہ سرورِ کون و مکان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس اُبَی بن خلف آیا جو مرنے کے بعد
دوبارہ زندہ ہونے پر ایمان نہیں رکھتا تھا۔ اُس کے ہاتھ میں ایک بوسیدہ ہڈی تھی جسے وہ اپنے
ہاتھوں سے مسل کر باریک کر رہا تھا۔ کہنے لگا: ان ہڈیوں کو کون زندہ کرے گا جبکہ یہ بوسیدہ ہو چکی ہیں
اللہ تعالیٰ نے یہ محکم برہان نازل فرمائی،

قُلْ يُحْيِيْهَا الَّذِيْٓ اَنْشَاَهَآ اَوَّلَ — تم فرماؤ، اُنہیں وہ زندہ کرے گا جس نے پہلی
مَرَّةٍ ۔ ۵ — بار اُنہیں بنایا۔

جب اُس نے آپ کی نبوت کو ایسی قاطع برہان سے مزین دیکھا تو مبہوت ہو کر واپس لوٹ گیا
اگر کہا جائے کہ ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم کے بتوں کو توڑ ڈالا تھا کیونکہ وہ غضبِ الٰہی

---

۱ پ ۲۲، سورۂ یٰسٓ، آیت ۹

۲ پ ۱۵، سورۂ بنی اسرائیل، آیت ۴۵

۳ پ ۲۲، سورۂ یٰسٓ، آیت ۸

۴ پ ۳، سورۂ البقرۃ، آیت ۲۵۸

۵ پ ۲۳، سورۂ یٰسٓ، آیت ۷۹

marfat.com

باعث تھے تو ہمارا جواب یہ ہے کہ فخرِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تین سو ساٹھ بتوں کو پامال کر دیا تھا، جو خانۂ کعبہ کے اردگرد نصب تھے۔ آپ کے دستِ مبارک کے اشارے ہی سے وُہ سارے بت اوندھے مُنہ گرتے چلے گئے۔[1]

حضرت موسیٰ علیہ السلام

اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو لکڑی کا ایک عصا مرحمت فرمایا تھا جو بہت بڑا اژدہا بن کر جادوگروں کے جادو کو نگل گیا اور پھر اپنی اصلی حالت پر آگیا تھا۔ اگر کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کے عصا کو اژدہا بنا دیا تھا تو ہم کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس سے اعلیٰ معجزات مرحمت فرمائے گئے تھے۔ چنانچہ خشک لکڑی کے ستون کا آپ کے فراق میں پھوٹ پھوٹ کر رونا، درختوں کا آپ کے بُلانے پر حاضر ہونا، اکٹھے ہو جانا، پھر آپ کے حکم اور اجازت سے اپنی جگہ کی جانب واپس لوٹ جانا۔ اگر چشمِ بصیرت ہو تو یہ معجزات اُس معجزے سے زیادہ تعجب خیز ہیں۔

اگر کہا جائے کہ میدانِ تیہ میں موسیٰ علیہ السلام نے اپنے عصا کو ایک پتھر پر مارا تو اس سے بارہ چشمے جاری ہو گئے تھے۔ ہم کہتے ہیں کہ فخرِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے اس سے زیادہ تعجب خیز معجزہ ثابت ہے کیونکہ پتھروں سے پانی کا نکل آنا تو عام مشاہدہ ہے لیکن گوشت، خون اور ہڈیوں سے پانی کے چشمے جاری ہو جانا کتنی تعجب خیز بات ہے۔ اگر آپ برتن میں دستِ مبارک رکھتے تو آپ کی انگلیوں سے پانی کے چشمے بہہ نکلے تھے[2] اور وُہ پانی نہر کی طرح جاری ہُوا اور میٹھا تھا۔ لوگوں کی بہت بڑی تعداد نے وُہ پانی پیا، حتیٰ کہ اُن کے اُونٹ اور گھوڑے تک سیراب ہو گئے اور ایسا متعدد بار واقع ہُوا۔

---

[1] مجدد مأۃ حاضرہ قدس سرہٗ نے فرمایا ہے:

تیری آمد تھی کہ بیت اللہ مُجرے کو جھکا
تیری ہیبت تھی کہ ہر بُت تھرتھرا کر گر گیا

[2] انگلیاں ہیں فیض پر، ٹوٹے ہیں پیاسے جُھوم کر
ندیاں پنجابِ رحمت کی ہیں جاری واہ واہ (اعلیٰحضرت)

marfat.com

اگر کہا جائے کہ موسیٰ علیہ السلام کے لیے سمندر پھٹ گیا تھا جبکہ اُنھوں نے اپنے عصا کو پانی پر مارا تھا۔ پھر اپنے ساتھیوں کو لے کر اُس سے پار ہو گئے تھے۔ ہم کہتے ہیں کہ اِس قسم کے واقعات تو نبی آخرالزماں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اُمت کے بعض افراد کے ذریعے ہونا بھی مشہور ہے۔ چنانچہ حضرت علاء ابن حضرمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب بحرین میں تھے اور سمندر عبور کرنے پر مجبور ہُوئے تو اپنے ساتھیوں سمیت اِس طرح سمندر پار کر گئے جیسے پانی کی سطح پر چل رہے ہوں اور اُن کے کپڑے تک نہ بھیگے۔

اگر کہا جائے کہ موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کے لیے مکڑی، جنگلی چوہوں، مینڈکوں اور خُون کا عذاب لے کر آئے، جیسا کہ قرآنِ مجید میں مذکور ہے تو ہم کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ میں قریش پر دُھواں بھیجا جو بہت بڑی نشانی اور عذاب تھا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَأْتِي السَّمَاۗءُ   تو تم اس دن کے منتظر رہو، جب آسمان ایک

بِدُخَانٍ مُّبِيْنٍ ۝ يَّغْشَى النَّاسَ   ظاہر دُھواں لائے گا کہ لوگوں کو ڈھانپ لے۔

هٰذَا عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ [1]   یہ ہے دردناک عذاب۔

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قریش کو متنبہ کرنے کی دُعا فرمائی تو وہ قحط سالی میں مبتلا ہو گئے۔ سرورِ کون و مکاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دُعا مانگی تھی کہ اے پروردگار! مضر قبیلے پر اپنا عذاب سخت کر دے اور اِن پر یوسف علیہ السلام کے زمانے والی قحط سالی مسلط فرما دے۔

اگر کہا جائے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور اُن کی قوم کو منّ و سلویٰ کھلایا گیا یعنی بٹیر جیسے جانور کا گوشت اور ترنجبین کھلائی گئی اور اُن پر بادلوں کے ذریعے سایہ کیا گیا اور یہ حقیقت کہ منّ و سلویٰ اُنھیں بیٹھے بٹھائے ملتا تھا جس کے لیے کسی قسم کی مشقت نہیں اُٹھانی پڑتی تھی تو ہم کہتے ہیں کہ سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور آپ کی اُمت کو وہ اعلیٰ اور ارفع چیز عطا فرمائی گئی جس سے پہلے تمام انبیائے کرام تک بھی محروم رہے اور وہ مالِ غنیمت ہے جو کسی نبی کے لیے

---

[1] پ ۲۵، سورۃ الدخان، آیت ۱۰، ۱۱

marfat.com

بھی حلال قرار نہیں دیا گیا۔ علاوہ بریں مذکورہ بالا قسم کے کمالات تو اللہ تعالیٰ نے صحابۂ کرام کو بھی عطا فرما دیئے تھے مثلاً جب اُنھیں کسی غزوہ پر بھیجا گیا اور اثنائے سفر میں زادِ راہ ختم ہونے پر وہ بھوک کی پریشانی میں مبتلا ہوئے تو قریبی سمندر نے اُن کی جانب ایک بہت بڑی مچھلی کو باہر پھینک دیا، جس کا گوشت اُنھوں نے ایک ماہ تک کھایا اور چربی استعمال کرتے رہے۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو تھوڑے سے طعام اور دودھ[1] سے بہت بڑی جماعت کو بھی سیر کر دیا کرتے تھے اور مزید کھانے پینے سے مُنہ پھر جاتا تھا۔

حافظ ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سند کے ساتھ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ ہم تین سو سواروں کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قریش کے ایک قافلے کی گھات میں بھیجا۔ اُس روز ہمارے امیر حضرت ابو عبیدہ بن جرّاح تھے۔ ہمیں راستے میں سخت بھوک لگی، حتیٰ کہ درختوں کے پتے تک کھانے پڑے۔ اسی لیے اس غزوہ کو جیش الخبط کہتے ہیں۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب ہم سمندر کے نزدیک ہوئے تو اُس نے ایک بہت بڑی مچھلی ہماری جانب پھینک دی، جسے عنبر کہا جاتا ہے۔ ہم مہینہ بھر اُس کا گوشت کھاتے رہے اور چربی استعمال کی، یہاں تک کہ ہم خوب موٹے تازے ہو گئے۔ حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اُس کی ایک پسلی کو کھڑا کیا اور لشکر میں سے ایک لمبے آدمی کو حکم دیا کہ کسی قدآور اونٹ پر سوار ہو کر اِس پسلی کے نیچے سے گزرے۔ چنانچہ حسبِ حکم وہ آدمی پسلی کے نیچے سے سوار ہو کر گزر گیا۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب ہم واپس رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہ واقعہ سُنایا تو آپ نے فرمایا: کیا تمہارے پاس اُس کے گوشت میں سے کچھ بچا ہوا ہے؟ ہم نے بچا ہوا گوشت بارگاہِ رسالت میں پیش کر دیا تو

---

[1] ایسے ہی ایک واقعہ کی جانب اعلیٰ حضرت نے یوں اشارہ کیا ہے: ؎

کیوں جنابِ بوہریرہ! تھا وہ کیسا جامِ شِیر
جس سے ستّر صاحبوں کا دودھ سے مُنہ پھر گیا

marfat.com

آپ نے بھی اُس میں سے تناول فرمایا۔

اگر کہا جائے کہ مُوسیٰ علیہ السلام کو عصا مرحمت ہوا تھا، جو اژدہا بن جاتا تھا اور وُہ فرعونی جادوگروں کے سارے جادو کو نگل گیا تھا، حتیٰ کہ اُس سے ڈر کر فرعون نے بھی مُوسیٰ علیہ السلام سے فریاد کی تھی۔ ہم کہتے ہیں کہ فخرِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بھی بعینہٖ اِس قسم کے معجزے کا ظہور ہُوا تھا، چنانچہ ابوجہل بن ہشام کا واقعہ ہے کہ اُس نے وعدہ کیا تھا کہ میں ایک بہت بڑا پتھر لے کر بیٹھوں گا اور جب محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) سجدے میں جائے گا تو وہی پتھر اُس کے سر پر دے ماروں گا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز میں مصروف ہوئے اور سجدے میں گئے تو وُہ بدبخت پتھر لے کر آپ کی جانب بڑھا لیکن نزدیک پہنچتے ہی مبہوت ہو گیا اور مارے خوف کے ہانپتا کانپتا واپس بھاگ گیا، اُس کے چہرے کا رنگ اُڑ گیا، مارے خوف کے لرزہ براندام تھا اور دونوں ہاتھ اپنی قوت کھو بیٹھے تھے، جس کے باعث پتھر اُس کے ہاتھوں سے گر گیا تھا۔ قریش کے چند آدمی اُس کے پاس پہنچے اور صورتِ حال پُوچھی تو ابوجہل کہنے لگا: میں محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے ساتھ یہ کچھ کرنے کے ارادے سے گیا تھا، جیسا کہ گزشتہ رات تم سے وعدہ کر کے آیا تھا لیکن جب میں اِس ارادے سے اُس کے قریب گیا تو میرے سامنے ایک بہت بڑا اُونٹ آ گیا۔ میں قسم کھا کر کہتا ہُوں کہ میں نے اتنے موٹے سر والا، ایسے قدوقامت والا یا اتنے لمبے دانتوں والا کبھی کوئی اُونٹ نہیں دیکھا۔ وُہ اُونٹ مجھے کھانا چاہتا تھا۔ جب سرورِ کون و مکان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اِس واقعے کا ذکر کیا گیا تو آپ نے فرمایا، وہ جبرئیل علیہ السلام تھے۔ اگر ابوجہل میرے نزدیک آنے کی کوشش کرتا تو اُسے ہلاک کر دیا جاتا۔ صلوات اللہ تعالیٰ و سلامہ علیہ۔

حضرت صالح علیہ السلام

اگر یہ کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت صالح علیہ السلام کے لیے اُونٹنی ظاہر کی اور وُہ اُن کے لیے حُجت اور نشانی بنائی گئی چنانچہ ایک روز اُونٹنی پانی پیتی تھی اور دوسرے روز وُہ قوم پانی پیتی۔ ہم کہتے ہیں کہ اِس قسم کی حُجت تو فخرِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بھی مرحمت فرمائی گئی تھی بلکہ اِس سے اعلیٰ وارفع، کیونکہ حضرت صالح علیہ السلام کی اُونٹنی بولتی نہیں تھی اِسی وجہ سے وُہ صالح علیہ السلام کے نبی ہونے کی

marfat.com

شہادت بھی نہیں دے سکی لیکن نبی آخرالزماں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں ایک اُونٹ حاضر ہُوا اور اُس نے آپ کی نبوّت کے بارے میں شہادت دی تھی۔ اُونٹ کا مالک اُسے ذبح کرنا چاہتا تھا۔ اُونٹ اُس کے ارادے کو بھانپ کر بھاگ نکلا اور بارگاہِ نبوی میں حاضر ہو کر اُس نے اپنا استغاثہ پیش کر دیا۔ صلوات اللہ وسلامہٗ علیہ۔

اگر کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے پہاڑ اور پرندے حضرت داؤد علیہ السلام

حضرت داؤد علیہ السلام کے تابع کردیئے تھے جو اُن کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کیا کرتے تھے اور اُن کے ہاتھ میں لوہے کو نرم کر دیا جاتا تھا۔ ہم کہتے ہیں کہ فخرِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بھی یہ معجزے عطا ہُوئے بلکہ اِن سے بھی بڑھ کر۔ مثلاً یہ کہ کنکریوں نے آپ کے دستِ مبارک میں اور تصدیق کرنے والوں کے ہاتھ میں تسبیح بیان کی۔ اِس میں آپ کی اور تصدیق کرنے والوں کی عظمت اور سرفرازی زیادہ ہے۔

حافظ ابُونعیم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سند کے ساتھ حضرت سوید بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مسجد (مسجدِ نبوی) میں حاضر ہوا۔ وہاں ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیٹھے ہوئے تھے۔ میں نے تنہائی میں اُن کے ساتھ بیٹھنے کو غنیمت جانا۔ حضرت ابُوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمانے لگے کہ اتفاقیہ ایک دفعہ مَیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں تنہا بیٹھا تھا۔ واقعہ یُوں پیش آیا کہ ایک روز مَیں مسجدِ نبوی میں گیا۔ آپ وہاں تشریف فرما تھے۔ میں خاموشی سے آپ کے پاس بیٹھ گیا۔ ابھی بیٹھا ہی تھا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی آگئے۔ سرورِ کون ومکاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا: اے ابوبکر! کیسے آنا ہُوا؟ اُنھوں نے جواب دیا کہ اللہ اور اُس کے رسول کی بارگاہ میں حاضر ہونے کی غرض سے آیا ہُوں۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دائیں جانب بیٹھ گئے۔ اُن کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ آگئے۔ آپ نے دریافت فرمایا: اے عمر! کیسے آنے ہو؟ عرض کی کہ بارگاہِ رسالت میں حاضری دینے کے ارادے سے آیا ہُوں اور وہ آپ کے بائیں جانب بیٹھ گئے۔ اِن کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ آ پہنچے۔ آپ نے دریافت فرمایا: اے عثمان کس غرض سے آئے ہو؟ اُنھوں نے بھی پہلے دونوں حضرات کی طرح یہی جواب دیا

marfat.com

کہ اللہ اور اُس کے رسول کی بارگاہ میں حاضر ہونے کے ارادے سے آیا ہُوں۔ حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسُول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سات کنکریاں پکڑیں تو اُنھوں نے آپ کے ہاتھ میں تسبیح بیان کرنی شروع کر دی حتیٰ کہ میں (حضرت ابُوذر) نے بھی اُن کی آواز سُنی، جو ایسے محسوس ہو رہی تھی جیسے شہد کی مکھیاں بھنبھناتی ہیں۔ جب آپ نے اُن کنکریوں کو رکھ دیا تو خاموش ہو گئیں۔

تھوڑی دیر کے بعد آپ نے وُہ کنکریاں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پکڑا دیں۔ حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ان کے ہاتھ میں بھی تسبیح بیان کرنے لگیں جیسے شہد کی مکھیاں بھنبھناتی ہیں۔ جب اِنھوں نے بھی کنکریوں کو رکھ دیا، تو خاموش ہو گئیں۔ آپ نے پھر اُن کو پکڑا اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دے دیں۔ حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ان کے ہاتھ میں بھی وُہ تسبیح بیان کرنے لگیں جیسے شہد کی مکھی بھنبھناتی ہے۔ جب اِنھوں نے بھی وُہ کنکریاں رکھ دیں، تو خاموش ہو گئیں۔ وُوسری روایت میں ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھوں میں بھی کنکریوں نے اِسی طرح تسبیح بیان کی۔

اگر یہ کہا جائے کہ پرندے حضرت داوٗد علیہ السلام کے تابع کر دیئے گئے تھے، تو ہم کہتے ہیں کہ پرندوں کے علاوہ اُونٹ جیسے بہائم عظیم بھی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے تابع تھے نیز سخت قسم کے شکاری پرندے بھی آپ کے فرماں بردار تھے۔ بھاگے والے اُونٹ نے آپ کا حکم مانا، بھیڑیے نے آپ کی دعوت اور نبوت و رسالت کی تصدیق کی، یہاں تک کہ ایک شیر کے پاس سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام حضرت سفینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ گزر رہے تھے تو اُس نے سرگوشی کی اور راستہ بتایا۔

حافظ ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ اپنی سند کے ساتھ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں۔ اُن کا بیان ہے کہ ایک سفر میں ہم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ

لہ مجدد مأتہ حاضرہ قدس سرہٗ نے فرمایا ہے:

ہے لبِ عیسیٰ سے جاں بخشی نرالی ہاتھ میں
سنگریزے پاتے ہیں شیریں مقالی ہاتھ میں

marfat.com

وسلم کی خدمت میں حاضر تھے۔ ایک شخص درختوں کے جھنڈ میں داخل ہُوا اور وہاں سے حمرہ کے انڈے لے آیا۔ تھوڑی دیر کے بعد حمرہ بارگاہِ رسالت میں حاضر ہُوئی اور عاجزی کرنے لگی۔ آپ نے فرمایا: اِس جانور کو کس نے ستایا ہے؟ اُس شخص نے جواب دیا کہ میں اِس کے انڈے لے آیا تھا۔ آپ نے حکم دیا کہ فوراً اِس کے انڈے واپس کر دو اور حمرہ پر شفقت فرمائی۔

اگر یہ کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کے لیے لوہے کو نرم کر دیا تھا، حتّٰی کہ وُہ لوہے کی زرہیں ہاتھ سے بنا لیتے تھے، تو ہم کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے تو بڑے بڑے پتھر بھی نرم ہو جاتے حتّٰی کہ غار بن جاتے تھے جیسا کہ غزوۂ اُحد کے روز آپ ایسی ہی غار کے ذریعے جنگ کا معائنہ فرماتے رہے۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے سرِ مبارک کو پہاڑ کی جانب مائل فرمایا تاکہ آپ مشرکینِ مکہ کو نظر نہ آئیں، تو وُہ پتھر نرم ہو گیا اور آپ نے اپنے سرِ مبارک کو اُس میں چھپا لیا۔ یہ معجزہ عجیب تر ہے کیونکہ لوہے کو آگ نرم کر دیتی ہے لیکن ہم نے کبھی نہیں دیکھا کہ آگ نے پتھروں کو بھی نرم کیا ہو۔ اُحد پہاڑ میں وہ نشان ابھی تک باقی ہے اور لوگ اُس کی زیارت بھی کرتے ہیں۔ اسی طرح مکہ مکرمہ کی اضم نامی ایک وادی میں وُہ پتھر بھی ہے جس پر نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے استراحت فرمائی تو وُہ پتھر اتنا نرم ہو گیا تھا کہ آپ کی کہنیوں اور کلائیوں تک کے نشانات اُس پر پڑ گئے تھے۔ یہ بات عام مشہور ہے اور حاجی لوگ اُس پتھر کی زیارت کو جاتے ہیں۔ معراج کی رات میں بیت المقدس کا ایک پتھر آپ کے لیے اِتنا نرم ہو گیا تھا کہ آپ نے بُراق کو اُس کے ساتھ باندھا تھا۔ صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہٗ علیہ۔

حضرت سلیمان علیہ السلام

اگر یہ کہا جائے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کو ایسی بادشاہی عطا فرمائی گئی جو اُن کے بعد کسی کو عطا نہیں فرمائی۔ تو ہم کہتے ہیں کہ فخرِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو زمین کے تمام خزانوں کی چابیاں مرحمت فرمائی گئیں[۱]

---

[۱] ؎ مالکِ کونین ہیں گو پاس کچھ رکھتے نہیں
دو جہاں کی نعمتیں ہیں اُن کے خالی ہاتھ میں (رضاؔ)

marfat.com

لیکن آپ نے تھوڑی شے اور قلیل طعام کو رضائے الٰہی کی خاطر اختیار کیا اور دنیا کو حقیر جانتے ہوئے اور آخرت کے بلند مراتب کو پسند فرماتے ہوئے، اُن کنجیوں کو لینے سے انکار کر دیا تھا۔

حافظ ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے۔ اُن کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ باری تعالیٰ شانہ نے وادیٔ بطحا کو میرے لیے سونا بنا دینے کے بارے میں مجھ سے پوچھا: میں عرض گزار ہوا کہ اے پروردگار! میں ایسا نہیں چاہتا۔ میں تو یہ پسند کرتا ہوں کہ ایک روز سیر ہو کر کھاؤں اور تین دن بھوکا رہوں۔ جب بھوکا رہوں گا تو تیرے حضور عاجزی پیش کروں گا اور تیری یاد میں مصروف رہوں گا۔ جب شکم سیر ہو کر کھاؤں گا تو تیری حمد و ثنا بیان کروں گا اور شکر بجا لاؤں گا۔

حافظ ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سند کے ساتھ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی ہے۔ اُن کا بیان ہے کہ سرورِ کون و مکاں صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عائشہ! اگر میں چاہوں تو میرے ساتھ سونے کے پہاڑ چلیں۔ میرے پاس ایک فرشتہ حاضر ہوا جس کی کمر عمارتِ کعبہ جتنی محیط تھی، اُس نے کہا: یا رسول اللہ! آپ کے رب نے سلام بھیجا ہے اور پوچھا ہے کہ آپ نبی عبد بننا پسند کرتے ہیں یا نبی بادشاہ؟ آپ دونوں میں سے جو کچھ بننا چاہیں گے اُسی کے مطابق ہو جائے گا۔ میں نے جبریل علیہ السلام کی جانب (برائے مشورہ) نظر اٹھائی تو اُن کا اشارہ تواضع کی جانب تھا۔ میں بارگاہِ الٰہی میں عرض گزار ہوا: اے پروردگار! میں نبی عبد رہنا چاہتا ہوں۔

اگر یہ کہا جائے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے لیے ہوائیں مسخر تھیں، جو اُنھیں تمام زمین کی سیر کراتی تھیں، جس کے باعث اُن کی صبح کی منزل ایک ماہ کی راہ اور شام کی منزل بھی ایک ماہ کی راہ ہوا کرتی تھی، تو ہم کہتے ہیں کہ فخرِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس سے بھی زیادہ عنایات سے نوازا گیا ہے کیونکہ آپ نے رات کے تھوڑے سے حصے میں مکہ معظمہ سے بیت المقدس تک کی سیر فرمائی، جو ایک مہینے کی مسافت ہے اور آسمانی بادشاہی کا نظارہ کرنے کے لیے آسمانِ دنیا تک گئے جو پچاس ہزار سال کا راستہ ہے۔ یہ سفر بھی رات کے وقت ایک قلیل مدت میں طے فرمایا۔ اس کے بعد ایک آسمان سے دوسرے کی جانب گئے

marfat.com

اور وہاں کے عجائبات کا معائنہ فرمایا، جنت اور دوزخ کو دیکھا، اپنی اُمت کے اعمال، جو پیش کیے گئے تھے ملاحظہ فرمائے۔ انبیائے کرام اور فرشتوں کے ساتھ نماز ادا کی۔ تمام عجائبات کو دیکھتے ہوئے حجابات سے بھی گزر گئے۔ پھر ایک سبز رفرف آپ کو اور اُوپر لے گیا۔ یہاں تک کہ باری تعالیٰ شانہٗ کی خاص تجلیات نے آپ کو آغوشِ رحمت میں لے لیا۔ اُس وقت اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر وحی فرمائی اور جو اُس نے چاہا وحی فرمائی۔ آپ کو سورۂ بقرہ کی آخری آیات بھی مرحمت ہُوئیں جو عرشِ الٰہی کا نیچے والا خزانہ ہے۔ آپ سے یہ وعدہ بھی فرمایا گیا کہ آپ کے دین کو باقی تمام ادیان پر غالب رکھا جائے گا حتیٰ کہ زمین کے مشرق و مغرب میں آپ کے دین کے علاوہ اور کوئی دین نہ ہوگا۔ یہ بھی وعدہ فرمایا گیا کہ کافر ہمیشہ آپ کے پیروکاروں کے باجگزار رہیں گے اور ہمیشہ ذلیل ہو کر رہیں گے۔ وہیں آپ کی اُمت پر پانچ نمازیں فرض فرمائی گئیں سو ہیں مُوسٰی علیہ السلام سے بار بار ملاقات ہُوئی اور نمازوں کی تخفیف کا مرحلہ درپیش رہا۔ یہ تمام واقعات رات کے ایک ذرا سے حصے میں واقع ہو گئے۔

اگر یہ کہا جائے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس جنات آتے تھے۔ وہ آپ کے تابع اور مجبور کر دیئے گئے تھے اور آپ اُن کے سرکشوں کو زنجیروں میں جکڑ کر قید رکھتے تھے۔ تو ہم کہتے ہیں کہ فخرِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں جن برضا و رغبت مطیع ہو کر آتے، آپ کی تعظیم و توقیر بجالاتے۔ آپ کی نبوت کی تصدیق کرتے اور ایمان لے آتے تھے والہانہ طور پر آپ کے ہر حکم کی تعمیل کرتے تھے اور عاجزانہ آپ کی خدمت میں حاضر ہونے کا شرف حاصل کیا کرتے تھے۔ آپ سے عنایات طلب کرتے اور کھانے پینے کی چیزیں مانگتے تھے۔ اُن کے جواب میں سرورِ کون و مکاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ جب وہ گوبر کو پائیں گے تو اُن کی خوراک بن جایا کرے گا اور ہڈی گوشت والی ہو جایا کرے گی۔ ایک مرتبہ بڑے بڑے جن اور اُن کے سردار بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو کر دولتِ ایمان سے مالا مال ہُوئے، جن کا اللہ جل شانہٗ نے قرآنِ کریم میں یوں ذکر فرمایا ہے:

وَ اِذْ صَرَفْنَآ اِلَيْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ[1] اور یاد کرو جب کہ ہم نے تمہاری طرف کتنے ہی جن پھیرے۔

نیز یُوں بھی ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

---

[1] پ ۲۶، سورۃ الاحقاف، آیت ۲۹

قُلْ اُوْحِیَ اِلَیَّ اَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ فَقَالُوْا اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا یَّهْدِیْ اِلَی الرُّشْدِ فَاٰمَنَّا بِهٖ ؕ لہ

تم فرماؤ کہ مجھے وحی ہوئی کہ کچھ جنّوں نے میرا پڑھنا کان لگا کر سنا، تو بولے ہم نے ایک عجیب قرآن سنا کہ بھلائی کی راہ بتاتا ہے تو ہم اس پر ایمان لے آئے۔

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں ہزار ہا جن حاضر ہوئے اور نماز پڑھنے، روزہ رکھنے اور مسلمانوں کے ساتھ پیار محبت کا سلوک کرنے کا وعدہ کرتے ہوئے بیعت کی اور آپ کے سامنے اِس بات پر معذرت چاہی کہ اُنھوں نے اللہ ربّ العزت کے بارے میں جہالت کے باعث ناروا باتیں بھی کہی تھیں۔ پاک ہے وُہ ذات جس نے نبوت کے باعث اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے جنّوں کو مسخر کر دیا حالانکہ وُہ شرارتی ہوتے ہیں۔ علاوہ بریں اللہ تعالیٰ کے لیے وہ اولاد کے قائل تھے۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بعثت جنّوں اور انسانوں کے بے شمار امور کو شامل ہے چنانچہ جو کچھ اس سلسلے میں حضرت سلیمان علیہ السلام کو ملا تھا۔ اُس کی نسبت یہ جو کچھ بیان کیا گیا ہے کہیں افضل و اعلیٰ ہے۔

حافظ ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سند کے ساتھ حضرت بلال بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے۔ وُہ فرماتے ہیں کہ ایک سفر کے دوران ہم سرورِ کون و مکاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے کہ آپ تقاضائے حاجت کے لیے ایک جانب تشریف لے گئے آپ کی یہ عادتِ مبارکہ تھی کہ تقاضائے حاجت کے لیے دُور تشریف لے جایا کرتے تھے۔ جب آپ فارغ ہو گئے تو میں پانی کا مشکیزہ لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ میں نے آپ کے پاس جھگڑنے کی آوازیں اور شور و غوغا سُنا، حالانکہ اِس سے پہلے بارگاہِ رسالت میں ایسا منظر کبھی دیکھا نہیں تھا۔ آپ نے مجھ سے پُوچھا، کیا تمھارے پاس پانی ہے؟ مَیں نے اثبات میں جواب دیا۔ فرمایا، بہت خُوب اَور پانی مجھ سے لے لیا۔ طہارت کے بعد وضو فرمایا۔ مَیں عرض گزار ہُوا کہ یا رسول اللہ! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) مَیں نے آپ کے پاس بلند آوازیں سُنی ہیں اَور شور و غوغا دیکھا ہے، حالانکہ

لہ پ ۲۹، سورۂ الجن، آیت پہلی اور دُوسری

marfat.com

اِس سے پہلے آپ کی بارگاہ میں یہ بات دیکھی نہیں گئی۔ آپ نے فرمایا: اُس وقت میرے پاس مسلمان جن اور مشرک جن آپس میں جھگڑ رہے تھے اور وُہ مجھ سے اپنے اپنے رہنے کی جگہ مانگ رہے تھے میں نے مسلمان جنّوں کو جبس میں اور کافر جنّوں کو غور میں رہنے کا حکم دیا ہے۔ عبد اللہ بن کثیر کہتے ہیں کہ مَیں نے اپنے والدِ محترم سے دریافت کیا کہ جبس کیا چیز ہے اور غور کس مقام کو کہتے ہیں ؟ انھوں نے بتایا کہ جبس سے مراد بستیاں اور پہاڑ ہیں جبکہ غور پہاڑوں اور سمندروں کی درمیانی جگہ کو کہتے ہیں۔ کثیر فرماتے ہیں کہ جبس میں جانے والوں کو ہم نے سلامت ہی دیکھا ہے لیکن جو غور میں پہنچ جاتا ہے اُس کا پھر خدا ہی حافظ ہے۔

اگر یہ کہا جائے کہ کوئی جن حضرت سلیمان علیہ السلام کی نافرمانی کرتا تھا تو آپ اُس کو جکڑ دیتے اور قید کر دیا کرتے تھے اور اِس امر کی اللہ تعالیٰ نے اُنھیں قدرت دی تھی اسی لیے جن ہر کام میں اُن کے حکم کی تعمیل پر کمربستہ رہتے تھے۔ ہم کہتے ہیں کہ نہ صرف فخرِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بلکہ آپ کے اصحاب میں سے کتنے ہی حضرات کو اللہ تعالیٰ نے جنّات پر تسلط دیا تھا اور وہ سلیمان علیہ السلام کی طرح جنّوں کو قبضے میں رکھتے اور سرکشوں کو مبتلائے عذاب کرنے کی قدرت رکھتے تھے۔

حافظ ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک خبیث جن آج رات کو مجھ پر کُودا تاکہ میری نماز ٹوٹ جائے۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے اُس پر قدرت دی اور مَیں نے اُسے پکڑ لیا۔ میرا ارادہ ہوا کہ اُسے مسجد کے ایک ستون کے ساتھ باندھ دُوں تاکہ صبح ہوتے ہی مسلمان بھی اُس کا حشر دیکھ لیں۔ لیکن مجھے اپنے بھائی سلیمان علیہ السلام کی وُہ دعا یاد آگئی، جو اُنھوں نے اس سلسلے میں اللہ رب العزت سے مانگی تھی کہ،

رَبِّ اغْفِرْ لِي وَهَبْ لِي مُلْكًا لَّا يَنْبَغِي لِأَحَدٍ مِّنْ بَعْدِي ۚ إِنَّكَ أَنْتَ الْوَهَّابُ ۔ [۱]	اے میرے رب! مجھے بخش دے اور مجھے ایسی سلطنت عطا کر جو میرے بعد کسی کو لائق نہ ہو۔ بے شک تو ہی بڑی دین والا ہے۔

---

[۱] پ ۲۳، سورۃ ص آیت ۳۵

marfat.com

لیکن اللہ تعالیٰ نے اُس جن کو میرے پاس سے ذلیل و خوار کر کے لوٹایا۔

حافظ ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے جنوں کے ایسے کتنے ہی واقعات ذکر کیے ہیں، جن سے صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے بارے میں یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ جنات اُن کے لیے بھی مسخر فرمائے گئے تھے اور انھوں نے ایسی احادیث بھی نقل فرمائی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ ملائکہ نے بھی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مدد اور اطاعت کی ہے۔

حافظ ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ اگر یہ کہا جائے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام پرندوں اور چیونٹیوں کا کلام سمجھ لیتے تھے اور انھیں اِن چیزوں پر تسلط بھی دیا گیا تھا، تو ہم کہتے ہیں کہ سرورِ کون و مکاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اِس سے بھی زیادہ قدرت دی گئی ہے۔ قبل ازیں ہم بارگاہِ رسالت میں بہائم اور درندوں کا کلام کرنا، ستون کا رونا، اُونٹ کا شکایت کرنا، درختوں کا کلام کرنا، کنکریوں اور پتھروں کا تسبیح بیان کرنا، آپ کا پتھروں کو بُلانا اور اُن کا حاضرِ بارگاہ ہو جانا، بھیڑیئے کا آپ کی نبوت کا اقرار کرنا، پرندوں کا آپ کے حکم کو بجا لانا، ہرنی کا کلام کرنا بلکہ آپ سے شکایت کرنا، گوہ کا آپ سے کلام کرنا اور آپ کی نبوت کا اقرار کرنا وغیرہ کے متعدد واقعات نقل کر چکے ہیں۔

حضرت یُوسف علیہ السلام

اگر یہ کہا جائے کہ حضرت یوسف علیہ السلام جملہ انبیاء و مرسلین علیہم السلام میں سب سے زیادہ خوب صورت مشہور ہیں بلکہ ساری مخلوق سے بڑھ کر خُوب صورتی کا مجسّم تھے، تو ہم کہتے ہیں کہ نبی آخر الزمان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خوب صورتی، جس کے ساتھ صحابۂ کرام آپ کی تعریف و توصیف کیا کرتے تھے، اُس کی کوئی انتہا ہی نہیں ہے کیونکہ انھوں نے آپ کی مثال چمکتے ہُوئے سُورج اور چودھویں رات کے چاند سے دی ہے حالانکہ آپ چاند سے بھی زیادہ حسین و جمیل تھے۔ آپ کا چہرۂ انور سونے کی طرح دمکتا تھا جیسے چاند اپنی پُوری تابانی دکھا رہا ہو۔ آپ کے پسینے کی خوشبو مہکنے والی مُشک و کستوری کی طرح تھی۔

حافظ ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سند کے ساتھ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے۔ اُن کا بیان ہے کہ میں نے حضرت ربیع بنت معوذ بن عفراء

marfat.com

رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اوصاف دریافت کیے تو انھوں نے جواب دیا، اے بیٹے!:

لو رأیتہ رأیت الشمس	اگر تو اُنہیں دیکھتا تو یوں محسوس ہوتا کہ سورج
الطالعۃ۔ (ص۳۰)	چمک رہا ہے۔

حافظ ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سند کے ساتھ حضرت امام حسن بن حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی ہے۔ اُن کا بیان ہے کہ میں نے حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت کیا کہ:

صف لی رسول اللہ صلی اللہ	رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صفتِ
علیہ وسلم حتی کانی انظر	حُسن وجمال میرے سامنے اِس طرح بیان کیجئے
الیہ قال نعم کان رسول اللہ	جس سے محسوس ہو کر گویا میں خود اُس جمالِ
صلی اللہ علیہ وسلم حسن	جہاں آرا کی زیارت کر رہا ہوں۔ کہا اچھا۔
الوجہ یتلألؤ وجہہ تلألؤ	رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایسے حسین اور
القمر لیلۃ البدر۔ (ص۳۰)	چمکدار چہرے والے تھے جیسے چودھویں رات کا
	چاند چمکتا ہے۔

حافظ ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اپنی سند کے ساتھ روایت کی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ حُسنِ مصطفیٰ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی یہ کیفیت تھی کہ:

اذا سرہ الامر استنار وجہہ	جب خوشی کا موقع ہوتا تو آپ کا چہرہ اِس طرح
کانہ دارۃ القمر۔ (ص۳۰)	دکھتا جیسے چاند کا گھیرا چمکتا ہے۔

حافظ ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سند کے ساتھ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی ہے کہ:

کان عرق رسول اللہ صلی	رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چہرۂ انور
اللہ علیہ وسلم فی وجہہ مثل	پر پسینہ موتیوں کی طرح معلوم ہوتا تھا، جو مشک
اللؤلؤ اطیب من المسک	سے زیادہ خوشبودار تھا۔ آپ کا چہرہ

marfat.com

الا ذفرو كان احسن الناس — تمام انسانوں سے زیادہ حسین تھا اور رنگ نورانی
وجھًا وانوارھم لونًا لم — تھا۔ اگر کوئی آپ کے حُسن و جمال کی تعریف کرنا چاہے
یصفه واصف قال بمعنی صفقد — تو کما حقہ توصیف نہیں کر سکے گا۔ رسول اللہ صلی
الا شبه وجهه بالقمر لیلة — اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چہرۂ پُر نور کی کوئی بھی
البدر صلی اللہ علیه و — توصیف کرنے والا چودھویں رات کے چاند سے
سلم - (ص۳) — تشبیہ دیئے بغیر نہیں رہ سکتا۔

اگر یہ کہا جائے کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام کو بچپن ہی میں حکم عطا فرمایا گیا تھا

حضرت یحییٰ علیہ السلام

اسی لیے وہ گناہوں سے بچے رہنے کے باوجود بھی روتے رہا کرتے اور وصال کے روزے رکھا کرتے تھے یعنی متواتر روزے رکھتے تھے۔ ہم کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس خوبی میں اُن پر بھی فضیلت دی گئی ہے کیونکہ یحییٰ علیہ السلام بت پرستی اور جاہلیت کے زمانے میں مبعوث نہیں ہوئے تھے جبکہ سرورِ کون ومکاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس دور میں مبعوث فرمایا گیا تھا جب جاہلیت اپنے شباب پر تھی اس کے باوجود آپ بچپن ہی میں بُت پرستی اور شیطانی جماعت سے اجتناب کرنے کا حکم و فہم ملا اور ایسی فراست مرحمت فرمائی گئی، جس کے باعث نہ آپ نے کبھی بتوں کی جانب رغبت کی اور نہ بُت پرستوں کے ساتھ اُن کے میلوں تہواروں میں شرکت کی۔ علاوہ ازیں کسی نے آپ کی زبان مبارک سے کبھی کوئی جھوٹی بات نہیں سُنی بلکہ قوم اور ماحول کے اندر آپ سچے، امین، حلیم، شفیق اور مہربان مشہور تھے اور:

كان یواصل الاسبوع صوماً — آپ ایک ایک ہفتے تک متواتر روزے رکھتے تھے
فیقول انی اظل عند ربی یطعمنی — اور فرماتے کہ میں اپنے رب کے پاس رہتا ہوں،
ویسقینی وكان صلی اللہ علیه — وُہی مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے رسول اللہ صلی اللہ
وسلم یبکی حتی یسمع لصدرہ — تعالیٰ علیہ وسلم جب (خوفِ الٰہی سے) روتے
ازیز کازیز المرجل من البکاء — تو آپ کے سینۂ اقدس سے ایسی آواز آتی جیسے
(ص۳) — ہانڈی جوش مارتی ہے اور اس وقت ہانڈی سے آواز آتی ہے۔

marfat.com

اگر یہ کہا جائے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضرت یحییٰ علیہ السلام کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ وُہ حصُور تھے یعنی عورتوں کی جانب رغبت نہیں رکھتے تھے۔ ہم کہتے ہیں کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام بیشک نبی تو تھے لیکن اپنی قوم کی جانب مبعوث نہیں فرمائے گئے تھے۔ اِن حالات میں وُہ تنہا اپنے احوال کی اصلاح میں معروف رہتے تھے لیکن نبیِ آخرالزماں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تمام انسانوں کی ہدایت و رہنمائی کے لیے رسُول بنا کر بھیجا گیا تھا، تاکہ اپنے قول اور فعل کے ذریعے مخلوق کو خدا کی طرف بُلائیں۔ اِسی لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مختلف احوال اور بلند مقامات ظاہر فرمائے جن میں آپ کے تصرف کے لحاظ سے تفاوت ہے تاکہ ہر مرتبے کا انسان آپ کے افعال و اوصاف کی اقتدا کر سکے۔ چنانچہ صدیق اپنی بزرگی میں، شہدا اپنے مراتب میں اور صالحین اپنے مختلف حالات کے مطابق اُس ہادیِ کائنات کی پیروی کریں اور ہر اعلیٰ، ادنیٰ اور متوسط درجے کا آدمی بلکہ ایک خاص منصب پر فائز ہونے والا بھی آپ کے مختلف اور اپنے مطابق احوال و کردار سے رہنمائی کا سامان حاصل کر کے نفع اندوز ہو سکے۔

یہ تو ظاہر بات ہے کہ نکاح کی جانب نفس کو خاص رغبت ہے اور خواہشات کا اِس طرف خاص میلان ہے، اسی لیے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی اُمت کو نکاح کا حکم دیا اور اِس کی رغبت دلائی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انسانی فطرت کو اِسی کے مطابق رکھا ہے اور اسی لیے انسانوں کے لیے اِسے مباح کیا ہے تاکہ اِس کی بدولت وُہ زناکاری سے محفوظ رہیں۔ بایں وجہ آپ بھی لوگوں کی خاطر ظاہری طور پر اِس فعل میں شامل ہُوئے اور اُن کے ساتھ نام کی شمولیت ہو گئی کیونکہ آپ دُوسروں جیسے نہیں بلکہ انفرادی حیثیت رکھتے ہیں۔ اِسی لیے فرمایا ہے:

تزوجوا فانی مکاثر بکم الامم۔	نکاح کرو تاکہ میں تمہاری کثرتِ تعداد کے باعث دُوسری
فان غلب علیہ و علی قلبہ	اُمتوں پر فخر کروں کیونکہ آپ پر یا آپ کے قلب مبارک
ما افردہ الحق بہ من قولہ	پر عورتوں کی جانب میلان غالب ہوتا بلکہ آپ کی
وجعلت قرۃ عینی فی الصلوٰۃ	انفرادیت تو توجہ الی اللہ تھی جیسا کہ فرمایا ہے:
تلطف علیہ الصلوٰۃ والسلام	میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں رکھی گئی ہے۔

marfat.com

فی مرضاتہ۔ (ص۱۵) یہ معاملہ نہ ہوتا بلکہ اپنی خواہشات سے لطف اندوز ہوتے۔

آپ ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرماتے، تم مجھے اجازت دو کہ میں آج کی رات عبادت میں بسر کروں۔ وہ عرض کرتیں، اگرچہ مجھے آپ کا قرب محبوب ہے لیکن آپ کی رضا بھی محبوب ہے۔ پس آپ نماز میں مشغول ہو جاتے اور ساری ساری رات نماز پڑھتے اور بارگاہِ الٰہی میں گریہ وزاری کرتے ہوئے گزار دیتے۔ بعض اوقات جنت البقیع کی طرف تشریف لے جاتے وہاں اپنے رب کے حضور میں عجز و نیاز پیش کرتے، قبرستان کو اپنے قدوم میمنت لزوم کی برکتوں سے مستفید فرماتے اور اس طرح اہلِ قبور کی قسمت جگاتے۔ کبھی رات بھر سرگوشی کے انداز میں بار بار صبح تک اس آیت کو پڑھتے رہتے،

اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَاِنْ	اگر تو انھیں عذاب کرے تو وہ تیرے بندے ہیں اور
تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ۔[1]	اگر تو انھیں بخش دے تو بیشک تو غالب حکمت والا ہے

علاوہ بریں بشریت کے احکام اور نفس کے تقاضوں سے تو آپ شقِ صدر کے وقت ہی پاک ہو چکے تھے جبکہ فرشتوں نے آپ کے قلبِ اطہر کو ایمان اور حکمت کی ہر ممکن دولت سے بھر دیا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ جب آپ کا ساری اُمت کے ساتھ بھی وزن کیا گیا تو آپ ہی بھاری رہے تھے۔ یہ اسی وجہ سے تو تھا کہ آپ کے قلبِ مبارک پر اللہ تعالیٰ نے سکینہ نازل فرمایا ہوا تھا۔ صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہ۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام

حافظ ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

کل فضیلة اوتی عیسی علیہ	ہر وہ فضیلت جو عیسیٰ علیہ السلام کو عطا فرمائی گئی وہ
السلام فقد اوتیها نبینا صلی اللہ	نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ضرور مرحمت فرمائی گئی
علیہ وسلم وانها لم ینکرها	یہ ایسی یقینی بات ہے جس کا کوئی دین کی سمجھ رکھنے والا
متدین مما اطلعہ اللہ علیہ	شخص انکار نہیں کر سکتا۔ اس کے علاوہ آپ
خصوصًا من الغیوب التی لم	کو ایسے خاص غیوب پر بھی مطلع فرمایا گیا، جن کی آپ کے

---

[1] پ ۷، سورہ المائدہ، آیت ۱۱۸

marfat.com

یعلم علیہا غیرہ من الخلق	سوا کسی کو اطلاع نہیں بخشی گئی مثلاً اس کائناتِ ارضی
الکائنات التی لم یخبر بہا	پر ظہور پذیر ہونے والے واقعات ان کی خبر فخرِ دوعالم
سواہ من المرسلین صلی اللہ	صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علاوہ کسی نبی یا مرسل
علیہ وسلم۔ (ص)	نے بالکل نہیں دی۔

اگر کہا جائے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خصوصیات میں سے ایک بات یہ ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کو اُن کی والدہ ماجدہ کی جانب بھیجا گیا، جو بشکل بشر کی صورت میں حاضر ہوئے اور کہا:

اِنَّمَآ اَنَا رَسُوْلُ رَبِّكِ لِاَهَبَ	بے شک میں تیرے رب کا بھیجا ہُوا ہوں کہ میں
لَكِ غُلٰمًا زَكِيًّا۔ ؎	تجھے ایک ستھرا بیٹا دوں۔

نیز جب کنواری ہونے کے باعث عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش پر قوم نے اعتراض کیا تو مریم علیہا السلام نے آپ کی جانب اشارہ فرمایا۔ اُس وقت اللہ ربّ العزت نے آپ کو قوتِ گویائی مرحمت فرمائی اور پنگوڑے میں تشریف فرما ہونے کے باوجود آپ نے اپنی قوم کو مخاطب کر کے فرمایا:

اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰهِ اٰتٰىنِیَ الْكِتٰبَ وَ	بے شک میں اللہ کا بندہ ہوں۔ اُس نے مجھے کتاب
جَعَلَنِیْ نَبِیًّا ۞ ؎	دی اور مجھے غیب کی خبریں بتانے والا (نبی) کیا۔

معلوم ہُوا کہ عیسیٰ علیہ السلام دُنیا والوں کے لیے بہت بڑی نشانی اور بعد میں آنے والوں کے لیے ایک مثال تھے۔ لیکن یہ نہیں سُنا گیا کہ دُوسرے کسی نبی کو ایسی خصوصیت مرحمت فرمائی گئی ہو۔ ہم کہتے ہیں کہ فخرِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بھی یہ خصوصیات مرحمت فرمائی گئی تھیں اور ان جیسی متعدد اور بھی، جو آپ کی پیدائش مقدسہ سے متعلق تھیں اور حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو آپ کے تشریف لانے کی بشارت دے دی گئی تھی اور تولّد کے وقت بھی متعدد عجیب باتیں ظہور میں آئیں۔

حافظ ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سند کے ساتھ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اپنی والدہ ماجدہ کے شکم مبارک میں تشریف فرما ہونے کی کئی چیزوں نے دلالت کی۔ منجملہ اُن کے قریش کے ہر جانور نے اُس رات کلام کیا

؎ پ ۱۶، سورۂ مریم، آیت ۱۹ ؎ پ ۱۶، سورۂ مریم، آیت ۳۰

marfat.com

اور کہا رب کعبہ کی قسم، نبیِ آخرالزماں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی والدۂ ماجدہ کے بطن مبارک میں تشریف لاچکے ہیں۔

آپ کا وجود دنیا کے لیے امن وسلامتی کا ضامن ہے اور آپ اس کائنات ارضی وسماوی کے سورج ہیں۔ قریش اور عرب کے دیگر قبائل میں کوئی کاہن مرد یا عورت ایسا باقی نہ رہا جس کے پاس خبریں لانے سے اس کا جن روک نہ دیا گیا ہو۔ گویا کاہنوں کا علم آپ کی تشریف آوری کے باعث چھن گیا۔ بادشاہوں کے تخت اوندھے ہو کر گر گئے اور شاہانِ عالم مُہرِ لب اُس روز اُن میں سے کوئی بھی کلام نہ کر سکا۔ مشرق کے درندوں نے مغرب کے درندوں کو بشارت دی۔ سمندروں نے ایک دوسرے کو آپ کی آمد کا مژدہ سنایا۔ شکمِ مادر میں رونق افروز ہوتے ہی ہر ماہ ایک آواز زمین پر اور دوسری آسمان پر سُنی جاتی تھی کہ دنیا والوں کو مبارک ہو کہ حضرت ابوالقاسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم برکتیں اور رحمتیں لے کر دنیا میں تشریف لا رہے ہیں۔

آپ کی والدۂ ماجدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بیان ہے کہ جب حمل کو کئی ماہ گزر گئے تو کسی نے مجھے خواب کی حالت میں پیر کی آہٹ سے اپنی جانب متوجہ کرتے ہوئے کہا: اے آمنہ! تیرے شکم مبارک میں وہ نادرِ روزگار ہستی ہے جو دونوں جہانوں میں سب سے بہتر ہے۔ جب وہ رونق آرائے گیتی ہو جائے تو اس کا نام محمد رکھنا (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) اور اِس معاملے کا کسی سے ذکر نہ کرنا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرمایا کرتی تھیں کہ جس طرح بچوں کی پیدائش کے وقت عورتوں کو تکلیف ہوتی ہے اُسی طرح مجھے بھی دردِ زِہ شروع ہُوا۔ ہماری قوم کے کسی مرد یا عورت کو اُس وقت یہ بھی معلوم نہیں تھا کہ میں گھر میں اکیلی ہُوں۔ آپ کے جدِ امجد حضرت عبدالمطلب اُسی وقت خانۂ کعبہ کے طواف میں مصروف تھے۔ وہ فرماتی ہیں کہ میں نے ایک سخت آواز سُنی، جو قابلِ ذکر ہے، اور میں اُس سے خوفزدہ ہُوئی۔ وہ پیر کا روز یعنی دوشنبہ تھا۔ اسی اثناء میں کیا دیکھتی ہُوں کہ ایک سفید پرندہ میرے دل کے اُوپر اپنا پَر پھیر رہا ہے جس کے باعث خوف، گھبراہٹ اور درد کا تصوّر تک میرے نزدیک نہ رہا۔ اِس کے بعد اچانک ایک سفید چیز نظر آئی، میں نے سمجھا تھا کہ وُہ دُودھ ہے، چونکہ مجھے سخت

marfat.com

پیاس محسوس ہو رہی تھی، اِسی لیے مَیں نے اُس میں سے کچھ پی لیا تو فوراً میرے پاس سے ایک نُور چمکتا ہُوا فضا میں بلند ہوتا چلا گیا۔ اِس کے بعد مَیں نے چند عورتوں کو دیکھا جو کھجور کے درختوں کی طرح دراز قد تھیں، گویا وہ حضرت عبدالمطلب کی صاحبزادیاں ہیں اور وہ میرے گرد کھڑی تھیں۔ میں نے سمجھا چونکہ میں متعجب ہو کر کہہ رہی تھی وَاغَوثَاہُ یعنی اے فریاد رس! شاید یہ عورتیں میری تکلیف کو محسوس کر کے خبر گیری کے لیے آئی ہیں۔ تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد میں نے ایک عظیم اور خوفناک آواز سُنی تھی۔ اِسی اثناء میں اچانک کیا دیکھتی ہُوں کہ زمین و آسمان کے درمیان سفید ریشم لٹک رہا ہے اور کوئی کہنے والا یہ کہہ رہا ہے کہ اُسے لوگوں کی نگاہوں سے پوشیدہ کر دو۔

آپ فرماتی ہیں کہ مَیں نے چند مرد دیکھے جو اپنے ہاتھوں میں چاندی کے لوٹے پکڑے ہُوئے فضا میں کھڑے تھے۔ اُس وقت میرے جسم سے مشک جیسا خوشبودار پسینہ موتیوں کی طرح ٹپک رہا تھا اور میں کہہ رہی تھی: کاش! حضرت عبدالمطلب اِس وقت میرے پاس ہوتے کیونکہ وہ مجھ سے دُور گئے ہُوئے تھے۔ آپ کا بیان ہے کہ مَیں نے بہت سے پرندے دیکھے، نہیں معلوم وہ کہاں سے آئے تھے؟ اُن میں سے ہر ایک کی چونچ زمرد کی اور پَر یاقوت کے تھے۔ اُنھوں نے میرے حجرے کو گھیر رکھا تھا۔ مزید فرمایا:

فکشف لی عن بصری فابصرت	اُس وقت میری نگاہوں کے سامنے سے پردے
فی ساعتی مشارق الارض و	اُٹھ گئے، پس میں نے زمین کے مشرق اور مغرب
مغاربھا و رأیت ثلاثۃ اعلام	تک دیکھ لیا تھا۔ اِسی دوران میں یہ بھی مَیں نے
مضروبات علماً فی المشرق و	دیکھا کہ تین جھنڈے گڑے ہُوئے ہیں۔ ایک
علماً فی المغرب و علماً علی	جھنڈا مشرق میں تھا، دوسرا مغرب میں اور
ظھر الکعبۃ۔ (صلى)	تیسرا خانۂ کعبہ کی چھت پر نصب تھا۔

آپ کا بیان ہے کہ درد کی شکایت کے باعث میری حالت عجیب و غریب تھی۔ اِسی اثناء میں کیا دیکھتی ہُوں کہ چند عورتوں نے مجھے سہارا دیا ہُوا ہے۔ وہ قطار اندر قطار میرے پاس آ رہی تھیں اور میرے گھر میں اِس قدر عورتیں جمع ہو گئیں کہ تِل دھرنے کو جگہ نہ رہی۔ اِس غیبی برات کی آمد پر وہ آقائے کائنات میرے بطن سے فضائے عالم میں رونق افروز ہو گئے۔ دنیا میں تشریف

marfat.com

لاتے ہی آپ نے سجدہ کیا اور عجز و نیاز پیش کرنے کے ساتھ شہادت کی دونوں انگلیاں اُٹھائی ہوئی تھیں۔ پس آپ کو اِس حالت میں تعجب کے ساتھ دیکھ رہی تھی کہ ایک سفید بادل نظر آیا، جو آسمان سے زمین کی جانب اُترا اور اُس نے آپ کو ڈھانپ لیا پھر مجھ سے غائب کر دیا۔ اِس کے بعد ایک ندا کرنے والے کی آواز سُنی، جو کہہ رہا تھا: محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کو زمین کے مشرق و مغرب کی سیر کراؤ اور تمام سمندروں کو آپ کی زیارت کے شرف حاصل کرنے کا موقع دو، تاکہ وہ آپ کو اوصاف اور صورت کے لحاظ سے پہچانیں اور جان لیں کہ آپ ماحی کے اسم سے موسوم ہیں کیونکہ آپ کی بدولت شرک ایسا مٹے گا کہ اُس کا نشان بھی باقی نہ رہے گا۔

تھوڑی ہی دیر کے بعد وہ سفید بادل ہٹ گیا اور آپ موصوف کے سفید کپڑوں میں ملبوس آرام فرما تھے۔ اُس کپڑے کا رنگ دُودھ سے بھی زیادہ سفید تھا۔ آپ کے نیچے سبز ریشم تھا اور ہاتھ میں تین چابیاں تھیں، جن کا رنگ موتیوں کی طرح چمکدار تھا۔ ایک شخص یہ منادی کر رہا تھا کہ سرورِ عالم نے نصرت، ذبح اور نبوت کی کُنجیاں سنبھال لی ہیں۔

حافظ ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اگر یہ کہا جائے کہ عیسیٰ علیہ السلام مٹی سے پرندہ بناتے اور وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے اُڑنے لگتا تھا، تو ہم کہتے ہیں کہ نبی آخرالزمان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بھی اِس قسم کے معجزات صادر ہوئے ہیں۔ حضرت عکاشہ بن محصن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تلوار جنگِ بدر میں ٹوٹ گئی تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اُنھیں لکڑی مرحمت فرمائی جو کسی پودے کی جڑ تھی۔ وہ اُن کے ہاتھ میں لوہے کی ایک ایسی تلوار بن گئی جو سفید، مضبوط اور لمبی تھی اور وہ فرمانِ مصطفیٰ کے مطابق اُسی تلوار کے ذریعے معرکہ آرا رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتحِ مبین مرحمت فرمائی۔ وہ ایامِ ردت تک اُسی تلوار کے ساتھ جنگوں میں حصہ لیتے رہے۔ جو بات اِس میں ہے کہ لکڑی کو لوہا بنا دیا اور وہ مدتوں تلوار کی شکل میں کام دیتا رہا وہی نوعیت اس جانب ہے کہ مٹی سے پرندہ بنا دیا جاتا تھا۔ علاوہ بریں آپ کے ہاتھ میں سخت پتھروں سے اللہ جل شانہٗ کی تسبیح و تقدیس کے ترانے سُننا، درختوں اور پتھروں کا آپ کی نبوت کی گواہی دینا، درختوں کا آپ کے حکم پر جمع ہونا اور ایک دُوسرے سے مل جانا یہ مجموعی طور مُردے زندہ کرنے اور مٹی سے پرندے کی شکل بنا کر اُڑا دینے کے مانند ہیں یعنی ان معجزات کی نوعیت ایک ہی جیسی ہے۔

marfat.com

اگر یہ کہا جائے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اندھوں، بہروں اور کوڑھیوں کو اللہ تعالیٰ کے حکم سے تندرست کر دیا کرتے تھے تو ہم کہتے ہیں کہ حضرت قتادہ بن نعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آنکھ جنگِ اُحد کے دوران تیر لگنے سے باہر نکل آئی تھی۔ انھیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس لایا گیا۔ آپ نے اس نکلی ہوئی آنکھ کو اس کے مقام پر رکھ دیا اور وہی آنکھ اس طرح کام کرنے لگی کہ کسی کو یہ شک بھی نہیں گزرتا تھا کہ ان کی کوئی سی آنکھ متاثر ہوئی تھی۔ لطف کی بات تو یہ ہے کہ اس آنکھ کی بینائی دوسری سے بڑھ گئی۔

حافظ ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سند کے ساتھ حضرت حبیب بن خدیک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ ان کے والدِ محترم انھیں ساتھ لے کر بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے ان کی آنکھیں بالکل سفید ہو چکی تھیں، جس کے باعث بینائی ختم ہو چکی تھی۔ فخرِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کی وجہ دریافت فرمائی۔ عرض گزار ہوئے کہ میرا پاؤں ایک سفید سانپ کے اوپر پڑ گیا تھا، جس کی وجہ سے میری بینائی جاتی رہی اور اس وقت میں اپنے اونٹ کی ٹانگیں مل رہا تھا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کی آنکھوں پر دَم کیا تو بینائی لوٹ آئی۔ حضرت حبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے والدِ محترم کو دیکھا کہ عمر کی اسی منزلیں طے کر لینے کے باوجود بینائی کا یہ حال تھا کہ سوئی میں دھاگا ڈال لیا کرتے تھے۔

حافظ ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سند کے ساتھ رفاعہ بن رافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے۔ انھوں نے فرمایا کہ بدر کے روز مجھے تیر لگا، جس کے باعث میری ایک آنکھ باہر نکل آئی۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس پر اپنا لعاب دہن لگایا اور دعا فرمائی تو میری تکلیف بالکل جاتی رہی۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آنکھوں میں خیبر کے روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا لعابِ دہن لگایا جبکہ وہ آشوبِ چشم تھے، تو فوراً تندرست ہو گئے اور اس کے بعد کبھی یہ عارضہ پھر لاحق نہ ہوا۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں بیمار اور مصیبت زدہ آتے تو آپ ان کے حق میں دعا فرماتے اور اپنا دستِ شفقت ان پر پھیرتے تو وہ تندرست ہو کر واپس لوٹتے تھے۔

بارگاہِ رسالت میں ایک بچہ لایا گیا جسے شیطان تنگ کرتا تھا۔ آپ نے فرمایا:

marfat.com

اے خدا کے دشمن! دُور ہو جا۔ فوراً اُس بچے نے قے کر دی اور ساتھ ہی وُہ شرارتی جن پلے (کُتّے کا بچہ) کی شکل میں نکل کر بھاگ گیا اور اُس بچے کی تکلیف دُور ہو گئی حالانکہ وُہ پرندے کے اُس بچے کی مانند ہو گیا تھا، جس کے علالت کے باعث بال بھی جھڑ گئے ہوں۔ پھر آپ نے اُس کے لیے دُعا فرمائی تو یُوں محسوس ہو رہا تھا جیسے کسی رسیوں سے باندھے ہُوئے کو کھولا جا رہا ہو۔ ایسے کتنے ہی واقعات ہیں کہ بیماروں نے آپ کے ذریعے شفا پائی۔ جو بارگاہِ رسالت سے شفا کے طلب گار ہُوئے اور اپنی تکلیف بیان کی، تو آپ اُن کے لیے دُعا فرماتے اور وُہ صحت و تندرستی سے ہمکنار ہو کر لوٹتے۔

حافظ ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سند کے ساتھ ابیض بن حمال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ اُن کے چہرے پر کوئی پھوڑا جیسی چیز تھی جس کے باعث اُن کی ناک بھی ٹیڑھی ہو گئی تھی۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنا دستِ کرم پھیرا تو اُن کے چہرے پر پھوڑے کا نشان تک نہ رہا۔ حافظ ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ اپنی سند کے ساتھ رافع بن خدیج رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ اُن کا بیان ہے کہ ایک روز مجھے مہمان کی حیثیت میں ایسے لوگوں کے پاس ٹھہرنے کا اتفاق ہوا، جن کے ہاں گوشت کی ہانڈی اُبل رہی تھی۔ مجھے اُس کی چربی بہت پسند آئی اور زیادہ مقدار میں کھا گیا۔ اِس کے بعد متواتر ایک سال تک بیمار رہا، تو مَیں نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اِس بات کا تذکرہ کیا۔ آپ نے فرمایا، تمہیں سات آدمیوں کی نظر لگی ہے۔ اِس کے بعد میرے پیٹ پر اپنا دستِ مبارک پھیرا تو مجھے سبز رنگ کی قے آئی اور تندرست ہو گیا۔ قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا، اُس روز سے لے کر آج کے دن تک میرے پیٹ میں پھر کبھی درد نہیں ہُوا۔

اگر یہ کہا جائے کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے مُردوں کو زندہ کر دیا کرتے تھے تو ہم کہتے ہیں کہ اِس سے بھی عجیب تر وہ واقعہ ہے جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے نبی آخر الزماں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان کو بلند فرمایا اور معجزہ بھی ایسا جسے ایک پُوری جماعت نے اپنی آنکھوں سے دیکھا یعنی آپ نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما کی بکری کو زندہ کیا تھا نیز یہ معجزہ بھی عجیب ہے کہ آپ کے عہدِ مبارک میں ایک انصاری عورت کے لڑکے کو زندہ فرمایا گیا انکے علاوہ بھی حافظ ابُو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سند کے ساتھ اور کئی واقعات احادیث سے

marfat.com

پیش کیے ہیں. جو اِس بارے میں وارد ہُوئی ہیں - پھر فرماتے ہیں:

اگر یہ کہا جائے کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام غیب کی خبریں دیتے تھے کیونکہ جو کچھ لوگ کھاتے تھے اور جو گھروں میں جمع کر کے رکھتے، وُہ اُن کے متعلق بتا دیا کرتے تھے، تو ہم کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے جو غیبی امور کے بارے میں خبریں دی ہیں وُہ اِن سے زیادہ عجیب ہیں کیونکہ حضرت عیسٰی علیہ السلام تو صرف اُن چیزوں کی خبر دیتے تھے جنھیں لوگ گھروں کی چار دیواری میں کھاتے پیتے تھے لیکن فخرِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اُن چیزوں کی خبر بھی دے دیا کرتے تھے جو ایک ماہ کی مسافت کے فاصلے پر ہوں مثلاً آپ نے نجاشی کے وصال کی خبر دی نیز غزوہ موتہ میں معرکہ آرائی کرنے والے سپہ سالاروں یعنی حضرت زید بن حارثہ، حضرت جعفر طیار اور حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے شہید ہونے کی خبریں دیں - جب کوئی شخص کچھ پُوچھنے آتا تو آپ فرماتے: اگر تم چاہو تو میں بتا دُوں کہ تم کیا پُوچھنا چاہتے ہو؛ چنانچہ اِس قسم کے متعدد واقعات ہیں - منجملہ اُن کے ایک یہ واقعہ ہے کہ فخرِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عمیر بن وہب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بتایا تھا کہ جنگِ بدر میں مشرکین کے سرداروں کی ہلاکت کے بعد، اُنھوں نے اور صفوان بن اُمیّہ نے اِس بات پر اتفاق کیا تھا کہ وُہ خفیہ طور پر پیغمبر کے ساتھ آپ کو ہلاک کر دیں گے - جب عمیر نے یہ بات سُنی تو مسلمان ہو گئے - غیب کی خبریں دینے کے بارے میں قرآن و حدیث کے کتنے ہی دلائل پیچھے گزر چکے ہیں۔

اگر یہ کہا جائے کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام نے سیر و سیاحت بھی کی تھی اور وُہ جنگلات میں سفر کیا کرتے تھے، تو ہم کہتے ہیں کہ سرورِ کون و مکاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کثرت کے ساتھ اِس سے عظیم سیاحت فرمائی اور وُہ جہاد ہے - چنانچہ آپ نے دس سال کے عرصے میں کتنے ہی شہر اور دیہات سَر کیے اور قبائل فتح فرمائے۔

اگر یہ کہا جائے کہ عیسٰی علیہ السلام زاہد تھے - تھوڑی چیز پر قناعت کرتے اور معمولی شئے سے بھی راضی ہو جایا کرتے تھے - جب تک اِس زمین پر تشریف فرما رہے تو بقدرِ کفایت چیز پر ہی گزارہ کرتے رہے - لیکن ہم کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جملہ انبیائے کرام علیہم السلام سے زیادہ زاہد تھے - آپ کا دسترخوان خالی اُٹھایا جاتا تھا - آپ نے

marfat.com

کبھی سیر ہو کر متواتر تین دن گندم کی روٹی نہیں کھائی تھی۔ فاقے کے باعث اپنے پیٹ پر پتھر باندھ لیا کرتے تھے۔ آپ کا لباس اُون کا، بچھونا بکری کے چمڑے کا اور تکیہ بھی چمڑے کا ہوتا تھا، جس میں کھجور کا بورا بھرا ہوا ہوتا تھا۔ بعض اوقات دو تین مہینے تک آپ کے گھر میں آگ نہیں جلائی جاتی تھی۔ بوقتِ وصال آپ کی زِرہ رہن رکھی ہوئی تھی حالانکہ:

ولم يترك صفراء ولا بيضاء مع ما عرض عليه من مفاتيح خزائن الارض وطوى له من البلاد ومنح من غنائم العباد فكان صلى الله عليه وسلم يقسم في اليوم الواحد ثلاثمائة الف و يعطي الرجل مائة من الابل ويعطي ما بين الجبلين من الاغنام ويأتيه السائل فيقول صلى الله عليه وسلم والذي بعثني بالحق ما امسى في آل محمد صاع من شعير ولا من تمر اجوع يوما و اشبع يوما فاذا جعت تضرعت واذا شبعت حمدت وكيف لا يكون كذلك من عظم الله خلقه۔ (مش)

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سونے چاندی کا ترکہ نہیں چھوڑا حالانکہ آپ کے حضور زمین کے خزانوں کی کنجیاں پیش کی گئی تھیں۔ آپ نے کتنے ہی شہروں کو فتح کیا اور وہاں سے بہت سا مالِ غنیمت اور غلام ہاتھ لگے۔ سرورِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک ہی روز میں تین ہزار تک تقسیم فرمایا کرتے تھے۔ ایک آدمی کو آپ نے ازراہِ کرم ایک سو اونٹ مرحمت فرما دیئے۔ آپ نے ایک آدمی کو اتنا بڑا ریوڑ عنایت فرمایا جس سے دو پہاڑوں کے درمیان کی جگہ بھری ہوئی تھی۔ اگر کوئی سائل آتا تو شفیع المذنبین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے، قسم اُس ذات کی جس نے مجھے حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے، آلِ محمد کے گھر میں شام تک جَو یا کھجور کا ایک صاع بھی نہیں بچا۔ میں ایک روز بھوکا رہتا ہوں اور دُوسرے روز سیر ہو کر کھا لیتا ہوں جب بھوکا رہتا ہوں تو بارگاہِ الٰہی میں عاجزی پیش کرتا ہوں اور جب شکم سیر ہوتا ہوں تو شکر بجا لاتا ہوں۔ ایسا کیوں نہ ہوتا جبکہ اللہ تعالیٰ نے اُنہیں خُلقِ عظیم عطا فرمایا تھا۔

marfat.com

چنانچہ اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خُلق کے بارے میں اللہ رب العزت نے فرمایا:

وَإِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ ۝ [1] اور بے شک تمھاری خُو بُو بڑی شان کی ہے۔

اگر یہ کہا جائے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمانوں پر اُٹھائے گئے، تو ہم کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بوقتِ وصال اللہ جل شانہٗ نے یہ اختیار دیا تھا کہ دنیا کی اور اُخروی زندگی میں جسے چاہیں پسند کر لیا جائے۔ آپ نے دنیاوی زندگی پر اُخروی کو ترجیح دی، لیکن آپ کی رُوحِ مبارک کو قبض کرنے کے بعد اللہ رب العزت نے اپنے خاص قُرب میں لے لیا۔ اگر آپ دنیوی بقا کو پسند فرماتے تو حضرت خضر، حضرت الیاس اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام کی طرح آپ بھی آسمانوں اور زمین میں رہتے کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان میں مقیم ہیں اور حضرت خضر اور الیاس علیہما السلام جہاں چاہتے ہیں آسمانوں اور زمین میں جاتے رہتے ہیں۔

اِس کے علاوہ نبیِ آخر الزماں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اُمت سے ایک جماعت کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرح آسمانوں پر اُٹھایا گیا۔ حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آزاد کردہ تھے، جب اُنھیں آسمان کی طرف اٹھایا جا رہا تھا تو لوگ اُنھیں دیکھ رہے تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہدِ خلافت میں حضرت علاء بن حضرمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فوت ہُوئے تو اُنھیں دشمن کی مقبوضہ زمین میں دفن کر دیا گیا۔ صحابۂ کرام نے اِس خوف سے کہ کفار اُن کی لاش کو جوشِ انتقام میں قبر سے نکال کر باہر پھینک دیں گے، اُنھیں دشمن کی مقبوضہ زمین سے منتقل کرنے کے لیے قبر کو کھولا تو وہاں کچھ بھی نہیں تھا۔ معلوم نہیں وہ کدھر چلے گئے۔

حافظ ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سند کے ساتھ حضرت عمرو بن اُمیہ ضمیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ اُنھیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قریش کی جاسوسی کے لیے بھیجا۔ وہ فرماتے ہیں کہ جب مَیں حضرت خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اُس ستون کے قریب پہنچا جس پر اُنھیں باندھ کر شہید کیا گیا تھا، مجھے خوف محسوس ہو رہا تھا لیکن

---

[1] پ ۲۹، سورۃ القلم، آیت ۴

marfat.com

مَیں ستون پر چڑھ گیا اور حضرت خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی لاش کو کھولا تو وُہ زمین پر گر گئے اور میں بھی اُن کے قریب ہی گرا۔ اُٹھتے ہی مَیں نے لاش کی جانب دیکھا تو وہاں کچھ بھی نہیں تھا، گویا اُسے زمین نگل گئی کیونکہ آج کے دن تک حضرت خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی لاش کا کسی کو پتہ ہی نہیں لگ سکا۔ حضرت خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مشرکین مکہ سے بنو حارثہ نے ایک لکڑی کے ستون کے ساتھ باندھ کر قتل کیا تھا۔ حضرت عمرو بن اُمیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اُن کے پاس گئے اور اُنہیں کھولا، لیکن اِس کے بعد معلوم نہ ہو سکا کہ وُہ گئے کدھر؛ اِس کے بعد اُن کی لاش کسی کو نہ مل سکی۔ اللہ تعالیٰ اُن سے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سارے ہی اصحاب سے راضی رہے۔ (آمین)

اِس کتاب کا جامع فقیر یوسف نبہانی عفا اللہ عنہ کہتا ہے کہ میں نے اپنی تالیف حجۃ اللہ علی العالمین میں، جو معجزات سرورِ کائنات و سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بیان پر مشتمل ہے، مواہبِ لدنیہ مصنفہ امام قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ سے دیگر انبیائے کرام علیہم السلام کے معجزات کا معجزاتِ مصطفیٰ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) سے تقابل نقل کیا ہے اور یہ بھی بیان کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے معجزات دیگر انبیائے کرام علیہم السلام کے معجزات کی جنس ہی سے ہیں۔ مَیں اُن بیانات کو اپنے لفظوں میں بلا کم و کاست بیان کرتا ہوں۔

صحابہ کرام سے لے کر اب تک کے اولیائے اُمتِ محمدیہ کی کرامات کا اگر کوئی شخص تتبع کرے تو اس پر روشن ہو جائے گا کہ دیگر انبیائے کرام کے معجزات سے ہر معجزے کی جنس سے یہاں اتنی کرامتوں کا وقوع نظر آئے گا، جن کو شمار ہی نہیں کیا جا سکتا۔ اُن میں سے ہزاروں کرامتیں کتابوں میں مذکور و محفوظ ہیں۔ لیکن یہ جمع شدہ کرامتیں غیر جمع شدہ کرامتوں کے مقابلے میں اُتنی ہی قلیل ہیں جتنا سمندر کے مقابلے میں قطرہ۔ کیونکہ کرامتوں کا ظہور تو ہر جگہ اور ہر زمانے میں اولیاءُ اللہ سے ہوتا رہا ہے اور ہمیشہ ہوتا رہے گا اور اولیائے اُمتِ محمدیہ کی یہ جُملہ کرامتیں ہمارے آقا و مولیٰ سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی کے معجزات ہیں۔

کتاب حجۃ اللہ علی العالمین کی اشاعت کے بعد مَیں نے ایک اور جامع

marfat.com

کتاب لکھی، جس کا نام میں نے جامع کراماتِ اولیاء رکھا ہے۔ پس بعض اولیاء اللہ ایسے ہیں جو آگ میں کُود گئے لیکن اُن پر آگ نے ذرا بھی اثر نہ کیا، جیسے ابو مسلم خولانی تابعی رحمۃ اللہ علیہ۔ علاوہ بریں ایسے واقعات ہر زمانے میں بکثرت واقع ہوتے رہے ہیں حالانکہ دُوسری جانب یہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا مشہور معجزہ ہے۔ بعض بزرگوں نے سمندر کو عبور کیا اور اُنھیں کسی قسم کا نقصان نہ پہنچا۔ چنانچہ حضرت علاء بن حضرمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب بحرین پر حملہ کیا تو اُنھیں دریا کو بغیر کسی سہارے کے عبور کرنا پڑا، سارا لشکر پار ہو گیا اور ایک آدمی کا نقصان بھی نہیں ہُوا اور نہ کوئی چیز ہی ضائع ہُوئی۔ اسی طرح حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب مدائنِ کسریٰ کو فتح کیا، تو اُنھوں نے بہت بڑے لشکر سمیت دریائے دجلہ کو عبور کیا، حالانکہ اُس میں سیلاب تھا اور دریا ٹھاٹھیں مار رہا تھا[1] لیکن اُن کی کسی ایک چیز کا بھی نقصان نہیں ہُوا۔ جب اہلِ فارس نے اُنھیں اِس طرح دریا عبور کرتے ہُوئے دیکھا تو اُنھیں یہ یقین ہو گیا کہ ضرور یہ جنات ہیں، انسان ہرگز نہیں اور اُن کا لشکر جرّار یہ کہتے ہُوئے سر پر پیر رکھ کر بھاگ گیا کہ ہم اِن کے ساتھ مقابلے کی ہرگز طاقت نہیں رکھتے۔ چنانچہ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدائنِ کسریٰ پر قابض ہو گئے، حالانکہ یہ سیدنا مُوسیٰ علیہ السلام کا مشہور معجزہ ہے۔ اسی قبیل سے بعض اولیائے کرام کا پانی کی سطح پر زمین کی طرح چلنا پھرنا ہے اور ہر زمانے میں ایسے واقعات کثیر تعداد میں وقوع پذیر ہوتے رہے ہیں۔

بعض اولیائے اُمتِ محمدیہ کے ہاتھوں مُردے زندہ ہونے کے واقعات بھی مشہور ہیں جیسا کہ متعدد علمائے کرام نے لکھا ہے۔ چنانچہ امام قشیری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے رسالہ رسالۂ قشیریہ میں لکھا ہے کہ امام عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے طبقاتِ کبریٰ میں سیدی شیخ ابراہیم متبول رحمۃ اللہ علیہ کے حالات میں ذکر کیا ہے کہ وہ فقراء سے اُن کے حالات

---

[1] اِسی لیے تو شاعرِ مشرق نے کہا ہے:

دشت تو دشت ہیں دریا بھی نہ چھوڑے ہم نے
بحرِ ظلمات میں دوڑا دیے گھوڑے ہم نے

marfat.com

دریافت کیا کرتے اور اُن سے خوش طبعی فرمایا کرتے تھے۔ ایک روز ایسے شخص کو دیکھا جو بہت عبادت گزار اور نیکو کار تھا اور لوگ اُس کے بہت معتقد تھے۔ شیخ مقبول رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اے بیٹے! میں دیکھتا ہوں کہ تم عبادت تو بہت کرتے ہو لیکن تمہارا درجہ بہت ناقص ہے، لیکن تمہارے والدِ محترم تو تم سے ناراض نہیں ہیں؟ اُس نے جواب دیا کہ ہاں ایسی ہی بات ہے۔ شیخ نے فرمایا، تم اُن کی قبر پہچانتے ہو۔ اُس نے کہا: جی ہاں۔ فرمایا: ہمارے ساتھ اُن کی قبر پر چلو، شاید وُہ راضی ہو جائیں۔ شیخ یوسف کردی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ خدا کی قسم: مَیں نے خود اُس کے والد کو دیکھا کہ وُہ قبر سے باہر آتے اور سر سے مٹی جھاڑ رہے تھے، حالانکہ شیخ علیہ الرحمۃ نے ابھی آواز ہی دی تھی۔

شیخ مقبول رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: یہ فقراء آپ کے لڑکے کے بارے میں سفارش کرنے آئے ہیں کہ آپ اِس سے راضی ہو جائیں۔ اُس کے والد نے جواب دیا: مَیں آپ کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ مَیں اپنے لڑکے سے راضی ہو گیا ہوں۔ شیخ نے فرمایا، تو اپنی جگہ واپس لوٹ جائیے۔ چنانچہ وہ واپس لوٹ گیا۔ اُس کی قبر راس حسینیہ میں جامع شرف الدین کے قریب واقع ہے؛ حالانکہ مُردوں کو زندہ کرنا سیّدنا عیسیٰ علیہ السلام کا بہت بڑا معجزہ ہے۔ اِس کے علاوہ خود نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مُردے زندہ کرنا ثابت ہے۔[1]

اولیائے کرام کے ہاتھوں بیماروں کا شفا پانا اور اولیاء اللہ کا غیب کی خبریں

دینا یہ بھی بکثرت اولیائے کرام سے ہر جگہ اور ہر زمانے میں واقع ہوتا رہا ہے حالانکہ یہ سیّدنا عیسیٰ علیہ السلام سے مشہور ہے۔ اِسی طرح بعض اولیاء اللہ جب ارادہ کرتے تو اُن کے ہاتھوں میں لوہا نرم ہو جایا کرتا تھا۔ منجملہ اُن کے اِس زمانے میں والیٔ کبیر، مشہور بزرگ، الشیخ علی عمری شامی رحمۃ اللہ علیہ ہیں، جو طرابلس شام میں رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اُن کی عمر دراز کرے نیز ہمیں اور سب مسلمانوں کو

---

[1] فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے تو یہاں تک فرمایا ہے: ؎

جس کے تلووں کا دھووَن ہے آبِ حیات
ہے وُہ جانِ مسیحا ہمارا نبی

marfat.com

اُن سے نفع حاصل کرنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔ (وہ ۱۲۲۱ھ میں فوت ہوئے) میں (علامہ یوسف بن اسمٰعیل نبہانی رحمۃ اللہ علیہ) نے بچشم خود دیکھا ہے کہ وہ دائیں ہاتھ سے لوہے کی بڑی چابی کو پکڑ کر اُنگلی سے لپیٹ لیا کرتے تھے۔ اس کے علاوہ میں نے اُن کی یہ کرامت اور بھی کتنے ہی ثقہ حضرات سے سُنی، جنھوں نے اپنی آنکھوں سے ایسے واقعات دیکھے تھے۔

اُنھوں نے شیخ علی عمری شامی رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا کہ وہ چاندی کو بھی لوہے کی طرح ہی جدھر چاہتے توڑ مروڑ لیا کرتے تھے۔ چنانچہ وہ ریال مجیدی یا اس جیسے دُوسرے کسی سکے کا ایک کنارہ کسی کے مُنہ پر رکھتے اور دُوسرے سرے کو انگوٹھے اور ساتھ والی انگلی کی ذرا سی حرکت سے یُوں بآسانی دوہرا کر دیتے جیسے وہ آٹے سے بنایا گیا ہے۔ پھر اُسی حالت پر اُسے رہنے دیتے اور وہ شخص اُسے تبرک کے طور پر اپنے پاس محفوظ رکھتا تھا۔ میں نے خود اور دیگر مختلف حضرات نے اُن کی متعدد کرامتیں دیکھی ہیں، جن میں سے بعض کا وقوع ہم نے اولیائے ماسبق سے سُنا ہے اور بعض کا واقع ہونا سُنا بھی نہیں ہے۔ اگر شیخ موصوف کی کرامتیں بیان کی جائیں تو اُن کا شمار ہزاروں تک پہنچ جائے گا۔ اللہ تعالیٰ اُن کی برکات سے ہمیں دنیا و آخرت میں لُطف اندوز کرے۔ اِس میں شک نہیں کہ لوہے کا نرم کرنا سیدنا داؤد علیہ السلام کا مشہور معجزہ ہے۔

بعض اولیائے کرام صاحبِ خطوہ ہوتے ہیں، جو ذرا سی دیر میں مشرق سے مغرب تک کا فاصلہ طے کر لیا کرتے ہیں۔ بعض ہوا میں اُڑتے ہیں۔ بعض وہ ہیں جن کے جنات تابع ہوتے ہیں۔ یہ تینوں قسم کی کرامتیں ایسی ہیں کہ اولیائے اُمتِ محمدیہ سے اِن کا وقوع اِس کثرت سے ہُوا ہے جن کے بیان سے بے شمار کتابیں بھری پڑی ہیں حالانکہ یہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے مشہور معجزے ہیں۔

اگر ہر نبی اور رسول کے معجزات کو شمار کرو اور اولیائے اُمتِ محمدیہ کی کرامتوں کو اُن کے بالمقابل رکھو تو صاف نظر آنے لگا کہ اُن میں کمال درجہ مطابقت ہے۔ علاوہ بریں خود سیدالانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کثیر معجزات کو اُن کے ساتھ مطابقت ہے۔ یہ جان لینے کے بعد فخرِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علیحدہ علیحدہ ہر معجزے کی اُن کے ساتھ

marfat.com

مطابقت دکھانے کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔

امام خطیب قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ جیسے سیدنا ابراہیم علیہ السلام آگ میں ڈالے گئے اور اُس نے اُنھیں نہ جلایا اسی طرح فخرِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم بھی کفار کے ساتھ جنگ و جدل کی آتشِ شعلہ بار سے دوچار ہُوئے لیکن وُہ آپ کو جلا نہ سکی۔ ان کی تفصیلات میں جانے کی یہاں حاجت نہیں ہے کیونکہ یہاں تو اولیائے اُمتِ محمدیہ سے بھی اِس قسم کے بے شمار واقعات ظہور پذیر ہُوئے بلکہ عوام تک سے جو سیّد احمد رفاعی رحمۃ اللہ علیہ کی جانب منسوب ہیں اور یہ شیخ موصوف ہی کی کرامت ہے۔

لیکن میں (علامہ یُوسف بن اسمٰعیل نبہانی رحمۃ اللہ علیہ) دُوسرے اعتبار سے کہتا ہُوں کہ سرورِ کون ومکاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیگر انبیائے کرام پر فضیلت دینے میں اِس بات کی ضرورت ہی کیا ہے کہ آپ کے معجزات دیگر انبیائے کرام کے معجزات سے مطابقت رکھتے ہیں یا نہیں، جبکہ سیّد المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی فضیلت اُن پر اور ساری مخلوق پر روزِ روشن کی طرح عیاں ہے۔ اِس امر کے دلائل اتنے کثیر اور واضح ہیں کہ اہلِ علم اور صاحبِ بصیرت کو انکار کی ذرا بھی گنجائش نہیں ہے۔ آپ کی افضلیت ایسی واضح ہے کہ ایک عام مسلمان جسے انبیاء و مرسلین کے حالات و کمالات اور اُن کی شرائع کی معرفت حاصل ہے، وُہ بھی اِس سے بے خبر نہیں اور اُس کے سامنے بھی اِس حقیقت کے بے شمار دلائل موجود ہوں گے۔

دیگر انبیاء و مرسلین سے اُن معجزات کا ظہور ہوتا تھا، جو اُن کے زمانہ والوں کے حال کے مناسب ہوتا تھا، جن کی جانب اُنھیں مبعوث فرمایا جاتا تھا، جیسے حضرت مُوسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں جادوگری کا بہت زور تھا، آپ کے لیے ایسا ہی معجزہ درکار تھا جس کے باعث جادوگروں کو مغلوب کر سکیں اور اُس کی بدولت جادوگروں سے ممتاز ثابت ہوں، چنانچہ آپ کو عصا عطا ہُوا جو اژدہا بن جاتا تھا اور مقابلے کے وقت وُہ ساحروں کی ساری رسیوں کو نگل گیا، جو لوگوں کی نگاہوں میں چلتے پھرتے سانپ معلوم ہوتے تھے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں لوگوں پر علمِ طب کی معرفت کا غلبہ تھا۔ چنانچہ آپ کو ایسا ہی معجزہ ملنا چاہیے تھا، جس کے توڑ کا کوئی بڑے سے بڑا ماہرِ طب تصوّر

marfat.com

بھی نہ کر سکے، چنانچہ آپ کو مُردے زندہ کرنے اور کوڑھیوں، مادر زاد اندھوں کو شفا دینے کا معجزہ مرحمت ہُوا۔

دیگر انبیائے کرام علیہم السلام سے جو معجزات کسی سبب کی مناسبت سے واقع ہُوئے اُن میں سے بعض سیّدنا ابراہیم علیہ السلام سے متعلق ہیں کہ اُن پر آگ سرد اور سلامتی والی کر دی گئی جبکہ دُشمنوں نے اُنھیں آگ میں ڈالا تھا۔ اِس معجزے کے وقت کفّار کا مقصد سیّدنا ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالنا تھا۔ اگر ہم ایسے ہی معجزے کا سرورِ کون و مکاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے بھی اثبات کریں تو ہمیں یہ ثابت کرنا ہوگا کہ آپ پر بھی آگ سلامتی والی سرد ہوئی، لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ ایسی باتوں کا وقوع تو اُمتِ محمدیہ کے بکثرت اولیائے کرام تک سے ہُوا ہے جیسا کہ اِس سے پہلے مذکور ہُوا۔

ایسے معجزات میں سے بعض سیّدنا مُوسیٰ علیہ السلام سے متعلق ہیں کہ اُن کے لیے سمندر کھُل گیا تھا یعنی اپنے لشکر سمیت فرعون اُن کا تعاقب کر رہا تھا تو اللہ تعالیٰ نے اُن کے لیے سمندر کو پھاڑ کر راستے بنا دیے تاکہ وُہ اپنی قوم سمیت دشمن سے نجات پا جائیں۔ اگر اِسی قسم کا معجزہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے ثابت کرنا ہوگا تو ایسے ہی واقعے کا صدور دکھانا ہوگا، لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ اِس طرح کی مدد تو اللہ جلّ شانہٗ نے اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اُمت کے اولیائے کرام تک کی فرمائی ہے۔ صاحبِ مواہب نے جو نقل کیا ہے اُدھر جانے کی ضرورت ہی کیا ہے؟ اُنھوں نے نقل کیا ہے کہ فخرِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے معراج کی رات زمین و آسمان کے درمیان طلوف نامی سمندر کو عبور کیا اور اسے مُوسیٰ علیہ السلام کے معجزے کی مثل قرار دیا ہے۔ صحیح مطابقت میں یہ واقعات مذکور ہو چکے کہ حضرت علاء حضرمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے لشکر سمیت سمندر کو عبور کیا اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے لشکر کو لے کر بغیر کسی معمولی نقصان کے دریائے دجلہ کو عبور کر گئے۔ یہ کرامتیں واقعی انفلاقِ بحر (سمندر پھٹنے) کے معجزے کی طرح ہیں۔

اِن معجزات میں سے بعض اور بھی حضرت مُوسیٰ علیہ السلام سے متعلق ہیں مثلاً جب اُن کی قوم کو پانی کی حاجت ہُوئی اور کہیں پانی نہ مِلا تو مُوسیٰ علیہ السلام نے پتھر پہ عصا مارا

marfat.com

اور اُس سے پانی کے مارہ چشمے جاری ہو گئے تھے۔ اِسی جیسا بلکہ اِس سے بھی عظیم معجزہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مختلف صورتوں میں متعدد بار ظاہر ہُوا، جن کا وقوع مختلف اوقات اور مختلف جگہوں پر ہُوا، جیسا کہ صلح حدیبیہ اور جنگِ تبوک کے مواقع پر ایسے معجزات کا صدور ہُوا۔ ہم اُن کی تفصیل مناسب مقام پر پیش کریں گے۔ علاوہ بریں بعض اوقات تھوڑے پانی میں لعابِ دہن ڈال دیتے تو اللہ تعالیٰ اُس پانی میں اتنی برکت پیدا کر دیتا کہ وہی پانی ایک بہت بڑے لشکر کے لیے کافی ہو جاتا اور کبھی مسلمانوں کو تیرِ رحمت عطا فرما دیتے کہ اُسے خشک چشمے پر رکھ دیا جائے تو اُس چشمے سے پُورے جوش و خروش کے ساتھ پانی نکلنا شروع ہو جاتا تھا اور کبھی اپنے دستِ کرم کو پیالے میں رکھتے، جس میں تھوڑا سا پانی ہوتا تو آپ کی انگشت ہائے مبارک سے پانی کے چشمے اُبل پڑتے، یہاں تک کہ خواہ وہ کتنی ہی تعداد میں ہوتے لیکن پانی کافی ہو جاتا۔[1] اِس میں کوئی شک نہیں کہ فخرِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ معجزہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزے سے عظیم تر ہے کیونکہ پتھر سے پانی کا جاری ہونا پھر عادی ہے اگرچہ معجزے کی صورت کے لحاظ سے اِس کی نوعیت ہی مختلف ہے لیکن انگلیوں سے پانی جاری ہو جانا تو بالکل ہی عادی نہیں ہے۔

اِن میں سے بعض معجزات سیدنا عیسیٰ علیہ السلام سے ظاہر ہُوئے جیسا کہ وہ بیماروں کو شفا دیتے تھے۔ چنانچہ اِس قسم کے معجزات سرورِ انبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بکثرت ظہور پذیر ہُوئے، جو حدِ شمار سے باہر ہیں۔ اِن کا تفصیلی بیان بھی عنقریب آگے آئے گا بلکہ بیماروں کو تندرستی دینا تو اولیائے اُمتِ محمدیہ سے ہر زمانہ اور ہر مقام پر واقع ہوتا رہا ہے۔ چنانچہ اِن میں سے جو شیخ علی مصری رحمۃ اللہ علیہ سے واقع ہُوئے ہیں، جن کا ذکر پہلے ہو چکا ہے، اُن کا شمار کیا جائے تو مختلف بیماریوں کے باعث وہ ہزاروں کی تعداد کو پہنچتے ہیں۔ اگر ایک قلیل عرصے کے لیے بھی کسی کو اُن کی زیارت کا شرف حاصل ہو جاتا تب بھی یہی سامنے آتا کہ بے شمار مریض

---

[1] اِسی لیے مجددِ مأتہ حاضرہ قدس سرہٗ نے فرمایا ہے: ؎

اُنگلیاں ہیں فیض پر، ٹوٹے ہیں پیاسے جھوم کر
ندیاں پنجابِ رحمت کی ہیں جاری واہ واہ

marfat.com

آپ کے باعث شفایاب ہو رہے ہیں حالانکہ اس کے علاوہ اور متعدد قسم کی کرامتوں کا ظہور اُن سے دیکھا گیا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اُن کے فیوض و برکات سے بہرہ مند کرے۔ (آمین)

ان میں سے بعض معجزات سیدنا سلیمان علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام سے متعلق ہیں، جیسا کہ جن اُن کے تابع تھے اور یہ اُن کے ملک کی قوت و شوکت کی مناسبت کے لحاظ سے تھا۔ یہ شرف اُنھیں باری تعالیٰ نے مرحمت فرمایا تھا جبکہ نبی آخر الزماں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے بھی یہ معجزہ ثابت ہے کہ جن آپ کے تابع فرمان تھے۔ جنّوں کی بھاری تعداد آپ پر ایمان لائی اور طاعت گزاری پر کربستہ رہی، علاوہ ازیں آپ کی اُمت کے اولیائے کرام جب چاہیں جنات سے خدمات لیتے ہیں بلکہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت گزاری کا تو فرشتے بھی شرف حاصل کیا کرتے تھے۔ جنگِ بدر اور دیگر مواقع پر اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے لشکر بھیج کر آپ کی مدد فرمائی۔ اُن خدمت گزار فرشتوں میں حضرت جبرئیل علیہ السلام بھی ہیں۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کو یہ معجزہ بھی مرحمت ہُوا تھا کہ ہوا اُن کے تابعِ فرمان کر دی گئی تھی کہ اُس کی صبح کی منزل ایک مہینے کی راہ اور شام کی منزل بھی ایک مہینے کی راہ ہُوا کرتی تھی۔ یہ بھی آپ کی مملکت کی شان و شوکت کے لیے تھا، جس کے ذریعے اللہ جل شانہٗ نے آپ کو فضیلت بخشی تھی۔ لیکن اِس سے بھی عظیم تر معراج کی رات کا واقعہ ہے اور ہمارے آقا و مولیٰ سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ ایسا معجزہ ہے جس کے ساتھ دیگر انبیاء کے کسی بھی معجزے کو کوئی نسبت نہیں۔ چنانچہ آپ کو مکہ مکرمہ سے بیت المقدس تک، وہاں سے آسمانوں تک اور وہاں سے سدرۃ المنتہیٰ تک اور وہاں سے لامکان تک اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے سیر کرائی، جس کے بارے میں سیر کرانے والے اور سیر کرنے والے کے سوا اور کسی کو کچھ بھی معلوم نہیں۔ پھر رات کے قلیل عرصے میں واپس تشریف بھی لے آئے۔ کفارِ مکہ کو بیت المقدس کی تفصیلات بھی بتائیں، اُن کے قافلے کا ذکر بھی فرمایا، جو راستے میں ملا تھا، چنانچہ آپ کی یہ خبر واقعات کے مطابق ہی ثابت ہُوئی۔ حالانکہ اہلِ مکہ جانتے تھے کہ اس سے پہلے آپ کبھی بیت المقدس نہیں گئے تھے۔ (اِن حالات میں وُہ انکار کی گنجائش نہیں پاتے تھے)

رہا یہ معجزہ کہ سیدنا سلیمان علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے عظیم ملک عطا فرمایا تھا

marfat.com

تو اللہ تبارک و تعالیٰ نے ہمارے نبی مکرم، نورِ مجسم، فخرِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اختیار دیا تھا کہ وہ نبی بادشاہ بننا چاہتے ہیں یا نبی عبد۔ آپ نے نبی عبد ہونے کو پسند فرمایا تھا۔ ایک فرشتے نے بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو کر کہا تھا کہ تہامہ کی پہاڑیوں کو آپ کے لیے سونا بنا دیا جائے؟ آپ نے انکار فرما دیا تھا۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اِس معجزے کی مناسبت کے لحاظ سے متعدد معجزات وقوع پذیر ہوئے، جن کا عنقریب ذکر ہوگا۔ (اِنشاءاللہ تعالیٰ)

سرورِ کون و مکاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ایسے معجزات سے ایک یہ ہے کہ آپ نے جب ہجرت فرمائی اور ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو غارِ ثور میں آرام فرما ہوئے تو غار کے دروازے پر مکڑی نے جالا تن دیا اور کبوتری نے انڈے دے دیئے۔ جب قریش کے جوان (تلاش کرنے والے) وہاں پہنچے تو غار میں داخل نہ ہوئے۔ اُن میں سے ایک شخص نے کہا کہ مکڑی کا یہ جالا تو غار کے مُنہ پر اُن کی پیدائش سے بھی پہلے کا ہے اور اِس طرح نااُمید ہو کر واپس لوٹ گئے۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے یارِ غار حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ساتھ لے کر چل پڑے تو سراقہ بن مالک آپ کے پیچھے لگ گیا، تاکہ گرفتار کر کے قریش کے حوالے کرے اور انعام کے سو اُونٹ حاصل کرے۔ جب آپ کے قریب پہنچا تو اُس کے گھوڑے کی ٹانگیں زمین میں دھنس گئیں اور وہ فریاد کرنے لگا۔ آپ نے دُعا کی تو خلاصی پاتے ہی واپس لوٹا اور سیدھا اپنے گھر جا پہنچا۔

اِس کے بعد آپ نے اُمِّ معبد کے خیمے میں قدم رنجہ فرمایا، تو اُس کے گھر میں کھانے پینے کی کوئی چیز نہ تھی جس سے وہ مہمان نوازی کا فریضہ ادا کرتی۔ اُس کے پاس صرف ایک بکری تھی جو بے حد کمزور ہو چکی تھی اور کمزوری کے باعث اُس کا دُودھ خشک ہو گیا تھا اور باہر جانے سے بھی عاجز تھی۔ آپ نے اُس بکری کا دُودھ دوہا، جو آپ، ابوبکر صدیق اور دُوسرے ساتھیوں نے خُوب سیر ہو کر پیا۔ اِس کے بعد دُوسرے برتن میں دوہا اور اُسے بھی دُودھ سے بھر دیا اور اُسے اُمِّ معبد کے حوالے کر کے آپ سرگرمِ سفر ہو گئے۔

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بعض لڑائیوں میں کنکریاں اور مُٹھی بھر مٹی پھینکی، جو اُن سب تک پہنچی اور وہ شکست کھا کر بھاگ گئے۔ صحابۂ کرام کے کھانے پینے کی

marfat.com

چیزوں میں بوقتِ ضرورت آپ کی بدولت اتنی برکت ہو جایا کرتی تھی کہ تھوڑی ہی چند افراد کی ضرورت کا کھانا ہزاروں کے لیے کافی ہو جاتا تھا۔ اگر کوئی زخم ہوتا یا پنڈلی ٹوٹ گئی ہوتی یا آنکھیں درد کرتی ہوں اور اُن سے پیپ بہتی ہو یا کسی کی آنکھ اُس کی جگہ سے نکل جاتی اور آپ اُس پر اپنا دستِ کرم پھیرتے تو تکلیف اور شکایت دُور ہو جاتی۔ اِسی طرح حالات کے مطابق آپ سے غیب کی خبریں واقع ہوتی رہیں۔

جب یہ معلوم ہو گیا کہ بعض معجزات کا دیگر انبیائے کرام سے صادر ہونا اور اُن جیسے معجزات کا فخرِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اگر ظاہر نہ ہوں تب بھی اِس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اُن حضرات کو سرورِ کون و مکاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر فضیلت و سیادت حاصل ہے۔ ایسا ہرگز نہیں کیونکہ یہ نظریہ آپ کے مِنْ کُلِّ الْوُجوہ فضائل و کمالات کے عقیدے کا خلاف ہے۔ ہو سکتا ہے کہ جس معجزے کا کسی نبی سے صدور ہُوا اُس کا مقتضیٰ فخرِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانۂ اقدس میں پایا ہی نہ گیا ہو اور اِس طرح بعینہٖ اُس معجزے کے صادر ہونے کی ضرورت ہی پیش نہ آئی ہو۔ جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عصا کا سانپ بن جانا اور اُن کی خاطر سمندر کا پھٹ جانا اور صالح علیہ السلام کی قوم کے مطالبے پر پتھر سے اُونٹنی کا پیدا ہو جانا، اِن کا مقتضیٰ سرورِ کون و مکاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مبارک عہد میں پایا ہی کب گیا؟ لیکن دُوسری جانب اِن سے بھی عظیم تر معجزات کا آپ سے وقوع ہو گیا۔

کفار کا آپ سے انشقاقِ قمر (چاند پھٹنے) کا مطالبہ کرنا اور چاند کے دو ٹکڑے ہو جانا، یہ ایسا معجزہ ہے کہ دیگر انبیائے کرام کے معجزات میں قطعاً اس کی نظیر نہیں پائی جوتی چہ جائیکہ آپ کے عظیم ترین معجزہ یعنی قرآن کریم کی نظیر پائی جائے، جو رہتی دنیا تک باقی رہے گا جبکہ دیگر انبیائے کرام کے معجزات کا آج نام و نشان تک نہیں پایا جاتا۔ لہٰذا ماننا پڑے گا کہ نبیِ آخر الزماں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایسے معجزات بھی کثرت سے صادر ہُونے کہ اُن جیسے معجزات کا کسی نبی سے صدور نہیں ہُوا بلکہ آپ کی اُمت کے بعض اولیائے کرام سے ایسی عظیم کرامتیں بھی ظہور میں آئی ہیں کہ معجزے کے طور پر اُن کا وقوع دیگر انبیائے کرام سے نہیں ہُوا۔ نہ اُن کی مثل اور نہ اُس جنس سے۔ لیکن اِس سے یہ نہیں سمجھ لینا چاہیے کہ جن اولیائے عظام سے ایسی کرامتوں کا

marfat.com

وقوع ہُوا ، ایسے حضرات کو اُن انبیاء و مرسلین پر فضیلت حاصل ہو جائے جن سے اِن کرامتوں جیسے معجزات کا صدور نہیں ہُوا اور اولیائے کرام پر رسولوں کو جو افضلیت حاصل ہے اُس میں ایسے معجزات کے صادر نہ ہونے کے باعث کوئی کمی واقع نہیں ہوتی ۔ اِس کے متعدد وجوہ ہیں :

پہلی وجہ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ مفضول سے وُہ کام صادر ہوگیا جس کے صدور کی افضل کو ضرورت پیش نہ آئی ۔

دُوسری وجہ اِس اُمت کے اولیائے کرام کی تمام کرامتیں ہمارے آقا و مولیٰ سیدنا محمد رسُول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی کے معجزات ہیں ۔ اِس صورت میں سب پر حقیقی افضلیت فخرِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی کو حاصل ہے اور اُمتِ محمدیہ کے ایسے اولیاء اللہ کو بالتبع ایک گونہ فضیلت حاصل ہو جاتی ہے ۔

تیسری وجہ جس مناسبت کے باعث کسی ولی سے ایسی کرامت کا صدور ہوا وُہ مناسبت یا ضرورت اُس نبی کے زمانے میں پیش آتی تو عین ممکن ہے کہ نبی سے معجزے کی صورت میں وُہی کچھ ظاہر ہوتا بلکہ اِس سے عظیم تر ۔

چوتھی وجہ جملہ اولیائے کرام پر ہر نبی کو جو فضیلت حاصل ہے وُہ دُوسرے فضائل اور دلائل کے لحاظ سے ہے ۔ اگر ایک فعل بطور کرامت ولی سے صادر ہُوا اور اُس کا صدور نبی سے نہیں ہُوا تو نہ سہی ، فضیلت کا انحصار صرف کرامت ہی پر نہیں ہے ۔ بعینہٖ یُوں سمجھیے کہ بعض معجزات ایسے بھی ہیں جو دیگر انبیاء و مرسلین سے صادر ہُوئے لیکن نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اُن کا صدور نہیں ہُوا ، کیونکہ جس مناسبت کے لحاظ سے اُن حضرات سے ایسے معجزات کا صدور ہُوا وُہ مناسبت سرورِ کون و مکاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانۂ اقدس میں نہ پائی گئی اگر وُہ مناسبت پائی جاتی تو یقیناً آپ سے بھی اُن معجزات کا صدور ہوتا بلکہ اُن سے بھی عظیم تر صورت میں وقوع ہوتا ۔ جس طرح ہمارے آقا و مولیٰ سیدنا محمد رسول اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بکثرت معجزات اِسی عدمِ مناسبت کے باعث دُوسرے انبیائے کرام سے صادر نہیں ہوئے ۔

اِس تقریر سے واضح ہوگیا کہ بعض معجزات کا دیگر انبیائے کرام سے صادر ہونے اور ہمارے اور ساری کائنات کے آقا و مولیٰ جنابِ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے

marfat.com

اُن کا صدور نہ ہونے کے باعث آپ کی افضلیت پر کوئی حرف نہیں آتا اور نہ اِس سے کوئی حرج واقع ہوتا ہے کیونکہ دیگر انبیاء و مرسلین کے سارے معجزے بھی اگر اکٹھے کر لیے جائیں تو یہ مجموعہ بھی آپ کے اکیلے معجزہ قرآنِ مجید کا مقابلہ نہیں کر سکتا کیونکہ تنہا قرآنِ مجید ہی ہزار ہا معجزات، آیاتِ بیّنات، علومِ نافعہ، انوارِ ساطعہ اور ہر اُس معرفت کا حامل ہے جو اللہ تعالیٰ سے قریب کرتی یا دُور پھینک دیتی ہے۔ علاوہ بریں یہ ایسا معجزہ ہے جو قیامت تک باقی رہے گا اور مسلمان اس سے ہمیشہ نفع حاصل کرتے رہیں گے کیونکہ اِس کی تلاوت بھی عبادت ہے جو ہر وقت اللہ تعالیٰ کے قُرب میں لے جاتی رہتی ہے اور اِس کے ذریعے رضائے الٰہی حاصل کرنے کے دروازے ہر وقت کُھلے رہتے ہیں۔

مذکورہ بحث کی کتابت کے دو ماہ بعد میں (علامہ یوسف بن اسمٰعیل نبہانی رحمۃ اللہ علیہ) نے کتاب الابریز کے چوتھے باب میں شیخ عبدالعزیز دباغ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کلام اپنے مندرجہ بالا بیان کی تائید میں پڑھا۔ اُن کے شاگرد علامہ احمد بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ ایک روز مَیں آپ سے گفتگو میں مصروف تھا، تو مَیں نے حضرت سلیمان علیہ السلام کے بارے میں ذکر کیا کہ اللہ تعالیٰ نے اُنھیں جِنّوں، انسانوں، شیاطین اور ہوا پر تسلط دیا تھا اور مَیں نے یہ بھی کہا کہ اُن کے والد حضرت داؤد علیہ السلام کو ایسا معجزہ مرحمت ہُوا کہ لوہے کو اُن کے ہاتھوں میں ایسا نرم کر دیا کہ آٹے کی طرح جدھر چاہتے پھیر جاتا نیز یہ ذکر بھی کیا کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کو کیا کمال معجزہ ملا کہ وہ بہروں اور کوڑھیوں کو تندرست کر دیتے اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے مُردوں کو بھی زندہ کر دیا کرتے تھے اور اِسی طرح بعض دیگر انبیائے کرام کے معجزات کا تذکرہ کیا۔ شیخ موصوف نے میری گفتگو کا ماحصل اور مرکزی خیال یہی قرار دیا کہ جب سیّد المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جملہ انبیائے کرام سے افضل ہیں تو آپ سے اُن معجزات کا صدور کیوں نہ ہوا؟ کیونکہ جو دُوسرے بے شمار معجزات آپ سے ظاہر ہُوئے وہ دوسری نوعیت کے ہیں۔

شیخ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کو جو ملک مرحمت فرمایا گیا، حضرت داؤد علیہ السلام کے لیے جو مسخر کیا گیا اور حضرت عیسٰی علیہ السلام پر جو اکرام ہُوا، اللہ تعالیٰ نے یہ سب اور اِس سے بھی زیادہ اُمّتِ محمدیہ کے اہلِ تصرف حضرات کو

marfat.com

مرحمت فرمایا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے جن، انسان، شیاطین، ہوا اور فرشتے بھی مطیع کردیئے بلکہ جو کچھ دنیا میں ہے سب کچھ ان کے لیے مسخر کر دیا گیا ہے اور انھیں بہروں، کوڑھیوں کو شفا دینے اور مُردے زندہ کرنے کی طاقت بھی مرحمت فرمائی ہے لیکن یہ غیبی امر ہے جو چھپا ہوا ہے اور مخلوق میں عام ظاہر نہیں ہے تاکہ ایسا نہ ہو کر لوگ اِس پر ٹوٹ پڑیں اور اس طرح اپنے رب کو بھلا بیٹھیں۔ اہلِ تصرف کو یہ قدرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی برکت سے حاصل ہوتی ہے کیونکہ مجملہ کرامتیں سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی کے معجزات ہیں۔ حجۃ اللہ علی العالمین سے میری عبارت ختم ہوئی۔ اب میں صاحبِ عنوان کا باقی کلام نقل کرتے ہوئے کہتا ہوں کہ:

حافظ ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب دلائل النبوۃ کے پینتیسویں باب میں، جس پر وُہ اِس کتاب کو ختم کرتے ہیں، سرورِ کون و مکاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اخلاقِ کریمہ، عاداتِ شریفہ اور سیرتِ طیبہ کا ذکر کیا ہے، جو ہند بن ابی   تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے۔ یہ حدیث شمائلِ ترمذی میں بھی موجود ہے۔ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ کے فرموداتِ گرامی کے تحت اِس کا تذکرہ ہو چکا ہے۔ اس لیے طوالت کے خوف سے یہاں اُسے نقل نہیں کیا جاتا۔ علاوہ ازیں تکرار کی ضرورت ہی کیا ہے؟ اُنھوں نے آگے فرمایا ہے:

شمائلِ رسُول

اُس دستِ قدرت کے شہکار کا رنگ بالکل سفید نہ تھا اور نہ گندمی، بلکہ آپ پھُول کی مانند کھِلے ہُوئے رنگ والے تھے جسے اَزہر کہتے ہیں اور یہ ایسا سفید و سُرخ ہوتا ہے جس میں زردی کی ملاوٹ نہ پائی جائے جو علامتِ مرض ہے۔ اکثر حضرات نے آپ کی رنگت یہی بیان کی ہے لیکن یہ جسمِ اطہر کے اُن حصّوں کا رنگ ہے جو عموماً کھُلے رہتے ہیں اور جنھیں سُورج کی روشنی اور ہوائیں بلا واسطہ پہنچتی رہتی ہیں۔ اُن کی رنگت واقعی سُرخی مائل تھی لیکن جو حصّے عموماً لباس میں ڈھکے رہتے ہیں وُہ سرخ و سفید تھے۔ جن حضرات نے بھی حُسنِ مصطفیٰ کو بیان کرنے کی سعادت حاصل کی اُنھوں نے آپ کا رنگ سفید اَزہر ہی بیان کیا ہے۔ پس یہ سمجھ

marfat.com

لینا چاہیے کہ جن حضرات نے آپ کا رنگ سفید ازہر بتایا اُن کی مراد اُن حصّوں کا رنگ ہے جو عموماً کپڑوں میں ڈھکے رہتے ہیں اور اِس لحاظ سے وُہ درست ہی کہتے ہیں لیکن جن حضرات نے سُرخی مائل رنگ بتایا ہے۔ اُن کی مراد وہی ظاہر حصّے ہوں گے جن پر سُورج کی کرنیں براہِ راست پڑتی ہیں اور جنہیں کُھلی ہوا لگتی رہتی ہے اور اِس لحاظ سے اُن حضرات نے بھی درست فرمایا ہے کیونکہ آپ کا اصل رنگ، جس میں کوئی شک وشبہ نہیں وہ ازہر ہی تھا اور ظاہر حصّوں کا سُرخی مائل ہونا خارجی اثرات یعنی دُھوپ اور ہواؤں کے باعث تھا۔ (فَسُبْحَانَ اللّٰہِ اَحْسَنُ الْخَالِقِیْنَ)

آپ کے چہرۂ انور کا پسینہ موتیوں کی طرح معلوم ہوتا تھا، جس میں تیز خوشبودار مُشک سے بھی زیادہ مہک تھی۔ بال لمبے اور خم دار، نہ بالکل سیدھے اور نہ ایک دُوسرے میں اُلجھے ہُوئے۔ جب شانہ کیا ہُوا ہوتا تو مانگ اِس طرح نظر آتی جیسے ریتلی زمین میں راستہ واضح دکھائی دیتا ہے یا جیسے سخت پتھریلی زمین میں اُبھری ہُوئی جگہ صاف نظر آتی ہے اور ہوائیں اُس سے اٹھکیلیاں کرتی ہیں۔ شانہ فرماتے تو بال ایک دوسرے سے گتھ جاتے اور اِس طرح گھیرا کر لیتے جیسے انگوٹھی کے گھیرے ہوتے ہیں۔ شروع میں آپ بالوں کو آگے کی جانب لٹکا لیا کرتے تھے .... یہاں تک کہ جبرائیل علیہ السلام کی گزارش پر بالوں کو پیچھے کی جانب کرنا شروع کر دیا جو بعض اوقات کندھوں تک پہنچ جاتے تھے اور کبھی کانوں کی لَو تک۔ بعض اوقات آپ بالوں کے چار حصّے کر لیتے۔ دُو حصّے دائیں گوشِ مبارک کو اور دُو حصّے دُوسرے گوشِ اقدس کو گھیرے میں لے لیتے لیکن دونوں لعلِ سماعت کے کان باہر نکلے ہُوئے ہوتے اور دیکھنے والا یُوں محسوس کرتا جیسے بادلوں کی سیاہی کے اندر سے چمکدار ستارے نظر آ رہے ہیں۔ آپ کی ہر دو کنپٹی مبارک پر چند بال سفید تھے اسی طرح ریش مبارک میں ٹھوڑی کے گرد چند مُوئے مبارک سفید تھے ۔ جن کی سفیدی چاندی کے تاروں کی مانند تھی، جن کا سیاہ بالوں کے درمیان میں چمکنا ایک نرالا اور دلکش منظر پیش کر رہا تھا۔ جب آپ زرد خوشبو استعمال کرتے اور عموماً آپ یہی خوشبو استعمال فرمایا کرتے تھے تو آپ کے سفید بالوں پر سنہری دھاریوں کا گمان گزرتا تھا۔

آپ کا چہرۂ انور تمام لوگوں سے خوب صورت اور رنگ سب سے چمکدار تھا کوئی واصف رُخِ مصطفیٰ کو چاند سے تشبیہ دیئے بغیر نہ رہ سکا جبکہ بعض تو چودھویں رات کے

marfat.com

چاند سے بھی خوشنما اور بارونق قرار دیتے تھے[1] اور ایسا کیوں نہ کہتے جبکہ وہ چہرۂ انور چاند کی طرح ہی چمکتا تھا۔ آپ کی رضا و رغبت کو چہرے ہی سے پہچانا جا سکتا تھا۔ جب آپ خوش و خرم ہوتے تو چہرۂ پُرنور آئینے کی طرح چمکتا اور جب ناراض ہوتے تو رُخِ مصطفیٰ کا رنگ متغیر ہو جاتا اور آنکھیں سُرخ ہو جاتیں۔ رضامندی کی حالت کا نقشہ آپ کے یارِ غار حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یوں کھینچا ہے:

أَمِيْنٌ[2] مُصْطَفًى لِلْخَيْرِ يَدْعُوْا

كَضَوْءِ الْبَدْرِ زَايَلَهُ الظَّلَامُ

لوگ جب اِس شعر کو سُنتے تو یہی کہتے کہ فخرِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم واقعی ایسے ہی تھے اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو اکثر اوقات زہیر بن ابی سلمٰی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ شعر وردِ زبان رکھتے:

لَوْ[3] كُنْتَ مِنْ شَيْءٍ سِوَى بَشَرٍ

كُنْتَ الْمُنَوَّرَ لَيْلَةَ الْبَدْرِ

جو شخص بھی اِسے سُنتا تو کہتا کہ واقعی سرورِ کون و مکاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایسے ہی تھے۔ جب آپ نے مکّہ مکرمہ سے ہجرت فرمائی تو آپ کی پھوپھی عاتکہ بنت عبد المطلب نے گریہ و زاری کرتے ہوئے کہا:

---

[1] اِسی لیے مولانا کافی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے:

؎

گو ترقی پہ جمالِ مہِ کامل ہووے

مُنہ تو دیکھوں کہ ترے منہ کے مقابل ہووے

[2] (ترجمہ) وہ امین، ساری مخلوق سے چنے ہُوئے اور بھلائی کی جانب بُلانے والے ہیں۔ وہ چودھویں رات کے چاند کی طرح اندھیروں کو زائل کرنے والے تھے۔

[3] (ترجمہ) اگر آپ بشر کے سوا کوئی اور چیز ہوتے تو چودھویں رات کے چاند کی طرح منوّر ہوتے۔

marfat.com

أَعَيْنَيَّ جُوْدِيْ بِالدُّمُوْعِ التَّوَاجِمِ ؎ — عَلَى الْمُصْطَفٰى كَالْبَدْرِ مِنْ اٰلِ هَاشِمِ
عَلَى الْمُصْطَفٰى لِلْبِرِّ وَالْعَدْلِ وَالتُّقٰى — وَلِلدِّيْنِ وَالدُّنْيَا مُقِيْمِ الْمَعَالِمِ
عَلَى الصَّادِقِ الْمَيْمُوْنِ ذِي الْحِلْمِ وَالنُّهٰى — وَذِي الْفَضْلِ وَالدَّاعِيْ لِخَيْرِ التَّرَاجِمِ

آپ کی پھوپھی نے بدر کے ساتھ نبی آخرالزماں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تشبیہ دی اور اُسی طرح آپ کی تعریف و توصیف کی جیسا کہ اللہ جل شانہٗ نے لوگوں کے دلوں میں اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت رکھی ہوئی ہے حالانکہ وہ اپنی قوم کے دین پر تھیں۔

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پیشانی مبارک روشن تھی اور رات کے اندھیرے میں جب وہ بادلوں کے اندر سے دکھائی دیتی تو ایسا محسوس ہوتا جیسے سورج ہے جس سے کرنیں پھوٹ رہی ہیں۔ رخسار مبارک صاف تھے، جن پر گوشت کم یا زیادہ نہ تھا۔ چہرہ مبارک نہ لمبا تھا اور نہ بالکل گول۔ ریش مبارک بھاری تھی۔ ٹھوڑی کے بال اُبھرے ہوئے تھے، گویا اُس کے اردگرد دونوں جانب موتیوں کی سفیدی تھی۔ گردن مبارک سب لوگوں سے خوب صورت تھی، جو بالکل مناسب تھی، اُسے نہ لمبی کہا جا سکتا نہ کوتاہ۔ گردن کا ظاہری حصہ یوں محسوس ہوتا کہ چاندی ہے جس میں سونے کی ملاوٹ ہو۔ اُس میں چاندی سونے جیسی دمک تھی کیونکہ چاندی کی سفیدی اور سونے کی سُرخی اپنی نیرنگیاں دکھاتی تھی جبکہ گردن مبارک کا ملبوس حصہ چاند کے مانند تھا۔

سرورِ کون و مکاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا سینۂ بے کینہ جو علوم و معارفِ الٰہیہ کا گنجینہ تھا، وہ کشادہ تھا۔ گلے کے نیچے سے ناف تک بالوں کی دھاری تھی، جو ناف کو گلے سے ملاتی تھی۔ اِن کے علاوہ آپ کے سینۂ اقدس یا شکم مبارک پر اور کسی جگہ بال نہیں تھے۔ آپ کی ہتھیلیاں کشادہ اور انگشت ہائے مبارک لمبی تھیں، گویا وہ چاندی کی ڈلیاں ہیں۔ ہتھیلیاں ریشم

؎ (ترجمہ) اے میری دونوں آنکھو! مصطفیٰ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے فراق میں بہنے والے آنسوؤں کے ساتھ میری مدد کرو کیونکہ وہ قبیلۂ بنی ہاشم کے چاند تھے۔

• اُس مصطفیٰ پر جو بھلائی، انصاف اور پرہیزگاری کی حدود کو دین اور دنیا کے لیے قائم کرنے والے تھے۔

• اُس صادق اور بابرکت پر جو تحمل والا، عقلمند، صاحبِ فضل و کرم اور بہتر ہمدردی کی طرف بلانے والا ہے۔

marfat.com

سے زیادہ نرم اور ملائم تھیں، جن کی مہک کو دیکھ کر یہی گمان گزرتا تھا کہ شاید کسی عطار کی ہتھیلیاں ہیں آپ خوشبو لگاتے یا نہ لگاتے، ہر حالت میں یہ اسی طرح عطر بیزی اور عطر ریزی کا کام کرتی رہتی تھیں۔ اگر کوئی شخص مصافحہ کرتا تو اُس کے ہاتھ بھی خوشبودار ہو جاتے۔ اگر آپ کسی بچے کے سر پر دستِ شفقت پھیرتے تو وہ بچہ خوشبو کے باعث دُوسرے بچوں سے پہچانا جاتا۔

ازار سے نیچے آپ کی رانیں اور پنڈلیاں مبارک بھی خوب صورت اور معتدل تھیں۔ آپ آگے کی جانب ذرا سا جھک کر چلا کرتے تھے، جیسے اُونچی جگہ سے نشیبی جگہ کی جانب اُترنے کی حالت ہُوا کرتی ہے۔ آرام سے چلتے اور اُس میں متکبرانہ انداز کا شائبہ تک نہیں ہوتا تھا۔ چلتے وقت چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتے اور آرام سے اٹھاتے۔ جب کسی نیک کام کے لیے جانا ہوتا تو جلدی فرماتے اور سب لوگوں سے آگے چلتے اور جن مواقع پر ایسی کوئی جلدی نہ ہوتی تو لوگوں کے پیچھے چلتے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ باقی لوگوں سے مجھے اپنے باپ حضرت آدم علیہ السلام سے زیادہ مناسبت ہے اور حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام خُلق اور پیدائش میں میرے مشابہ تھے یہ اُس حصے کی نقل ہے جس کا میں نے حافظ ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیفِ لطیف دلائل النبوۃ سے انتخاب کیا تھا۔ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیْبِہٖ مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْن۔

---

marfat.com

امام کبیر و صدر مشاہیر قاضی ابو الحسن ماوردی

رضی اللہ تعالیٰ عنہ

کے

فرمودات گرامی

marfat.com

اخلاق و فضائل

قاضی ابوالحسن ماوردی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۴۵۰ھ) نے اپنی تصنیف لطیف اعلام النبوۃ کے بیسویں باب کو سرور کون ومکاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اخلاقی شرف اور فضائل کمالیہ کے بیان کی خاطر وضع فرمایا ہے کیونکہ اخلاق کے لحاظ سے آپ سب سے شرف والے ہیں اور آپ کے افعال سب سے حسین وجمیل ہیں۔ بلحاظ اعلیٰ مراتب اور افضل اعمال کے اس کائنات کے گوہر یکدانہ آپ ہیں، کیونکہ اصول وقوانین ہمیشہ اپنی مناسبت کی جانب رجوع ہوتے اور مخالف سمت سے نفرت کرتے ہیں۔ یاد رہے کہ اس دنیا میں نبوت سے اُوپر اور کوئی منصب نہیں۔ اللہ تعالیٰ اور بندوں کے درمیان نبوت ہی سفارتی تعلقات کا ذریعہ ہے۔

تبعث علی مصالح الخلق وطاعۃ الخالق فکان افضل الخلق بہا اخص۔ (ص۹۳)	مخلوق کی بھلائی اور خالق کی اطاعت کیلئے نبی کو مبعوث فرمایا جاتا ہے۔ پس جو ساری مخلوق سے افضل ہو وہی اس کے لیے مختص کیا جاتا تھا۔

نبی اپنے معاصرین سے اعلیٰ اور کامل اوصاف کے لائق ہوگا اور اس کا ثبوت پیش کر سکے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانۂ اقدس میں کوئی ایک شخص بھی ایسا نہ تھا جو فضیلت میں کسی طرح بھی آپ کا ہم پلہ ہو اور نہ کوئی ایسا شخص ہی تھا جو اخلاقی وتخلیقی صفات میں یا اقوال و افعال کے کاوت میں آپ سے نزدیک ہو۔ اسی لیے تو اللہ رب العزت نے اپنی کتاب میں آپ کی یُوں توصیف فرمائی ہے:

وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ [1] — اور بیشک تمہاری خُو بُو بڑی شان کی ہے۔

اگر کوئی یہ کہے کہ آپ کے فضائل تو نبوت کی دلیل نہیں ہو سکتے کیونکہ سُنا نہیں گیا کہ کسی نبی نے اپنی اُمت کے سامنے اِنھیں نبوت کی دلیل کے طور پر پیش کیا ہو اور نہ اپنی رسالت کی مقبولیت میں ان

---

[1] پ ۲۹، سورۂ القلم، آیت ۴

marfat.com

پر اعتماد کیا ہے کیونکہ ان میں کبھی غیر نبی بھی شریک ہو جاتا ہے۔ لیکن نبی جب خرقِ عادت امر (معجزہ) ظاہر کرے پھر اُن سے ممتاز شخصیت ثابت ہوتا ہے۔ اس سے تو یہی ثابت ہوتا ہے کہ معجزہ ہی دلیلِ نبوت ہے نہ کہ دیگر فضائل و اوصاف۔

اس کا جواب یہ دیا جاتا ہے کہ فضیلت نبوت کی متاع اور نشانیوں سے ہے اگرچہ اُس کے معجزات میں شمار نہیں، حالانکہ فضیلت میں کمال درجے کو پہنچنا انتہائی کٹھن مرحلہ ہے اور مرتبۂ کمال تک پہنچنا بھی معجزے کی مانند ہے۔ دُوسرے انداز سے دیکھیے تو جھُوٹ سے بچنا کمال فضیلت ہے اور جو شخص دعوئِ نبوت ہی میں جھوٹا ہو وہاں فضیلت کیسی اور کمال کہاں؛ لہٰذا کمال فضل صدق کا موجب ہُوا اور صدق کلام کی مقبولیت کا باعث اور موجب ہے۔ اس سے ثابت ہُوا کہ انبیاء و مرسلین کے لیے فضیلت میں کمال رکھنا، اُن کی نبوت و رسالت کی دلیل بن سکتا ہے۔ جب یہ امر واضح ہو چکا تو جان لینا چاہیے کہ کمالاتِ بشریہ کے معتبر ہونے کی چار وجوہات ہیں، یعنی:

۱۔ کمال پیدائش	۲۔ کمال اخلاق
۳۔ کلام کے فضائل	۴۔ اعمال کے فضائل

پہلی وجہ

اعتدالِ صورت کے بعد آپ کے اخلاقِ عالیہ کا کمال درجہ چار اوصاف کے لحاظ سے ہے،

اوّل وقار و طمانیت، جو ہیبت اور تعظیم کا سبب بنتی اور تقدیم و تسلیم کی جانب بُلاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ لوگوں کے دلوں میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بڑی ہیبت تھی، یہاں تک کہ کسریٰ کے قاصد جب آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوتے تو اُن پر لرزہ طاری ہو جاتا تھا، حالانکہ ایران کے بادشاہوں کی سطوت و دبدبہ اور ظلم و تشدد کے باوجود اُن سے اِتنے خائف نہ تھے لیکن آپ کی ہیبت اُن کے دلوں اور دماغوں پر مسلّط ہو جاتی اور اُن کی نگاہوں میں آپ کی عظمت سما جاتی تھی، حالانکہ آپ نے کبھی شاہانہ عظمت دکھانے کا تکلف نہیں فرمایا تھا اور نہ کبھی آپ اس انداز سے فخر کیا جس سے سطوت و دبدبے کی نمائش مترشح ہوتی کیونکہ سرورِ کون و مکاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو تواضع کی صفت سے

marfat.com

متصف اور اس وصف میں شہرۂ آفاق تھے۔

دوم — خندہ پیشانی، جو اخلاص و محبت کی موجب اور مروت و خلوص کا باعث ہے۔ رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لوگوں میں محبوب تھے کیونکہ خندہ پیشانی کے سبب دلوں میں آپ کی محبت مستحکم ہو جاتی تھی، یہاں تک کہ بارگاہِ رسالت میں اکثر حاضر رہنے والے حضرات بھی کبھی ناراض نہ ہو سکے اور جو آپ کے قریب تھا وہ کبھی دُور نہ ہُوا۔ فخرِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنے اصحاب اسی طرح محبوب تھے جیسے ایک باپ کو اپنے بیٹے عزیز ہوتے ہیں یا ایک پیاسے کو جس طرح ٹھنڈا پانی محبوب ہوتا ہے، اِن سے بدرجہا محبوب تھے۔

سوم — حُسنِ قبول، جو دلوں کو آپ کی جانب مائل کرتا تھا۔ اسی لیے لوگ آپ کی اطاعت گزاری میں تیزی دکھاتے اور موافقت پر تُلے رہتے تھے۔ آپ اُن میں اس درجہ مقبول تھے کہ دلوں کو جیت رکھا تھا۔ اِسی لیے قلوب میں آپ کی مصاحبت اور محبت کے جذبات مضبوط و مستحکم ہو گئے تھے یہاں تک کہ مخالف بھی آپ سے بھاگتا نہ تھا اور نہ دُور ہونے والا آپ سے متوحش ہوتا، ہاں جو بدبختی کے باعث حسد کی آگ میں جلنا پسند کرتا یا محرومی کی بدولت آپ کی مخالفت پر کمربستہ رہتا، اُس کا معاملہ ہی اور ہے۔

چہارم — آپ کی اطاعت گزاری کی جانب دلوں کا میلان اور لوگوں کا آپ کی موافقت کے لیے ایسا اطاعت شعار بن جانا کہ خواہ وہ ظلم و ستم کی چکی میں خُوب پیسے جاتے لیکن اُن کے پائے ثبات میں لغزش نہ آتی۔ یہی وجہ ہے کہ خلوصِ دل سے حلقہ بگوش ہونے والا کوئی آپ سے جُدا نہ ہُوا اور خواص میں سے کسی نے دُوری گوارا نہ کی۔ یہ چاروں اوصاف سعادت کی طرف بُلانے والے اور قوانینِ رسالت ہیں۔ یہ اوصاف نبیِ آخر الزماں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں مکمل طور پر پائے جاتے تھے اور آپ اُن اخلاق و صفات میں بھی کامل تھے جو اِن کے موازی شمار ہوتے ہیں اور اُن کے مقتضیٰ کے آپ پُوری طرح مستحق تھے۔ صَلَوَاتُ اللّٰہِ تَعَالٰی وَسَلَامُہٗ عَلَیْہِ۔

دُوسری وجہ

دُوسری وجہ آپ کے اخلاقی کمال سے متعلق ہے اور یہ چھ اوصاف د

marfat.com

خصائل پر مشتمل ہے :

پہلی خصلت یہ عقلِ مصطفیٰ کے بارے میں ہے کہ آپ کا ذہنی رجحان اور خیالات صحیح اور فراست مبنی بر صداقت تھی۔ فہم و فراست کے وفور و کمال پر آپ کی اصابت رائے، حُسنِ تدبیر اور احسن تالیف دلالت کرتی ہیں۔ آپ نے تدبیر میں کبھی غفلت اور سختی میں عجز کو قطعاً اختیار نہیں فرمایا بلکہ شروع ہی میں انجام تک غور فرما لیتے اور ان کے عیوب و نقائص کو معلوم کر کے مشکلات پر قابو پانے کی تدابیر اختیار کرتے اور انہیں حل کر کے چھوڑتے۔ یہ بات فہم کی درستی اور یقین کی پختگی کے بغیر کہاں حاصل ہوتی ہے ؛

دُوسری خصلت دشوار امور اور نامساعد حالات میں ثابت قدم رہنا اور یہی مطلوبِ کمال ہے۔ جنگوں اور تکالیف شدیدہ کے مواقع پر صبر و سکون کا پایا جانا انتہائی حیران کن ہے لیکن قربان جائیں حبیبِ پروردگار (جل جلالہٗ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے حوصلے پر کہ بادِ مخالف کی ایسی تندی و تیزی کے وقت بھی آپ کو مطمئن ہی دیکھا گیا۔ کسی بڑی سے بڑی تکلیف نے آپ کے اوسان خطا نہ کیے اور کسی مصیبت سے آپ کے پائے ثبات میں لغزش نہ آئی۔ اگر ایک جانب سے مصائب و آلام کے بادل گھر کر آتے تھے تو ادھر آپ کو اتنی قدرت حاصل تھی کہ خندہ پیشانی کے ساتھ تمام اندھیروں کو چھانٹ کر رکھ دیتے تھے۔ قریشِ مکہ نے آپ کو ایسے ایسے شدائد و تکالیف میں مبتلا کیا جو پیشانیوں کو سفید کر دینے والی اور قلعوں کو ڈھانے والی تھیں لیکن آپ عددی ضعف کے باعث صبر کرتے اور سب کچھ اس طرح برداشت کرتے رہے جیسے غالب آنے والا مطمئن رہتا ہے۔

حماد بن سلمہ نے ثابت سے اور انہوں نے حضرت انس (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا : میں نے لوگوں کو اللہ تعالیٰ سے ڈرایا لیکن بز ڈرے۔ اللہ تعالیٰ کے دین کی تبلیغ کی تو اس کی پاداش میں مجھے اتنی تکالیف پہنچائی گئیں جتنی کسی دوسرے کو نہیں پہنچائی گئیں۔ ایسے بھی وقت آئے کہ ایک مرتبہ تین شب و روز گزر گئے لیکن ہمارے پاس صرف وہی طعام تھا، جو بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بغل کے نیچے چھپایا ہوا تھا۔

marfat.com

حضرت عبدالرحمٰن بن زید نے اُمّ المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی ہے کہ فخرِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے گھر والوں نے کبھی سیر ہو کر متواتر دو دن جَو کی روٹیاں بھی نہیں کھائی تھیں اور تاجدارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پردہ فرمانے تک اُن کی یہی حالت رہی۔ جائے غور ہے کہ جو ہستی لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف بُلانے کے عوض اتنی تکالیف اٹھائے اور صبر کرے، اُس پر کسی دنیاوی منفعت چاہنے کا تصور کرنا بھی حماقت ہے یا نہیں؛

تیسری خصلت

فخرِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا زہد یعنی دنیا سے اعراض کرنا اور معمولی سی چیز پر قناعت کرنا ہے۔ آپ نے دنیاوی عیش و عشرت کا کبھی تصور بھی نہیں کیا اور نہ اُس کی رنگا رنگی کو ترک کرنے کا کبھی افسوس ہی فرمایا۔ حضرت سفیان ثوری نے حبیب بن ابی ثابت سے اور اُنھوں نے خیثمہ بن عبدالرحمان (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کہا گیا تھا کہ اگر آپ اس قدر دنیا کے خزانے چاہیں جو نہ آپ سے پہلے کسی کو نصیب ہوئے ہوں اور نہ آپ کے بعد کسی دُوسرے کو دیئے جائیں اور آپ کے ثوابِ آخرت میں بھی کسی قسم کی کمی واقع نہ ہو، تو آپ کی خواہش پُوری کر دی جائیگی۔ آپ نے یہی جواب دیا کہ وُہ خزانے بھی میری آخرت ہی کے لیے ذخیرہ کر دیئے جائیں۔ اِس پر یہ آیۂ مبارکہ نازل ہُوئی؛

تَبَارَكَ الَّذِيْٓ اِنْ شَآءَ جَعَلَ	بڑی برکت والا ہے وُہ کہ اگر چاہے تو تمھارے
لَكَ خَيْرًا مِّنْ ذٰلِكَ جَنّٰتٍ	لیے بہت بہتر اس سے کر دے، جنّتیں جن کے
تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ	نیچے نہریں بہیں اور کرے گا تمھارے لیے
وَيَجْعَلْ لَّكَ قُصُوْرًا ۱۰ لہ	اُونچے اُونچے محل۔

بلال بن ابی خباب نے عکرمہ سے اُنھوں نے عبداللہ بن عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) سے روایت کی ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بارگاہِ رسالت میں حاضر ہُوئے۔ اُس وقت

لہ پ ۱۸، سورۂ الفرقان، آیت ۱۰

marfat.com

کونین کے تاجدار، حبیب پروردگار (جل جلالہٗ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) چٹائی پر تشریف فرما تھے اور چٹائی کے نشانات آپ کے جسم مبارک پر پڑے ہوئے تھے۔[1] فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آقائے کائنات کی یہ حالت دیکھی تو تڑپ اُٹھے اور عرض گزار ہوئے، یا رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)! اگر آپ نرم بستر استعمال فرمایا کریں تو کیا ہی اچھا ہوتا۔ کونین کے تاجدار، احمدِ مختار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے دنیا سے کیا سروکار؛ میرا دنیا سے کیا تعلق! قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے۔ میری مثال جنگل میں سفر کرنے والے اُس مسافر سوار جیسی ہے جو گرمیوں میں دوپہر کے وقت کسی درخت کے سائے میں آرام کرنے لگے اور دن ڈھلتے ہی اُسے چھوڑ کر چل دے۔

حضرت حمید بن بلال بن ابی بردہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ہمارے سامنے ایک موٹا کمبل اور ایک موٹی سی چادر نکالی اور فرمایا: ان دونوں کپڑوں میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وصال فرمایا تھا حالانکہ اُس وقت حالت یہ تھی کہ حجاز مقدس کے آخری کنارے سے عراق کی آخری حد تک اور یمن کی پرے والی زمین سے عمان کے سمندر تک کے آپ مالک و مختار تھے۔ لیکن آپ دنیا کمانے اور ذخیرہ کرنے میں سب سے بڑے زاہد اور دنیوی منفعت حاصل کرنے میں تمام انسانوں سے زیادہ اعراض فرمانے والے تھے۔

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نہ پیچھے مال چھوڑا نہ قرضہ، نہ نہر کھدوائی نہ مکان بنوایا اور نہ اپنے بیوی بچوں کو کسی قسم کے دنیاوی مال و متاع کا وارث قرار دیا۔ اس سے یہی مقصود تھا کہ جس طرح آپ نے زُہد کو اختیار فرمایا اور دنیا کی جانب رغبت کرنے سے اپنی ذات کو روکے رکھا، اسی طرح اہلِ بیتِ اطہار بھی منزلِ دنیا میں صرف آپ ہی کے نقوشِ قدم پر گامزن رہیں اور دنیا سے حتی الامکان کنارہ کشی فرمائیں۔

---

[1] مولانا اختر الحامدی مدظلہٗ نے یہ نقشہ یوں پیش کیا ہے، ؎

بستر چٹائی، دوش پہ کمبل، غذا کھجور

اے تاجدار! یہ تری شانِ گدا پسند

marfat.com

ابو سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اپنے والد محترم کی وراثت کا مطالبہ کیا تو اُنھوں نے ایسا مطالبہ کرنے سے منع کیا۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے پُوچھا: اچھا آپ کا وارث کون ہوگا؟ جواب دیا: میری اولاد اور بیوی۔ اِس پر حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہنے لگیں کہ یہ معاملہ ہے تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بیٹی کیوں اُن کی وارث نہیں ہو سکتی؟ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا ہے کہ ہمارا کوئی وارث نہیں ہوتا بلکہ جو کچھ ہم چھوڑیں وہ صدقہ ہوتا ہے۔ پس جن کی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کفالت فرماتے تھے اُن کی کفالت اب میرے ذمے ہے۔ جس پر ہمارے آقا خرچ کرتے تھے اُن پر اب میں خرچ کروں گا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دنیا میں زُہد اختیار کرنے اور اُس کی زیب و زینت سے اعراض کرنے کی جانب رغبت دلائی ہے تاکہ لوگ دُنیا کے نقصانات سے محفوظ رہیں اور اِسی لیے دنیوی خواہشات سے روکا ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے زُہد کی فضیلت میں اور خلفائے راشدین کی اقتدا کرنے کے متعلق حدیث بیان کر کے مذکورہ بالا وضاحت فرمائی تھی۔

چوتھی خصلت لوگوں سے آپ کا تواضع کے ساتھ پیش آنا حالانکہ وہ آپ کے مطیع تھے اور اُن سے مشفقانہ سلوک کرنا حالانکہ وہ آپ کی پیروی کرتے تھے۔ آپ بازار میں تشریف لے جاتے تو مٹی پر بھی بیٹھ جاتے۔ اپنے اصحاب اور اہلِ مجلس سے گھُل مل کر رہتے۔ حیا کے سبب نظریں نیچی رکھنے کے باعث پہچانے جاتے تھے۔ تواضع کے سبب ممتاز اور عاجزی کے باعث باوقار تھے۔ آپ کے پاس جب کوئی دیہاتی آتا تو مارے خوف اور ہیبت کے کانپنے لگتا۔ آپ فرماتے: اطمینان رکھو، میں تو ایک ایسی عورت کا بیٹا ہوں جو مکہ مکرمہ میں سُوکھا گوشت کھایا کرتی تھی۔ یہ تھا آپ کا شرف والا اخلاق اور یہ تھیں آپ کی حسین عادتیں جو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی فطرت میں داخل تھیں۔ سیرتِ مصطفیٰ میں یہ باتیں نادر نہیں کہ اِنھیں شمار کیا جائے اور آپ کم نہیں جن کا احاطہ کیا جا سکے۔

پانچویں خصلت مشتعل کر دینے والے اُمور کے مواقع پر بُردباری اور وقار سے کام لینا۔

marfat.com

سرورِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم گھبراہٹ کے وقت ہر عقلمند سے بڑھ کر ثابت قدم اور جھگڑوں کے مواقع پر ہر عقلِ سلیم رکھنے والے سے زیادہ راہِ راست پر رہتے۔ بدوؤں والی سنگدلی کا آپ کی سیرتِ مقدسہ پر نام و نشان بھی نہیں تھا اور نہ کسی نے یہ نقل کیا کہ جلد بازی آپ کے قریب بھی پھٹکنے پائی ہو۔ آپ کے سوا کوئی حلیم ایسا نہیں جو پھسلا نہ ہو اور کوئی باوقار ایسا نہیں جس سے لغزش صادر نہ ہوئی ہو۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو خواہشات کی حرکت اور خفت والی لغزش سے اپنی قدرتِ کاملہ کے ذریعے محفوظ فرمایا تھا تاکہ اپنی اُمت پر رحیم اور مخلوق پر مہربان رہیں۔ قریش نے آپ پر طرح طرح سے ظلم و ستم کے پہاڑ گرائے لیکن آپ نے مظالم کے مقابلے میں صبر کے دامن کو مضبوطی سے تھامے رکھا اور اُن کی ذات سے اعراض فرماتے رہے۔ آپ کے ساتھ نازیبا سلوک صرف بے وقوف اور کمینے لوگ ہی نہیں کر رہے تھے بلکہ جو بڑے عقلمند شمار ہوتے تھے اُنھوں نے بھی ذلیل انسانوں کی طرح آپ کی ذات پر حملے کیے۔ وہ آپ پر زیادتی کرتے لیکن آپ اُن سے ملنے کی کوشش کرتے اور درگزر فرماتے رہتے۔ جب آپ مخالفوں پر غالب آئے تو اُنھیں معاف فرما دیا اور قدرت پانے پر اُنھیں بخش دیا۔ جب آپ نے مکہ مکرمہ کو فتح کر لیا تو کامیابی حاصل کر لینے کے باوجود دشمنوں کو معاف فرما دیا۔ وہ سارے کے سارے آپ کے حضور کھڑے تھے۔ پوچھا: تم مجھ سے کیسے سلوک کا گمان رکھتے ہو؟ جواب دیا کہ آپ احسان فرمانے والے باپ کے احسان فرمانے والے بیٹے ہیں، ہمارا گمان تو یہی ہے کہ آپ ہمیں معاف فرما دیں گے اور اگر آپ انتقام لیں تو ایسا کرنا زیادتی نہیں کیونکہ خطاکار ہونے کے سبب ہم اِسی لائق ہیں۔ یہ سُن کر اُس رحمتِ مجسّم نے فرمایا: میں وہی کہتا ہوں جو حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں سے کہا تھا:

لَا تَثْرِیْبَ عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ یَغْفِرُ — آج تم پر کچھ ملامت نہیں۔ اللہ تمھیں معاف کرے

اللّٰہُ لَکُمْ وَ ھُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ[۱] — اور وہ سب مہربانوں سے بڑھ کر مہربان ہے۔

اِس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دعا کی، اے پروردگارِ عالم!! اِس سے پہلے تُو نے قریش پر عذاب بھیجا تھا، اب اِنھیں اپنے انعامات سے مالا مال فرما۔ رسولِ اکرم صلی اللہ

---

[۱] پ ۱۳، سورۂ یوسف، آیت ۹۲

marfat.com

تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس ہند بنت عتبہ حاضر ہوئی آپ نے اُس کے افعال سے درگزر کرتے ہوئے بیعت فرما لیا، حالانکہ اُس نے آپ کے عمِ محترم حضرت امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا شکم مبارک چیر کر آپ کا کلیجہ نکالا اور چبایا تھا۔

اگر کوئی یہ کہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بنی قریظہ کو کھڑا کر کے ایک ہی دن میں سات سو افراد کی گردنیں کٹوا دی تھیں، وہاں عفو و درگزر سے کام کیوں نہ لیا؟ وہاں آپ نے اُس شخص کی طرح انتقام لیا جس کے نزدیک سے بھی مہربانی کا گزر نہ ہوا ہو اور آپ کا دل اُن پر ذرا نہ پسیجا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اُن کے ساتھ یہ سلوک حقوق اللہ کے سلسلے میں کیا تھا نیز بنی قریظہ خود ہی حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تحکیم (ثالثی) پر رضامند ہوئے تھے اور یہ فیصلہ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی نے سُنایا تھا کہ بنی قریظہ کے ہر بالغ کو قتل کر دیا جائے اور نابالغوں کو غلام بنا کر رکھا جائے۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ فیصلہ سُن کر فرمایا تھا کہ اللہ رب العزت کا آسمانی فیصلہ بھی یہی ہے۔ پس جو اللہ جل شانہ کی طرف سے فیصلہ ہو چکا تھا آپ کے لیے اُسے تبدیل کرنا کب جائز تھا؟ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا درگزر کرنا صرف اُن امور سے متعلق تھا جن کا تعلق صرف آپ کی ذات سے ہوتا تھا۔

چھٹی خصلت آپ عہد کی حفاظت اور وعدے کا ایفاء فرماتے تھے۔ آپ نے عہد کا پاس لحاظ کرنے والے کے ساتھ کبھی عہد نہیں توڑا اور نہ کبھی وعدے کا خلاف کیا کیونکہ وعدہ خلافی کرنا آپ کے نزدیک ایک بہت بڑا گناہ تھا اور وعدے کی خلاف ورزی کو بُری عادتوں میں شمار فرماتے تھے۔ عہد کی حفاظت اور وعدے کو وفا کرنے کے معاملے میں آپ پختگی کا التزام فرماتے اور عہد کو قائم رکھنے کی خاطر سخت مشکلات کا خندہ پیشانی سے خیر مقدم فرمایا کرتے اور اس طرح ہر صورت میں وعدے پر قائم رہتے تھے۔ ہاں جب معاہدہ کرنے والا دوسرا فریق ہی عہد توڑنے لگتا تو اللہ تعالیٰ آپ کے لیے بہتر راستہ نکال دیا کرتا تھا جیسے بنو قریظہ اور بنو نضیر کے یہودیوں نے کیا اور جس کا مظاہرہ صلح حدیبیہ میں قریش مکہ نے کیا۔ تو پروردگارِ عالم نے اُن کی عہد شکنی کے باوجود اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے بہتری کا پہلو نکال دیا — یہ چھ

marfat.com

خصائل ہیں جو آپ کے اخلاقِ عالیہ میں کامل طور پر موجود تھے اور جن کے باعث اللہ تعالیٰ نے اپنی ساری مخلوق پر آپ کو فضیلت مرحمت فرمائی ہے۔

تیسری وجہ

یہ وجہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فضائلِ اقوال میں ہے۔ یہ آٹھ خصلتوں کے باعث معتبر ہے، جو یہ ہیں:

خصلتِ اول آپ کو حکمتِ بالغہ اور بڑے بڑے علوم مرحمت فرمائے گئے حالانکہ آپ اِس اُمت کے اُمّی نبی ہیں کیونکہ نہ کسی سے کوئی کتاب پڑھی نہ کوئی علم ہی کسی سے سیکھا اور نہ کسی کے سامنے زانوئے تلمذ ہی تہہ کرنے کی نوبت آئی۔ اِس کے باوجود آپ سے وہ کچھ ظاہر ہوا اس سے عقلیں حیران اور انسانی فہم و ذکاء کو اپنی نارسائی کا یقین ہو جاتا ہے۔ آپ نے اقوال و افعال میں کبھی لغزش صادر نہیں ہوئی۔

فخرِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی شریعت مطہرہ کا دار و مدار چار احادیث پر رکھا، جن سے مقصد حاصل اور اجتہاد کی جڑیں مستحکم ہو جاتی ہیں۔ پہلی حدیث یہ ہے:

انما الاعمال بالنیات و انما لکل امرئ ما نوی۔ (ص۹)	بے شک اعمال کا دار و مدار نیت پر ہے اور ہر شخص کے لیے وہی ہے جو اُس نے کمایا۔

اسی سلسلے کی دُوسری حدیث یہ ہے:

الحلال بین والحرام بین وبین ذلك امور مشتبھات ومن یحوم حول الحمی یوشك ان یقع فیہ۔ (ص۹)	حلال واضح ہے اور حرام واضح ہے لیکن اِن کے درمیان بعض امور مشتبہ ہیں۔ جو شخص چراگاہ کے اردگرد چرتا ہے، خطرہ ہے کہ ایک روز وہ اُس میں داخل ہو جائے۔

فخرِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اس بارے میں تیسرا فرمان یہ ہے:

من حسن اسلام المرء ترکہ ما لا یعنیہ۔ (ص۹)	انسان کا اچھا اسلام اِس بات سے ظاہر ہوتا ہے جب وہ غیر مقصود کو ترک کر دے۔

marfat.com

سرورِ کون ومکاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا چوتھا بنیادی ارشادِ گرامی یہ ہے :

دع ما یریبك الی ما لا یریبك ۔	جو بات شک وشبہ میں ڈالے اُسے چھوڑ دو
(صٓ ۹۷)	اور اسے اختیار کرو جس میں شبہ نہ ہو ۔

سرورِ عالم کی جلوہ گری سے پہلے حکمائے فلاسفہ نے کچھ اصول وضع کیے تھے اور لوگوں کو اُن پر عمل کرنے کے لیے اُبھارتے تھے لیکن وُہ بھی اسی نتیجے پر پہنچے کہ دُنیا والوں کی اصلاح دین کے بغیر ممکن نہیں۔ اصلاح کا صرف یہی طریقہ ہے کہ لوگ سچے دین کے تابع ہو کر اُس کے مطابق عمل کریں کیونکہ فلاسفہ کا نہ تو صحیح معنوں میں اثر ہُوا اور نہ اُن کی خبریں واضح اور اطمینان بخش تھیں حالانکہ لوگ اُنھیں حکمتوں کے سرچشمے اور قوموں میں ممتاز شمار کرتے تھے ۔ ایسی فطرت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں پائی گئی ، جو جوہر کی صفائی اور سچا مخبر ہونے کے باعث ہے ۔

خصلت دوم سرورِ کون ومکاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خصلت دوم کے بارے میں قاضی ابوالحسن ماوردی رحمۃ اللہ علیہ یُوں رقمطراز ہیں ،

حفظه لما اطلعه الله علیه	آپ کا اُن سب باتوں کو یاد رکھنا جو اللہ تعالیٰ نے
من قصص الانبیاء مع الامم	آپ کو گزشتہ انبیائے کرام کے اُن کی اُمتوں سمیت
واخبار العالم فی الزمن	واقعات وحالات پر مطلع فرمایا جو پہلے زمانوں کے متعلق
الاقدم حتی لم یعزب	دنیا بھر کی خبریں ہیں، یہاں تک کہ آپ سے کوئی چھوٹی
عنه منها صغیر ولا کبیر	بڑی چیز پوشیدہ نہ رہی اور نہ کوئی قلیل یا کثیر چیز آپ سے
ولا شذ عنه منها قلیل و	دُور رہی حالانکہ فخرِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ
لا کثیر وهو صلی الله	وسلم نے اُن حالات کو کسی کتاب سے ذہن نشین
علیه وسلم لا یضبطها بکتاب	نہیں کیا جسے آپ پڑھتے ہوں اور نہ اُنھیں
یدرسه ولا یحفظها بعین	آنکھوں سے دیکھ کر محفوظ یادداشت پر محفوظ
تحرسه وما ذاك الا من	کیا تھا۔ آپ کی علمی وسعت تو ذہن صحیح، سینہ
ذهن صحیح وصدر	وسیع اور قلب شدید کی بدولت
هذه	ہے اور یہی تو وہ تینوں آلات ہیں

marfat.com

الثلاثة الۃ ما استودع من — جن کے سپرد رسالت کی جاتی ہے اور ان کے ذریعے
الرسالۃ وحمل من اعباء — ہی نبوت کا بارِ گراں اُٹھایا جاتا ہے۔ پس آپ ہی
النبوۃ فجدیر ان یکون — اس قابل تھے کہ ان کے ساتھ مبعوث ہوتے
بہا مبعوثا وعلی القیام بہا محتوتا۔ (ص۲۷۹) — اور انہیں قائم رکھنے پر آپ کو اُبھارا گیا۔

خصلت سوم آپ کا شریعتِ مطہرہ کو ظاہر دلائل کے ساتھ منضبط کرنا اور واضح علل کے ساتھ بیان فرمایا یہاں تک کہ کوئی ایسی بات نہ چھوڑنا جسے عقلِ انسانی معقول نہ قرار دے اور نہ اُس میں کوئی ایسی چیز داخل کی جائے جسے عقل رد کرتی ہو۔ اسی لیے فخرِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جوامع الکلم یعنی حکمت آمیز جامع کلمات دیا گیا ہوں اور حکمت میرے لیے مختصر فرما دی گئی ہے۔ اسی لیے تو رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم چند لفظوں کے ساتھ کثیر حقائق سے مطلع فرمایا کرتے تھے۔ آپ کلام کو طول دینے سے احتراز فرماتے۔ کوئی مجمول امر آپ نے ایسا نہیں چھوڑا جسے واضح نہ کر دیا ہو۔ ایسا کرنا آپ کے لیے بایں وجہ آسان تھا کہ اس پر اللہ تعالیٰ نے آپ کی مدد فرمائی تھی اور اسی راستے پر آپ کو چلایا گیا تھا۔

خصلت چہارم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اچھے اخلاق کا حکم دیا اور مستحسن آداب کی جانب لوگوں کو بلایا ہے۔ صلہ رحمی پر اُبھارا، ضعیفوں اور یتیموں پر مہربانی کرنے کا حکم دیا۔ ایک دوسرے سے حسد کرنے اور بغض رکھنے سے منع فرمایا ہے۔ ایک دوسرے سے تعلقات منقطع کر لینے اور دُور ہو جانے سے روکا ہے۔ آپ نے فرمایا ہے کہ ایک دوسرے سے تعلق منقطع نہ کرو، نہ کسی سے منہ پھیرو۔ نہ کسی سے بغض و عداوت رکھو، اللہ کے بندو! آپس میں بھائی بھائی بن جاؤ تاکہ اس طرح تمہاری فضیلت کے آسمان میں چار چاند لگ جائیں اور آپس میں اچھے اخلاق کی خوب نشر و اشاعت ہو جانے اور مستحسن آداب کثرت سے ظاہر ہونے لگیں اور تمہارے اندر بھلائی کی جانب دوڑنے والی سپرٹ پیدا ہو جانے اور تمہارا ضمیر تمہیں بُرے کاموں سے بالکل منع کرنے لگے اور تم پر اللہ جل شانہ کا یہ ارشادِ گرامی پوری طرح صادق آتا ہے کہ:

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ — تم بہتر ہو اُن سب اُمتوں میں جو لوگوں میں ظاہر ہوئیں

marfat.com

لِلنَّاسِ تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ   بھلائی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے منع
تَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ۔ ؎۱   کرتے ہو۔

پس انھوں نے اللہ تعالیٰ کے احکامات کو اپنے اوپر لازم کر لیا اور جن کاموں سے منع فرمایا گیا تھا ان سے بچے۔ ایسے لوگوں کی ان کے افعال و کردار کے باعث دین و دنیا کی بہتری کمال کو پہنچ جاتی ہے۔ یہاں تک کہ ایسوں کے ذریعے کمزوری کے بعد اسلام پھر غالب آجاتا ہے اور شرک اپنے غلبے کے بعد پھر ذلیل ہو جاتا ہے۔ ایسے نیکوکار درجۂ امامت پر فائز ہوتے ہیں اور وہ بہترین قائد ہوتے ہیں۔

خصلت پنجم اگر آپ سے کچھ پوچھا جاتا تو جواب واضح اور اطمینان بخش ہوتا۔ جب کوئی آپ سے جھگڑتا تو حجت قاہرہ اور دلائل باہرہ سے آپ مخالف پر غالب آتے۔ عجز کبھی آپ کے راستے میں حائل نہ ہوتا اور کوئی آپ کے دعوے کو رد کرنے پر قادر نہ ہوتا اور کوئی مد مقابل بننے والا آپ سے معارضہ نہ کر سکا کیونکہ دلائل و براہین کے ساتھ غالب آپ ہی رہتے اور مخالف بغلیں جھانکتے رہ جاتے۔

اُبی بن خلف جمحی قبرستان سے ایک بوسیدہ ہڈی لے کر آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔ وہ ہڈی بوسیدہ ہو چکی تھی۔ اُسے اپنے ہاتھ سے مسل کر راکھ کی طرح باریک کر کے کہنے لگا: اے محمد! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) آپ کا یہ گمان ہے کہ جب ہم اور ہمارے باپ دادا مر کر اس طرح بوسیدہ ہو جائیں گے اس کے باوجود پھر زندہ کیے جائیں گے۔ آپ کا یہ دعویٰ بڑا ہی حیران کن ہے حالانکہ ایسی بات کسی اور شخص سے ہم نے قطعاً نہیں سنی۔ بھلا بوسیدہ ہونے کے بعد یہ ہڈیاں کس طرح زندہ ہو سکتی ہیں؟ اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری پیغامبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو برہانِ نبوت کے ساتھ جواب سکھایا اور آپ کو یوں جواب دینے کا حکم ملا:

قُلْ يُحْيِيْهَا الَّذِيْٓ اَنْشَاَهَآ اَوَّلَ   تم فرماؤ، انھیں وہ زندہ کرے گا جس نے پہلی بار
مَرَّةٍ ۭ وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيْمُۨ ؎۲   انھیں بنایا اور اسے ہر پیدائش کا علم ہے۔

؎۱ پ ۴، سورۂ آل عمران، آیت ۱۱۰   ؎۲ پ ۲۳، سورۂ یٰسٓ، آیت ۷۹

marfat.com

وہ مبہوت ہو کر واپس لوٹ گیا کیونکہ اس دعوے کو رد کرنے والی اُسے کوئی دلیل نہیں سُوجھتی تھی۔

اسی طرح جب ایک مرتبہ آپ نے فرمایا کہ مرض متعدی نہیں ہوتا اور بدفالی کوئی چیز نہیں ایک شخص کہنے لگا: ہم تو یہی دیکھتے ہیں کہ ایک اُونٹ کے ہونٹ پر معمولی سی خارش ہو جائے تو یہ بیماری سارے اُونٹوں میں پھیل جاتی ہے۔ یہ سُن کر آپ نے جواباً فرمایا: اچھا پہلے اُونٹ کو کس نے بیمار کیا تھا؟ سائل خاموش ہو گیا۔

خصلت ششم کلام میں تضاد اور خبر میں استرسال سے اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زبان حق ترجمان کو محفوظ رکھا تھا کیونکہ استرسال جھوٹ کے نزدیک اور سچائی سے دور ہوتا ہے۔ فخرِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو بچپن ہی سے صدق میں مشہور تھے یہاں تک کہ صادق اور امین جیسے القاب سے مخاطب کیے جاتے تھے۔ ظہورِ اسلام سے پہلے قریش کا آپ کے سچے ہونے پر پُورا یقین تھا، لیکن جب آپ نے اُنھیں اسلام کی دعوت دی تو تکذیب کرنے لگے۔ بعض حسد کے باعث اور بعض نے معاندانہ رویتے کے ساتھ تکذیب کی اور کئی ایک نے تو آپ کے نبی اور رسول ہونے کو بعید جان کر تکذیب کا ارتکاب کیا۔ اِن حالات میں اگر اُن لوگوں کے دائرۂ معلومات میں آپ کا کوئی معمولی سا جھوٹ بھی ہوتا تو اُسے تکذیبِ رسالت کی دلیل ضرور بناتے۔ لیکن جس نے اوائل عمر ہی میں صدق کو اپنے لیے ضروری ٹھہرا لیا ہو۔ یقیناً بڑی عمر میں تو اُس نے خُوب ہی پختگی حاصل کر لی ہو گی۔ علاوہ بریں قابلِ غور ہے کہ جو اپنے معاملات اور اُمت کے بارے میں جھوٹ سے معصوم ہو وُہ اللہ تعالیٰ کے حق میں کیوں نہ زیادہ معصوم ہو گا۔ یہ کلیہ منکر و معاند کو دفع کرنے اور اُن کے ردّ میں کافی ہے۔

خصلت ہفتم بوقتِ حاجت آپ کلام کا ارادہ فرماتے اور اُس میں بھی بقدرِ کفایت پر انحصار فرماتے۔ نہ زائد گفتگو کرتے اور نہ بالکل خاموش رہتے، ہاں حاجت و کفایت کے مطابق گفتگو کرنے کے بعد خاموشی اختیار فرما لیا کرتے تھے۔ اِسی لیے آپ کا کلام محفوظ رہا اور مختل نہ ہوا، دلکش ٹھہرا کیونکہ کمزوری سے مبرا تھا، سُننے والے اُس کی حلاوت سے لطف اندوز ہوتے، یہی وجہ ہے کہ وُہ دلوں اور دماغوں میں گھر کرتا چلا گیا، کیونکہ زیادہ باتیں کرنے والا لغزش سے محفوظ نہیں رہ سکتا اور بیہودہ باتیں بنانے والا تنگ دلی ہوتے لغو

marfat.com

ل رہتا۔ ایک اعرابی آپ کے پاس بہت زیادہ باتیں کر رہا تھا۔ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ سلم نے فرمایا: اے اعرابی! تمہاری زبان کے سامنے کتنے پردے ہیں؟ اس نے جواب دیا، ہونٹ اور دانت۔ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کلام کی تیزی اور زیادتی کو ناپسند فرماتا ہے۔ اللہ رب العزت اس شخص کو خوشی و خرمی سے دوچار رکھتا ہے جو زبان کو تیزی سے روکے اور بقدرِ حاجت گفتگو پر اکتفا کرے۔

فضیلت، ہشتم

فخرِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمام انسانوں سے زیادہ فصیح اللسان تھے۔ اپنے بیان کی خوب وضاحت فرما دیا کرتے تھے۔ کلام میں اختصار، الفاظ کی فصاحت و وضاحت اور مفہوم و معانی میں صحت ملحوظ ہوتی۔ آپ نے کبھی تکلف نہیں فرمایا، نہ لگی لپٹی بات کی۔ سرورِ کون و مکان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: زیادہ باتیں کرنیوالے مبغوض ہیں۔ فرمایا: کلام میں تکلف کرنے سے بچو۔ جب آپ پر یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی،

فِیْ بُیُوْتٍ اَذِنَ اللّٰهُ اَنْ تُرْفَعَ — اُن گھروں میں جنہیں بلند کرنے کا اللہ نے حکم دیا ہے

وَیُذْکَرَ فِیْهَا اسْمُهٗ۔ [1] — اور اُن میں اُس کا نام لیا جاتا ہے۔

آپ نے مسجدِ قبا کی بنیاد رکھ دی۔ اُس وقت حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حاضرِ بارگاہ عرض گزار ہوئے، یا رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)! جس نے مسجدیں بنائیں وہ کامیاب ہوا۔ آپ نے فرمایا: ٹھیک کہتے ہو، اے ابن رواحہ! پھر عرض گزار ہوئے، وہ لوگ جو نمازیں جنہیں کبھی قیام میں جاکر اور کبھی قعدے میں۔ فرمایا، اے ابن رواحہ! ٹھیک کہتے ہو۔ پھر ت کرنے لگے: میں رات نہیں گزارتا مگر سجدے کرتے ہوئے۔ آپ نے فرمایا، اے عبداللہ! یسی تنگ بندی سے؟ ایسی باتوں سے خود کو روکو۔ زبان کی فراخی سے زیادہ بُری چیز انسان کو کوئی نہیں دی گئی۔ ایجاز میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کلام جیسا کسی کا کلام نہیں لا:

۱۔ الناس بزمانهم اشبه — لوگ اپنے زمانے والوں کی طرح ہوتے ہیں۔

---

[1] پ ۱۸، سورۃ النور، آیت ۳۶

marfat.com

۲۔ ما هلك امرؤ عرف قدره	جس نے اپنی قدر پہچانی وہ ہلاک نہیں ہوتا۔
۳۔ لو تكاشفتم ما تدافنتم	اگر قبروں کے حالات پر مطلع ہو جاؤ تو مُردے دفن کرنے چھوڑ دو گے۔
۴۔ السعيد من وعظ بغيره	نیک بخت وہ ہے جو دوسرے سے نصیحت حاصل کرے۔
۵۔ العاقل الوف مألوف	عقلمند آدمی محبوب ہوتا ہے۔
۶۔ حبك الشيء يعمي ويصم	کسی چیز کی محبت اندھا بہرہ کر دیتی ہے۔
۷۔ العدة عطية	تیاری عطیہ ہے۔
۸۔ اللهم انی اعوذبك من طمع يهدى الى طبع	اے اللہ! میں طمع سے تیری پناہ چاہتا ہوں جو نفس کی جانب لے جاتی ہے۔
۹۔ افضل الصدقة جهد المقل	بہترین صدقہ غریب کی کوشش ہے۔
۱۰۔ اليد العليا خير من اليد السفلىٰ	اُوپر والا ہاتھ (دینے والا) نیچے والے ہاتھ (لینے والے) سے بہتر ہے۔
۱۱۔ ترك الشر صدقة	بُرائی کو چھوڑنا صدقہ ہے۔
۱۲۔ الخير كثير وقليل فاعله۔	بھلائی تو بہت ہے لیکن بھلا کرنے والے کم ہیں۔
۱۳۔ الناس كمعادن الذهب والفضة	لوگ سونے چاندی کی کانوں کے مانند ہیں۔
۱۴۔ نزلت المعونة على قدر المؤنة	مشقت کے مطابق اعانت نازل ہوتی ہے۔
۱۵۔ اذا اراد الله بعبد خيرا جعل له واعظا من نفسه۔	جب کسی بندے کے ساتھ اللہ تعالیٰ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے تو اس کے نفس کے لیے اُسے نصیحت کرنے والا بنا دیتا ہے۔
۱۶۔ اد الامانة الى من ائتمنك ولا تخن من خانك۔	جو تجھے امین بنائے اُس کی امانت ادا کر دے جو تیرے ساتھ خیانت کرے تو اس کے ساتھ خیانت نہ کر۔
۱۷۔ المؤمن غر كريم والفاجر خب لئيم۔	مومن نیک اور کریم ہوتا ہے۔ فاجر دھوکہ باز اور لئیم ہوتا ہے۔

marfat.com

۱۸ - الدنیا سجن المومن وبلاؤہٗ و جنۃ الکافر ورضاؤہٗ ۔	دنیا مومن کے لیے جیل خانہ اور مقامِ مصیبت ہے لیکن کافر کے لیے جنت اور پسندیدہ جگہ ہے۔

اب سرورِ کون ومکاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ایسا کلام ملاحظہ فرمایا جائے جس کی فصاحت و بلاغت میں کلام نہیں۔

۱۹ - ایاکم والمشارۃ فانہا تمیت العزۃ وتحیی الغرۃ ۔	جھگڑے سے بچو کیونکہ یہ عزت کو تباہ کر دیتا ہے اور غفلت کو تازہ کرتا ہے۔
۲۰ - لا تزال امتی بخیر مالم تر الامانۃ مغنماً والصدقۃ مغرماً ۔	میری امت کا حال اُس وقت تک درست رہے گا جب تک امانت کو مالِ غنیمت اور صدقہ کو تاوان نہ سمجھا جائیگا۔
۲۱ - رحم اللہ عبداً قال خیراً فغنم اوسکت فسلم ۔	اللہ تعالیٰ اس بندے پر رحم کرے جو اچھی بات کہنے کو غنیمت جانے یا خاموشی اختیار کر کے سلامت رہے۔
۲۲ - اللّٰھم انی اعوذبک من علم لا ینفع ونفس لا تشبع وقلب لا یخشع وعین لا تدمع ھل یتوقع احدکم الا غنیً مطغیاً اوفقراً منسیاً او مرضاً مفسداً او ھرماً مفنداً او الدجال فھو شر غائب ینتظر او الساعۃ فی الساعۃ ادھی وامر ۔ (ص۹۹)	اے اللہ! میں تیری پناہ چاہتا ہوں ایسے علم سے جو نفع نہ دے، ایسے نفس سے جو سیر نہ ہو، ایسے دل سے جو (خدا سے) نہ ڈرے، ایسی آنکھ سے جو (تیرے خوف سے) آنسو نہ بہائے، کیا تم میں سے کوئی شخص امیری چاہتا ہے جو سرکشی پر اُبھارتی ہے یا ایسی فقیری جو (خدا کو) بھلانے والی ہے یا مرض جو (جسم کو) بیکار کرتا ہے یا بڑھاپا جو عقل کو کمزور کر دیتا ہے یا دجال کو جو چھپا ہوا شر ہے! انتظار اُس کا اور قیامت کا ہے جو بہت سخت اور بڑی کڑوی ہے۔

فخرِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، تین چیزیں نجات دینے والی ہیں اور تین ہلاک کرنے والی۔ اُن میں سے نجات دینے والی یہ ہیں، (۱) ظاہر اور باطن میں اللہ تعالیٰ سے ڈرنا (۲) امیری ہو یا غریبی، ہر حالت میں میانہ روی اختیار کرنا (۳) رضامندی ہو یا ناراضگی، ہر حالت میں انصاف کرنا —— ہلاک کرنے والی باتیں یہ ہیں: (۱) بُخل کی اطاعت۔ (۲) خواہش کی پیروی (۳) خود کو بڑا سمجھنا۔

marfat.com

سرورِ کون و مکاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میری چھ باتوں کو قبول کرو، میں تمہارے لیے جنّت کا ضامن ہو جاتا ہُوں۔ صحابہ کرام عرض گزار ہُوئے: یا رسول اللہ! وہ چھ باتیں کون سی ہیں؟ فرمایا: (۱) جب تم میں سے کوئی بات کرے تو جھُوٹ نہ بولے (۲) جب وعدہ کرے تو اس کا خلاف کرے (۳) جب امین بنایا جائے تو خیانت نہ کرے (۴) اپنی نگاہوں کو نیچا رکھے (۵) شرمگاہ کی حفاظت کرے (۶) ہاتھوں کو روک کر رکھے۔

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے اپنے بعض خطبوں میں فرمایا: خبردار رہو کہ زمانہ لپیٹا جا رہا ہے، عمریں فنا ہو رہی ہیں، رات اور دن ڈاکیے کی طرح دوڑ رہے ہیں جو ہر بعید کو قریب لا رہے ہیں اور ہر نئی چیز کو پُرانی کر دیتے ہیں۔ اے اللہ کے بندو! اس مرورِ زمانہ سے سبق حاصل کر کے خواہشاتِ نفسانی سے بچو اور اُن نیک کاموں کی جانب راغب ہو جاؤ جو ہمیشہ باقی رہنے والے ہیں۔

نبی آخر الزماں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کو اپنے بعض صحابہ سے شرعی امور میں تساہل کا خطرہ نظر آیا تو آپ نے ایک خطبے میں فرمایا: اے لوگو! کیا تم نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ اس دنیا میں موت صرف دُوسروں کے لیے ہے اور حقوق کا ادا کرنا صرف غیروں پر واجب ہے اور جن مُردوں کو ہم دفن کر رہے ہیں وہ تھوڑی دیر کے بعد ہمارے پاس لوٹ آئیں گے؟ جن عزیزوں کو ہم دفن کر چکے، اُن کا مال اس طرح کھا رہے ہیں گویا ہم اس دنیا میں ہمیشہ زندہ رہیں گے۔ آخر عبرت آموز واقعات اور نصیحت آمیز باتوں کو ہم کیوں بھُول جاتے ہیں؟ آخرت کی خاطر تکلیف برداشت کرنے کے بجائے دنیاوی راحت و آرام کو کس لیے مطمحِ نظر بنا لیا جاتا ہے۔ خوشخبری ہو اُس نیک بخت کو جسے فکرِ آخرت نے دُنیا سے غافل کر دیا اور اپنے عیبوں پر نظر رکھنے کے باعث اُسے دُوسروں کی بُرائیاں معلوم کرنے کی فرصت نہیں ملتی۔

فخرِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کے ارشاداتِ عالیہ میں فصاحت و بلاغت کے اِتنے محیّر العقول نمونے موجود ہیں جنہیں شمار نہیں کیا جا سکتا اور نہ اُن کی انتہا کو پہنچا جا سکتا ہے۔ اُوپر جو کچھ بیان ہُوا ہے یہ مشتے نمونہ از خروارے ہے تاکہ ہر صاحبِ عقل و دانش پر یہ واضح ہو جائے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کا کلام معجز نظام بلاغت کی ہر شرط کا جامع ہے اور فصاحت

marfat.com

کے ہر طریقے کو واضح کرنے والا ہے۔ آپ کے کلام کو اگر دُوسرے کے کلام میں ملا دیا جائے تو آپ کے ارشاداتِ عالیہ اپنے اسلوب و انداز کے باعث دُوسرے کلام سے ممتاز نظر آئیں گے اور بنظرِ غائر دیکھنے سے دُوسرے شخص کے کلام کی خامیاں ظاہر ہونے لگیں گی کیونکہ حق و باطل میں اور جھوٹ سچ میں گھل مل نہیں سکتا۔

سرورِ کون و مکاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بلیغ ارشاداتِ عالیہ کسی محنت یا تکلف کے مرہونِ منت نہیں ہیں کیونکہ آپ کا خطبا، شعراء اور فصحائے اختلاط نہیں تھا، بلکہ یہ سارا کمال بھی آپ کی فطرتِ مقدسہ کا ایک حصہ تھا۔ جس تک کوئی انتہائی کمال کے باوجود بھی نہیں پہنچ سکتا۔ اگر کوئی کہے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا کلام جب کمال کی اس حد تک ہے کہ فصاحت و بلاغت میں دُوسروں کے کلام سے ممتاز ہے اور کسی کے لیے وہاں تک پہنچنے کا راستہ ہی نہیں ہے تو یہ بھی آپ کا معجزہ ہُوا۔ اس کا ہماری جانب سے یہی جواب ہے کہ واقعی آپ کا کلام ایسا ہی معجز نظام ہے جیسا کہ ہم بیان کر چکے اور دُوسرا کوئی شخص آپ سے یقیناً معارضہ بھی نہیں کر سکتا، دریں حالات واقعی یہ معجزہ ہے اور معجزہ وہی ہوتا ہے جس کے مقابلے سے دُوسرے عاجز ہوں۔

چوتھی وجہ

یہ وجہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے افعال کے فضائل میں ہے۔ جس آٹھ خصلتوں کے تحت پیش کیا جاتا ہے:

پہلی خصلت آپ کی بہترین سیرت، صحیح سیاست اور دین میں اعلیٰ انتظام، جس کا اجراء از سر نو ہوا، یہاں تک کہ خوب مستحکم ہو گیا اور بہترین طریقے پر وضع فرمایا جو اب تک جاری ہے۔ اِس دین کے باعث آپ نے اُمت کو ان کی مرغوب و محبوب چیزوں سے ہٹایا اور معروف سے انہیں غیر معروف کی جانب لے گئے تو لوگوں نے بخوشی اس دین کو قبول کیا اور خوف و طمع کے باعث آپ کے حلقہ بگوش ہو گئے۔ اس قدر استحکام اور احسن نظام اُسی صورت میں ممکن ہے کہ صائب اور پختہ رائے نیز روشن ارادہ ہو اور اِس کے

marfat.com

ساتھ تائیدِ ربانی حاصل ہو۔ دین کی جس بات کا آپ نے اعلان فرمایا اگر اس میں مامور ہیں تو بھی آپ کے لیے حجّتِ قاہرہ ہے، لیکن وہ بات اگر اپنے اجتہاد سے فرمائی، تب بھی یہ حقانیت کا واضح نشان ہے آپ کے بیان فرمودہ قواعد کی صحت ہمیشہ مسلّم رہے گی اور تمہارے یقین کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ سلف سے خلف تک سب انہیں تسلیم کرتے آئے ہیں، بلکہ اُن میں دین کی حلاوت بڑھتی اور اس کی جدت مضبوط تر ہوتی رہی ہے۔ وہ دین کو اپنانے زمانہ کے لیے ایک نظامِ حیات مانتے ہیں، جس کے حوادثات بدلتے اور مالوف مختلف ہوتے رہتے ہیں، جو اس پر قایم رہنے والے کے لیے دلیل اور شک کرنے والے کے لیے واضح بیان ہے۔

دُوسری خصلت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تجرّد کرنے والوں اور خوف کھانے والوں کو اپنے پاس جمع ہونے کی جانب راغب کیا۔ یہ دونوں فریق آپ کی نصرت کے لیے اکٹھے ہوگئے اور آپ کے ساتھ خدا کے پیغام کو لوگوں تک پہنچانے میں منہمک ہوگئے کہ دنیا اور آخرت میں دین ہی ان کا مطمحِ نظر ہوگیا۔ نعمت کے زائل ہونے اور آخرت میں عذاب کے خطرے سے وہ خوف کھاتے تھے، لیکن اطاعت و فرماں برداری میں طبائع مختلف ہیں، جو مذکورہ دونوں فریقوں کے ساتھ قایم ہیں۔ دین صرف ایک فریق کے ذریعے حسنِ انتظام کے ساتھ قایم نہیں رہ سکتا، کیونکہ دونوں فریق ہی اس کے باقی و جاری رکھنے کے لیے ضروری ہیں اور دونوں کی بھلائی کا راز بھی اسی میں مضمر ہے۔

تیسری خصلت فخرِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسلام کو نصاریٰ کے غلو اور یہود کی غلطیوں سے پاک صاف اور مبرّا رکھا ہے۔

چوتھی خصلت سرورِ کون و مکاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کو دنیا کی طرف مائل نہیں ہونے دیا جیسے کہ یہودی دنیا داری میں ہی غرق ہو کر رہ گئے تھے اور نہ نصاریٰ کی طرح دنیا کو چھوڑ دینے ہی کا درس دیا، بلکہ انھیں راہِ اعتدال پر چلایا کہ دنیا سے بقدرِ ضرورت و کفایت حصّہ ضرور لیں لیکن حاجت سے زیادہ حاصل کرنے کی جانب راغب نہ ہوں۔ آپ نے صحابہ کرام سے فرمایا کہ تم میں سے بہتر شخص وُہ ہے جو دنیا کو آخرت کے لیے اور آخرت کو دنیا کے لیے ترک نہ کرے۔ دونوں سے حصّہ لو، اس میں

marfat.com

بہتری ہے جبکہ صرف ایک کے اختیار کر لینے سے خلل واقع ہو جاتا ہے اور دونوں کا جمع کرنا راہِ اعتدال ہے۔

نبیِ آخر الزماں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مثال بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ دنیا بہتر سواری ہے۔ اسے سواری بنا کر رکھو، یہ تمہیں اس طرح منزلِ آخرت تک بطریقِ احسن پہنچا دے گی۔ مومن دنیا میں رہتے ہوئے آخرت کے لیے توشہ جمع کرنے میں معروف رہتا ہے اور طاعت گزاری میں چستی اور پھرتی دکھاتا ہے۔ دنیا کا تارک محروم اور ضیاع کرنے والا ہے لیکن قابلِ رحم اور مستحقِ رعایت ہے پہلی صورت میں وہ بوجھ اور دوسری میں ذلیل ہو کر رہ جاتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں بعض صحابۂ کرام نے ایک شخص کی تعریف و توصیف کرتے ہوئے کہا، یا رسول اللہ! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) جب ہم سوار ہوتے اُس وقت سے اُترنے تک وہ صرف اللہ تعالیٰ کا ذکر ہی کرتا رہا اور جب ہم کسی جگہ قیام کرتے تو کوچ کرنے تک وہ نماز ہی میں مشغول رہتا۔ آپ نے دریافت فرمایا: اُس کے گھوڑے کے لیے چارہ اور خود اس کے لیے کھانے پینے کا بندوبست کون کرتا تھا؟ اُن اصحاب نے جواب دیا، ہم سب مل کر اُس کے یہ کام کر دیا کرتے تھے۔ آپ نے فرمایا، تم سب اُس سے بہتر ہو۔

پانچویں خصلت

سرورِ کون و مکاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا علومِ دینیہ اور احکامِ نازلہ کا اہتمام فرمانا، یہاں تک کہ اُمت کے لیے احکامِ تکلیفیہ کو بالکل واضح کر دینا۔ مباحات و محظورات سے اُمت کے لیے حلال اور حرام چیزوں کو کھول کر بیان کر دیا۔ نکاح اور باہمی معاملات کے عہد معاہدوں کو بالکل واضح کر دیا، حتیٰ کہ یہود و نصاریٰ تک معاملات اور میراث وغیرہ کے قواعد ضوابط میں آپ کی شریعتِ مطہرہ سے اصول و قواعد حاصل کرنے پر مجبور ہو گئے حالانکہ شریعتِ محمدیہ دوسری کسی بھی شریعت کی محتاج نہیں ہے۔ آپ نے شریعت کے اصول اِس طرح مقرر فرمائے جو اُن واقعات و حوادث پر دلالت کرتے ہیں، جن سے دنیا والے بے خبر تھے اور اُن سے وہ احکام نکالے جاتے ہیں جو کسی نہ کسی علت اور سبب پر مبنی ہیں۔ اِس کے بعد آپ نے حاضرین کو حکم دیا کہ یہ احکام ان لوگوں تک پہنچا دیے جائیں جو موجود نہیں ہیں۔ اس بنا پر آپ نے اُمت کو نص کے مرتفع ہو جانے اور التباس کے غلط کر دینے سے مستغنی کر دیا۔

marfat.com

غائب تک پہنچانے کا حکم دیا تاکہ وہ آپ کے انذار کو جان لے اور اُس کے ظاہر سے دلیل پکڑے۔ آپ نے حکم دیا کہ میرے احکام دوسروں تک پہنچانا لیکن میری جانب سے جھوٹی روایت نہ کرنا کیونکہ جن لوگوں تک میرے احکام پہنچائے جائیں گے اُن میں بعض لوگ ایسے بھی ہوں گے جو بیان کرنے والوں سے زیادہ محفوظ کریں گے اور بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ حاملِ فقہ وہ شخص زیادہ فقیہ ہوتا ہے جس تک وہ بات پہنچائی جائے۔ فخرِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے شریعت مطہرہ کے امور کو نص کے ساتھ محکم بیان فرمایا اور حاضر و غائب، قریب و بعید سب کے لیے عام حکم رکھا کہ احکامِ شریعت ہر کسی تک پہنچا دیئے جائیں اور اِس طرح اُمت کے حقوق پورے فرما دیے تاکہ اللہ تعالیٰ کے حکم میں کسی قسم کی کوتاہی نہ رہ جائے اور اُمت کے مصالح میں خلل واقع نہ ہو۔ یہ سارا کام ایک قلیل مدت میں انجام دیا۔ آپ نے کوئی طویل زمانہ نہیں پایا تھا کہ تمام امور کو ہر شخص تک پہنچایا جا سکتا۔ لیکن تھوڑی سی مدت میں اتنا بڑا کارنامہ سرانجام دینا بھی ایک عدیم النظیر معجزہ ہے۔

چھٹی خصلت فخرِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دشمنانِ دین سے جہاد کرنے کے لیے ہر وقت تیار رہنا حالانکہ اُنھوں نے ہر چہار جانب سے آپ کو گھیر رکھا تھا اور آپ کو پوری طرح نرغے میں لیا ہوا تھا۔ آپ اس وقت بے یار و مددگار تھے صرف چند نفوس ساتھ تھے جو آپ کی برکت سے بڑھتے گئے اگرچہ وہ بے طاقت ور اور مغلوب سے غالب ہوئے۔ اپنی طاقت اور شدت کے باعث دشمنوں سے محفوظ رہے اور اُن کے مقابلے میں رُعب کے ساتھ آپ کی مدد فرمائی گئی۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دو امور کو بیک وقت حاصل کیا۔ اوّلاً دین کے پھیلنے اور غالب ہونے تک شب و روز اُس کے اہتمام میں مصروف رہے۔ ثانیاً دشمن پر غالب آنے تک اُن کے ساتھ جہاد کرتے رہے۔ اِن دونوں امور میں اس درجہ کامیابی و کامرانی حاصل کر لینا اللہ تعالیٰ کی نصرت و اعانت کے بغیر ممکن ہی نہیں تھا۔

ساتویں خصلت حبیب پروردگار، احمد مختار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ خصوصیت بھی حاصل تھی کہ آپ لڑائیوں میں شجاعت اور دلیری کا ایسا مظاہرہ فرماتے جو اپنی مثال آپ ہے نیز دشمن کے مقابلے میں محیر العقول صبر و استقلال اور جرأت و دلیری

marfat.com

دکھاتے حتیٰ کہ میدانِ کارزار میں گھس جاتے اور وہاں بھی دشمن کے سامنے پہاڑ کی طرح ڈٹے رہتے، یہاں تک فتح وکامرانی سے دوچار ہوجاتے یا بطریقِ احسن اپنا دفاع کرتے سکیں نہ کبھی اپنے مقام سے ایک انچ بھی پیچھے ہٹے اور نہ کبھی مرعوب ہوئے بلکہ اطمینان اور سکون کے ساتھ قدم جمائے رکھتے۔

غزوۂ حنین میں جبکہ اکثر صحابۂ کرام کے قدم اُکھڑ گئے تھے تو آپ دشمن کی ایک بہت بڑی ٹولی کے مقابلے پر کھڑے تھے۔ اُس وقت آپ کے گرد اہلِ بیتِ اطہار اور صحابۂ کرام سے صرف نو افراد تھے۔ اُس وقت آپ ایک سست رفتار خچر پر سوار تھے۔ آپ اصحاب کو پکارتے اور خود کو ظاہر کر رہے تھے چنانچہ آپ اعلان فرما رہے تھے "اللہ کے بندو! میری طرف آؤ، میں نبی ہوں یہ کوئی جھوٹی بات نہیں اور عبدالمطلب کا بیٹا میں ہوں" صحابۂ کرام نے جب آپ کی آواز سنی تو جہاں بھی وہ اپنے جال میں گرفتار تھے وہاں سے آپ کی جانب لوٹے۔ قبیلہ ہوازن والے آپ کو دیکھ رہے تھے لیکن ہیبت کے مارے آپ کے نزدیک پھٹکنے سے کتراتے رہے۔ آپ کبھی دشمن کی ٹڈی دَل فوج سے بھی نہیں ڈرے اور نہ کسی مقابلہ کرنے والے حملہ آور سے کبھی کترائے۔

پروردگارِ عالم نے طاقتور لشکروں کے ساتھ آپ کی مدد فرمائی، جو آپ کی آواز پر لبیک کہتے تھے، چنانچہ وہ ایک جگہ جمع ہوتے اور آپ صبر و استقلال کا مظاہرہ فرماتے رہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی مدد فرمائی (یعنی فرشتے بھیج دیے)، آپ کی شجاعت کا یہ ایسا مظاہرہ ہے جس کی مثال نہیں ملتی۔

ایک دفعہ مدینہ منورہ میں ایک پریشان کن آواز سنی گئی (جیسا کہ وہاں خطرے کے وقت آواز دینے کا رواج تھا) لوگ اس آواز کی جانب دوڑے لیکن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سب سے اس قدر سبقت لے گئے تھے کہ آپ انھیں واپس لوٹتے ہوئے ملے۔ چنانچہ آپ حضرت ابو طلحہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھوڑے کی ننگی پیٹھ پر سوار واپس تشریف لا رہے تھے۔ آپ کے دستِ اقدس میں تلوار تھی فرمایا لوگو! مت گھبراؤ، مت گھبراؤ۔ اس کے بعد ابو طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا، ہم نے تمہارے گھوڑے کو دریا کی طرح تیز رفتار دیکھا ہے، حالانکہ وہ گھوڑا بالکل سست تھا۔ اُس روز سے گھوڑے کی یہ حالت ہوگئی کہ کوئی تیز رفتار گھوڑا بھی اُس کا مقابلہ نہیں کر سکتا تھا۔

marfat.com

یہ بے خوفی اسی وجہ سے تھی کہ آپ کا اِس بات پر کامل یقین تھا کہ اللہ تعالیٰ ضرور آپ کی مدد کرے گا اور آپ کے دین کو جلد غلبہ دے گا، جیسا کہ اللہ جل شانہٗ نے وعدہ فرمایا ہے:

لِیُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّیْنِ كُلِّهٖ۔ [۱] تاکہ اُسے سب دینوں پر غالب کرے۔

اور یہ ارشادِ باری تعالیٰ اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اِس ارشاد کی تصدیق ہی ہے:

زویت لی الارض فرأیت مشارقها ومغاربها سیبلغ ملک امتی مازوی لی منها۔ (صحیح مسلم)	میرے لیے زمین سمیٹ دی گئی ہے، پس میں نے اُس کے مشرقوں اور مغربوں کو دیکھا ہے عنقریب میری اُمت کی حکومت وہاں تک پہنچے گی جہاں تک میرے لیے زمین سمیٹی گئی ہے۔

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا حق کو قائم کرنا، یہی گواہ آپ کی صداقت کے لیے کافی ہے۔

آٹھویں خصلت

نبی آخر الزماں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سخاوت عطا فرمائی گئی تھی، حتیٰ کہ جو چیز بھی موجود ہوتی آپ دوسروں کو مرحمت فرما دیتے لیکن مطلوب و محبوب کو ترجیح دیتے۔ جب آپ نے دنیا سے پردہ فرمایا تو آپ کی زِرہ چند سیر جَو کے بدلے ایک یہودی کے پاس رہن رکھی ہوئی تھی، جو آپ نے گھر والوں کے لیے اُس سے حاصل کیے تھے، حالانکہ اُس وقت جزیرۂ عرب کے سفید و سیاہ کے مالک آپ تھے۔ عرب میں کتنے ہی بادشاہ اور دولت مند تھے، جن کے پاس خزانے اور دولت کے ذخیرے تھے، جن کے باعث وہ فخر کیا کرتے تھے اور خوش رہتے تھے لیکن آپ نے اُن علاقوں کو فتح کر لیا اور ان کے مُلک اب آپ کے زیرِ فرمان تھے لیکن آپ نے درہم و دینار قطعاً جمع نہ کیے بلکہ خشک کھانا کھاتے، موٹا اور سخت لباس پہنتے لیکن سخاوت خُوب کرتے۔ بڑی بڑی جماعتوں میں دولت تقسیم کر دیتے اور خود معمولی کھانے پر اکتفا کرتے۔ فاقوں پر صبر کرتے حالانکہ قبیلہ ہوازن سے آپ کو بکثرت مالِ غنیمت حاصل ہوا تھا، جس کی تفصیل یہ ہے:

۱۔ قیدی ———— چھ ہزار (۶۰۰۰)

۲۔ اونٹ ———— چوبیس ہزار (۲۴۰۰۰)

---

[۱] پ ۲۶، سورۃ الفتح، آیت ۲۸

marfat.com

۳۔ بکریاں ———— چالیس ہزار (۴۰۰۰۰)

۴۔ چاندی ———— چار ہزار اوقیہ (۴۰۰۰)

یہ سارا مالِ غنیمت مستحقین میں تقسیم فرما کر کاشانۂ اقدس کی جانب خالی ہاتھ لوٹے۔

ابُو وائل مسروق سے، اور وہ حضرت عائشہ صدیقہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) سے روایت کرتے ہیں۔ اُنھوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے درہم و دینار یا بکری اور اُونٹ وراثت میں نہیں چھوڑے اور نہ کسی چیز کے بارے میں وصیت ہی فرمائی۔ (صلی اللہ علیک یا رسول اللہ)

عمرو بن مُرّہ حضرت سُوید بن حارث سے اور وہ حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، مجھے دنیاوی چیزیں خوش نہیں کرتیں اگر میرے پاس اُحد پہاڑ کے برابر بھی سونا ہو تو میں اُسے خدا کی راہ میں خرچ کر دوں گا اور جس دن بھی وفات پاؤں تو میرے پاس قرض ادا کرنے کے علاوہ ایک دینار بھی باقی نہیں ہوگا۔ (سُبحان اللہ)

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے جب کسی چیز کا سوال کیا جاتا اور اُس وقت وُہ آپ کے پاس نہ ہوتی تو آئندہ کے لیے وعدہ فرمالیتے لیکن نفی میں جواب نہ دیتے اور منعمِ حقیقی کی عطا کا انتظار کرتے۔ حماد بن زیاد نے حضرت یعلی بن زیاد سے اور اُنھوں نے حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ ایک شخص نے بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو کر کسی چیز کا سوال کیا۔ آپ نے فرمایا، بیٹھ جاؤ، عنقریب اللہ تعالیٰ عطا فرمائے گا۔ وُہ بیٹھ گیا اور اسی دوران میں کئی سائل اور آگئے، تو اُنھیں بھی بٹھاتے گئے، یہاں تک کہ ایک آدمی چار اوقیہ لے کر حاضرِ بارگاہِ رسالت ہُوا اور عرض گزار ہوا کہ یا رسول اللہ! یہ صدقہ ہے۔ آپ نے پہلے شخص کو بلایا اور اُسے ایک اوقیہ عطا فرمایا، پھر دُوسرے کو بلایا اور ایک اوقیہ اسے مرحمت فرمایا، اسی طرح تیسرے کو عطا فرمانے کے بعد آپ کے پاس ایک اوقیہ بچ گیا۔ حاضرین کو مخاطب کر کے فرمایا کہ جو حاجت مند ہو اسے لے سکتا ہے۔ کوئی شخص لینے کے لیے تیار نہ ہُوا۔ جب رات ہُوئی تو آپ نے سرہانے رکھ لیا۔ آپ اُونی کمبل پر آرام فرماتے لیکن ساری رات نیند نہ آئی۔ صبح مسجد

marfat.com

میں نماز ادا فرمائی۔ اُمّ المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے پُوچھا: کیا دشمنوں کی طبیعت ناساز ہے؟ فرمایا: بحمد اللہ ٹھیک ہوں۔ عرض گزار ہوئیں: کیا اللہ جل شانہٗ کی طرف سے اِس رات کوئی حکم نازل فرمایا گیا ہے؟ فرمایا: نہیں۔ عرض کی، آج رات آپ نے بڑی بے قراری سے گزاری ہے جبکہ اِس سے پہلے یہ حالت کبھی دیکھی نہیں گئی۔ آپ نے سرہانے کے نیچے سے وہ اوقیہ نکال کر دکھاتے ہوئے فرمایا: مجھے ساری رات اِس نے بے قرار رکھا ہے۔ میری پریشان حالی جو تم نے دیکھی وہ اسی کے باعث تھی۔ میں ڈر رہا تھا کہ اسے فی سبیل اللہ خرچ نہیں کر سکا، مبادا ایسی حالت میں خدا کی طرف سے کوئی حکم آ جائے۔

زہری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابو سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور اُنھوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ فرزدو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: میں مومنوں پر اُن کی جانوں سے بھی زیادہ مہربان ہُوں۔ جس شخص نے مرتے وقت قرضہ چھوڑا وہ میرے ذمّے ہے، اُسے میں ادا کروں گا اور جس نے مال چھوڑا وہ اُس کے وارثوں کے لیے ہے۔

کیا سخاوت کا ایسا عالم اور کسی جگہ نظر آیا ہے؟ کیا دنیا کے مال و متاع سے اعراض کرنے والا ایسا زاہد کوئی اور دیکھا یا سُنا گیا ہے؟ آپ کی طرح دنیا سے اعراض کر کے زاہد بننا دوسروں سے بعید ہے۔ آپ کے اِن فضائل کے کچھ حصے کو بھی نہیں پایا جا سکتا اور نہ آپ کے بے شمار محاسن و کمالات سے کسی ایک خصلت ہی کو آپ کی طرح حاصل کر سکتے ہیں کیونکہ کمالاتِ مصطفیٰ کی کسی کو غایت ہی معلوم نہیں اور نہ کسی دُوسرے میں وہ کمالات کامل طور پر پاتے ہی جا سکتے ہیں تاکہ اُسے آپ کا ہم پلہ قرار دیا جا سکے۔ لُطف کی بات تو یہ ہے کہ دشمن بھی آپ کے کمالات کا انکار نہ کر سکے۔

تمام منافقوں، مخالفوں، زندیقوں اور ملحدوں نے ایڑی چوٹی کا زور لگایا کہ وہ آپ کی کسی لغزش ہی پر مطلع ہو جائیں جو بغیر کسی قصد کے یا بے توجہی سے واقع ہو گئی ہو تاکہ اُس کے سبب آپ کی شانِ اقدس میں ایک گونہ اہانت جاری کر کے اپنے دلوں کی لگی بلکہ بھڑکتی ہوئی آگ بجھا سکیں، لیکن سعیِ بسیار کے باوجود وہ کسی لغزش پر مطلع ہونے میں کامیاب نہ ہو سکے۔ اِس سے بڑھ کر اور کیا فضیلت ہو سکتی ہے کہ حاسدوں اور دشمنوں کی باریک بین اور عیب جُو نگاہیں بھی آپ کی کسی لغزش کا کھوج نہ لگا سکیں اور اُن عیب لگانے والوں اور رُسوا کرنے والوں کو نہ اہانت کی

marfat.com

گنجائش ملی اور نہ طعن وتشنیع کا موقع۔ آپ کا حال وہی ہے جیسا کسی شاعر نے کہا ہے: ؎

شہد الانام بفضلہ حتی العدآء

والفضل ماشہدت بہ الاعدآء

جو فضیلت میں اُس کی غایت کو پہنچا ہو اور اُمُور کی غایت کے اسباب کو کامل طور پر حاصل کر لیا ہو، وُہی ساری دنیا کی سیادت وقیادت کے لائق اور اصلاحِ خلق کی ذمہ داری کا اہل ہے۔ نبوّت سے بڑھ کر اور کون سی غایت ایسی ہے جس کے ذریعے اُمُور کی اصلاح کی جا سکے اور فساد کا مادّہ دفع ہو جائے۔ اِس کا مقتضیٰ یہی تھا کہ فخرِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی اِس کے اہل ہیں اور اِن امور کا قیام آپ ہی کا مرہونِ منّت ہے کیونکہ جب آپ کو رسول بنا کر بھیجا گیا تو آپ ہی کے باعث اِن امور نے قرار پکڑا تھا۔ جب آپ ان امور کی حفاظت کے لیے کمربستہ ہُوئے تو اِس احسن طریقے سے حفاظت فرمائی کہ محافظت کا حق ادا کر دیا۔ پس آپ ہی اُن کے لیے مناسب تھے اور وُہ آپ ہی کے مناسب تھے۔ اِن امور کی کفالت کا فریضہ آپ پر عائد ہُوا تو اُس کی ادائیگی میں آپ نے ذرا سی کوتاہی بھی واقع نہیں ہونے دی۔

جن دُو چیزوں میں باہم مشابہت ہو، وہ متشاکل ہوتی ہیں اور جو متشاکل ہوں اُن کو ایک دُوسرے سے محبت ہوتی ہے اور جو ایک دُوسرے سے محبت کریں وہ آپس میں متفق ہوتے ہیں اور اتفاق وفاق کی دلیل ہے جو ہر ایک انتظام کی دلیل اور ہر تنظیم کا قاعدہ و قانون ہے۔ یہ آپ کی نبوت کے برحق ہونے کی بہت ہی واضح دلیل اور آپ کی رسالت کے سچے ہونے کا ظاہر نشان ہے۔ ایسی وضاحت کے باوجود آپ کی فضیلت کا انکار وہی شخص کر سکتا ہے جو شرفِ انسانیت ہی سے عاری ہو۔ سب تعریفیں اُسی خدا کے لیے ہیں جس نے ہمیں آپ کی اطاعت کی توفیق بخشی اور آپ کی رسالت کو سچا ماننے کی جانب رہنمائی فرمائی۔ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)

لہ لوگوں نے اُس کے فضل وکمال کی گواہی دی، حتیٰ کہ دشمنوں نے بھی اور اصل فضیلت وہی ہے جس کی دشمن بھی شہادت دیں۔

marfat.com

بعثت اور استقرارِ نبوت

امام ماوردی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "اعلامِ نبوت" کے اکیسویں باب میں لکھا ہے اور وہ آخری باب ہے جس میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بعثت کا مبداء اور نبوت کا استقرار بیان کیا ہے۔ ہر کام جو مقدور ہوتا ہے جب وہ قریب الوقوع پہنچے تو خواہ اُس کا تعلق ڈرانے سے ہو یا خوشخبری سنانے سے، لیکن اللہ تعالیٰ اُن کے سبب پوشیدہ امور کے مبادی کو ظاہر فرما دیتا ہے اور اس کے قضاو قدر میں جو کچھ چھپا ہوا ہے اُس کی خبر دیتا ہے تاکہ یہ تعذیر و تحذیر کا کام دیں، جن کے باعث عقلیں بیدار ہوں اور جاہل ڈریں۔ اِس میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر مہربانی فرمائی ہے تاکہ وہ اچانک پیش آنے والے امور سے بچیں، جو انھیں تدابیر سے غافل کر دینے والے ہوں جبکہ وہ اُنھیں پوری تیزی کے ساتھ پہنچیں اور وہ ان کا دفعیہ نہ کر سکیں۔ آپ کی بعثت کے باعث نفوس کو اس قابل بنانا تھا تاکہ وہ پیش آمدہ حالات کی سختی کا دفاع کرنے اور اُن کی شدت سے نپٹنے کے اہل بن جائیں۔ جب فخرِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نبی اور رسول ہونے کی حیثیت میں مبعوث ہونے کا وقت قریب آیا، تاکہ مخلوقِ خدا کو خوشخبری دیں اور عذابِ الٰہی سے ڈرائیں، تو اُمم سابقہ میں بھی یہ چرچا عام تھا کہ عنقریب وہ وقت آرہا ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک عظیم الشان نبی کو بھیجے گا۔ جس اُمت کو اللہ تعالیٰ نے کتاب مرحمت فرمائی تھی وہ حضرات اُس کتاب کے باعث آپ کو پہچانتے تھے اور جنھیں کوئی کتاب عطا نہیں فرمائی گئی تھی اُنھیں ایسی نشانیوں کے ذریعے آپ کی معرفت حاصل ہوئی جس پر عقلِ سلیم دلالت کرتی ہے نیز اُن قلبی جاسوسوں کے ذریعے الہامی طور پر مطلع ہو جاتے جو اللہ تعالیٰ لوگوں کے دلوں میں پیدا کر دیتا ہے اور پاکیزہ ذہن بھی اس معاملے میں معاون ثابت ہوتا ہے اور محتاط آدمی لوگوں کو ڈراتا ہے، لیکن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس جانب توجہ بھی نہیں فرمائی تھی کہ اِس اعلان سے آپ ہی مراد ہیں اور دارین کی سیادت کے اہل صرف آپ ہیں۔ یہاں تک کہ آپ کے اوصاف کی منادی کر دی گئی اور جب آپ کو اعلان کرنے کا حکم ملا اُس وقت اظہار فرمایا تاکہ تہمت سے دُور اور بدگمانی سے محفوظ رہیں۔ یہ آپ کی حقانیت کی واضح برہان اور

marfat.com

غالب دلیل ہے۔

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے اخلاقی شرف اور کرمِ طبیعت کے باعث اپنی قوم میں امتیازی مقام رکھتے تھے، بایں وجہ نہ کسی کے سامنے آپ نے بتوں کی تعریف کی اور نہ اُنھیں کسی طرح کی تعظیم کا مستحق ٹھہرایا۔ تمام فقہاء اور متکلمین کے نزدیک آپ توحید، قِدمِ باری تعالیٰ، حدوثِ عالم، شکرِ منعمِ حقیقی، انسدادِ ظلم وستم، ضرورتِ انصاف اور امانت واپس لوٹانے کو بمقتضائے عقل جانتے اور اُن پر عمل کرتے تھے۔

اہلِ علم حضرات کا اِس بات میں اختلاف ہے کہ سرورِ کون ومکاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بعثت سے پہلے کس نبی کی شریعت کے مطابق عبادت کیا کرتے تھے۔ اکثر متکلمین اور بعض وہ فقہاء جو امام شافعی اور امام ابُو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے اصحاب تھے اِس جانب گئے ہیں کہ گزشتہ انبیائے کرام میں سے کسی نبی کی شریعت کے مطابق عبادت نہیں کیا کرتے تھے۔ اگر آپ کسی بھی نبی کی شریعت کے مطابق عبادت کرتے تو پہلے اسے سیکھنا پڑتا اُس کے بعد ہی عمل کر پاتے، عمل کرنے سے وُہ شریعت ظاہر ہوتی اور شریعت کے ظاہر ہونے سے لازمی طور پر بعض لوگ آپ کی موافقت کا دم بھرتے ہُوئے پیروی کرتے جبکہ بعض مخالف جھگڑتے اور مخاصمت پر آمادہ ہو جاتے۔

بعض متکلمین اور امام شافعی و امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے اصحاب سے بعض فقہائے کرام اِس طرف گئے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انبیائے گزشتہ کی شرائع کے مطابق عبادت کیا کرتے تھے کیونکہ اُن انبیائے کرام نے اپنے زمانے والوں اور بعد میں آنے والے لوگوں کو اپنی شریعتوں کی دعوت دی تھی اور اُن کی شریعت اُس وقت تک جاری رہتی تھی جب تک دُوسری شریعت آکر اُسے منسوخ نہ کرے۔ بعثت سے پہلے نبی آخر الزماں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی اِس دعوت کے عموم میں داخل تھے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے کسی زمانے کو شریعت سے کبھی خالی نہیں رکھا اور نہ ایسے متدین لوگوں سے خالی رکھتا ہے جو دُوسروں سے سُن کر عبادت کرتے ہیں۔

اِس مذہب کے قائلین میں بھی اختلاف ہے کہ آقائے نامدار، احمد مختار

marfat.com

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پہلی شریعتوں میں سے کس نبی کی شریعت کے مطابق عبادت کرتے تھے۔
بعض کہتے ہیں کہ اپنے جدِّ امجد حضرت ابراہیم علیہ السلام کی شریعت کے مطابق عبادت کرتے تھے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَمَنْ یَّرْغَبُ عَنْ مِّلَّةِ اِبْرٰهِیْمَ — اور ابراہیم کے دین سے کون منہ پھیرے سوائے
اِلَّا مَنْ سَفِهَ نَفْسَهٗ۔ (۱) — اس کے جو دل کا احمق ہے۔

علاوہ بریں آپ حج اور عمرہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے طریقے پر کاربند تھے۔ بعض اس طرف گئے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت پر عامل تھے، جسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شریعت نے منسوخ نہیں کیا تھا کیونکہ پہلی شریعتیں مٹ چکی تھیں اور توریت کے ذریعے صرف موسیٰ علیہ السلام کی شریعت ہی کے احکام واضح تھے، اسی لیے اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا ہے،

اِنَّآ اَنْزَلْنَا التَّوْرٰىةَ فِیْهَا — بے شک ہم نے توریت اتاری اس میں
هُدًى وَّنُوْرٌ۔ (۲) — ہدایت اور نور ہے۔

بعض حضرات کا خیال یہ ہے کہ فخرِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شریعت کے مطابق عمل کرتے تھے کیونکہ اُن کی شریعت نے شریعتِ موسوی کو منسوخ کر دیا تھا۔ اس طرح بعثت سے پہلے اپنے دین میں حرج واقع ہونے اور یقین میں قدح کے خدشات سے محفوظ رہے۔ یہی تو شانِ مصطفائی کی نشانیاں اور منصبِ مجتبائی کا مقدر ہے۔ (صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہ)

جب اعلانِ نبوت کا وقت ثابت ہوا اور قریب آیا اور حبیبِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی دنیاوی حیات کی چالیس منزلیں طے کرنے والے تھے تو اللہ رب العزت نے آپ کو خلوت پسند کر دیا کیونکہ آپ کی عمر پختہ اور قویٰ مضبوط ہو چکے تھے اور اس طرح اُس امانت سنبھالنے کے قابل بطریقِ احسن ہو چکے تھے جو آپ کے لیے مقدر

---

(۱) پ ۱، سورۃ البقرہ، آیت ۱۳۰ — (۲) پ ۶، سورۃ المائدہ، آیت ۴۴

marfat.com

زمادی گئی تھی۔ وقتِ معینہ سے پہلے غارِ حرا کے اندر چند راتیں آپ نے تنہائی میں گزاریں۔ بعض خیال یہ ہے کہ قریش کی عادت کے مطابق سال میں ایک مہینہ آپ غارِ حرا میں مجاورت کیا کرتے تھے اس سے مقصود نیکی حاصل کرنا ہوتا اور ایک ماہ کے بعد اپنے اہل و عیال میں واپس لوٹ کتے تھے

جب اللہ تعالیٰ نے بارِ نبوت کی امانت آپ کے سپرد کرنے کا ارادہ فرمایا تو غار میں اتنے دنوں تک خلوت گزیں رہے کہ کھانے پینے کی چیزیں آپ کے لیے غار ہی میں پہنچائی جاتی تھیں۔ آپ ان میں سے خود کھاتے اور غرباء و مساکین کو کھلایا کرتے تھے۔ جب آپ غار میں گوشہ نشین تھے اس وقت بھی آپ کا دعوئِ نبوت کی طرف کوئی ارادہ نہیں تھا حالاں کہ بعض لوگوں کو ایسا گمان گزرتا تھا اور اہلِ کتاب کے نزدیک تو آپ کا نبیِ آخر الزماں ہونا بالکل واضح تھا۔ نبوت کے متعلق آپ کا ایک لفظ بھی قبل بعثت زبان پر نہ لانا اسی وجہ سے تھا تاکہ ابتدائی حصہ بھی تصنع اور تکلف سے مانع رہے اور نبوت کے دعوے کو اختراع کی جانب منسوب نہ کیا جاسکے۔ اگر آپ تصنع سے کام لیتے یا اختراع کرتے تو اُس کے اسباب ضرور ظاہر ہوتے اور اُس کے بارے میں شہادتیں درجۂ شہرت تک پہنچ جاتیں اور معاندین کے لیے اُنھیں مشہور کرنے میں جھجک کیا تھی؟ نیز آپ سے محبت رکھنے والے اِس صورت میں تاویل کی راہیں مسدود پاتے۔ اہلِ علم و دانش کے لیے یہی وضاحت کافی ہے جو تہمت سے بعید اور بدگمانی سے محفوظ رکھنے والی ہے۔

سرورِ کون و مکاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم برابر خلوت گزیں رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے نبوت کی نشانیاں ظاہر فرمادیں اور غفلت و عدمِ التفات سے بیدار کرکے کچھ عرصے بعد اِس امر کی بشارت دی، پھر بشارت کے بعد آپ کو منصبِ رسالت پر فائز کردیا۔ اِس دور میں بتدریج آپ کے احوال کو اِس طرح ترقی دی گئی کہ بارِ نبوت کے متحمل ہوسکیں اور اس کے حقوق و لوازم سے آشنائی ہوجائے۔ یہ احوال اچانک یا بغیر کسی ترتیب کے نہیں تھے، جس سے عدم توجہی اور حقوق کے مخفی رہنے کے باعث کمزوری آنے کا خدشہ رہتا ہے بلکہ خاص نظم و ضبط کے ماتحت تھے کیونکہ آپ پر اللہ تعالیٰ کی خاص مہربانی ہے اور یہ خاص الخاص انعام تھا اور وہی منعمِ حقیقی اُمتِ مرحومہ کو آپ کی اطاعت

marfat.com

فرمانبرداری کی جانب بُلانے والا ہے۔ اللہ ہر عیب سے پاک اور اپنی مخلوق سے خاص بندوں کو خصوصی انعامات سے نوازنے والا ہے۔

جس کی نبوت کے احوال اس ترتیب سے ہوں کہ ایک وقت آنے پر اُسے صاف طور پر مطلع کر دیا جائے کہ وہ نبی مبعوث اور رسول مبلغ ہے، اُس کے یہ تدریجی احوال چھ مراتب پر منقسم ہوتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان میں سے ایک حال سے دُوسرے کی طرف ترقی فرماتے ہوئے چلے گئے یہاں تک کہ جملہ مراتب کو طے کر کے منتہائے کمال کو پہنچ گئے۔ مذکورہ مراتب حسبِ ذیل ہیں:

پہلا مرتبہ فخرِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا پہلا مرتبہ رؤیائے صالحہ تھے، تاکہ آپ اِس جانب مائل ہو جائیں کیونکہ اُن کے ذریعے ایک ایسی بات کا ذکر کرنا تھا جس سے آپ خوش ہو جائیں اور اوسان علیٰ وجہ الکمال مجتمع رہیں۔ تاکہ جب آپ کو مبعوث فرمایا جائے تو پیشگی اطلاع کے سبب تقویت کا فائدہ حاصل ہو جائے۔

زہری نے حضرت عروہ سے اور اُنھوں نے اُمّ المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نبوت سچے خوابوں سے شروع ہُوئی، جن کی تعبیر صبحِ منوّر کی طرح سامنے آجاتی تھی، یہاں تک کہ آپ پر وحی لے کر فرشتہ نازل ہُوا۔ مذکورہ خوابوں کے بارے میں علمائے کرام کا اختلاف ہے کہ آیا وہ غارِ حرا میں خلوت گزینی کے دوران دیکھے یا اس سے پہلے؛

حضرت عروہ نے اُمّ المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بطور حکایت بیان کیا ہے کہ رؤیائے صادقہ کے بعد آپ کا رجحان خلوت کی جانب ہُوا تھا۔ لیکن ایک جماعت کا خیال ہے کہ سرورِ کون ومکاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خلوت کے بعد ایسے خواب نظر آئے تھے کیونکہ آپ نبوت کی جانب سے عدمِ التفات کی حالت میں خلوت گاہ کی طرف گئے تھے۔

برہ بنت ابی تجراۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے روایت کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب اپنے آخری رسول کو منصبِ نبوت مرحمت فرمانا چاہا تو آپ جس درخت اور پتھر کے پاس سے گزرتے، وہ عرض کرتا، اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ (اے اللہ کے رسول! آپ پر

marfat.com

سلام ہو) آپ دائیں بائیں اور پیچھے مُڑ کر دیکھتے تو کوئی شخص نظر نہیں آتا تھا۔ ایک احتمال یہ ہے کہ ایسے واقعات خوابوں سے پہلے پیش آتے ہوں گے اور یہ غیبی آوازیں ہوں جو اعلامِ وحی کا حصّہ اور اعجازِ نبوت کی دلیل ہے۔ دُوسرا احتمال یہ ہے کہ ایسے واقعات خوابوں کے بعد پیش آئے ہوں، جن کا مقصد نبوت کی تصدیق اور اُس کی صحت کی تحقیق ہو۔

دُوسرا مرتبہ سرورِ کون و مکاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کا دُوسرا مرتبہ جس کے باعث آپ ساری مخلوق سے ممتاز ہیں، وُہ آپ کا جملہ عیوب سے مبرّا اور نجاستوں سے پاک صاف رہنا ہے، تاکہ اِس کمال کے باعث آپ کو ساری مخلوق سے چُن لیا جاتے اور کدورتوں سے پاک ہونے کی وجہ سے قُربِ خاص میں لیا جائے۔ یہ منصبِ نبوت کے سبب اِنذار اور اُخروی معاملات سے باخبر کرنا ہے، جیساکہ حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے۔ وُہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اعلانِ نبوت سے پہلے حالات دریافت کیے، تو آپ نے فرمایا: اے ابوذر! میرے پاس دُو فرشتے آئے جبکہ میں مکہ معظمہ کی وادیِ بطحا میں تھا، اُن میں سے ایک زمین پر تھا اور دُوسرا زمین و آسمان کے درمیان۔ ایک نے اپنے ساتھی سے پُوچھا کیا یہ شخص وہی ہے؟ دُوسرے نے جواب دیا، ہاں یہ وہی ہے۔ پہلا کہنے لگا، اچھا ان کا ایک اُمتی کے ساتھ وزن کرو۔ چنانچہ میرے ایک اُمتی کے ساتھ میرا وزن کیا گیا تو مَیں بھاری نکلا۔ پھر کہنے لگا: اچھا دس مردوں سے اِن کا وزن کرو۔ دس آدمیوں کے ساتھ میرا وزن کیا گیا تو بھاری میں رہا۔ اُس نے پھر کہا: ایک سو کے ساتھ وزن کرو۔ اِسی طرح میرا وزن کیا گیا اور بھاری مَیں نکلا۔ پھر ایک ہزار کے ساتھ وزن کرنے کے لیے کہا اور تولنے پر جب میں وزنی نکلا تو اُنھیں ترازو کے پلڑے سے نکالتے ہُوئے ایک دُوسرے سے کہنے لگے، اگر ان کا ساری اُمت کے ساتھ بھی وزن کیا جائے تو بھاری یہی نکلیں گے۔ اُن میں سے ایک نے اپنے ساتھی سے کہا، ان کا شکم مبارک چاک کرنا چاہیے۔ چنانچہ میرا پیٹ چاک کیا گیا۔ پھر کہنے لگا: ان کا دل بھی چیرنا چاہیے۔ پس اُنھوں نے میرا دل بھی چیرا اور اُس میں سے گوشت کا جما ہُوا حصّہ نکال لیا اور شیطان کے وسوسے کرنے کی جگہ بھی۔ پھر کہنے لگا: ان کے شکم مبارک کو برتن کی طرح اور قلبِ اطہر کو کپڑے کی طرح

marfat.com

خوب دھو دیا جائے۔ پھر سکینہ طلب کی اور اُسے میرے قلب میں داخل کر دیا۔ اِس کے بعد اُس نے میرے شکم کو سینے کا حکم دیا تو وہ سی دیا گیا اور اِس کے بعد وہ چلے گئے۔ یہ واقعہ میں نے اِس طرح دیکھا گویا آج اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جب رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو منصبِ نبوت کے تفویض فرمانے کا وقت قریب ہوا۔ آپ کعبہ کے نزدیک سوئے ہوئے تھے اور قریشِ مکہ بھی کعبہ کے ارد گرد سویا کرتے تھے۔ اُس وقت حضرت جبرئیل اور میکائیل علیہما السلام حاضرِ بارگاہِ رسالت ہوئے اور اپنے ہاتھوں سے آپ کی جانب اشارہ کرتے ہوئے کہنے لگے: ——— ہمیں سرورِ کائنات کے متعلق حکم ملا ہے۔ اِس کے بعد وہ چلے گئے اور دوسری رات بھی حاضر ہوئے لیکن اِس دفعہ وہ تین تھے۔ اُنھوں نے اِس دفعہ بھی فخرِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سوتے ہوئے پایا۔ پس آپ کو چت لٹایا، شکم مبارک کو چیرا، اور آبِ زمزم لا کر اُس سے خوب دھویا اور جو بھی شک و شبہات اور جاہلیت وغیرہ کے مواضع بتقاضائے بشریت ہوتے ہیں اُنھیں دھو کر دُور کر دیا۔ اِس کے بعد سونے کا ایک طشت لائے جو ایمان وحکمت سے لبریز تھا اور سارا نورِ ایمان مع حکمت قلبِ مصطفیٰ میں رکھ دیا گیا۔ یہ حدیث بھی معناً حدیثِ ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے موافق ہے اگرچہ بعض الفاظ مختلف ہیں۔ یہ دونوں روایتیں انذارِ نبوت کے متعلق وارد ہوئی ہیں۔

تیسرا مرتبہ فرشتے کا نبی آخر الزماں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نبوت کی بشارت دینا۔ اس کا یہ بشارت دینا تکلیف وانذار سے خالی اور صرف ایک خبر تک محدود تھا کیونکہ آپ پر اُس وقت نہ کوئی وحی نازل ہوئی اور نہ کسی پیغامِ رساں کو آپ نے بچشمِ خود دیکھا، حالانکہ فرشتے کا یہ احساس بھی واضح دلالت کرنے والی نشانی سے ملحق اور قریب تر ہے، جو مشاہدے کا قائم مقام اور بالمشافہ گفتگو سے بے نیاز کرنے والا ہے اور اِس کے ذریعے یہی بتانا مقصود تھا کہ وہ زمرۂ انبیائے کرام کے ایک فرد ہیں اور اِس طرح وحی سُننے کے لیے تیار ہو جائیں اور مشقت وتکالیف کے صبر وسکون کے ساتھ متحمل ہو سکیں اور اُس کے انعامات پر شکر گزار رہیں۔

امام شعبی اور داؤد بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے روایت کی ہے کہ اللہ تعالیٰ

marfat.com

نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نبوت سے اسرافیل علیہ السلام کو تین سال تک قریب رکھا۔ آپ اُن کی معیت کو محسوس کرتے تھے لیکن نظر کوئی بھی نہیں آتا تھا۔ وُہ آپ کو یکے بعد دیگرے کسی نہ کسی چیز کی خبر دیتے رہتے تھے لیکن وُہ قرآن نازل نہیں کر سکتے تھے۔ اِس تین سالہ مدت گزرنے کے بعد نبوت کی بشارت دی گئی لیکن اُمت کی طرف اُس وقت تک مبعوث نہیں فرمائے گئے تھے۔ احتمال یہی ہے کہ اِس مہلت سے فرائضِ رسالت پر آپ کی امداد و اعانت مقصود ہو۔ دُوسرا احتمال یہ بھی ہے کہ اِس مہلت سے اُمتِ مرحومہ پر شفقت فرمائی گئی ہو۔ تیسرا احتمال مصلحتِ وقت کا ہو سکتا ہے۔ مذکورہ سارے احتمالات کا پایا جانا بھی ممتنع نہیں ہے کیونکہ ظاہر اور پوشیدہ معانی کو اللہ تعالیٰ ہی بہتر جاننے والا ہے۔

چوتھا مرتبہ

اللہ جلّ شانہٗ کی طرف سے نبیِ آخرالزماں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جانب حضرت جبرائیل علیہ السلام وحی لے کر نازل ہُوئے۔ آپ نے اُنھیں دیکھا، اُن کی باتوں کو سُنا اور اُنھوں نے بالمشافہ خبر دی کہ آپ اللہ تعالیٰ کے نبی اور رسول ہیں۔ یہ معاملہ اِسی اطلاع تک محدود ہے۔ اِس کے علاوہ آپ کو انذار کا حکم نہیں ملا تاکہ آپ کو بشارت کے بعد اِس کا عین الیقین حاصل ہو جائے اور وثوق میں زیادتی ہوتی جائے اور اس کے بارے میں خود آپ کا علم ایسا راسخ و صادق ہو جائے کہ اِس کی جانب وہم اور شکوک و شبہات کو کوئی راستہ نہ مل سکے۔

زہری نے اُم المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب نبوت دیئے گئے تو آپ کی بارگاہ میں جبرئیل علیہ السلام حاضر ہوئے اور کہنے لگے، اے محمد! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ سرورِ کون و مکاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں گھٹنوں کے بل بیٹھ گیا، حالانکہ اُس وقت میں کھڑا تھا۔ اِس کے بعد میں (غارِ حرا سے) واپس لوٹ آیا اور میرے کندھے بھی مارے خوف کے کانپ رہے تھے۔ میں خدیجہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے پاس آیا اور اُن سے کہنے لگا کہ مجھے کپڑا اُڑھاؤ، مجھے کپڑوں میں لپیٹ دو۔ تھوڑی دیر بعد یہ خوف و ہراس دُور ہو گیا۔ اِس کے بعد جبرئیل علیہ السلام پھر حاضر ہُوئے اور کہنے لگے، یا محمد! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) میں جبرئیل ہوں اور آپ

marfat.com

اللہ تعالیٰ کے برحق رسول ہیں۔

اِس کے بعد جبرئیل علیہ السلام نے کہا، پڑھیے۔ میں نے پُوچھا: کیا پڑھوں؟ آپ فرماتے ہیں کہ جبرئیل علیہ السلام نے مجھے پکڑا اور سینے سے لگا کر تین مرتبہ زور سے دبایا اور دبانے میں خُوب زور لگایا یا دبانے سے مجھے تنگی ہو رہی تھی اس کے بعد جبرائیل علیہ السلام نے کہا:

اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ ؕ[1] پڑھو اپنے رب کے نام سے، جس نے پیدا کیا۔

میں خدیجہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے پاس آیا اور اُن سے کہنے لگا کہ مجھے اپنی ہلاکت کا پُورا خطرہ ہے اور اِس کے ساتھ ہی سارا واقعہ بیان کر دیا۔ اُنھوں نے کہا: یہ تو آپ کے لیے بہت بڑی بشارت ہے۔ خدا کی قسم، اللہ تعالیٰ آپ کو ہرگز رُسوا نہیں ہونے دے گا کیونکہ آپ صِلہ رحمی کرتے ہیں، سچ بولتے ہیں، امانت کو صحیح طور پر ادا کرتے ہیں، مشکلات برداشت کرتے ہیں، مہمان نواز ہیں اور نیکی کے کاموں میں دوسروں کی مدد فرماتے ہیں۔ اِس کے بعد وُہ مجھے اپنے چچازاد بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں، جو حق کی تلاش میں سرگرداں تھا۔ بعض کہتے ہیں کہ توریت و انجیل کا عالم تھا اور نصرانی مذہب قبول کر چکا تھا۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ورقہ بن نوفل سے کہا کہ اپنے بھتیجے (بلحاظِ عمر بھتیجا کہا ہو گا) کی بات سُنئے۔ ورقہ بن نوفل نے مُجھ سے پُوچھا: کیا بات ہے؟ مَیں نے سارا واقعہ بیان کر دیا تو سُنتے ہی کہنے لگا: یہی تو وُہ ناموس ہے جو حضرت مُوسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوا تھا، اُس کا نام جبرئیل علیہ السلام ہے۔ کاش! مَیں اُس وقت تک زندہ رہوں جب قوم آپ کو مکّہ مکرمہ سے نکال دے گی۔ مَیں نے کہا: کیا لوگ مجھے میرے شہر سے بھی نکال دیں گے؟ جواب دیا: ہاں ایسا ہی ہو گا کیوں کہ جس پیغامِ حق کو لے کر آپ اُٹھنے والے ہیں، جو فرد بھی اِسی پیغام کو لے کر آیا اُس کے ساتھ معاندانہ برتاؤ ہی ہوتا رہا ہے۔ اگر مَیں اُس وقت تک زندہ رہا تو آپ کی پُوری طرح مدد کرنے کا شرف حاصل کروں گا۔ سورۂ علق کی ابتدائی آیات ہی سب سے پہلی وحی ہے۔ اِس کے بعد سورۂ القلم کی یہ آیات نازل ہُوئیں:

---

[1] پ ۳۰، سورۂ العلق، آیت پہلی

marfat.com

نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُوْنَ ۝	قلم اور اس کے لکھے کی قسم۔ تم اپنے رب
مَآ اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُوْنٍ ۝	کے فضل سے مجنون نہیں اور ضرور تمہارے
وَاِنَّ لَكَ لَاَجْرًا غَيْرَ مَمْنُوْنٍ ۝	لیے بے انتہا ثواب ہے اور بیشک تمہاری
وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ ۝ فَسَتُبْصِرُ	خو بڑی شان کی ہے تو اب کوئی دم جاتا ہے کہ تم بھی
وَيُبْصِرُوْنَ ۝ [1]	دیکھ لوگے اور وہ بھی دیکھ لیں گے۔

ان آیات کا اُس وقت نزول اِس غرض سے ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم زیادہ ثابت قدم ہو جائیں، نورِ بصیرت میں اضافہ ہو اور اپنے رب کی نعمتوں کا شکر ادا کریں۔ روایت کی گئی ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بارگاہِ رسالت میں عرض گزار ہُوئیں، کیا جب آپ کے صاحب (جبرئیل علیہ السلام) حاضرِ بارگاہ ہوں تو اُن کی آمد سے مجھے مطلع فرمایا جائے گا؟ آپ نے جواب دیا: کیوں نہیں۔ عرض کی: جب بھی وہ آئیں تو مجھے ضرور اطلاع دینا۔ جب جبرئیل علیہ السلام حاضر ہُوئے تو نبیِ آخر الزماں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اے خدیجہ! یہ جبرئیل آگئے ہیں۔ خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی حاضر ہو گئیں اور کہنے لگیں، یا رسول اللہ! آپ یہاں سے اُٹھ جائیں اور میری بائیں ران پر بیٹھ جائیے۔ آپ خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی بائیں ران پر جا بیٹھے۔ خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے پُوچھا: کیا جبرئیل علیہ السلام اب بھی آپ کو نظر آ رہے ہیں؟ فرمایا: ہاں اب بھی دیکھ رہا ہُوں۔ خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہنے لگیں، اب آپ میری دائیں ران پر آ جائیں۔ چنانچہ جب آپ اُن کی دائیں ران پر بیٹھ گئے تو اُنھوں نے پُوچھا کیا اب بھی آپ اُس فرشتے کو دیکھ رہے ہیں؟ فرمایا: ہاں۔ خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا: اب آپ میری گود میں تشریف فرما ہو جائیں۔ چنانچہ آپ اُن کی گود میں بیٹھ گئے تو خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے پُوچھا کیا اب بھی آپ اُنھیں دیکھ رہے ہیں؟ فرمایا: ہاں۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کمال حسرت کے ساتھ اپنا دوپٹہ مبارک سر سے اتار دیا حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اُس وقت اُن کی گود میں جلوہ افروز تھے۔ اِس کے بعد پُوچھا، یا رسول اللہ!

---

[1] پ ۲۹، سورۃ القلم، آیت ۱تا۵

marfat.com

کیا اب آپ اُس فرشتے کو دیکھ رہے ہیں؟ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اِس مرتبہ نفی میں جواب دیا۔

یہ جواب سُن کر خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہنے لگیں: اے میرے چچا کے بیٹے! ثابت قدم رہیے، یہ آپ کے لیے خوشخبری ہے کیونکہ خدا کی قسم، وُہ آنے والا یقیناً فرشتہ ہے اور شیطان ہرگز نہیں۔ چنانچہ اسی وقت وُہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ایمان لے آئیں اور وُہ سب لوگوں سے پہلے مسلمان ہونے والی ہیں[1]۔ اِس موقع پر جو کچھ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کیا وہ صرف اُن کی ذات سے متعلق تھا کہ حق کو ظاہر دیکھنا چاہتی تھیں۔ اُن کا مقصد یہ ہرگز نہیں تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر حق ظاہر ہو جائے اور اِس کا غالب یقین ہو جائے۔ چونکہ خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ کے اِسی برحق معجزے کو دیکھنا چاہتی تھیں، اِسی لیے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی صرف جبرئیل علیہ السلام کی تصدیق کرنے پر ہی اکتفا فرماتے رہے تھے۔

اِس دوران میں جو کچھ بھی حضرت جبرئیل علیہ السلام لے کر نازل ہوتے رہے وہ صرف نبوت کے بارے میں خبریں تھیں تاکہ آپ کو بخوبی معلوم ہو جائے کہ اللہ رب العزت نے آپ کو چن لیا ہے اور اِس طرح آپ اللہ تعالیٰ کی طرف پُوری طرح متوجہ ہو جائیں اور جو احکام آپ پر نازل ہوں اُن کے لیے پُورے طور پر خود کو وقف کر دیں۔ اِس طرح قبل ازیں آپ احکامِ الٰہی کے پُوری طرح متبع ہو جائیں اور جو کچھ اُنھیں مرحمت فرمانے کا ارادہ کیا گیا ہے اُس کے پُوری طرح متوقع رہیں۔ اِس موقع پر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اعلانِ نبوت کی اجازت تو مل گئی لیکن ابھی تبلیغ و انذار کی اجازت نہیں ملی تھی جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے،

وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ۝[2] اور اپنے رب کی نعمت کا خوب چرچا کرو۔

---

[1] اسی لیے فاضل بریلوی علیہ الرحمہ نے یُوں نذرانۂ عقیدت پیش کیا ہے: ؎

سیدہ، پہلی ماں، کہفِ امن و اماں — حق گزارِ رفاقت پہ لاکھوں سلام
عرش سے جس پہ تسلیم نازل ہوئی — اُس سرائے سلامت پہ لاکھوں سلام

[2] پ ۳۰، سورۂ والضحیٰ، آیت ۱۱

marfat.com

یعنی نبوت کے بارے میں جو خبریں آپ کو دی گئیں اُن کے ذکر کی اجازت دی، چنانچہ آپ چُھپ کر اس کا ذکر فرمایا کرتے تھے۔

سرورِ کون و مکان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا پانچواں مرتبہ یہ ہے کہ آپ کو **پانچواں مرتبہ** منصبِ نبوت کے بعد تبلیغ و انذار کا حکم ملا، منصبِ رسالت تفویض ہُوا اور اوامر و نواہی کے ساتھ قرآنِ کریم نازل ہونا شروع ہوا جس کے ساتھ آپ کو مبعوث فرمایا گیا تھا لیکن اِس وقت تک آپ کو ڈنکے کی چوٹ نبوت کا اعلان کرنے اور عام تبلیغ و انذار کا حکم نہیں دیا گیا تھا، تاکہ جو آپ پر ایمان لے آئے اس کی تخصیص ہو اور جو آپ کی دعوت کو قبول کرلے وہ اپنے عزم میں پختہ ہو جائے۔ اللہ جل شانہٗ نے مندرجہ ذیل آیات اِسی بارے میں نازل فرمائیں۔

یٰٓاَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ ۝ قُمْ فَاَنْذِرْ ۝	اے بالاپوش اوڑھنے والے! کھڑے ہوجاؤ، پھر
وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ ۝ وَثِیَابَكَ فَطَهِّرْ ۝	ڈر سناؤ اور اپنے رب کی ہی بڑائی بولو اور اپنے
وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ ۝ وَلَا تَمْنُنْ	کپڑے پاک رکھو اور بتوں سے دُور رہو اور زیادہ
تَسْتَكْثِرُ ۝ وَلِرَبِّكَ فَاصْبِرْ ۝[1]	لینے کی نیت سے کسی پر احسان نہ کرو اور اپنے
	رب کے لیے صبر کیے رہو۔

وحی و انذار کے ساتھ آپ کی نبوت مکمل ہوگئی اگرچہ وُہ ابھی پوشیدہ تھی۔ نزولِ وحی اور منصبِ نبوت کا حصول رمضان المبارک میں دوشنبہ مبارکہ (بروز پیر) کو ہوا۔ ہشام بن محمد کہتے ہیں کہ ہفتہ اور اتوار کی رات کو بھی جبرئیل علیہ السلام حاضر ہوئے تھے لیکن آپ کے لیے پیغامِ رسالت لے کر پیر کے روز حاضر ہُوئے۔

حضرت ابوقتادہ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی اُنھوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پیر کے دن روزہ رکھنے کے بارے میں پُوچھا تو آپ نے فرمایا: یہ میری پیدائش کا دن ہے اور اِسی روز مجھے نبوت عطا فرمائی گئی۔

---

[1] پ ۲۹، سورہ المدثر، آیت ۱ تا ۷

marfat.com

ہاں اس بارے میں اختلاف ہے کہ اس پیر کو رمضان المبارک کی کون سی تاریخ تھی ؟ ابوقلابہ نے کہا کہ اٹھارہ تاریخ تھی اور ابوخلد نے چوبیس بتائی ہے۔ اکثر کا یہی قول ہے کہ اس وقت آپ چالیس سالہ تھے اور عام الفیل کو چالیس سال گزر چکے تھے۔ کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ اس وقت آپ کی عمر تینتالیس برس تھی۔

ہشام بن محمد نے کہا کہ کسریٰ پرویز کی حکومت سے بیس برس بعد اور بقول بعض سولہ برس بعد آپ پر وحی نازل ہوئی۔ روایت کی گئی ہے کہ اس کے بعد منگل کے روز دوبارہ جبرئیل علیہ السلام نازل ہوئے جبکہ آپ مکہ مکرمہ کے بالائی جانب تشریف فرما تھے وادی کے ایک جانب جبرئیل علیہ السلام نے ایڑی ماری تو وہاں سے پانی کا چشمہ بہہ نکلا اور جبرئیل علیہ السلام نے وضو کی کیفیت بتانے کی خاطر خود وضو کیا اور فخرِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بھی انھیں دیکھ کر وضو کیا۔ پھر جبرئیل علیہ السلام کی طرح آپ نے نماز ادا کی۔ یہ پہلی نماز ہے جو آپ پر فرض ہوئی تھی۔ اس کے بعد جبرئیل علیہ السلام واپس چلے گئے اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس تشریف لے آئے اور اُن کی تعلیم کے لیے آپ نے وضو فرمایا۔ جب حضرت خدیجہ وضو سے فارغ ہوئیں تو انھیں اسی طرح نماز پڑھائی جس طرح جبرئیل علیہ السلام کے ساتھ نماز پڑھی تھی۔ اُمتِ مرحومہ میں حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا وہ فرد ہیں جنھوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد سب سے پہلے وضو کیا اور نماز پڑھی۔ اس عرصے میں جس شخص کی جانب سے آپ کو انکار اور بحث تکرار کا خطرہ نہ ہوتا اُسے چھپ کر تبلیغ کرتے رہتے تھے۔ اس امر میں اختلاف ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بعد سب سے پہلے ایمان لانے والا کون ہے ؟ اس سلسلے میں تین اقوال ہیں :

پہلا قول یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مردوں میں سب سے پہلے مسلمان ہوئے اور اس وقت وہ نو برس کے تھے۔ بعض نے کہا ہے کہ دس برس کے تھے، یہ جابر بن عبداللہ اور زید بن اسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا قول ہے۔ یحییٰ بن عفیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے باپ سے روایت کی کہ جب وہ زمانۂ جاہلیت میں مکہ مکرمہ آتے تو حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس ٹھہرے۔ جب سورج نکلا اور وہ آسمان میں

marfat.com

بلند اور روشن ہُوا ، تو ایک نوجوان آیا اور اُس نے آسمان کی جانب نظر اُٹھائی اور کعبے کی طرف مُنہ کر کے کھڑا ہو گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد ایک لڑکا آگیا اور اُس کے دائیں جانب کھڑا ہو گیا۔ کچھ دیر کے بعد ایک عورت آئی اور وُہ ان دونوں کے پیچھے کھڑی ہو گئی۔ اُس نوجوان نے رکوع کیا تو لڑکے اور عورت نے بھی رکوع کیا۔ وُہ نوجوان رکوع سے اُٹھا تو وہ دونوں بھی اُٹھ گئے۔ وہ نوجوان سجدے میں گیا تو اُس کے ساتھ وہ دونوں بھی سجدے میں چلے گئے۔

عفیف کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا ، یہ کیا عجیب و غریب معاملہ ہے ؟ کیا آپ انھیں جانتے ہیں ؟ اُنھوں نے جواب دیا : ہاں ، وہ نوجوان میرا بھتیجا محمد بن عبد اللہ ہے (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)۔ وہ لڑکا بھی میرا ہی بھتیجا علی بن ابُو طالب ہے (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور وُہ عورت میرے اُسی نوجوان بھتیجے کی بیوی خدیجہ بنت خویلد ہے (رضی اللہ تعالیٰ عنہا)۔ اُنھوں نے مجھ سے کہا کہ آسمانوں کے رب نے انھیں ایسا ہی حکم دیا ہے ، جیسا کہ آپ نے ابھی دیکھا ہے۔ اللہ کی قسم ، اِس وقت روئے زمین پر اِن تینوں کے سوا کوئی اور میرے علم میں اِس دین پر نہیں ہے۔

دُوسرا قول یہ ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسلمان ہُوئے اور نماز پڑھی۔ یہ ابن عباس اور ابو امامہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا قول ہے۔ ابو امامہ باہلی نے عمرو بن عبسہ سلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی کہ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہُوا اور آپ عکاظ میں تشریف فرما تھے۔ میں نے عرض کیا : یا رسول اللہ! دین میں آپ کے پیروکار کون کون ہیں ؟ آپ نے فرمایا : دُو مرد میرا اتباع کر رہے ہیں ، جن میں سے ایک آزاد ہے اور دُوسرا غلام۔ یعنی آزاد سے مراد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور غلام سے مراد حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ وُہ فرماتے ہیں کہ اتنا سُنتے ہی میں نے اسلام قبول کر لیا اور اِس لحاظ سے میں اپنے آپ کو چوتھا مسلمان شمار کرتا تھا۔

(پہلے تین حضرت خدیجہ ، حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت بلال رضی اللہ عنہم ہیں)

امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے دریافت کیا گیا کہ سب سے پہلے دائرۂ اسلام میں داخل ہونے والا کون ہے ؟

marfat.com

تو انھوں نے کہا: کیا تم نے حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے یہ اشعار نہیں سُنے ہیں؟ ؎

اذا تذکرت شجوا من اخی ثقۃ — فاذکر اخاک ابابکر بما فعلا
خیر البریۃ اتقاھا واعدلہا — بعد النبی واوفاھا بما حملا
الثانی التالی المحمود مشھدہ — واول الناس منھم صدق الرسلا

تیسرا قول یہ ہے کہ سب سے پہلے زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسلمان ہوئے۔ یہ عروہ بن زبیر اور سلیمان بن لیسار رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا قول ہے۔ (رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جس شخص کے بارے میں وثوق ہوتا اُسے اسلام کی دعوت دیتے کیونکہ جس وقت آفتابِ ہدایت جلوہ فگن ہوا اُس وقت وہ تاجر تھے وہ قریش میں ایک بااخلاق اور عالی نسب تھے اور اپنی قوم کی خوبیوں اور خامیوں سے بخوبی آگاہ تھے۔ وہ خوب حُسنِ تالیف سے کام لیتے اور قریش کی مجالس میں اکثر شرکت فرمایا کرتے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ذریعے حضرت عثمان بن عفان، حضرت طلحہ بن عبید اللہ، حضرت زبیر بن عوام، حضرت سعد بن ابی وقاص اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہم شرفِ اسلام اور دولتِ ایمان سے مالامال ہوئے تھے، جبکہ وہ اُنھیں بارگاہِ رسالت میں لے کر حاضر ہوئے تو اُنھوں نے فوراً اسلام قبول کر لیا اور نماز پڑھی۔ اور سابقین کے ساتھ مل کر حلقہ بگوشانِ اسلام کی تعداد آٹھ ہو گئی، جنھوں نے سب سے پہلے اسلام قبول کیا اور

لہ ترجمہ: (۱) جب کسی ثقہ بھائی کی توحاجت یاد کرے تو اپنے بھائی ابوبکر کو ان کے اعمال و کردار کے سبب یاد کر لیا کر۔

(۲) نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد وہ ساری مخلوق سے بہتر، متقی اور عادل تھے اور جس ذمہ داری کا بار اٹھاتے اُسے نبھاتے تھے۔

(۳) وہ دوسرے اور بعد میں آنے والے ہیں، اُن کا مشہد محمود ہے اور مخلوق میں وہ سب سے پہلے ہیں جنھوں نے رسولِ خدا کی تصدیق کی۔ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

marfat.com

نماز پڑھی۔ بعض نے کہا ہے کہ ان حضرات کے ہمراہ حضرت سعید بن عاص اور حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی دولتِ اسلام سے مشرف ہو گئے تھے۔ اس کے بعد پے در پے لوگ دائرۂ اسلام میں داخل ہونے لگے اگرچہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پوشیدہ طور پر ہی تبلیغ کر رہے تھے لیکن قریشِ مکہ کے اندر آپ کی اسلامی دعوت کا چرچا ہونے لگا تھا۔

چھٹا مرتبہ امام المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا چھٹا مرتبہ یہ ہے کہ مخصوص انذار کے بعد آپ کو عموم انذار کا حکم مل گیا اور اسلام کی طرف پوشیدہ طور پر دعوت دینے کی جگہ آپ اعلانیہ لوگوں کو دعوتِ اسلام دینے لگے کیونکہ اللہ جل شانہٗ نے اپنے آخری کلام میں یہ حکم نازل فرما دیا تھا:

فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ ۝ [1] — تو علانیہ کہہ دو جس بات کا تمہیں حکم ہے اور مشرکوں سے منہ پھیر لو۔

اس حکمِ خداوندی کے بعد آپ کھل کر اسلام کی دعوت دینے لگے۔ ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ حکم آپ کے مبعث سے تین سال بعد دیا گیا اور اس کام کی اپنے قریبی رشتہ داروں سے ابتدا کرنے کا حکم ہوا، جیسا کہ ارشادِ باری ہے،

وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ ۝ وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ [2] — اور اے محبوب! اپنے قریب تر رشتہ داروں کو ڈراؤ اور اپنے پیرو مسلمانوں کے لیے اپنی رحمت کا بازو بچھاؤ۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صفا پہاڑی پر تشریف لے گئے اور زور سے آواز دی یا صباحاہ اے بنی عبدالمطلب! اے بنی عبدمناف! یہاں تک کہ قریش کے ہر قریبی قبیلے کو یکے بعد دیگرے آواز دی، تو تھوڑی سی دیر میں وہ سارے کے سارے آپ کے گرد جمع ہو گئے اور پوچھنے لگے کہ بات کیا ہے؟ فرمایا، اگر میں آپ کو یہ خبر دوں کہ ایک لشکرِ جرار، گھوڑوں پر سوار اس پہاڑی کے دوسری جانب کھڑا ہے اور عنقریب

---

[1] پ ۱۴، سورۃ الحجر، آیت ۹۴
[2] پ ۱۹، سورۃ الشعراء، آیت ۲۱۴، ۲۱۵

marfat.com

وہ آپ پر حملہ آور ہو جائے گا، تو میری اس خبر کی، کیا آپ تصدیق کریں گے؟ کہنے لگے: کیوں نہیں۔ ہم نے کبھی آپ کی زبان سے کوئی جھوٹی بات نہیں سنی۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا:

فانی نذیر لکم بین یدی عذاب شدید۔ (ص۱۰۹)	سامنے سخت عذاب ہے، میں اس سے تمھیں ڈرانے کے لیے نبی بن کر آیا ہوں۔

ابولہب کہنے لگا، اس کی ہلاکت ہو، کیا ہمیں اسی لیے اکٹھا کیا تھا؟ اس کے بعد وہ چلا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے بارے میں یہ آیاتِ کریمہ نازل فرمائیں:

تَبَّتْ يَدَآ اَبِىْ لَهَبٍ وَّتَبَّ ۝ مَآ	تباہ ہو جائیں ابولہب کے دونوں ہاتھ اور وہ
اَغْنٰى عَنْهُ مَالُهٗ وَمَا كَسَبَ ۝	تباہ ہو ہی گیا۔ اُسے کچھ کام نہ آیا اس کا مال اور
سَيَصْلٰى نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ ۝ وَّ	جو کمایا۔ اب دھنسا جب لپٹ مارتی آگ میں۔ وہ
امْرَاَتُهٗ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ ۝ فِىْ	اور اس کی جورو لکڑیوں کا گٹھا سر پر اٹھاتی۔
جِيْدِهَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ ۝ ؎	اس کے گلے میں کھجور کی چھال کا رسا ہے۔

ابو اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ قریش کو آپ کی اس دعوت سے کوئی زیادہ اختلاف نہ ہوتا اور وہ آپ کی دعوت کے کچھ حصے ہی کو مسترد کرتے لیکن آپ نے جو اُن کے باطل معبودوں کا ذکر کیا، اُن کی عبادت کرنے کو بُرا بتایا اور اس طرح اُن کی عقلوں کو کمزور قرار دیا، تو اُنھوں نے آپ کی مخالفت پر پورا اتفاق کر لیا اور آپ سے آخری دم تک عداوت رکھنے کے لیے کربستہ ہو گئے، ماسوائے اُن خوش نصیب حضرات کے جنھیں اللہ تعالیٰ نے اسلام کی توفیق عطا فرمائی اور آپ کی مخالفت سے بچا لیا، حالانکہ ایسے حضرات بہت ہی کم ہیں اور اس معاشرے میں اُنھیں حقارت کی نگاہوں سے دیکھا جاتا تھا۔

عمومِ انذار اور علانیہ دعوت کے باعث آپ کی نبوت عام ہو گئی۔ توحید اور اسلام کے جھنڈے کو بلند کرنے کی خاطر آپ کو ساری اُمت کی طرف مبعوث فرما دیا گیا اور اس طرح آپ کی نبوت کو مکمل اور منصبِ رسالت کو کامل کر دیا گیا۔ پس نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

؎ پ ۳۰، سورۂ لہب، آیت ۱ تا ۵

marfat.com

امر کو واضح فرمایا، حق کا بول بالا کرنے اُٹھے، علانیہ انذار فرمایا، دعوتِ اسلام کو عام کیا اور راہِ حق میں جہاد کا حق ادا کر دیا۔ قریش آپ سے بسبب مخالفت کے جھگڑتے رہے لیکن آپ صبر و سکون کے ساتھ اپنے فرض کی ادائیگی میں مصروف رہے۔ اُنھوں نے ہمیشہ آپ کے ساتھ مخالفانہ سلوک کیا، حالانکہ اُن کی تعداد بہت زیادہ تھی، اِس کے باوجود آپ کا بول بالا ہُوا اور آپ کی دعوت کو غلبہ حاصل ہُوا۔ اِس دوران میں آپ نے ایسی تکلیفیں اور سختیاں برداشت کیں جن کے مقابلے میں معصوم کے سوا کوئی بھی ثابت قدم نہیں رہ سکتا اور نہ تائیدِ الٰہی کے بغیر اُن کے اندر سے کوئی صحیح سالم نکل سکتا تھا۔ یہ تمام حقائق آپ کی حقانیت کے دلائل اور صداقت کے مُنہ بولتے شواہد ہیں کیونکہ بددیانت لوگوں کی تدابیر کو اللہ تعالیٰ کبھی کامیابی سے ہمکنار نہیں ہونے دیتا اور نہ کبھی فتنہ و فساد پھیلانے والوں کے عمل کو درست کرتا ہے۔ قدرت کا قانون یہی ہے۔

جن امور کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے شریعت کی حیثیت دی وہ توحید کے بعد دو قسم کے ہیں۔ ایک عبادات اور دُوسرے احکام۔ مکۂ مکرمہ میں عبادات سے صرف طہارت اور نماز کے سوا کچھ اور مشروع نہیں ہُوا تھا جس کی جبرئیل علیہ السلام نے تعلیم دی تھی اور وُہ آپ پر فرض اور اُمت کے لیے مسنون تھیں، جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

یٰٓاَیُّہَا الْمُزَّمِّلُ قُمِ الَّیْلَ اِلَّا	اے جُھرمٹ مارنے والے! رات میں قیام فرما
قَلِیْلًا ٭ نِّصْفَہٗٓ اَوِ انْقُصْ مِنْہُ	سوا کچھ رات کے، آدھی رات یا اِس سے کچھ
قَلِیْلًا اَوْ زِدْ عَلَیْہِ وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ	کم کر دیا اِس پر کچھ بڑھاؤ اور قرآن خوب ٹھہر ٹھہر
تَرْتِیْلًا ٭ [1]	پڑھو۔

یہ حکم اگرچہ آپ کے لیے تھا لیکن اِس میں اُمت بھی شامل ہے، یہاں تک کہ شبِ معراج میں، جس میں مسجدِ حرام سے مسجدِ اقصیٰ تک کی سیر بھی ہے، پنجوقتہ نماز فرض ہُوئی۔ یہ نبوت کا دسواں سال تھا کہ پانچ وقت کی نماز آپ پر اور آپ کی اُمت پر فرض ہُوئی۔ اِس کے علاوہ عبادات سے اور کوئی چیز

---

[1] پ ۲۹، سورہ المزمل، آیت ۱ تا ۴

marfat.com

فرض نہ ہوئی یہاں تک کہ آپ نے مدینہ منورہ کی جانب ہجرت فرمائی۔ چنانچہ وُہ آپ کے لیے دارالاسلام ہوا اور وہاں کے رہنے والے آپ کے یار و مددگار بنے۔

مکہ مکرمہ میں پانچ نمازیں فرض ہونے کے بعد عبادات سے کچھ اور فرض نہ ہوا، یہاں تک کہ مدینہ منورہ کی جانب ہجرت فرمانے کے دُوسرے سال ماہ شعبان المعظم میں رمضان المبارک کے روزے فرض ہُوئے اور اسی سال قبلے کی تحویل ہُوئی یعنی بیت المقدس کی بجائے بیت اللہ شریف کی جانب مُنہ کر کے نماز پڑھنے کا حکم نازل ہُوا۔ اُسی سال صدقۂ فطر واجب ہُوا اور عید کی نماز مشروع ہُوئی۔ جمعہ کی فرضیت ہجرت کے پہلے سال میں ظہر کی نماز کے بدلے ہو چکی تھی۔ اِن کے بعد اموال میں زکوٰۃ فرض ہُوئی اور جب اسلام کو غلبہ حاصل ہو گیا اور مالی ضروریات میں مسلمان خود کفیل ہو گئے تو حج اور عمرہ مشروع ہُوئے۔

بہرحال وُہ احکام جن کا وجوب عقل کا مقتضٰی ہے جیسے تحریم قتل و زنا، یہ مکہ مکرمہ میں آپ کے انذار کے وقت ہی مشروع ہو گئے تھے اور وُہ احکام جن کے کرنے نہ کرنے میں عقل متردد ہوتی ہے جیسے حلال و حرام، خطر و اباحت اور استحباب و کراہت وغیرہ ان سے خاموشی اختیار کی گئی، حتّٰی کہ مکہ معظمہ میں نہ کسی حلال کو حلال کہا گیا اور نہ کسی حرام کو حرام ٹھہرایا گیا بلکہ ہجرت کے بعد ہی حلال و حرام اور اباحت و ممانعت کے احکام نازل ہوئے تھے کیونکہ قریش کے غلبے کے باعث آپ مکہ معظمہ میں مغلوب تھے اور اُس وقت وہ شرک خانہ تھا لہٰذا اسلامی احکام وہاں کس طرح جاری ہوتے؟ بایں وجہ کسی چیز کو حلال یا حرام نہیں کیا گیا بلکہ جب آپ مدینہ منورہ میں جلوہ افروز ہُوئے جو دارالاسلام بن گیا تھا، تو وہاں اسلامی احکام نافذ ہُوئے اور صاف طور پر بیان فرما دیا گیا کہ حلال و حرام، مباح و ممنوع اور صحیح و فاسد کیا ہیں؟ اسی لیے آپ مکہ معظمہ میں صلح و آشتی کے ساتھ رہے لیکن مدینہ منورہ میں آنے کے بعد دفاعی جنگیں بھی لڑیں اور یہ حکمت آپ کے افعال و احوال کے موافق اور توفیق الٰہی آپ کے اقوال کی مددگار تھی کیونکہ آپ منجانب اللہ مامور تھے جیسا کہ ارشادِ خداوندی ہے:

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝ اور وہ کوئی بات اپنی مرضی سے نہیں
إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ کرتے۔ وہ تو نہیں مگر وحی جو

marfat.com

يُوْحٰى ۝[1] اُنھیں کی جاتی ہے۔

چنانچہ آپ کا اُنھیں بطریقِ احسن قائم کرنا اور بہتر حالات و مواضع کے لحاظ سے اُنھیں قائم کرنے میں آپ کے حزم و احتیاط، عزم کی صحت و صداقت سے حکمتِ بالغہ کے عجیب آثار سامنے آتے ہیں۔ صلوات اللّٰہ تعالیٰ وسلامہٗ علیہ۔

---

[1] پ ۲۷، سورۃ النجم، آیت ۳، ۴

marfat.com

سلطان العارفین، امام المکاشفین، شیخِ اکبر،

محی الدین ابن عربی

رحمۃ اللہ علیہ

کے

فرمُوداتِ گرامی

marfat.com

ایک مشاہدہ

شیخ اکبر محی الدین بن عربی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفّٰی ۶۳۸ھ) نے اپنی تصنیف لطیف فتوحاتِ مکیہ کے خطبے میں صفحہ ۲ پر اپنے مخصوص اندازِ تحریر میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بعد فرمایا ہے کہ:

والصلاۃ علی سرّ العالم ونکتتہ	درود اُس ذات پر جو سرِّ عالم، غدائی بھید اور
ومطلب العالم وبغیتہ السیّد	تخلیقِ عالم کا مطلوب و مقصود ہے۔ وہی سچا سردار
الصادق المدلج الی ربہ الطارق	جو اپنے رب کی بارگاہ میں حاضر ہونے والا ساتوں
المخترق بہ السبع الطرائق لیریہ	آسمانوں کو پھاڑ کر گزر جانے والا ہے تاکہ جس
من سری بہ الیہ ما اودع من	ذات نے آپ کو سیر کرائی وہ آپ کو دکھائے کہ
الآیات والحقائق فیما ابدع من	مخلوق کے اندر اُس نے کیا نشانیاں اور حقائق
الخلائق الذی شاھدتہ عند	ودیعت فرمائے ہیں، جن کا یہ خطبہ لکھتے وقت میں نے
انشائی لہذہ الخطبۃ فی عالم	عالمِ مثال میں خود بھی مشاہدہ کیا ہے۔ یہ حقائق
حقائق المثال فی حضرۃ الجلال	کی مثال کا مشاہدہ ذاتِ ذوالجلال کے حضور
مکاشفۃ قلبیۃ فی حضرۃ غیبیۃ	میں نصیب ہوا، جو ذاتِ غیبیہ کے حضور میں قلبی
ولما شاھدتہ صلی اللہ علیہ وسلم	مشاہدہ تھا۔ جب میں نے وہاں فخرِ دو عالم صلی اللہ
فی ذالک العالم سیدا معصوم	تعالیٰ علیہ وسلم کا مشاہدہ کیا تو یہی دیکھا کہ ایسے
المقاصد محفوظا لمشاھد	عظیم الشان سردار ہیں جو اپنے مقاصد میں معصوم،
منصورا مؤیدا وجمیع الرسل بین	مشاہد میں محفوظ اور منصور و مؤید ہیں۔ جملہ مرسلینِ عظام
یدیہ مصطفون وامتہ التی ھی	آپ کے حضور صف بستہ حاضر ہیں اور آپ کی اُمت
خیر امۃ اخرجت للناس علیہ	جو لوگوں کی رہنمائی کے لیے پیدا فرمائی گئی، وہ آپ کی
ملتفون وملائکۃ التسخیر من	جانب متوجہ ہے اور تسخیرِ عالم کے فرشتوں نے عرشِ اعظم
حول عرش مقامہ حافون و	کے گرداگرد آپ کے مقام کو ڈھانپ رکھا ہے اور

marfat.com

الملائکۃ المولدۃ من الاعمال بین	اعمال سے پیدا ہونے والے فرشتے آپ کے سامنے
یدیہ صافون والصدیق عن یمینہ	صف بستہ کھڑے ہیں۔ صدیقِ اکبر آپ کے
الانفس والفاروق عن یسارہ	دائیں جانب اور فاروق اعظم بائیں جانب ہیں اور
الاقدس والختم علیہ السلام بین	حضرت ختم علیہ السلام (شاید حضرت جبریل مراد
یدیہ قد جثا یخبرہ بحدیث الانثی	ہیں) آپ کے سامنے دو زانو بیٹھے ہیں اور حدیث اُنثیٰ
وعلی رضی اللّٰہ عنہ وکرم اللّٰہ وجہہ	کی خبر دے رہے ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وکرم اللہ
یترجم عن الختم بلسانہ وذوالنورین	وجہہ الکریم حضرت ختم علیہ السلام کے بیانات کا اپنی
مشتمل بردا حیائہ مقبل علیٰ	زبان میں ترجمہ کر رہے ہیں۔ عثمان ذوالنورین آپ کی
شانہ الیٰ آخرماذکرہ رضی اللّٰہ	حیاء کی چادر اوڑھے آپ کی جانب متوجہ ہیں۔ شیخ اکبر
عنہ مارآہ فی تلک الواقعۃ۔	نے آخر تک اس واقعے کا ذکر کیا ہے، جو کچھ اُنھوں نے
(صفحہ ۷)	اُس وقت دیکھا تھا۔

علمِ اسماء و علمِ معانی

طالبِ تحقیق کو چاہیے کہ وہ فتوحاتِ مکیہ کی طرف رجوع کرے (کیونکہ شیخ اکبر نے اس واقعے کو مذکورہ خطبے میں تفصیلاً بیان کیا ہے) شیخ ابن عربی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فتوحاتِ مکیہ کے پانچویں باب، صفحہ ۱۴۰ پر لکھا ہے:

ان اٰدم علیہ السلام ھو حامل	بے شک حضرت آدم علیہ السلام علم اسماء کے حامل
الاسماء قال تعالیٰ وَعَلَّمَ اٰدَمَ	ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: "اور ہم نے
الْاَسْمَآءَ کُلَّھَا ومحمد صلی اللّٰہ	آدم کو سارے نام سکھا دیئے"۔ اور محمد رسول اللہ
علیہ وسلم حامل معانی تلک	صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اُن سارے اسماء کے معانی
الاسماء التی علمہا اللّٰہ اٰدم علیہ	کے حامل ہیں جو حضرت آدم علیہ السلام کو سکھائے
السلام وھی الکلم قال علیہ	گئے تھے اور معانی کے اس علم کو زبانِ رسالت
الصلوٰۃ والسلام اوتیت جوامع	میں کلم کہا گیا ہے جیسا کہ فخرِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ

marfat.com

الکلم ومن اثنٰی علی نفسہ امکن
واتم ممن اثنٰی علیہ کیحیٰی
وعیسٰی علیہما السلام ومن
حصل لہ الذات فالاسماء
تحت حکمہ ولیس من حصل
الاسماء یکون المسمی محصلا
عندہ وبہذا فضلت الصحابۃ
علینا فانہم حصلوا الذات
وحصلنا الاسم ولما راعینا
الاسم مراعاتہم الذات
ضوعف لنا الاجر لحسرۃ الغیبۃ
التی لم تکن لہم فکان تضعیفا
علی تضعیف فنحن الاخوان
وہم الاصحاب وہو صلی
اللہ علیہ وسلم الینا بالاشواق
وما افرحہ بلقاء واحد
منا وکیف لا یفرح وقد
ورد علیہ من کان بالاشواق
الیہ فہل تقاس کرامتہ
وبرہ وتحفتہ وللعامل
منا اجر خمسین ممن
یعمل بعمل اصحابہ
لا من اعیانہم لکن

علیہ وسلم نے فرمایا ہے: میں جوامع الکلم دیا گیا ہوں
جو اپنی خوبی خود بیان کرے وہ دوسرے کسی تعریف
کرنے والے کی نسبت زیادہ قادر ہے اور بہتر
بیان کر سکتا ہے جیسے یحیٰی اور عیسٰی علیہما السلام
اور جسے ذات حاصل ہو جائے تو اسماء بھی اسی
کے زیر فرمان ہیں، لیکن جو اسماء کا علم حاصل کرے
تو یہ ضروری نہیں کہ اسے مسمیات کا علم بھی حاصل
ہو جائے۔ اسی لیے تو صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ
علیہم اجمعین کو ہم پر فضیلت ہے کیونکہ انھوں نے
ذات کو حاصل کر لیا تھا اور ہمیں اسم حاصل
ہوا ہے۔ لیکن جب ہم نے اسم کا وہی احترام کیا
جو انھوں نے ذات کا کیا تھا تو ہمارے ثواب کو
دگنا کر دیا گیا کیونکہ جدائی کا جو صدمہ ہمیں اٹھانا
پڑ رہا ہے یہ انھیں نہیں پہنچا تھا، پس علیٰ قدر
مراتب یہ مضاعف در مضاعف ہو سکتا ہے۔ پس
ہم اخوان اور وہ اصحاب ہیں نیز نبی کریم صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم ہمارے بہت مشتاق ہیں اور جب
ہم میں سے کوئی حاضر بارگاہ ہوتا ہے تو آپ کو بڑی
فرحت ہوتی ہے اور وہ خوش کیوں نہ ہوں جبکہ
وہی ان کے پاس پہنچ گیا جس کے مشتاق تھے۔
کیا ہم ایسے شخص کی بزرگی، نیکوکاری اور
مقبولیت کا اندازہ کر سکتے ہیں؟ جو ہم میں سے
نیک عمل کریں انھیں صحابۂ کرام جیسے نیک

marfat.com

من امثالهم فذالك قوله
عليه الصلوة والسلام بل
منكم مجدوا واجتهدوا حتى
يعرفوا انهم خلفوا بعدهم
رجالا لو ادركوه ماسبقوهم
اليه ومن هنا تقع المجاوزاة
والله المستعان - (ص ۱۱۱)

عمل کرنے والے پچاس اشخاص کے برابر اجر ملے گا۔
پچاس صحابہ جتنا نہیں بلکہ اُن جیسے عمل کرنے والے
پچاس کے برابر۔ اسی لیے سرورِ کون و مکاں
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تھا: "بلکہ تم میں
سے" اُنھیں ذات کا شرف حاصل ہوا اور کوشش
کی یہاں تک کر جان گئے کہ اُن کے بعد ایسے افراد
بھی ہیں جو آقائے کائنات کو پاتے تو سرکار کی
جانب وہ (صحابہ) سبقت نہ لے جاتے۔ اس لحاظ
سے موافقت پائی گئی اور اللہ ہی مددگار ہے۔

سیادت

شیخ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فتوحاتِ مکیہ کے دسویں باب میں صفحہ ۴۰ پر لکھا ہے: طالبِ حقیقت کو جان لینا چاہیے، اللہ تعالیٰ آپ کی مدد فرمائے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے، میں آدم کی اولاد کا سردار ہوں اور اس میں فخر نہیں۔ صحیح مسلم میں ہے کہ میں قیامت کے دن لوگوں کا سردار ہوں گا ——— پس نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سیادت اور جملہ بنی نوعِ انسان سے اشرف ہونا ثابت ہوا۔ سرورِ کون و مکاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: میں اُس وقت بھی نبی تھا جبکہ آدم ابھی پانی اور مٹی میں تھے۔ پس ثابت ہوا کہ:

يريد على علمه بذالك فاخبره
الله تعالى بمرتبته وهو
روح قبل ايجاده الاجسام
الانسانية كما اخذ الميثاق
على بنى آدم قبل ايجاده
اجسامهم والحقنا الله
تعالى بانبياءه اذجعلنا

یہ آپ کے علم پر دلالت کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے
انسانی اجسام کی پیدائش سے بھی پہلے آپ کو
آپ کے عالی منصب سے آگاہ کر دیا تھا حالانکہ
اُس وقت آپ رُوح تھے، جیسے کہ بنی آدم سے
عہد لیا تھا حالانکہ اُن کے جسم ابھی ایجاد نہیں
ہوئے تھے اور اللہ تعالیٰ نے ہمیں (اُمتِ مرحومہ کو)
انبیائے کرام سے اس معاملے میں ملایا ہے کیونکہ

marfat.com

شہدآء علیٰ اممہم معہم حیث یبعث من کل امۃ شہیداً علیہم من انفسہم وھم الرسل فکانت الانبیاء فی العالم نوابہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من اٰدم الیٰ اٰخر الرسل علیہم السلام وھو عیسیٰ علیہ السلام وقد ابان صلی اللہ علیہ وسلم عن ھٰذا

ہمیں اُن کے ساتھ اُن کی اُمتوں پر گواہ بنایا ہے جبکہ ہر اُمت سے اُس پر گواہ کھڑے کیے جائیں گے سارے مرسلین عظام اور انبیائے کرام علیہم السلام وہ اِس دنیا میں آدم علیہم السلام سے عیسیٰ علیہ السلام تک فخرِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نائب اور خلیفہ ہیں۔ اِس سلسلے کے آخری عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔ سرورِ کون و مکان صلی اللہ تعالیٰ علیہ السلام نے مختلف طریقوں سے اس عالی منصب کی وضاحت فرمائی ہے۔

المقام با مور۔ (ص۱۱۱)

فخرِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، اگر موسیٰ علیہ السلام زندہ ہوتے تو میری پیروی کرنے کے سوا اُن کے لیے اور کوئی چارہ نہ ہوتا اور عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے بارے میں آپ کا ارشادِ گرامی کہ جب وہ دوبارہ نازل ہوں گے تو ہم میں سے ایک ہوں گے۔ یعنی ہمارے آقا و مولیٰ سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سُنّت (شریعتِ مطہرہ) کے مطابق ہی حکم کریں گے نیز صلیب کو توڑیں گے اور خنزیر کو قتل کریں گے۔

لو کان محمد صلی اللہ علیہ وسلم موجوداً بجسمہ من لدن اٰدم الیٰ زمن وجودہ الاٰن لکان جمیع بنی اٰدم تحت حکم شریعتہ الیٰ یوم القیامۃ حساً ولذلک یدل علی ذٰلک قولہ صلی اللہ علیہ وسلم اٰدم ومن دونہ تحت لوائی ولھٰذا

اگر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے جسمِ اطہر کے ساتھ زمانۂ آدم علیہ السلام سے اپنے عہدِ کرامت تک یہاں موجود ہوتے تو حسّی طور پر تمام بنی آدم قیامت تک آپ کی شریعتِ مطہرہ کے تحت ہوتے اور اس بات پر یہ فرمانِ رسالت دلالت کرتا ہے کہ آدم علیہ السلام اور اُن کے ماسوا سب میرے جھنڈے کے نیچے ہوں گے۔ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)

marfat.com

لم يبعث عامة الا هو خاصة
فهو الملك والسيد وكل
رسول سواه بعث الى قوم
مخصوصين ولم تعم رسالة
احد من الرسل سوى رسالته
صلى الله عليه وسلم فمن زمان
آدم الى زمان بعث محمد
صلى الله عليه وسلم الى
يوم القيامة ملكه وتقدمه على
جميع الرسل وسيادة في
الآخرة منصوص عليهما في
الصحيح عنه فروحانيته
صلى الله عليه وسلم وروحانية
كل نبي ورسول موجودة
فكان الامداد يأتي اليهم
من تلك الروح الطاهرة
بما يظهرون به من الشرائع
والعلوم في زمان وجودهم رسلا
وتشريعهم الشرائع كعلي ومعاذ
وغيرهما في زمان وجودهم ووجوده
صلى الله عليه وسلم وكالياس و
الخضر عليهما السلام وعيسى
عليه السلام حين ينزل في

اسی لیے کسی نبی کی بعثت عام نہیں مگر یہ خصوصیت
صرف آپ ہی کو حاصل ہے۔ پس بادشاہ اور
سردار آپ ہیں اور آپ کے ماسوا جملہ مرسلین
خاص خاص اقوام کی جانب بھیجے گئے اور نبی کریم
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رسالت کے علاوہ
کسی بھی رسول کی رسالت عام نہیں ہے۔ پس
آدم علیہ السلام کے زمانے سے آپ کے زمانۂ
مبارک تک، جو قیامت تک ہے، آپ ہی کا
ملک ہے اور اس معاملے میں جملہ مرسلین پر آپ کو
تقدیم حاصل ہے اور آخرت میں سیادت آپ کی
ہوگی۔ یہ دونوں امور صحیح احادیث سے منصوص
ہیں۔ پس نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی روحانیت
اور دیگر ہر نبی اور رسول کی روحانیت موجود ہے۔
وہ حضرات اپنے زمانوں میں جو احکام اور علوم
ظاہر کرتے تھے اُن میں آپ کی رُوحِ پاک سے
اُن کو امداد پہنچتی تھی اور تشریعِ شرائع میں اعانت
فرمائی جاتی تھی۔ جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم اپنے زمانۂ اقدس میں علی اور معاذ
وغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو امداد پہنچاتے رہتے تھے
اور جیسے الیاس اور خضر علیہما السلام کو آپ کی
مدد پہنچتی ہے اور عیسیٰ علیہ السلام جبکہ آپ کے
آخری زمانے میں نازل ہوں گے تو وہ رسول اللہ
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شریعت مطہرہ کے مطابق

marfat.com

اٰخر الزماں حاکما بشرع محمد صلی اللہ علیہ وسلم فی امتہ لیقرر شرعہ فی الظاہر لکن لما تقدم فی عالم الحس وجود عینہ صلی اللہ علیہ وسلم اوّلا نسب کل شرع الی من بعث بہ وھو فی الحقیقۃ شرع محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ (ص ۱۱۱-۱۱۲)

آپ کی اُمت پر حکومت کریں گے اور علی الاعلان آپ کی شریعت پر عمل کریں گے اور کرائیں گے۔ لیکن اِس عالمِ محسوسات میں چونکہ پہلے آپ کا عین وجودِ انور موجود نہیں تھا، اسی لیے ہر شریعت اُسی نبی کی جانب منسوب ہوئی جو اُسے دے کر بھیجا گیا تھا حالانکہ حقیقت میں تمام گزشتہ شرائع بھی شریعتِ محمدیہ ہی ہیں۔ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)

اگرچہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شریعتِ مطہرہ قبل ازیں مفقود تھی کیونکہ کسی اور کو اِس کا علم نہیں تھا جیسے وہ اب بعینہٖ مفقود ہیں اور حضرت عیسٰی علیہ السلام کے نزول اور آپ کی شریعتِ مطہرہ کے مطابق حکم نافذ کرنے کے زمانے میں بعینہٖ مفقود ہوگی اور فردِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شریعت سے سابقہ جملہ شرائع کو منسوخ کر دینا یہ نسخ انھیں آپ کی شریعت سے خارج نہیں کرتا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہم پر قرآن و سُنّت سے ظاہر ہونیوالی شریعت میں نسخ ظاہر کیا ہے حالانکہ ہمارا اس پر اجماع و اتفاق ہے کہ وہ منسوخ ہونے والی شریعت بھی شریعتِ محمدیہ ہے، جسے لے کر آپ مبعوث ہُوئے۔ بات صرف اِتنی ہُوئی ہے کہ متاخر سے متقدم کو منسوخ کیا گیا ہے اور اِس نسخ پر ہمیں قرآن و سنّت نے مطلع فرمایا ہے اور پہلی شریعتوں کو منسوخ کرنا اُنھیں آپ کی شریعت ہونے سے خارج نہیں کرتا۔ اِسی طرح حضرت عیسٰی علیہ السلام کا آخری زمانے میں اپنی شریعت کے بغیر نازل ہونا اور دوسری شریعت کے مطابق حکمرانی کرنا اور اپنی شریعت کے مطابق حکم نہ کرنا حالانکہ اپنے دورِ رسالت میں وُہ اُسی کا حکم فرماتے تھے بلکہ اِس کے باوجود وُہ شریعتِ محمدیہ کے مطابق حکم کریں گے یہ صریحًا اس بات پر دلالت ہے کہ آپ کی شریعتِ مطہرہ کی موجودگی میں کسی دُوسری شریعت کے مطابق

marfat.com

حکم نہیں کیا جا سکتا اور اِس میں وہ اہلِ کتاب بھی شامل ہیں جو ذمّی ہیں جب تک وہ ذلت اور رُسوائی کے ساتھ جزیہ ادا کرتے رہیں کیونکہ شرع کا حکم ہر حالت کو مشتمل ہے۔ پس

فخرج من هذا المجموع	مذکورہ مجموعے سے یہ معلوم ہوا کہ جملہ بنی آدم
صلّی اللہ علیہ وسلم انه ملك وسيد على	کے بادشاہ اور سردار نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ
جميع بني آدم وان جميع من	وسلم ہیں اور آپ سے پہلے جو بھی عالم دجود میں
تقدمه كان ملكًا له وتبعًا و	آیا وہ آپ کی ملک اور تابع ہے اور آپ سے
الحاكمون فيه نواب عنه صلى	پہلے صاحبانِ حکم (انبیاء) آپ ہی کے نائب تھے
الله عليه وسلّم۔ (ص ۱۱۲)	(صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)

اگر یہ کہا جائے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تو یہ فرمایا ہے کہ مجھے کسی پر فضیلت نہ دو۔ اِس کا جواب یہ ہے کہ ہم نے آپ کو فضیلت نہیں دی ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو فضیلت دی ہے اور یہ ہمارے اختیار میں نہیں ہے۔ اور اگرچہ یہ وارد ہوا ہے،

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ	یہ ہیں جن کو اللہ نے ہدایت کی، تو تم اُنہیں کی
فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ ؕ[1]	راہ چلو۔

چونکہ یہاں انبیاء علیہم السلام کا ذکر ہے اور یہ صحیح ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے، اُن کی ہدایت کی ـــــ اور ہدایت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتی ہے اور وہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شریعت مطہرہ ہے۔ یعنی اپنی اُس شریعت کو بھی لازم پکڑو جو تمہارے نائبوں کے وسیلے اقامتِ دین کے سلسلے میں ظاہر ہوئی اور اُس میں تفریق نہیں ہے۔ یہاں اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ اُن (انبیائے کرام) کا اتباع کرو۔ علاوہ بریں اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد فرمانا کہ: تفریق نہ کرو ـــــ اِس میں شریعت کے واحد ہونے کی دلیل ہے۔ نیز ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَاتَّبَعَ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا[2]	اور ابراہیم کے دین پہ چلا، جو ہر باطل سے جدا تھا

---

[1] پ ۷، سورۃ الانعام، آیت ۹۰ [2] پ ۵، سورۃ النساء، آیت ۱۲۵

marfat.com

اور ابراہیم علیہ السلام کی ملت دین ہے اور دین کے اتباع پر آپ مامور ہیں کیونکہ دین تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے کسی اور کی جانب سے نہیں۔ اب نبی آخرالزمان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس ارشادِ گرامی کی طرف توجہ فرمائیے کہ اگر موسیٰ علیہ السلام زندہ ہوتے تو میرے اتباع کے سوا اُنھیں کوئی چارہ نہ تھا۔ اِتباع کی نسبت آپ کی طرف ہے اور آپ کو دین کے اتباع اور ہدایتِ انبیاء کے اقتداء کا حکم دیا گیا نہ کہ اُن کی اقتداء کا کیونکہ ؛

فان الامام الاعظم اذ حضر	جب شہنشاہِ اعظم موجود ہو تو اس کے حکم کے
لا یبقی لنائب من نوابہ حکم الا	سامنے اُس کے نائبوں کا حکم کب چل سکتا ہے!
لہ فان غاب حکم النواب بمراسمہ	(صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) اگر نائب کا حکم رسمی طور
فہو الحاکم غیبًا وشہادۃ	پر غائب ہو، تب بھی پوشیدہ اور ظاہر طور پر
وما اوردناہ لہ الاخبار	حاکم وہی شہنشاہ ہے۔ ہم نے یہاں جو احادیث
والتنبیہات الا تانیسًا لمن لا	اور تنبیہات نقل کی ہیں، اس سے مقصود اُس
یعرف ہٰذہ المرتبۃ من کشفہ	شخص کی تانیس و تالیف ہے جو اس عظیم الشان
ولا اطلعہ اللہ علیہا من نفسہ	مرتبہ سے ناآشنا ہے۔ وہ نہ کشف کے ذریعے
وما اہل اللہ فہم فیہا علٰی	اِسے جانتا ہے اور نہ اللہ تعالیٰ نے اُسے اِسکی
ما نحن علیہ قد قامت لہم	اطلاع دی ہے لیکن اللہ والوں (اولیاء اللہ)
شواہد التحقیق علٰی ذٰلک	کا خیال وہی ہے جو ہمارا ہے۔ ایسے حضرات کے
من عند ربہم فی نفوسہم۔	سامنے اُن کے نفوس میں اُن کے رب کی جانب
(ص ۱۱۳)	سے تحقیقی دلائل و شواہد موجود ہوتے ہیں۔

شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے بعد فرمایا کہ ہمارا مذکورہ بالا کلام اِس تقدیر پر ہے کہ مُلک سے انسان مراد لے لیے جائیں لیکن جب ہم فخرِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سیادت کو دیکھتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کے سوا وہ سب پر دکھائی دیتی ہے جیسے کہ بعض لوگ اس جانب گئے ہیں کیونکہ حدیث شریف میں وارد ہُوا ہے کہ اے محمد! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) اگر تم نہ ہوتے تو نہ زمین و آسمان کو پیدا کیا جاتا اور نہ جنت و دوزخ کو سو اس میں اللہ تعالیٰ

marfat.com

نے اپنے سوا ساری مخلوق کا ذکر فرمایا ہے۔ پس اوّل موجود جو فصلِ اوّل ہے اُس سے پہلا منفصل ہونے والا نفسِ کلّی ہے اور اِس میں آخری منفصل حضرت حوّا ہیں، جو آخری موجود سے منفصل ہُوئیں اور آخری موجود حضرت آدم علیہ السلام ہیں۔ پس اجناسِ عالَم میں انسان سب سے آخری موجود ہے۔ یہاں صرف چھ اجناس ہیں اور ہر جنس کے تحت انواع ہیں، اِس کے بعد انواع کے تحت اور انواع ہیں۔

چنانچہ سب سے پہلی جنس فرشتے ہیں، دُوسری جن، تیسری معدن، چوتھی نباتات، پانچویں حیوانات، اور جب ملک کی انتہا ہُوئی نیز اپنی شان کے لحاظ سے ذاتِ باری تعالیٰ متمدد مستوی ہوئی تو چھٹی جنس انسان کو بنایا جو اُس کی اِس مملکت میں اُس کا خلیفہ ہے اور آخر میں اِس لیے موجود ہُوا تاکہ یہ ظاہر کر دیا جائے کہ وہ بالفعل امام ہے صلاحیت یا قوّت کی بِنا پر نہیں۔ نیز:

فعند ما اوجد عینہ لم یوجدہ	جب عین (مرکزِ دائرۂ تخلیق) کو پیدا فرمایا تو
الا والیًا سلطانًا ملحوظًا	اُن کے منصب کے لحاظ سے سب کا والی اور
ثم جعل لہ نوابًا حین تاخرت	سلطان بنایا گیا اور اُنھیں جسمانی لحاظ سے
نشاۃ جسدہ فاول نائب	متاخر کرنے کی وجہ سے اُن کے نائب بنائے۔
کان لہ وخلیفۃ آدم	پس جو اُن کا سب سے پہلا نائب ہُوا وہ حضرت
علیہ السلام ثم ولد واتصل	آدم علیہ السلام ہیں، پھر اُن کی اولاد ہُوئی اور
النسل وعین فی کل زمان	نسل سلسلہ چلتا گیا، جس سے ہر زمانے میں
خلفاء الی ان وصل زمان	آپ کے خلفاء معین فرمائے گئے، یہاں تک
نشاۃ الجسم الطاھر المحمدی	کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جسمِ اطہر
صلی اللہ علیہ وسلم فظھر مثل	کے ظہور کا وقت قریب آ گیا۔ پس آپ آفتاب
الشمس الباھرۃ فاندرج کل	نصف النہار کی طرح جلوہ افروز ہوئے۔ پس
نور فی نورہ الساطع وغاب کل	ہر نور آپ کے بلند نور میں داخل ہو گیا اور ہر حکم
حکم فی حکمہ وانقادت	آپ کے حکم میں غائب ہو گیا اور تمام شریعتیں

marfat.com

جمیع الشرائع الیه وظهرت سیادته التی کانت باطنة فهو الاول والآخر والظاهر و الباطن وهو بکل شیء علیم فانه قال اوتیت جوامع الکلم وقال عن ربه ضرب بیده بین کتفی فوجدت بردانامله بین ثدیی فعلمت علم الاولین و الآخرین فحصل له التخلق والنسب الالهی من قوله تعالی عن نفسه هو الاول والآخر والظاهر والباطن وهو بکل شیء علیم وجاءت هذه الآیة فی سورة الحدید الذی فیه بأس شدید ومنافع للناس فلذلك بعث صلی الله علیه وسلم بالسیف وارسل رحمة للعلمین۔ (ص ۱۱۳)

آپ کے تابع ہو کر رہ گئیں اور آپ کی سیادت جو پوشیدہ تھی وہ ظاہر و باہر ہو گئی۔ پس آپ اوّل، آخر، ظاہر اور باطن ہیں نیز نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمام اشیاء کا علم دیئے گئے ہیں، جیسا کہ فرمانِ رسالت ہے کہ: مجھے جوامع الکلم عطا فرمائے گئے ہیں اور اپنے رب کے متعلق فرمایا کہ اپنے دستِ قدرت کو میرے دونوں کندھوں کے درمیان میں رکھا تو میں نے دستِ قدرت کی انگلیوں کی ٹھنڈک اپنے سینے میں محسوس کی اور مجھے سب اگلے پچھلوں کا علم حاصل ہو گیا، پس آپ کو اللہ تعالیٰ کے اخلاق سے تخلق اور نسبتِ الٰہی حاصل ہو گئی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے متعلق فرمایا ہے کہ وہ اوّل، آخر، ظاہر اور باطن ہے نیز ہر چیز کا علم رکھنے والا ہے۔ یہ آیت سورۂ حدید کی ہے۔ اس میں شدید بأس ہوتا ہے اور لوگوں کیلئے وہ بڑی کارآمد چیز بھی ہے۔ پس نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تلوار دے کر مبعوث فرمایا گیا اور آپ کو ایسا عظیم الشان رسول بنا کر بھیجا گیا جو سارے جہان کے لیے رحمت ہے۔

تخلیقِ رُوحِ محمدی

شیخ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فتوحاتِ مکیہ کے بارھویں باب کے صفحہ ۱۰۸ پر فرمایا ہے:

الا بابی من کان ملکا وسیدا　　وآدم بین الماء والطین واقف

marfat.com

فذاك الرسول الابطحی محمد — له فی العلا مجد تلیه وطارف
اتی بزمان السعد فی آخر المدی — وکانت له فی کل عصر مواقف
اتی لانکسار الدهر یجبر صدعه — فاثنت علیه اُلسن وعوارف
اذا رام امرا لا یکون خلافه — ولیس لذاك الامر فی الکون صارف[1]

طالبِ حقیقت کو معلوم ہونا چاہیے، اللہ تعالیٰ تیری مدد کرے، جب ارواحِ محصورہ کو پیدا فرمایا گیا جو زمانے میں تمام اجسام کی تدبیر کرتی ہیں اور یہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مدتِ معلوم کی تعیین کے لیے فلک کی حرکت کے وقت حاصل ہوتا ہے اور زمانے کی حرکت سے بھی پہلے اپنی حقیقت کو ظاہر فرمانے کی خاطر جس رُوحِ مدبّرہ کو پیدا کیا وہی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رُوحِ مبارک ہے۔ اِس کے بعد فلک کی حرکات کے وقت اور ارواح کا صدور ہُوا۔ اُن کا وجود عالمِ غیب میں تھا اور عالمِ شہادت میں وہ موجود نہ تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو نبوت سے مطلع فرمایا اور خوشخبری دی اور آدم علیہ السلام کی اُس وقت وُہی حالت تھی جیسا کہ فرمانِ رسالت ہے کہ وُہ مٹی اور پانی میں تھے۔ جب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اسمِ باطن کا زمانہ ختم ہُوا، جو آپ کے جسمِ اطہر کے وجود تک تھا، یعنی رُوح اور جسم کے ارتباط تک تو زمانے کا حکم اسمِ باطن سے اسمِ ظاہر کی جانب منتقل ہو گیا اور فخرِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جسم اور رُوح کے ساتھ کلیۃً جلوہ افروز ہو گئے۔

---

[1] ترجمہ: (۱) میرا باپ اُس پر قربان ہو، جو اس وقت بھی بادشاہ اور سردار تھا، جب آدم علیہ السلام مٹی اور پانی میں ٹھہرے ہُوئے تھے۔ (۲) وُہ وادیِ بطحا کے رہنے والے رسول ہی تو محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں، جن کی رفعتِ شان میں ہر قسم کی بزرگی موجود ہے۔ (۳) آپ اُس آخری دَور میں جلوہ افروز ہوئے جو بڑا مبارک زمانہ ہے اور ہر زمانے میں آپ کے لیے مواقف ہیں۔ (۴) آپ زمانے کی شکستگی کے وقت تشریف لائے اور اِس کے ٹکڑوں کو جمع کیا، جس کے باعث ہر زبان میں ہر ذی علم و دانشمند نے آپ کی تعریف کی۔ (۵) آپ نے جس امر کا قصد فرمایا اُس کا خلاف نہیں ہُوا کیونکہ آپ کے حکم کو پھیرنے والا کوئی نہیں ہے۔

marfat.com

پس تمام انبیاء و مرسلین علیہ السلام کے شرائع سے جو کچھ ظاہر ہُوا پہلے اُس کی نسبت آپ کی جانب باطنی تھی لیکن آپ کے رونق آرائے گیتی ہو جانے پر اُن کا حکم ظاہر طور پر آپ کی طرف ہُوا، اسی لیے تمام شریعتیں منسوخ ہو گئیں تاکہ آپ کے اسمِ باطن اور اسمِ ظاہر کا فرق ظاہر ہو جائے حالانکہ شروع واحد ہے اور آپ ہی صاحبِ شرع ہیں، جیسا کہ خود فرمایا ہے کُنْتُ نَبِیًّا یعنی نبی میں تھا۔ آپ نے یہ نہیں فرمایا کہ میں انسان تھا، نہ یہ فرمایا کہ میں موجود تھا۔ اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ شرع کے بغیر نبوت نہیں ہوتی، لیکن آپ نے خبر دی ہے کہ میں انبیائے کرام کے موجود ہونے سے پہلے بھی نبی تھا، حالانکہ اِس دنیا میں وُہ آپ کے نائب اور صاحبِ شریعت تھے۔

شیخ ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ نے اِس کے بعد فرمایا ہے کہ اِس سے بخوبی ثابت ہو گیا کہ علم میں سرورِ کون و مکاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی کی سیادت ہے اور اسی طرح حکم میں آپ کو سیادت حاصل ہے، اِسی لیے تو آپ نے فرمایا ہے کہ اگر موسیٰ علیہ السلام اب زندہ ہوتے تو اُنھیں میری اتباع کیے بغیر کوئی چارہ نہ ہوتا اسی طرح آپ کا یہ فرمانا کہ دوبارہ نازل ہونے کے بعد عیسیٰ علیہ السلام میری اُمت میں قرآن کریم کا حکم جاری کریں گے۔ اِس سے یہ بات اظہر من الشمس ہو جاتی ہے کہ اِس دنیا میں آپ کی سیادت ہر لحاظ سے مسلّم اور واضح ہے۔ بعدازیں قیامت میں شفاعت کا دروازہ کھولنے سے تمام انسانوں پر آپ کی سیادت ثابت کی ہے۔ یہ شرف قیامت میں نبیِ آخر الزماں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سوا کسی نبی کو حاصل نہیں ہو گا۔ آپ ہی فرمائیں گے کہ انبیاء و مرسلین کو شفاعت کی اجازت بخشی جائے اور ملائکہ کے لیے بھی یہ شفاعت کی جائے گی۔ پس آپ کی اِس شفاعت کے باعث ہی ملائکہ و انبیاء و مرسلین و مؤمنین کو شفاعت کرنے کی اجازت ملے گی۔ اِس لحاظ سے حقیقی شفیع اور سب سے پہلے شفاعت کرنے والے صرف نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی ہیں۔

اِس کے بعد شیخِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اِس امر کا تذکرہ کیا ہے کہ فخرِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی شریعتِ مطہرہ سے دُوسری شریعتوں کو اور اپنے دین سے دُوسرے ادیان کو منسوخ کر دیا ہے، خود اُنھیں سابقہ مرسلینِ عظام لے کر آئے یا وہ پہلی آسمانی

marfat.com

کتابوں میں موجود تھا پس کسی دین کا کوئی حکم باقی نہیں رہا سوائے اُسی دین کے جسے اللہ تعالیٰ نے برقرار رکھنا مقرر فرمایا ہے اور وُہ شریعتِ مصطفوی اور آپ کی عام رسالت ہے۔ اگر ان میں سے کوئی حکم باقی رہ گیا ہو، پس وُہ خدا کا حکم نہیں ہے سوائے خاص جزئیہ کے اور اسی لیے ہم کہتے ہیں کہ اب وُہ خدا کا حکم نہیں ہے کیونکہ خود باری تعالیٰ نے انہیں باطل قرار دے دیا ہے اور وہ اتباع کرنے والے کے لیے محض ایک بوجھ ہے۔ پس یہ آپ کے دین کا تمام ادیان پر غلبہ ہے جیسا کہ نابغہ شاعر نے کہا ہے،

الم تر ان الله اعطاك صولة ترى كل ملك دونها يتذبذب

فانك شمس والملوك كواكب اذا طلعت لم يبد منهن كوكب[1]

پس نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مرتبہ دیگر انبیاء و مرسلین کے ساتھ اور آپ کی شریعت کا دیگر شرائع کے ساتھ اُسی طرح ہے جیسے سُورج کے سامنے ستارے، جن کا نور سُورج کے نُور میں گم ہو جاتا ہے جبکہ سارے ہی برحق اور اللہ رب العزت کی جانب سے ہیں جیسا کہ مذکور ہوا۔ حضرت شیخ موصوف نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اور بھی بڑے اوصاف بیان کیے ہیں، جو تحقیق یا تفصیل کا شائق ہے وُہ اُن کی اصل کتاب کی جانب رجوع کرے۔

دستگیرِ کائنات

شیخِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فتوحاتِ مکیہ کے چودھویں باب، صفحہ ۱۴۴ پر فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کی مدد فرمائے، یہ معلوم ہونا چاہیے کہ نبی وُہ ہوتا ہے جس کے پاس فرشتہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی لے کر آئے، جو شریعت کو متضمن ہوتی ہے، جس کی روشنی میں وہ بندہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنی عبودیت کا ثبوت پیش کرتا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ اُسے شریعت دے کر لوگوں کی ہدایت کے لیے بھیجے تو ایسی ہستی کو رسول کہتے ہیں۔ (علیہ وعلیہم السلام)

---

[1] کیا آپ نے ملاحظہ نہیں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایسا غلبہ مرحمت فرمایا ہے کہ ہر بادشاہ آپ کے سامنے لرزہ براندام ہوتا ہے (۲) آپ کی مثال سورج کی سی ہے اور دُوسرے بادشاہ ستارے ہیں۔ ظاہر ہے کہ سورج جلوہ افروز ہو جائے تو کسی ستارے کا وجود نظر نہیں آتا۔

marfat.com

اُن کے پاس فرشتہ دو حالتوں میں آتا ہے (۱) یا اُن کے قلب پر نزول کرتا ہے اور اُس نزول کے احوال مختلف ہوتے ہیں (۲) یا خارج میں مجسّم ہو کر آتا ہے اور نبی کے کان میں اُس کا اِلقاء کرتا ہے جو کچھ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے لے کر آیا ہے اور نبی اُس کی آواز کو بخوبی سُنتا ہے یا اُس کی بصارت پر القا کرتا ہے اور وُہ اُسے دیکھتا ہے نیز دیکھنے سے وُہی فائدہ حاصل کرتا ہے جو سُننے سے حاصل کیا جا سکتا ہے اور اِس میں کوئی فرق نہیں ہوتا۔ اسی طرح حواس کی باقی قوتوں کا حال ہے۔ یہ دروازہ (وحی کا) نبی آخر الزماں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد بند ہو گیا ہے۔ کسی دُوسرے کے لیے اِس کی جانب ہرگز کوئی راستہ نہیں ہے کہ وُہ ایسی شریعت پر عمل کر سکے جو شریعتِ محمدیہ کی ناسخ ہو، یہاں تک کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا جب دوبارہ نزول ہوگا تو وُہ بھی شریعتِ محمدیہ کے مطابق حکم کریں گے اور سیدنا عیسیٰ علیہ السلام خاتم الاولیاء قرار پائیں گے کیونکہ یہ شرف بھی صرف رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی کو حاصل ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کی اُمت کی ولایت اور ولایتِ مختصہ کو ایک ایسے فرد پر ختم فرمائے گا جو نبی اور رسول بھی ہے۔ پس حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے روزِ شمار میں دو حشر ہوں گے۔ ایک انبیاء و مرسلین کے ساتھ بحیثیت ایک رسول کے اور دوسرا ولی کی حیثیت میں اُمتِ محمدیہ کے ساتھ کیونکہ وہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے تابع ہوں گے اور اِس فضیلت میں وہ دُوسرے انبیائے کرام علیہم السلام سے ممتاز ہیں۔

اِسی کے بعد شیخ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اولیاء و اقطاب کی شان بیان کرکے فرمایا کہ قطبِ واحد صرف محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات والا صفات کی رُوحِ مبارک ہے اور آپ تمام انبیاء و مرسلین علیہم السلام اور اقطاب کے تخلیقِ نوعِ انسان کے وقت سے مدد و معاون ہیں اور تا قیامت رہیں گے۔[1] جیسا کہ بارگاہِ رسالت میں عرض کیا گیا کہ

---

[1] اسی لیے تو اعلیٰحضرت علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے :

سرور کہوں کہ مالک و مولیٰ کہوں تجھے   باغِ خلیل کا گُلِ زیبا کہوں تجھے

حرماں نصیب ہوں تجھے اُمیدگہ کہوں   جانِ مُراد و کانِ تمنا کہوں تجھے

(باقی بر صفحہ آئندہ)

marfat.com

یا رسول اللہ! آپ کب سے نبی ہیں؟ فرمایا: میں تو اس وقت بھی نبی تھا جب آدم علیہ السلام ابھی پانی اور مٹی میں تھے۔ اس کے بعد سلطان العارفین رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ فخرِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رُوحِ مبارک کے اس عالمِ آب گل میں مظاہر ہیں اور ان میں سے اکمل مظاہر کے نام قطبِ زمان، افراد اور ختمِ ولایتِ محمدی علیہ السلام ہونا چاہیے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ختمِ ولایتِ عامہ ہیں۔

فضائلِ اہلِ بیت

شیخ ابنِ عربی رحمۃ اللہ علیہ نے فتوحاتِ مکیہ کے انتیسویں باب میں صفحہ ۲۵۵ پر اس امر کا تذکرہ فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جس شرف اور جن عنایات سے نوازا ہے اُن کی رعایت سے آپ کے اہلِ بیتِ اطہار کی فضیلت کیا ہے، چونکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خالص عبد ہیں اس لیے اللہ جل شانہٗ نے آپ کو اور آپ کے اہلِ بیت کو پاک صاف فرما دیا اور ان سے ہر قسم کی رجس کو دُور کر دیا اور رجس ہر معیوب چیز کو کہتے ہیں۔ چنانچہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس بارے میں یُوں فرمایا ہے:

اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ	اللہ تو یہی چاہتا ہے اے نبی کے گھر والو! کہ تم سے
الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ	ہر ناپاکی دُور فرما دے اور تمہیں پاک کر کے خُوب
تَطْهِيْرًا ۝ ؎۲	ستھرا کر دے۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

گلزارِ قدس کا گُلِ رنگیں ادا کہوں — درمانِ دردِ بلبلِ شیدا کہوں تجھے
اس مُردہ دل کو مژدۂ حیاتِ ابد کا دُوں — تاب و توانِ جانِ مسیحا کہوں تجھے
تیرے تو وصفِ عیبِ تناہی سے ہیں بری — حیراں ہوں میرے شاہ میں کیا کیا کہوں تجھے
لیکن رضاؔ نے ختمِ سخن اس پہ کر دیا — خالق کا بندہ، خلق کا آقا کہوں تجھے

؎۱ فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ نے فرمایا ہے: ؎

تیری نسلِ پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا
تو ہے عینِ نور، تیرا سب گھرانا نور کا

؎۲ پ ۲۲، سورۂ الاحزاب، آیت ۳۳

marfat.com

پس اُن حضرات کی جانب نہیں نسبت کر سکتے مگر پاکیزگی کی اور جس چیز کی اُن کی طرف نسبت کی گئی ہے وہ اُن کے حال کے عین مطابق ہے اور اُن کی طرف وہی منسوب ہو گا جیسے طہارت اور پاکیزگی حاصل ہو گی نیز سرورِ کون و مکاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زبانِ مبارک سے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے بھی طہارت، حفظِ الٰہی اور گناہوں سے بچنے کی شہادت دی گئی ہے۔ علاوہ بریں اُن کے متعلق فخرِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خود فرمایا ہے کہ سلمان ہم سے اور ہمارے اہلِ بیت سے ہے، (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)۔

اہلِ بیت اطہار کے حق میں اللہ ربّ العزت نے طہارت اور ذہابِ رجس کی گواہی دی ہے اور جب اُن کی جانب مقدّس و مطہر کے سوا کوئی دُوسرا منسوب ہی نہیں ہو سکتا اور اِس نسبت کے باعث آدمی عنایتِ الٰہی کا اِس درجہ مستحق ہو جاتا ہے تو خود اہلِ بیت کی مقدس ہستیوں کے بارے میں کیا گمان ہونا چاہیے؛ معلوم ہوا کہ وہ حضرات نہ صرف پاک صاف بلکہ عین طہارت ہیں۔ پس یہ آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ اہلِ بیت کو اِس آیت کریمہ میں بھی شامل فرمایا ہو گا، جو یُوں ہے:

لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ۔ ؎۱ — تاکہ اللہ تعالیٰ تمہارے سبب سے گناہ بخشے تمہارے اگلوں کے اور تمہارے پچھلوں کے۔

پھر بھلا گناہوں سے بڑی اور کون سی گندگی ہو سکتی ہے؛ لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیبِ نامدار، مدنی تاجدار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مغفرت کے ساتھ اُس چیز سے پاک صاف رکھا جو ہمارے حق میں گناہ ہے اور ایسا کوئی فعل اگر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سرزد ہو تو خواہ وہ دیکھنے والے کو صورتاً گناہ نظر آئے لیکن حقیقت میں گناہ ہرگز نہیں ہو گا کیونکہ اُس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے اور شرعاً ہماری جانب سے کوئی مذمت لاحق نہیں ہو سکتی، بصورتِ دیگر اگر حقیقت میں وہ گناہ ہوتا تو وہی مذمت لاحق ہو سکتی جو گناہ کرنے سے ہوتی ہے۔ اِس صورت

؎۱ پ ۲۶، سورۃ الفتح، آیت ۲

marfat.com

ہیں اللہ تعالیٰ کا یہ قول کہ ، اللہ تعالیٰ اہلِ بیت سے ہر قسم کی گندگی کو دُور کرنا اور انھیں پاک صاف رکھنا چاہتا ہے ، کیونکر صادق آئے گا ؟

پس سیّدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی اولاد امجاد اور حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے ، جو قیامت تک زمرۂ اہلِ بیت میں ہیں وہ مذکورہ آیت کریمہ کے حکمِ مغفرت میں ہی شامل ہیں ۔ ایسے جملہ حضرات فخرِ کون ومکاں ، افتخارِ زمین و زماں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے شرف اور اللہ تعالیٰ کی عنایت کے ساتھ خاص طور پر پاک صاف ہیں اور اہلِ بیت کے اِس خصوصی شرف کا مظاہرہ حقیقت میں بروزِ قیامت ہوگا کیونکہ یہ حضرات قدسی صفات قبروں سے مغفور و مرحوم ہی اٹھائے جائیں گے اور اِس دارِ عمل و مکافات میں اگر اُن میں سے کسی پر حد قائم کرنا لازم آئے تو تائب کی طرح اُس پر حد قائم کی جائے گی ، جس نے زنا کیا یا چوری کی یا شراب پی اور اُس کی شکایت حاکم تک پہنچی اور حاکم اُس پر اِس حالت میں حد قائم کر رہا ہو کہ اُس نے توبہ کر لی ہے ۔ ایسے کی مغفرت چونکہ ثابت ہے لہٰذا اُس کی مذمت جائز نہیں ۔ پس ہر وُہ شخص جو اللہ تعالیٰ پر اور اُس کے کلام معجز نظام پر ایمان رکھتا ہے اُس کو چاہیے کہ اللہ رب العزت کے اِس ارشادِ عالی کی دل و جان سے تصدیق کرے جیسا کہ اُس نے فرمایا ہے :

اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَیْتِ وَیُطَهِّرَكُمْ تَطْهِیْرًا ؁ [1]	بیشک اللہ تو یہی چاہتا ہے کہ اے اہلِ بیت ! تم سے ہر قسم کی گندگی کو دُور کر کے تمھیں پاک صاف فرمائے ۔

اور اہلِ بیتِ اطہار سے اگر کوئی ناشدنی فعل سرزد ہو جاتے تو اُس کے متعلق یہی گمان کرنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ ان سے درگزر فرماتا ہے اور کسی مسلمان کے لیے یہ ہرگز جائز نہیں ہے کہ ایسے کسی امر کے باعث اُن کی مذمت کرے اور نہ کسی ایسے فعل کے سبب جو کارِ خیر ہو لیکن وُہ اُسے ذکر سکے تو اُن کے تقویٰ و طہارت کی پاک صاف چادر کو داغدار کرنے کا وبال اپنے

---

[1] پ ۲۲ ، سورۂ الاحزاب ، آیت ۳۳

سرزد ہوئے کیونکہ اُنھیں اللہ تعالیٰ نے ایسا پاک کیا ہے کہ ہر طرح کی گندگی اُن سے دُور فرما دی ہے۔

یہ اُن کے حال پر اللہ تعالیٰ کی خاص کرم نوازی ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جسے چاہے عطا فرمائے اور وُہ بڑا فضل والا ہے۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں جو خبر وارد ہوئی وہ حق اور صحیح ہے، واقعی اُن کا وہی درجہ اور مرتبہ ہے۔ اگر حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حالت ایسی ہوتی جو ظاہری شرع کے نزدیک پسندیدہ نہیں بلکہ قابلِ مذمت ہے۔ اس سے یہ بات لازم آتی ہے کہ اہلِ بیت کی جانب ایسے حضرات بھی منسوب ہیں جن سے رِجس دُور نہیں ہوئی ہے اور اُس منسوب کے رِجس کے مطابق حضرات اہلِ بیت کی شان پر حرف آئے گا حالانکہ اُن مقدس ہستیوں کی طہارت نصِ قطعی سے ثابت ہے اور سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی بالیقین اہل بیت سے ہیں۔ مَیں اُمید کرتا ہُوں کہ عقیل و سلمان کے عقب کو بھی یہ شرف حاصل ہوگا جیسے امام حسن اور امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی اولاد و عقب اور اہلِ بیت کے آزاد کردہ غلاموں کو یہ شرف حاصل ہے اور دوستو! اللہ تعالیٰ کی رحمت وسیع ہے۔

جب اللہ تعالیٰ کے نزدیک مخلوق کا یہ مرتبہ ہے کہ اہلِ فضل و کمال کی جانب منسوب ہونے والا بھی اُس کمال سے منسوب ہو جاتا ہے حالانکہ یہ شرف اُن کے نفوس کی وجہ سے حاصل نہیں ہوتا بلکہ اللہ تعالیٰ ہی اُنھیں منتخب کر کے شرافت کی پوشاک پہناتا ہے۔

پس اے اللہ کے دوست! اُس شخص کا مقام کتنا بلند ہوگا جو اُس ذات کی طرف منسوب ہو جس کے لیے عنایت، بزرگی اور شرف خود اپنی ذات سے ہے اور وُہ ذات صرف اللہ رب العزت کی ہے۔ پس اللہ تعالیٰ کے وُہ بندے جو صرف اُسی کی جانب منسوب ہیں، اُن کی یہی شان ہے کہ آخرت میں کسی مخلوق کو اُن پر غلبہ نہیں ہوگا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اسی لیے تو ابلیس علیہ اللعنۃ سے فرما دیا تھا کہ:

اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَکَ عَلَیْهِمْ سُلْطَانٌ [۱] — بے شک میرے بندوں پر تیرا کچھ قابو نہیں۔

---

[۱] پ ۱۴، سورۃ الحجر، آیت ۴۲

marfat.com

اس میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے بندوں کی نسبت اپنی طرف کی ہے۔ قرآن کریم میں ہمیں نیک لوگوں کے سوا اور کسی کی اللہ رب العزت کی طرف نسبت نہیں ملتی اور دوسری قسم کے لوگوں کے لیے صرف عباد کا لفظ آتا ہے۔ پس کیا خیال ہے تمہارا اُن ہستیوں کے بارے میں جو گناہوں سے بچائے ہوئے ہیں اور اپنے آقا و مولیٰ کی قائم کردہ حدود اور نشانات پر قائم رہتے ہیں۔ وُہ اعلیٰ مراتب پر فائز اور کامل انسان ہیں۔

اس کے بعد شیخ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے کہ جب تیرے نزدیک اہلِ بیتِ اطہار کا مرتبہ واضح ہو چکا جو اللہ تعالیٰ نے اُنھیں مرحمت فرمایا ہے اور کسی مسلمان کے لیے یہ ہرگز جائز نہیں ہے کہ ان سے واقع ہونے والے کسی فعل پر اُن کی مذمت کرے کیونکہ ربِ کریم نے اُنھیں پاک صاف فرمایا ہے، اِن حالات میں مذمت کرنے والے کو جان لینا چاہیے کہ یہ مذمت اُسی کی جانب لوٹے گی کیونکہ اُس کی نظر میں اگر اُن حضرات قدسی صفات نے کوئی ظلم کیا ہے تو وُہ فعل اُن کے گمان میں ظلم ہو گا لیکن حقیقتِ نفس الامری کے لحاظ سے ہرگز ظلم نہیں ہو گا، خواہ ظاہر شرع بھی اُس کی ادائیگی کا فیصلہ کرے، کیونکہ ان حضرات کا ہمارے اُوپر ظلم کرنا حقیقت میں تقدیرِ الٰہی کے جاری ہونے کی طرح ہے، جیسے تقدیرِ الٰہی سے جان و مال کے غرق ہونے، جل جانے اور دُوسرے طریقوں سے ہلاکت کے واقعات رُونما ہوتے رہتے ہیں یا جیسے کسی کا کوئی دوست یا عزیز جل کر مر جائے یا خود اُسے کوئی صدمہ پہنچے۔ چونکہ یہ اُس کی رضا و رغبت کے مطابق نہیں، اِس کے باوجود اُسے یہ ہرگز اجازت نہیں ہے کہ قضائے الٰہی کی مذمت کرنے بیٹھ جائے بلکہ اس کے لیے ضروری ہے کہ ایسے مواقع پر تسلیم و رضا کا دامن مضبوطی سے تھامے۔ اگر اس سے نچلے درجے پر رہتا ہے تو صبر کرے اور بلند منصب حاصل ہے تو مصائب پر بھی شکر ادا کرے کیونکہ مصائب کی برداشت کے مطابق نعمتیں ہیں۔ مذکورہ راستوں کے علاوہ اور کوئی طرزِ عمل اختیار کرنا بہتر نہیں ہے۔ علاوہ بریں دیگر راستوں میں تنگی، سختی، رضائے الٰہی پر راضی نہ رہنا اور سوءِ ادب کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔

پس مسلمان کو چاہیے کہ اہلِ بیتِ اطہار کی طرف سے جو اُن کے جان،

مال، اولاد کے ساتھ یا کسی معاملے میں ایسا سلوک ہو جائے جو اُس کی مرضی کے خلاف ہو، تو اُسے چاہیے کہ تسلیم و رضا اور صبر کے ساتھ اُسے برداشت کرے اور اُن کی ذرا سی بھی مذمت نہ کرے۔ اگرچہ اُس پر شرعی احکام جاری ہوں مگر یہ اُن کے شرف و مجد کو زائل نہیں کرتے بلکہ تقدیر کی طرح جاری ہوتے ہیں۔

ہم نے اہلِ بیت کی مذمت کرنے سے بایں وجہ منع کیا ہے کہ اللہ جل شانہٗ نے اُن حضرات کو ہم سے ممتاز کیا ہے اور ہم اُن کے قطعاً ہم پلہ نہیں ہیں۔ رہا حقوق مشروعہ کے ادا کرنے کا معاملہ، تو خود رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب یہود سے قرض لیتے اور مطالبہ کرتے تو آپ بطریق احسن ادا فرما دیتے۔ اگر یہودی بدسلوکی بھی کرتے تب بھی آپ صحابہ کرام کو منع فرما دیتے کہ اس سے درگزر کرو اور کچھ نہ کہو، کیونکہ صاحبِ حق کو کلام کی گنجائش ہے۔ بلکہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خود فرمایا کہ اگر فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا، بنت محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) بھی چوری کرے تو میں اُس کا ہاتھ بھی کاٹ دوں گا۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو ایسی باتوں سے محفوظ رکھا تھا۔ پس احکامِ الٰہی کا وضع کرنا اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔ جیسے چاہے اور جس حال میں چاہے وضع فرمائے، کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کے حقوق ہیں، لیکن بایں ہمہ اللہ جل شانہٗ نے اُن کی مذمت نہیں فرمائی ہے۔

یہاں کلام ہمارے حقوق کے بارے میں ہے اور ہمیں یہ اختیار دیا گیا ہے کہ اگر چاہیں تو اپنے حقوق کا اُن حضرات سے مطالبہ کرسکتے ہیں اور چاہیں تو اُن سے دستبردار ہوسکتے ہیں جبکہ عام لوگوں سے حقوق میں دست بردار ہو جانا ہی افضل ہے تو اہلِ بیت کے ساتھ ایسا سلوک کرنا تو اور بھی فضیلت رکھتا ہے۔ جب ہمیں کسی مسلمان کی بھی مذمت نہیں کرنی چاہیے تو اہلِ بیت کی مذمت کس مُنہ سے کریں؟ اگر ہم اہلِ بیت سے اپنے حقوق طلب کریں اور جو اُنھوں نے ہمارے ساتھ زیادتی کی ہو اُس سے درگزر کریں تو اس حُسنِ سلوک کے عوض بارگاہِ خداوندی سے بہت بڑا انعام اور قربِ الٰہی نصیب ہوگا کیونکہ سرورِ کون و مکاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اِس کے علاوہ ہم سے اور کوئی چیز طلب نہیں فرمائی

marfat.com

کہ آپ کے قرابت داروں کے ساتھ محبت کی جاتے۔ اِس میں راز یہ ہے کہ صلہ رحمی ایک اہم چیز ہے، لیکن جو شخص اپنے آقا و مولیٰ سیّدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کے سوال کو پُورا نہ کرے جبکہ وُہ اس پر قادر ہے تو کل بروزِ قیامت کس مُنہ سے بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوگا یا کس طرح اُن سے شفاعت کی اُمید رکھے گا جبکہ اُس نے اپنے نبی کے ایک مطالبے کو پُورا نہ کیا، جو آپ نے اپنے قرابت داروں سے محبت رکھنے کے بارے میں کیا ہے۔ جاتے غور ہے کہ جب قرابت داروں کی بارگاہِ رسالت میں اتنی اہمیت ہے تو اہلِ بیتِ اطہار کی اہمیت کتنی ہوگی جبکہ یہ جُملہ حضرات قرابت میں بھی خاص الخاص ہیں۔

علاوہ بریں قرآنِ کریم میں لفظ مَوَدَّتْ آیا ہے اور اِس کا مطلب محبت پر قائم رہنا ہے، کیونکہ جب کسی کو کسی سے محبت ہوتی ہے تو اُسے ہر حال میں حرزِ جاں بنائے رکھتا ہے اور جب اہلِ بیت کی محبت کو ساتھی بنا کر رکھا جائے گا، تو اُن سے جو حق تلفی بھی ہو جائے گی، تو بھلا وُہ اُن سے کس طرح مطالبہ کرے گا؛ وُہ مطالبے کو ترک کر دے گا اور مطالبے پر محبت کو ترجیح دے گا۔ کسی محبِّ صادق نے کیا خُوب کہا ہے کہ محبوب کا ہر فعل محبوب ہوتا ہے۔ یہ محبت کرنے کے بارے میں کہا ہے تو مَوَدَّتْ میں کیا حال ہونا چاہیے! اِس میں ایک خوشخبری یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ایک نام وَدُوْدٌ بھی ہے اور آخرت میں اِس کا بالفعل اثر حاصل ہونے کے سوا اِس کے ثبوت کا کوئی اور معنی نہیں ہے اور لوگوں میں سے ہر شخص کو وہی حاصل ہوگا جو حکمتِ الٰہی کا مقتضی ہے۔ ایک دُوسرے شاعر نے اِسی بات کو یُوں ادا کیا ہے: ؎

اُحِبُّ لِحُبِّهَا السُّوْدَانَ حَتّٰی
اُحِبُّ لِحُبِّهَا سُوْدَ الْكِلَابِ[1]

اور شیخِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اِس مضمون کو یُوں باندھا ہے: ؎

---

[1] اپنے محبوب کی محبت میں کالے کلوٹے لوگوں سے بھی محبت کر، حتّٰی کہ کالے کتّوں سے بھی محبت رکھ۔

marfat.com

امب لحبك الحبشان طرا
واعشق لاسك البدر المنيرا[۱]

کہتے ہیں کہ کالے کتے مجنوں کو کاٹتے تھے لیکن وُہ لیلیٰ سے رنگ کی مناسبت رکھنے کے باعث اُن سے بھی محبت کرتا تھا۔ اُس مُحِب کا یہ حال ایسے شخص کی محبت میں ہے جو اللہ تعالیٰ کے حضور اُس کی کوئی مدد نہیں کر سکتا اور نہ اُس کے ذریعے قُربِ الٰہی حاصل ہوتا ہے، پھر بھی یہ سلوک ہے جو مذکور ہُوا اور یہ سچی محبت اور دِلی مودّت کے بغیر ہرگز نہیں ہو سکتا۔ پس اگر تجھے اللہ جل شانہٗ اور اُس کے آخری رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم سے سچی محبت ہے تو یقیناً تو اہلِ بیتِ نبی سے محبت رکھے گا اور یہ تجھے معلوم ہو چکا ہے کہ اہلِ بیت سے تیری طبیعت اور مرضی کے خلاف اگر کوئی بات صادر ہو جائے تو تیرے لیے وُہ بہتر ہے اور اُس کے وقوع سے تجھے خوش ہونا چاہیے تجھے اس کا علم اُس وقت ہو گا جب اُس کے رُو برُو جائے گا جس کے باعث اِن حضرات سے محبت کی ہے اور یہ تو اللہ تعالیٰ کی خاص عنایت ہے کہ تیرے دل میں اُن کی محبت اور قدر و منزلت رکھی جو اہلِ بیت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں۔ تجھے چاہیے کہ اِس نعمت پر شکر گزار رہے کیونکہ اُن پاک زبانوں پہ تیرا ذکر آیا ہے جن کو اللہ تعالیٰ نے ایسی کامل طہارت سے نوازا ہے، جس کی حقیقت تک تیرے علم کی ہرگز رسائی نہیں ہے اور جب ہم تجھے اہلِ بیت کرام کے ساتھ، جن کا تو محتاج ہے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ جن کے صدقے تجھے ہدایت ملی ہے، اِس حالت کے خلاف دیکھیں تو اُس وقت تیری محبت کا یقین کس طرح کیا جائے گا؟ کیا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہ نہیں فرمائیں گے کہ تو مجھ سے محبت رکھنے اور میرے حقوق کی رعایت کرنے کا گمان رکھتا تھا لانکہ میرے اہلِ بیت کے ساتھ تیرا یہ سلوک ہے کہ اُن کے متعلق بدگمانی رکھتا تھا اور اُن کے حقوق کی رعایت نہیں کرتا تھا۔

خدا کی قسم یہ ایمان کی خرابی، اللہ تعالیٰ کی خفی تدبیر اور اُس کی ڈھیل کے

---

[۱] اپنی محبت کے باعث سارے حبشیوں سے محبت کر اور اپنے نام کے باعث بدرِ منیر کا عاشق ہو جا۔

marfat.com

سوا اور کچھ نہیں، حالانکہ تجھے اِس کا علم تک نہیں۔ تُو یہی خیال کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے دین وشرع کی حفاظت کر رہا ہے اور جو کچھ کہتا ہے وُہ اپنے حق کی طلب میں کہہ رہا ہے اور تُو اپنے خیال میں وُہی طلب کر رہا ہے جس کا طلب کرنا اللہ تعالیٰ نے مباح ٹھہرایا ہے۔ لیکن اِس طلب میں ذمّ، بُغض، حسد اور اہلِ بیت پر اپنی ذات کو ترجیح دینا بھی تو شامل ہے، جس کا تجھے شعور نہیں۔ اِس مہلک بیماری کا شافی علاج یہی ہے کہ اہلِ بیتِ اطہار پر تُو اپنے کسی حق کا دل میں خیال تک نہ لا اور اپنے حق سے دست بردار ہو جا، تاکہ اُس کی طلب میں مذکورہ خرابیاں داخل نہ ہونے پائیں۔ اگر تُو مسلمانوں کے حُکّام سے تو ہے نہیں کہ تجھ پر حدود کا قائم کرنا، مظلوم کا انصاف کرنا اور حقدار کو اُس کا حق دِلوانا ضروری ٹھہرے۔ اگر تُو حاکم ہے اور مذکورہ حقوق کا پُورا کرنا تیرے ذمّے لازمی ہے اور محکوم علیہ اہلِ بیت سے ہے، تو تجھے یہ کوشش کرنی چاہیے کہ صاحبِ حق سے کہے کہ وُہ اپنے حق سے دستبردار ہو جائے اور اُس کے انکار کی صورت میں شرع کا حکم نافذ کرنا تجھ پر ضروری ہے۔ اے دوست! آخرت میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک اہلِ بیت کے جو منازل و مراتب ہیں، اگر اللہ تعالیٰ تیرے لیے اُن کا کشف کر دے تو تُو اُن کا غلام ہونا بھی دِل وجان سے پسند کرے گا۔ اللہ تعالیٰ ہمارے دِلوں کو رُشد وہدایت سے مُنور فرمائے (آمین)۔ [1]

شریعتِ محمدیہ

شیخِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فتوحاتِ مکیہ کے چھتیسویں باب، صفحہ ۲۹۰ پر تحریر فرمایا ہے۔ جاننا چاہیے، اللہ تعالیٰ تمہاری مدد فرمائے کہ جب شرعِ محمدی تمام شرائع کو متضمن ہے اور اُن کا اِس دنیا میں شریعتِ محمدیہ کے علاوہ کوئی حکم نافذ نہیں کیونکہ جس حکم کی شرعِ محمدی تقریر کرے وہی حکم ثابت ہوتا ہے۔ ہم اِن احکام پر اِس وجہ سے عمل کرتے ہیں کہ اِن کی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تقریر

---

[1] کس زباں سے ہو بیانِ عزّ و شانِ اہلبیت — مدح گوئے مصطفیٰ ہے مدح خوانِ اہلبیت
اُن کی پاکی کا خدائے پاک کرتا ہے بیاں — آیۂ تطہیر سے ظاہر ہے شانِ اہلبیت
اُن کے گھر میں بے اجازت جبرئیل آتے نہیں — قدر والے جانتے ہیں قدر و شانِ اہلبیت
(حسنؔ بریلوی)

marfat.com

فرمائی ہے اور شرائع سابقہ کے احکام پر اِس لیے عمل نہیں کرتے کہ اُن ازمنہ کے مخصوص انبیاءِ کرام نے اُن کی اپنے زمانوں میں تقریر فرمائی تھی۔ چونکہ فخرِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جامع کلمات (جوامع الکلم) دیئے گئے ہیں لہٰذا اِس وقت دُنیا کے سارے مکلّف، خواہ وہ انسان ہوں یا جنات، سب شریعِ محمدی پر عمل کریں گے کیونکہ اب شریعِ محمدی کے سوا دنیا میں کوئی اور شرع باقی نہیں ہے۔ شیخِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اِسی موضوع کے متعلق کتنے ہی فوائد اور بھی بیان فرمائے ہیں جو اُن پر مطلع ہونا چاہیے وُہ اُن کی تصنیفِ لطیف فتوحاتِ مکیہ کی جانب رجوع کرے۔

شفاعتِ کُبریٰ

شیخ ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ نے فتوحاتِ مکیہ کے باب ۶۴، صفحہ ۳۰۰ پر شفیع المذنبین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شفاعتِ عظمیٰ کا ذکر کیا ہے کہ جب لوگ کھڑے ہوں گے اور زمین وسیع کر دی جائے گی، آسمان پھٹ جائے گا، ستارے ٹوٹ کر گر پڑیں گے، سُورج گہنا جائے گا، چاند کی روشنی زائل ہو جائے گی، چوپائے اکٹھے کیے جائیں گے، سمندروں کا پانی خشک ہو جائے گا، رُوحیں اجسام میں داخل ہو جائیں گی، فرشتے آسمان کے کناروں پر اُتر پڑیں گے، پروردگارِ عالم کی خاص تجلیات بادلوں کے جھنڈوں سے ظاہر ہوں گی، ایک منادی پکارے گا کہ اے نیک بختو! اُس وقت اہلِ محشر کی تین جماعتیں ہو جائیں گی۔ لوگ ایک دُوسرے سے اِتنے رل جائیں گے کہ گرمی اور زیادہ محسوس ہونے لگے گی۔ بعض آدمی اپنے مُنہ تک پسینے میں غرق ہوں گے۔ یہ مصیبت سب سے سخت اور معاملہ انتہائی نازک ہوگا، لوگ حیران و پریشان ہوں گے اور بعض وہمی آوازوں کے سوا کسی کی آواز تک سُنائی نہیں دے گی۔ اُس وقت جہنّم کو حاضر کیا جائے گا اور لوگوں کو اِس مصیبت میں پڑے ہوئے کافی عرصہ ہو جائیگا اور اُنہیں اِس بات کا بالکل پتہ نہیں لگے گا کہ اللہ تعالیٰ کا اُن کے ساتھ آج کیا ارادہ ہے؟

جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ لوگ آپس میں ایک دُوسرے سے کہیں گے کہ آؤ! ہم سب اپنے باپ حضرت آدم علیہ السلام کے حضور میں حاضر ہو کر اُن سے عرض کریں کہ جس سختی میں ہم مبتلا ہیں اُس سے نجات دلوانے

marfat.com

سکے لیے اللہ ربّ العزت کی بارگاہ میں عرض کریں اور ہمیں آرام وہ جگہ کی طرف لے جائیں کیونکہ اِس مصیبت کی جگہ ٹھہرے ہُوئے ہمیں بہت عرصہ ہو چکا ہے۔ چنانچہ وہ آدم علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر ہو کر اپنا مدعا عرض کریں گے۔ حضرت آدم علیہ السلام فرمائیں گے کہ آج کے روز میرا رب سخت غضب کے عالم میں ہے اور اس سے پہلے اِتنے غضب کا اُس نے کبھی اظہار نہیں فرمایا اور نہ ایسا غضب اِس کے بعد ظاہر فرمائے گا۔ اِس کے بعد اپنی ظاہری لغزش بیان کر کے فرمائیں گے کہ مجھے اللہ تعالیٰ کے حضور میں سوال کرتے ہُوئے شرم محسوس ہوتی ہے۔

اِدھر سے مایُوس ہونے پر سب لوگ حضرت نُوح علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر ہو جائیں گے اور اُن سے بھی اپنا یہی مدعا عرض کریں گے لیکن وہ بھی حضرت آدم علیہ السلام کی طرح جواب دیں گے اور اپنی اُس دُعا کو لغزش شمار کریں گے جو اُنھوں نے اپنی قوم کے لیے کی تھی کہ یہ لوگ فُجّار و کفّار ہی کو جنم دیں گے اور نوح علیہ السلام سے جو مواخذہ ہُوا، اُس کا سبب محض سخت دُعا کرنا ہی نہیں تھا بلکہ اُن کے بارے میں یہ فرمانا تھا کہ یہ لوگ فُجّار اور کُفّار کے سوا اور کسی کو جنم نہیں دیں گے۔

اِس کے بعد وُہ ابراہیم علیہ السّلام کی بارگاہ میں حاضر ہوں گے اور مثل سابق اُن کے سامنے اپنا مدعا عرض کریں گے۔ آپ بھی حضرت آدم اور حضرت نوح علیہما السلام کی طرح جواب دیں گے اور تین ایسے واقعات کا ذکر فرمائیں گے جو حقیقت میں مبنی برصداقت تھے لیکن ظاہر میں سامع کی مراد کے مطابق نہیں تھے، چنانچہ اُن کے پیشِ نظر انکار فرمائیں گے۔ ازاں بعد لوگ حضرت مُوسیٰ و عیسیٰ وغیرہ علیہما السّلام کی خدمت میں پہنچیں گے اور اپنی غرض کا اُن سے اظہار کریں گے تو وُہ بھی آدم علیہ السلام کی طرح جواب دیں گے بالآخر وُہ سارا مجمع سید الانبیاء، شفیع المذنبین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہِ بیکس پناہ میں حاضر ہو جائے گا، جو قیامت کے روز جملہ بنی نوعِ انسان کے سردار ہوں گے۔ جب آپ کی بارگاہ میں بھی وہی مدعا عرض کریں گے جو دیگر انبیائے کرام کے حضور عرض کر چکے تھے تو سماعت فرمانے کے بعد فخرِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرمائیں گے، واقعی اِس کام کے لیے میں ہُوں۔ [1]

---

[1] (برصفحہ آئندہ)

marfat.com

یہی تو مقامِ محمود ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے کہ قیامت کے روز آپ کو مرحمت فرمایا جائے گا۔ پس آپ وہاں حاضر ہو کر سجدہ ریز ہوں گے اور ایسے کلمات کے ساتھ اللہ ربّ العزت کی حمد و ثنا بیان کریں گے جو صرف آپ کی طرف اُس وقت الہام فرمائے جائیں گے اور اِس سے پہلے اُن سے کوئی آگاہ نہ ہوگا۔ اِس کے بعد آپ بارگاہِ خداوندی میں یہ شفاعت کریں گے کہ مخلوق کے لیے بابِ شفاعت[1] کھول دیا جائے۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

[1] مجدد مائۃ حاضرہ قدس سرہٗ نے اِسی لیے فرمایا ہے: ؎

پھر کے گلی گلی تباہ، ٹھوکریں سب کی کھائے کیوں
دِل کو جو عقل دے خدا، اُن کی گلی سے جائے کیوں

(حاشیہ صفحہ ہذا) [1] شفاعت کا تذکرہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے لفظوں میں ملاحظہ ہو: ؎

پیشِ حق مژدہ شفاعت کا سُناتے جائیں گے — آپ روتے جائیں گے ہم کو ہنساتے جائیں گے
دِل نکل جانے کی جا ہے آہ کن آنکھوں سے وہ — ہم سے پیاسوں کے لیے دریا بہاتے جائیں گے
کُشتگانِ گرمیِ محشر کو وہ جانِ مسیح — آج دامن کی ہوا دے کر جلاتے جائیں گے
کچھ خبر بھی ہے فقیرو آج وہ دن ہے کہ وہ — نعمتِ خُلد اپنے صدقے میں لُٹاتے جائیں گے
خاک اُفتادو بس اُن کے آنے ہی کی دیر ہے — خود وہ گر کر سجدے میں تم کو اُٹھاتے جائیں گے
وسعتیں دی ہیں خدا نے دامنِ محبوب کو — جُرم کھلتے جائیں گے اور وہ چھپاتے جائیں گے
لو وہ آئے مسکراتے ہم اسیروں کی طرف — خرمنِ عصیاں پہ اب بجلی گراتے جائیں گے
آنکھ کھولو غمزدو، دیکھو وہ گریاں آئے ہیں — لوحِ دل سے نقشِ غم کو اب مٹاتے جائیں گے
سوختہ جانوں پہ وہ پُر جوشِ رحمت آئے ہیں — آبِ کوثر سے لگی دِل کی بجھاتے جائیں گے
آفتاب اُن کا ہی چمکے گا جب اوروں کے چراغ — صرصرِ جوشِ بلا سے جھلملاتے جائیں گے
پائے کوباں پُل سے گزریں گے تری آواز پر — ربِّ سلِّم کی صدا پر وجد لاتے جائیں گے

خاک ہو جائیں عدو جل کر مگر ہم تو رضاؔ!
دَم میں جب تک دَم ہے ذکر اُن کا سُناتے جائیں گے

marfat.com

اللہ تعالیٰ آپ کی شفاعت کو شرفِ قبولیت بخشتے ہوئے شفاعت کا دروازہ کھول دے گا اور ملائکہ، انبیاء و مرسلین اور مومنین کو شفاعت کرنے کی اجازت مرحمت ہو جائے گی۔ اُس وقت سب پر بخوبی واضح ہو جائے گا کہ سارے انسانوں کے سردار واقعی محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں۔

سرورِ کون و مکاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ملائکہ و مرسلین کے لیے شفاعت کی اجازت طلب کریں گے لیکن اس کے باوجود آپ نے ادب ملحوظ رکھتے ہوئے صرف یہی فرمایا ہے کہ میں سَیِّدُ النَّاس ہوں اور سَیِّدُ الْخَلْق نہیں فرمایا۔ لیکن حقیقت پر نظر کی جائے تو:

فتدخل الملائكة فی ذالك مع	فرشتے بھی اسی زمرے میں داخل ہیں کیونکہ اس روز
ظهور سلطانه فی ذالك الیوم	سب پر آپ کی بادشاہی ظاہر ہو جائے گی، جن میں
علیٰ جمیع من ملك وغیره و	فرشتے وغیرہ بھی شامل ہیں کیونکہ نبی کریم صلی اللہ
ذالك انه صلی الله علیه	تعالیٰ علیہ وسلم تمام انبیائے کرام کے مقامات کے
وسلم جمع له بین مقامات	جامع ہیں۔ اگرچہ فرشتوں پر آپ کی برتری کا
الانبیاء کلهم ولم یکن	اِس طرح اظہار نہیں فرمایا گیا جس طرح آدم
ظهوره علی الملائکة ما	علیہ السلام کے لیے فرمایا گیا تھا، کیونکہ انہیں
ظهر لآدم علیه السلام علیهم	تمام اشیاء کے نام سکھا دیے گئے تھے۔
من اختصاصه بعلم الاسماء	لیکن قیامت کے روز بابِ شفاعت کھلوانے
کلها فاذا کان ذالك الیوم	میں فرشتے اور انسان، آدم علیہ السلام
افتقر الیه الجمیع من	اور دیگر انبیائے کرام، سارے ہی آپ کے
الملائکة والناس آدم فمن	محتاج ہوں گے اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک آپ کا
دونه فی فتح باب الشفاعة وظهور ماله	جو منصب ہے وہ اُس روز ظاہر ہو گا
من الجاه عند الله تعالیٰ اذ کان القهر	جبکہ قہرِ الٰہی اور جبروتِ اعظم کو دیکھ کر
الالٰهی والجبروت الاعظم قد اخرس الجمیع	سب گونگے اور بہرے ہو جائیں گے۔

marfat.com

وکان هذا المقام مثل مقام آدم علیه السلام و اعظم فی یوم اشتدت الحاجة فیه مع ما ذکر من الغضب الالٰهی الذی تجلی فیه الحق فی ذالك الیوم ولم یظهر مثل هذه الصفة فیما جری من قضیة آدم علیه السلام فدل بالمجموع علی عظم قدره صلی الله علیه وسلم حیث اقدم مع هذه الصفة الغضبیة الالٰهیة علی مناجاة الحق فیما سأل فیه فاجابه الحق سبحانه۔ (ص۱۱۹ ج۱۲)	یہ مقام آدم علیہ السلام کے مقام کی طرح ہے بلکہ اس سے بدرجہا عظیم کیونکہ اُس سخت روز ساری مخلوق کو آپ کی حاجت ہوگی، جس روز کہ اللہ تعالیٰ اپنے غضب کا اظہار فرمائے گا۔ لیکن آدم علیہ السلام کے واقعے میں مجوبیت کی صفت کا ایسا اظہار نہیں پایا جاتا۔ پس مجموعی طور پر یہ آپ کے منصب کی عظمت و رفعت پر دلالت کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفتِ غضب کے اظہار کے موقع پر آگے بڑھ کر باری تعالیٰ سے مناجات کی۔ سوال کیا اور ربِ ذوالجلال نے آپ کے سوال کو شرفِ قبولیت بخشا۔

اِس شفاعتِ کُبریٰ کے بعد میزان قائم ہوگی، اعمال نامے کھولے جائیں گے، پُل صراط قائم کیا جائے گا اور عام شفاعت شروع ہو جائے گی۔ اِس کے بعد شیخ علیہ الرحمہ نے شفاعت کرنے والوں اور احوالِ قیامت کا ذکر کیا ہے۔

درجاتِ جنت اور وسیلہ

شیخ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فتوحاتِ مکیہ کے باب ۶۵، صفحہ ۳۱۶ پر فرمایا ہے، یہ جان لینا چاہیے کہ بلحاظ اعمال جنت کے سَو درجے ہیں جو کم و بیش نہیں جیسے دوزخ کے سَو حصے ہیں اور ہر ایک درجہ مختلف منازل میں منقسم ہے۔ ہم یہاں اُن منازل کا ذکر کرتے ہیں جو اُمتِ محمدیہ کے لیے مخصوص ہیں اور جن کے باعث اِس اُمتِ مرحومہ کو دیگر اُمتوں پر فضیلت حاصل ہوگی کیونکہ اللہ جل شانہٗ نے خود اپنے کلام معجز نظام میں فرمایا ہے کہ یہ بہتر اُمت ہے جو لوگوں کی بھلائی کے لیے پیدا فرمائی گئی۔

مذکورہ سَو درجے آٹھوں جنتوں میں سے ہر جنت میں ہیں اور جنت کا ہر درجہ آرام کی جگہ ہے، جن میں سب سے بلند جنتِ عدن ہے، جو سب جنتوں کی سردار ہے۔

marfat.com

اس میں ایک بلند ٹیلہ ہے، جس میں دیدارِ الٰہی کے لیے لوگوں کا اجتماع ہوا کرے گا۔ یہ سب جنتوں سے اعلیٰ جنت ہے جیسے بادشاہ کا مکان جس کے گرداگرد آٹھ دیواریں ہوں اور ہر دو دیواروں کے درمیان باغیچہ ہو۔ وہ جنت جو جنتِ عدن سے قریب تر ہے اُس کا نام جنت الفردوس ہے۔ یہ جنتِ عدن کے بعد باقی تمام جنتوں سے افضل و اعلیٰ ہے، تیسری جنت الخلد، چوتھی جنت النعیم، پانچویں جنت الماویٰ، چھٹی دار السلام اور ساتویں کا نام دار المقامہ ہے۔

جنتِ عدن میں ایک اعلیٰ درجہ ہے جس کا نام وسیلہ ہے۔ یہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حاصل ہے جس کی خاطر اُمتِ محمدیہ بھی دُعائیں کرتی ہے کہ وہ فخرِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی کو حاصل ہو۔ اللہ تعالیٰ کی اِس میں پوشیدہ حکمت ہے حالانکہ ہم سب نے ہر سعادت سرورِ کون و مکاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی کے سبب پائی ہے اور آپ ہی کے باعث یہ اُمت باقی جملہ اُمتوں سے بہتر ہے جو لوگوں کے لیے ظاہر کی گئی ہے اور آپ کے سبب اللہ تعالیٰ نے ہمیں آخری اُمت بنایا جیسے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو آخری نبی بنایا ہے۔ اور سلسلۂ نبوت کو آپ پر ختم کر دیا ہے اور اِس فضیلت کی خود رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمیں بشارت دی ہے، جس کے ذکر کرنے کا اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم فرمایا تھا اور ہمارے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف ایک خاص راستہ ہوگا جس کے ذریعے ہم پروردگارِ عالم سے ہمکلامی کا شرف حاصل کریں گے اور اللہ جل شانہٗ ہم سے خاص گفتگو فرمائے گا۔ اسی طرح ہر مخلوق کے لیے اپنے رب کی طرف ایک خاص راستہ ہے۔ ہمیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ حکم ملا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے وسیلہ کی دُعا کیا کریں، حتیٰ کہ آپ وہاں رونق افروز ہو جائیں، جس کے بارے میں حکمتِ الٰہی اِسی کی مقتضی ہوئی کہ وہ آپ کو اُمتِ مرحومہ کی دُعاؤں کے باعث مرحمت فرمایا جائے گا۔ اُمتِ وسطیٰ کے اِس شرف پر غور کرنا چاہیے جس کے سبب اللہ تعالیٰ نے ہمارے پیارے نبی اور اِس اُمت کو کرامت بخشی ہے۔

جنت کے پانچ ہزار ایک سو پانچ درجے بنتے ہیں۔ بعض کے نزدیک اِس سے زیادہ ہیں جبکہ اِس تعداد پر اصل ہونے کے باعث تمام اہلِ کشف کا اتفاق ہے اور وہ زائد درجے انواع و اجناس کا مقام رکھتے ہیں۔ اُمتِ محمدیہ اِن درجات میں بھی دیگر اُمم سے

marfat.com

ممتاز ہے۔ چنانچہ بارہ درجے ایسے ہیں جو صرف اسی اُمت کے ساتھ خاص ہیں، باقی اُمتیں اُن میں شریک نہیں ہیں۔ جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو آخرت میں وسیلہ اور شفاعت کے ذریعے باقی جملہ انبیائے کرام پر فضیلت دی گئی ہے اور دنیا میں چھ ایسی چیزوں کے باعث آپ فضیلت دیے گئے ہیں جو دیگر انبیاء و مرسلین کو مرحمت نہیں فرمائی گئیں، جیسا کہ امام محمد مسلم بن حجاج رحمۃ اللہ علیہ کی الجامع الصحیح میں صحیح حدیث ہے، جس میں یہ چھ امر بیان فرماتے گئے ہیں (۱) آپ کی رسالت کا عام ہونا یعنی ساری مخلوق کے لیے نبی بن کر آنا۔ (۲) آپ کے لیے غنائم کا حلال ہونا (۳) رُعب کے ساتھ آپ کی مدد فرمانا (۴) ساری زمین کا آپ کے لیے مسجد بنا دینا (۵) مٹی کو آپ کے لیے پاک قرار دینا (۶) آپ کو زمین کے خزانوں کی کنجیاں مرحمت فرمانا۔

درودِ پاک شیخ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فتوحاتِ مکیہ کے باب ۶۹، صفحہ ۴۸۶ پر لکھا ہے کہ اللہ جل شانہ نے اپنے برحق کلام میں فرمایا ہے:

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ	بیشک اللہ اور اُس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں
عَلَى النَّبِيِّ ؕ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا	اِس غیب بتانے والے (نبی) پر۔ اے ایمان
صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا۵	والو! اِن پر درود اور خوب سلام بھیجو۔

مسلمانوں نے اپنے آقا و مولیٰ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے درود کی کیفیت دریافت کی جس کا اُنھیں اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا ہے کہ نبی پاک پر درود بھیجا کرو، تو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اُنھیں درودِ ابراہیمی کی تعلیم فرمائی کہ مسلمان بایں الفاظ درود بھیجا کریں،

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى	اے اللہ! درود بھیج حضرت محمد پر اور آلِ محمد پر
اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى	جیسے تُو نے حضرت ابراہیم اور اُن کی
اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ	آل پر صلوٰۃ بھیجی۔ بے شک تو تعریف کیا گیا
اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ۔	اور حقیقی بزرگی والا ہے۔

---

۵ پ ۲۲، سورۂ الاحزاب، آیت ۵۶

marfat.com

یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام اور اُن کی آل پر جس طرح درود بھیجی گئی اُس کے مانند درود بھیجنے کی دعا کی گئی ہے۔ لازم نہیں آتا کہ اِس صیغے سے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر فضیلت ثابت ہوتی ہے کیونکہ یہاں یہ طلب کی گئی ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرح صلوٰۃ بھیج تو تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں فخرِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے درود بھیجنے کا حکم فرمایا ہے اور اُن کی آل پر درود بھیجنے کا قرآنِ کریم میں حکم نہیں دیا ہے لیکن سرورِ کون و مکاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جو درود بغرضِ تعلیم بتایا اُس میں آلِ محمد پر درود بھیجنے کا اضافہ موجود ہے۔ علاوہ بریں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے یہ طلب نہیں کیا کہ آپ پر ابراہیم علیہ السلام کی طرح صلوٰۃ بھیجی جائے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی نبیِ آخر الزماں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر سب سے زیادہ عنایت ہے اور آپ کو ایسے امور سے مختص فرمایا گیا ہے جو آپ سے پہلے کسی نبی کو مرحمت نہیں ہوئے خواہ وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہوں یا دیگر انبیاء و مرسلین علیہم السلام۔ آپ کو اِس منصب کا حاصل ہونا اِسی اللہ تعالیٰ کی صلوٰۃ (خاص رحمت) کے باعث ہے۔ دریں حالات آقائے کائنات کس طرح یہ چاہتے کہ آپ پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرح صلوٰۃ بھیجی جائے؟ بلکہ اِس سے مراد وہی ہے جو مَیں بیان کرنے لگا ہوں (انشاء اللہ تعالیٰ) کہ کسی شخص پر صلوٰۃ کے لیے کبھی تو اُسے معین کیا جاتا ہے اور کبھی کسی دُوسرے کی جانب منسوب کیا جاتا ہے۔ پس جو صلوٰۃ دُوسرے کی نسبت کے اعتبار سے ہے یہ مجموعے کے لیے ہے، کیونکہ مجموع کا حکم واحد کے لیے نہیں ہوتا جبکہ وُہ منفرد ہو۔

اِس کے بعد شیخ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آل کی تفسیر و تشریح میں بہت کچھ لکھا ہے، جس کے نقل کرنے کی یہاں چنداں ضرورت نہیں۔ چونکہ اس میں بے شمار فوائد ہیں لہٰذا خواہشمند کو اصل کتاب کی جانب رجوع کرنا چاہیے۔ اِس کے بعد فرمایا ہے کہ مذکورہ صلوٰۃ مجموع کے لحاظ سے ہے اور ہم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذکر کیا ہے کیونکہ وُہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بلحاظِ زمانہ مقدم ہیں اور یہ ثابت ہو چکا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قیامت کے روز تمام انسانوں کے سردار ہوں گے، جس کا مرتبہ اللہ تعالیٰ

marfat.com

نزدیک اتنا بلند ہو اُس پر سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی مثل صلوٰۃ کس طرح ہو سکتی ہے ، لہٰذا
اصل بات وہی ہے جس کا ہم ذکر کر چکے اور یہ مسئلہ ہمارے وقائع سے واقعۂ الٰہیہ ہے ۔ والحمد
للہ علیٰ ذالک ۔

فضیلتِ جمعہ

شیخِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فتوحاتِ مکیہ کے باب ۱۱ ، صفحہ ۸۱۲ پر جمعہ کی
فضیلت بیان کرتے ہُوئے لکھا ہے کہ یہ ایسا دن ہے جس کی مثل کوئی
دوسرا دن نہیں کیونکہ ہر وُہ دِن جس میں سورج طلوع ہو ، یہ اُس سے بہتر ہے ۔ اِس روز کے
بارے میں اُمَمِ سابقہ میں اختلاف واقع ہو گیا تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس کی جانب ہدایت
فرمائی اور اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سوا کسی سے
اِس کا ذکر نہ فرمایا ۔ ایسا کمال کی مناسبت سے کیا گیا کیونکہ آپ سارے انبیائے کرام سے
اکمل اور آپ کی اُمت ساری اُمتوں سے اکمل ہے ۔ دیگر اُمتوں کے لیے اُن کے انبیاء سے
اِس لیے روزِ جمعہ کی وضاحت نہیں فرمائی گئی تھی کہ وُہ اُمتیں اُس کے لیے مستعد نہ تھیں اور
کمال میں اُن کا یہ درجہ نہیں تھا کہ اُنھیں افضل دن مرحمت فرمایا جاتا ۔ جمعۃ المبارک کی یہ اُمت
اِس لیے حقدار ہے کہ اِن کا نبی دیگر انبیاء سے اور یہ اُمت دیگر اُمم سے افضل و اعلیٰ ہے ۔
والحمد للہ الذی اصطفانا ۔

وصال

شیخ ابنِ عربی رحمۃ اللہ علیہ نے فتوحاتِ مکیہ کی جلد دوم ، باب ۳ ، صفحہ ۷ پر
فرمایا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اُس دین کی جو منسوخ نہ ہو سکے
اور اُس شریعتِ مطہرہ کی جو تبدیل نہ ہو سکے ، مکمل تبلیغ کرنے کے بعد وفات پائی اور سارے
مرسلین بھی اسی شریعت میں داخل ہو کر اسے قائم کرتے رہے تھے اور آپ سے پہلے زمین
کسی زندہ رسول سے خالی نہیں رہی ، جو جسمانی طور پر موجود ہوتا تھا کیونکہ وُہ اِس جہان میں
انسانی دنیا کا قلب ہوتا ہے ۔ رسول خواہ ایک ہزار ہوں لیکن اُن میں سے ایک امام
ضرور ہوتا ہے جو مقصودِ کائنات ہوتا ہے ۔ اُن رسولوں میں سے جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم کی ظاہری حیات کے بعد بھی جسمانی حیات کے ساتھ زندہ ہیں ، تین رسول ہیں ۔
اُن میں سے ایک حضرت ادریس علیہ السلام ہیں ، جو اپنے جسم کے ساتھ

marfat.com

زندہ ہیں اور انھیں اللہ تعالیٰ نے چوتھے آسمان پر بلایا ہوا ہے اور ساتوں آسمان بھی اسی دنیا میں شمار ہوتے ہیں، جو دُنیا کی بقا تک باقی رہیں گے اور اس کے فنا ہو جانے سے اُن کی صورت بھی فنا ہو جائے گی۔ وُہ دنیا کا ایک جز و ہیں کیونکہ آخرت میں زمین کے ساتھ آسمانوں کی صورت بھی بدل جائے گی اور زمین میں حضرت الیاس اور حضرت عیسٰی علیہما السلام کو باقی رکھا ہوا ہے جو گروہِ مرسلین سے ہیں اور یہ تینوں حضرات اُسی دینِ حنیف پر قائم ہیں جسے سیّدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لے کر آئے تھے اور ان تینوں حضرات کی رسالت پر سب کا اتفاق ہے۔ چوتھے حضرت خضر علیہ السلام ہیں۔ وُہ ہمارے سوا دوسروں کے نزدیک مختلف فیہ ہیں (یعنی بعض کے نزدیک نبی ہیں اور بعض کے نزدیک نبی نہیں ہیں)۔ یہ تمام حضرات اپنے جسموں سمیت دنیا میں زندہ موجود ہیں۔ شیخ علیہ الرحمہ نے اس موضوع پر مزید گفتگو کی ہے، جو چاہے اصل کتاب کی طرف رجوع کرے۔

اخلاق اللہ سے مطابقت شیخ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فتوحاتِ مکیہ کے باب ۷۳، صفحہ ۹۰ پر حکیم ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کے سوال نمبر ۴۹ اور ۵۰ کا جواب دیا ہے۔ ایک سوال یہ ہے کہ اس سے پہلے سوال میں جو اللہ تعالیٰ کے ۱۱۷ خُلق مذکور ہیں اُن میں سے فخرِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں کتنے اخلاق پائے جاتے ہیں اور دیگر انبیاء و مرسلین میں کتنے؟

جواب اس کا یہ ہے کہ وُہ کے سوا سارے اخلاق سرورِ کون و مکاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حاصل تھے اور دیگر مرسلین عظام ان میں اپنے اپنے مراتب پر ہیں جیسا کہ اُن کی کتابوں اور صحائف میں مذکور ہے، لیکن فخرِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اُن سب کے جامع ہیں بلکہ آپ عنایاتِ ازلیہ کے بھی جامع ہیں جیسا کہ ارشادِ ربانی ہے:

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ۔ ؎	یہ رسول ہیں کہ ہم نے ان میں ایک کو دُوسرے پر افضل کیا۔

؎ پ ۳، سورۂ البقرہ، آیت ۲۵۳

marfat.com

یہ فضیلت اُن اخلاق وصفات میں سے ہے جو اُن کو حاصل ہے۔ اِس کے ساتھ ہی یہ جاننا ضروری ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا فرمایا تو اُن کی کئی قسمیں بنائیں اور ہر قسم میں نیک لوگ رکھے پھر اُن نیک لوگوں سے خواص کو چُنا، جو مومن ہیں۔ اہلِ ایمان سے خواص کو چُنا، جو اولیاء ہیں۔ اُن سے خواص کو چُنا، جو صاحبِ شریعت نبی ہیں۔ جن پر شریعت کا انحصار ہے۔ اِس خلاصہ سے ایک چھوٹی سی جماعت چُنی، جو خلاصے کا خلاصہ (اولوالعزم پیغمبر) ہیں اور وُہ تمام رسُول ہیں اِس کے بعد:

اصطفیٰ واحدا من خلقه هو منهم وليس منهم هو المهيمن علىٰ جميع الخلائق جعله الله عمدا اقام عليه قبة الوجود و جعله الله اعلى المظاهر و اسناها صح له المقام تعيينا وتعريفا فعلمه قبل وجود طينة البشر وهو محمد صلى الله عليه وسلم لا يكاثر ولا يقادم هو سيد من سواه سوقة قال عن نفسه انا سيد الناس ولا فخر اى اقولها ولا اقصد الافتخار علىٰ من بقى من العالم۔ (ص ۱۳۲)

اپنی ساری مخلوق سے صرف ایک کو چُن لیا، جو بظاہر اُن میں سے ہے لیکن درحقیقت اُن میں سے نہیں ہے۔ وُہ ساری مخلوق کا نگہبان ہے اُسے اللہ تعالیٰ نے ایسا ستون بنایا ہے جس پر کائنات کے وجود کا قبہ کھڑا ہے اور اُسے نہایت اعلیٰ اور خوبصورت مظہر بنایا ہے تعیین وتعریف کے لیے اُس کا منصب متعین فرمایا ہے نوعِ بشر کے وجود سے پہلے اُسے علم سے [illegible] ما تھ بھرپور کر دیا گیا اور وہ ہستی محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات ہے۔ جن کی کوئی مثال نہیں اور نہ کوئی اُن کا مدِ مقابل۔ وہ اپنے ماسوا کے سردا [illegible] ہیں۔ اُنھوں نے خود فرمایا ہے کہ مَیں بنی نوعِ انسان کا سردار ہُوں اور فخر یہ نہیں کہتا یعنی منصب کا اظہار کرتا ہوں باقی لوگوں پر فخر کرنا مقصد نہیں ہے۔

نبی کا قدم

شیخ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فتوحاتِ مکیہ جلد ثانی کے صفحہ ۱۰۵ پر سوال ۵۰ کے جواب میں پہلے یہ فرمایا ہے کہ اولیا نے محمدیین یعنی ملہین

marfat.com

کا مرتبہ انبیائے کرام کے سامنے اُسی طرح ہے جیسے تابع اور متبوع کے مراتب ہوتے ہیں، غلو حضرات انبیاء کی اقتدار میں چلنا ہوتا ہے۔

ہمارے شیخ محمد فائد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جب مَیں آپ کے پاس حاضر ہُوا تو اپنے سامنے قدم کا نشان دیکھ کر مَیں نے غیرت محسوس کی۔ مجھے مطلع فرمایا گیا کہ یہ تو تمہارے نبی کا قدم ہے۔ یہ معلوم کرکے دی وہ غیرت جاتی رہی۔ یہ جاننا نہایت ضروری ہے کہ حقیقت محمدیہ تمام انبیاء و مرسلین علیہم السلام کے اقدام کی جامع ہے۔ اسی لیے ہر ولی اپنے سامنے قدم دیکھتا ہے، جو اس نبی کا قدم ہوتا ہے جس کا وُہ وارث ہے سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قدم مبارک تک کسی کی رسائی نہیں [1] جیسے آپ کے قلب مبارک تک کوئی نہیں پہنچ سکتا، لہٰذا جس قدم کو شیخ موصوف نے دیکھا تھا یا کوئی دُوسرا دیکھے، وُہ اُسی نبی کا قدم ہوگا جس کا وُہ وارث ہے۔ لیکن اس اعتبار سے کہ وُہ قدم محمدی سے الگ تو نہیں ہے، یہی وجہ ہمارے شیخ علیہ الرحمہ سے فرمایا گیا کہ یہ تیرے نبی کا قدم ہے اور اُن سے یہ تو نہیں فرمایا گیا تھا کہ یہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا قدم ہے۔

مقامِ محمود شیخ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فتوحاتِ مکیہ کے باب ۲، صفحہ ۱۱۳ پر سوال نمبر ۲، کے جواب میں فرمایا ہے:

سوال: مقامِ محمود کیا ہے؟

جواب: مقامِ محمود وُہ ہے جو سارے مقامات کی انتہا ہے اور اُسی کی طرف تمام اسمائے الٰہیہ ناظر ہیں، جو مقامات کے ساتھ مختص ہیں۔ مقامِ محمود رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

---

[1] لیکن حضور سیدنا غوثِ اعظم، غیثِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وہاں تک رسائی ہو گئی تھی جیسا کہ اُنہوں نے خود اپنے مشہور قصیدہ خمریہ غوثیہ میں فرمایا ہے: ؎

وَکُلُّ وَلِیٍّ لَہٗ قَدَمٌ وَّاِنِّیْ
اَنَا قَدَمُ نَبِیٍّ بَدْرُ الْکَمَالِ

marfat.com

کے لیے ہے اور قیامت کے روز وہ عام لوگوں پر بھی ظاہر ہو جائے گا اور اسی کے ذریعے آپ کی جمیع مخلوق پر سیادت ظاہر ہوگی۔ سرورِ کون و مکاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: اَنَا سَیِّدُ النَّاسِ یَوْمَ الْقِیَامَةِ (قیامت کے روز میں تمام انسانوں کا سردار ہوں گا) حضرت آدم علیہ السلام اسی مقام پر ٹھہرائے گئے تھے جبکہ فرشتوں نے اُن کے لیے تعظیمی سجدہ کیا تھا، کیونکہ اِس مقام کا دنیا میں یہی مقتضیٰ ہے۔ آخرت میں یہ مقام سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے ہے۔ وُہ حضرتِ الٰہیہ کا کمال ہے۔ اسی لیے وہاں سب سے پہلے ابوالبشر کا ظہور ہوا کیونکہ اُن کا جسم نبیِ آخرالزماں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بشریت کو متضمن ہے۔ جسمانی لحاظ سے حضرت آدم علیہ السلام سارے انسانوں کے باپ ہیں اور اللہ تعالیٰ کے مقرب ہیں اور خاکی پتلے میں حیاتِ انسانی کے سب سے پہلے پیکر ہیں اور یہ سارے مقامات اُن کی بدولت ہی ظہور پذیر ہوئے ہیں۔

عاقبت کی شہنشاہی کا سہرا روزِ قیامت سے سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سرِ اقدس پر ہوگا۔ اُس روز آپ ہی مقامِ محمود پر جلوہ افروز ہوں گے اور آپ کی بدولت ہی شفاعت کا دروازہ کھلے گا اور آپ ہی اُن حضرات کے متعلق شفاعت کریں گے جو شفاعت کرنے کی اہلیت رکھتے ہیں، جن میں فرشتے، انبیاء، اولیاء، مومنین، حیوانات، نباتات اور جمادات شامل ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہاں اپنے رب کی بارگاہ میں عرض کریں گے کہ ان حضرات کو گنہگاروں کے حق میں شفاعت کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی جائے۔ اُس وقت ہر ایک فرد آپ کی تعریف و توصیف میں رطب اللساںؔ ہوگا اور ہر جگہ آپ ہی کا چرچا ہوگا۔ پس شفاعت کا اوّل، آخر اور وسط صرف آپ کے لیے ہے (دوسروں کی شفاعت آپ کی شفاعتِ کبریٰ کی مرہونِ منت ہے)، لہٰذا قیامت کے روز

ؔ مولانا حسن رضا خاں بریلوی علیہ الرحمہ نے اسی لیے فرمایا ہے: ؎

فقط اتنا سبب ہے انعقادِ بزمِ محشر کا
کہ اُن کی شانِ محبوبی دکھائی جانے والی ہے

marfat.com

تمام محامد و محاسن آپ کی ذات والاصفات سے وابستہ ہو کر رہ جائیں گے۔ اسی لیے اس جگہ کو مقامِ محمود کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

نبیِ آخر الزماں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ رب العزت کی ثنا مقامِ محمود پر میں ایسے محامد کے ساتھ کروں گا جو میرے دائرۂ معلومات سے اس وقت باہر ہیں۔ یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ انبیائے کرام و اولیائے عظام کے علوم ذوقی ہیں فکری و نظری نہیں کیونکہ وہ جگہ اپنے آثار کے لحاظ سے مخصوص اسمائے الٰہیہ کا تقاضا کرتی ہے جن کے ساتھ اللہ جل شانہٗ کی حمد و ثنا بیان کی جائے اور یہ کسی دنیاوی مقام کا ہرگز متقضی نہیں ہے، اسی لیے تو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ آج وہ کلمات میرے دائرۂ معلومات سے باہر ہیں اور یہی مقامِ وسیلہ بھی ہے کیونکہ یہیں سے بابِ شفاعت کے کھلوانے کی خاطر توسُّل ہوگا، یعنی سرورِ کون و مکاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سب کی شفاعت فرمائیں گے۔

کیا تم دیکھتے نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وسیلہ کی تعریف میں فرماتے ہیں کہ وہ جنت میں سب سے بلند درجہ ہے، سوائے ایک شخص کے کسی اور کو نہیں ملے گا، مجھے امید ہے کہ وہ شخص میں ہوں۔ پس جو شخص میرے لیے اللہ تعالیٰ سے وسیلہ کی دُعا کرے گا، اس کے لیے میری شفاعت حلال ہوگئی اور شفاعت کو سوال کرنے والے کے لیے ثواب قرار دیا ہے مقامِ محمود کا نام وسیلہ بھی ہے کیونکہ اس کے سوال کرنے میں ثواب رکھا گیا ہے اور اس شخص کی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شفاعت فرمائیں گے نیز سارے مقامات اور کلمات اس مقامِ محمود کی جانب رجوع کرتے ہیں جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے جوامع الکلم مرحمت فرمائے گئے ہیں۔

شیخ علیہ الرحمہ نے سوال نمبر ۲، کے جواب میں فرمایا ہے؛

سوال، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مقامِ محمود کس طرح حاصل کیا؟

جواب، سرورِ کون و مکاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ہر نبی کو ایک خصوصی دعا مرحمت فرمائی گئی جو ضرور قبول ہوئی۔ ہر نبی نے دُعا کرنے میں جلدی کی اور اُن کی دُعائیں دنیا میں پوری ہو چکیں۔ لیکن میں نے اپنی خصوصی دُعا کو اپنے مرتکبِ کبائر اُمتیوں کے لیے چھپا کر

marfat.com

دکھا ہوا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ نبیِ آخر الزماں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آخرت کے مواطن و مقامات کو دیگر انبیاء کی نسبت زیادہ جانتے ہیں۔ جب سارے مقامات کا مرجع مقامِ محمود ہے، جو سارے مقامات کا جامع ہے تو اس کا اہل اور مالک وہی فرد ہو سکتا ہے جو جوامع الکلم دیا گیا ہو کیونکہ محامد کلام کی صفت ہیں۔ جب آپ کی بعثت عام ہے تو آپ کی شریعت بھی عام ہوئی جو تمام شرائع کی جامع ہے۔ پس آپ کی شریعت اُن جملہ اعمال، افعال کو متضمن ہوئی جن کی مشروعیت صحیح ہے۔ یہ جاننا ضروری ہے کہ اعمال کی جنسیں اُسّی اور ستر کے درمیان ہیں، اگر اس سے کم یا زیادہ نہیں ہوں گی اور ایمان کی ستر سے کچھ اُوپر شاخیں ہیں، جن میں سے ادنیٰ کام یہ ہے کہ تکلیف دِہ چیز کو راستے سے ہٹا دیا جائے اور سب سے اعلیٰ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ کا اقرار ہے نیک عمل کرنے والوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

نَتَبَوَّأُ مِنَ الْجَنَّةِ حَيْثُ نَشَآءُ ۚ ہم جنت میں رہیں جہاں چاہیں تو کیا ہی اچھا
فَنِعْمَ أَجْرُ الْعَامِلِينَ ○ [1] ثواب ہے عمل کرنے والوں کا۔

پس جنت میں اُن کے لیے کسی قسم کی رُکاوٹ یا ممانعت نہیں ہو گی اور یہ اُس شخص کے لیے ہے جس نے ہر حکم پر عمل کیا، کیونکہ اِس دنیا میں ایک انسان جب بھی کوئی نیک کام کرنا چاہے تو کر سکتا ہے، اُس کے لیے کوئی ممانعت نہیں ہے، جو بھی ایمان کے مطابق اعمال ہوں جب چاہے اُنھیں کر سکتا ہے۔ جب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایمان کے سارے شعبے ظاہر فرما دیے جو جنت کے مذکورہ درجاتِ اعمال کے مطابق ہیں، خواہ وہ بالفعل ہوں یا بالدلالت کیونکہ فرزدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی اُمت کے لیے راہِ ہدایت واضح فرما دی ہے، پس جتنے سعادت مند بھی آپ کی تعلیم کے مطابق نیک اعمال کریں گے اُن سب کے مجموعے کے برابر آپ کو بھی ثواب ملے گا اور آپ کی اُمت میں سے کوئی شخص بھی نیک اعمال سے تہی دامن نہیں ہے، پس اُتنا ہی نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے میزانِ عمل میں شامل ہوتا چلا جاتا ہے، جتنا کہ عمل کرنے والے نیک اعمال کرتے ہیں۔ پس آپ جنت میں جہاں چاہیں تشریف فرما

---

[1] پ ۲۴، سورہ الزمر، آیت ۴،

marfat.com

ہو سکتے ہیں، لیکن یہ آپ کے سوا دوسروں کے لیے درست نہیں ہے کیونکہ قُربِ الٰہی حاصل کرنے کے راستے آپ نے ہی ظاہر فرمائے، جن سے دنیا کا گوشہ گوشہ روشناس ہو کر جگمگا رہا ہے۔ اسی عدیم النظیر کارنامے کے باعث آپ نے مقامِ محمود پایا، جوامع الکلم سے نوازے گئے اور بعثتِ عامّہ کے باعث آپ کو ان اُخروی عنایات سے سرفراز فرمایا گیا ہے۔ چونکہ یہ مقامات آپ کو دنیا میں حاصل تھے اور دنیا میں مذکورہ احوال سے متصف ہونے کے باعث آپ نے اِن اعلیٰ ترین اُخروی مقامات کو حاصل کر لیا۔ یہ عجیب و غریب معاملہ ہے کہ مذکورہ وجہ کے علاوہ اِس کے اور بھی مختلف وجوہ ہیں، جن سے آپ کی ذاتِ مقدس کا عرفان حاصل ہوتا ہے۔

مقامِ مصطفٰی ۔ شیخ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سوال نمبرہ ۷ کے جواب میں فرمایا ہے:

سوال: نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مقام اور دیگر انبیائے کرام کے مقامات میں کتنا فرق ہے؟

جواب: آپ کے اور دیگر انبیائے کرام کے درمیان صرف ایک عام فرق ہے اور اُس مقام کا نام عینِ جمعیت ہے لیکن اُس مقام کی تفریق کریں تو آدم علیہ السلام کے سوا آپ کے اور باقی انبیائے کرام کے درمیان اٹھتر درجے اور مقام ہیں، جبکہ آدم علیہ السلام اور آپ کے مابین وہی فرق ہے جو ظاہر اور باطن میں ہوتا ہے۔ دنیا میں سیّدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت آدم علیہ السلام کے باطن ہیں اور آدم علیہ السلام آپ کے ظاہر ہیں اور دونوں سے ظاہر و باطن کا وجود قائم ہے، لیکن آخرت میں حضرت آدم علیہ السلام آپ کے باطن اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت آدم علیہ السلام کا ظاہر ہوں گے اور دونوں سے آخرت میں بھی ظاہر و باطن کا وجود قائم رہے گا۔ یہ ہے سیّدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مقام اور دیگر انبیائے کرام علیہم السلام کے مقامات میں فرق۔ اِس فصل میں بہت زیادہ تفصیلات ہیں۔ اِس تفصیل کے فصول انبیائے کرام کی تعداد کے مطابق ایک لاکھ چوبیس ہزار تک پہنچتے ہیں کیونکہ اِس کے لیے ہر نبی کے منصب کا تعیّن ضروری ہے، جو فخرِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور اُس نبی کے مقام کی معرفت کا محتاج ہے، جبکہ اعمال کے لحاظ سے سارے مقامات کی تعداد ستّر سے کچھ زیادہ میں محصور ہے۔ کبھی تو کسی نبی کو ان میں سے ایک مقام حاصل ہوتا، کسی کو

marfat.com

دو، کسی کو دس، نو یا آٹھ۔ بعض کو ان سے زیادہ اور بعض کو کم بھی حاصل ہوتے ہیں۔ لیکن ان سارے درجات کا مجموعہ سرورِ کون و مکاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سوا کسی نبی کو حاصل نہیں ہے اسی لیے تو آپ کے سوا کسی بھی نبی کی بعثت عام نہیں ہے بلکہ آپ کے سوا جملہ انبیائے کرام علیہم السلام کی بعثت خاص ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَّمِنْهَاجًا ۚ — ہم نے تم سب کے لیے ایک ایک شریعت اور راستہ
وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ اُمَّةً — رکھا اور اللہ چاہتا تو تم سب کو ایک ہی امت
وَّاحِدَةً ؕ له — کر دیتا۔

لواء الحمد۔ شیخ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سوال نمبر ۶، کے جواب میں فرمایا ہے:

سوال: لواء الحمد کیا ہے؟

جواب: لواء الحمد تو حمد کی حمد ہے کیونکہ وہ محامد و محاسن کا کامل و مکمل اور اعلیٰ مرتبہ ہے، اسی لیے سارے انسان اِس کے نیچے جمع ہوں گے کیونکہ یہ بادشاہ کے مرتبے اور وجود کی علامت ہے، اسی طرح حمد کی حمد کے پاس تمام محامد جمع ہوں گے کیونکہ صحیح حمد وہی ہے جس میں کسی احتمال اور شک و شبہ کا دخل نہ ہو اور یہ بلا ریب حمد ہے جو حمد پر بذاتہٖ دلالت کرتی ہے، پس فی نفسہٖ صفتِ ثنا یہی ہے۔ کیا تم دیکھتے نہیں کہ اگر کسی شخص کے بارے میں کہو کہ وہ سخی ہے یا خود ہی وہ اپنے سخی ہونے کی خبر دے تو ممکن ہے کہ یہ خبر سچی ہو اور اس بات کا امکان بھی ہے کہ یہ خبر جھوٹی ہو لیکن اُسی شخص سے اگر احسان و امتنان کے طور پر عطیہ ملے تو وہ عطیہ بذاتِ خود اُس عطا کنندہ کے جُود و کرم کی شہادت ہے اور اس میں کوئی دوسرا احتمال نہیں ہو سکتا، پس حمد الحمد کا مفہوم یہی ہے اور اسی کی تعبیر لواء الحمد سے کی گئی ہے۔

اِس کا نام لواء بایں وجہ ہے کہ یہ تمام محامد پر مشتمل ہے اور کوئی حمد اس سے باہر نہیں کیونکہ اس کے باعث ہر حمد کرنے والے سے حمد واقع ہو گی اور یہی حقیقی عاقبت ہے۔ اسے خوب سمجھ لینا چاہیے اور جب یہ محامد کے جمیع اقسام کی جامع ہے تو اس کا سایہ سارے حمد کرنے والوں کو

له پ ۶، سورۃ المائدہ، آیت ۴۸

marfat.com

نصیب ہوگا۔ اسی لیے سرورِ کون و مکاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ آدم علیہ السلام اور اُن کے علاوہ سارے میرے جھنڈے کے نیچے ہوں گے۔ یہاں آپ نے فَمَنْ دُوْنَہٗ فرمایا ہے کیونکہ حمد بغیر اسماء کے ممکن نہیں اور آدم علیہ السلام تمام اسماء کے جاننے والے ہیں، پس اُن سے کم رُتبے والا کوئی ایسا نہ رہا جو اُس جھنڈے کے نیچے نہ ہو، کیونکہ ضروری ہُوا کہ وُہ اِن اسماء میں سے کسی نہ کسی اسم کے ساتھ حمد بیان کرے گا اور کیوں نہ ہو جبکہ:

ولما كانت الدولة فى الآخرة لمحمد صلى الله عليه وسلم المؤتى جوامع الكلم وهو الاصل فانه صلى الله عليه وسلم على بمقامه فعلمه و آدم بين الماء والطين لم يكن بعد وكان آدم لما علمه الله الاسماء فى المقام الثانى من مقام محمد صلى الله عليه وسلم فكان قد تقدم لمحمد صلى الله عليه وسلم علمه بجوامع الكلم والاسماء كلها من الكلم ولم تكن فى الظاهر لمحمد صلى الله عليه وسلم عيناً فتظهر بالاسماء لانه صاحبها فظهر ذالك فى اوّل موجود من البشر وهو آدم فكان هو صاحب اللواء

جب آخرت کی بادشاہی محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے ثابت ہوئی جو جوامع الکلم مرحمت فرمائے گئے ہیں، کیونکہ آپ ہی ہر شے کی اصل ہیں اور اِس منصب سے خبردار۔ آپ اِس منصبِ رفیع کو اُس وقت سے جانتے ہیں جب آدم علیہ السلام پانی اور مٹی میں تھے اور یہ انعام اِس تخلیق کے بعد نہیں ہُوا۔ جب آدم علیہ السلام کو دُوسرے مرحلے میں تمام اسماء کا علم عطا فرمایا گیا تو اوّلیت بہ صورت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے ہُوئی جو اُن سے بھی پہلے جوامع الکلم مرحمت فرمائے گئے اور تمام اسماء بھی جوامع الکلم کا ایک حصّہ ہیں۔ چونکہ وُہ ظاہر میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عین نہ تھے اس لیے وُہ اسماء کے ساتھ ظاہر ہُوئے کیونکہ وہ اِن کے والی تھے، پس یہ نوعِ بشر میں سب سے پہلے وجود کا لباس پہننے والے سے ظاہر ہُوئے، جو آدم علیہ السلام ہیں۔ پس وہ نبی کریم صلی اللہ

marfat.com

في الملائكة بحكم النيابة عن
محمد صلى الله عليه وسلم
لانه تقدم عليه بوجوده الطيني
فمتى ظهر محمد صلى الله عليه
وسلم كان احق بولايته ولوائه
فياخذ اللواء من آدم يوم القيامة
بحكم الأصالة فيكون آدم
فمن دونه تحت لوائه صلى
الله عليه وسلم وقد كانت
الملائكة تحت ذالك اللواء
في زمان آدم فهم في
الآخرة تحته فتظهر
في هذه المرتبة
خلافة رسول الله صلى الله
عليه وسلم على
الجميع - (ص ۱۲۵)

تعالیٰ علیہ وسلم کی نیابت میں ملائکہ کے درمیان
صاحبِ لواء قرار پائے، کیونکہ خاکی وجود کے
لحاظ سے انھیں سارے انسانوں پر تقدیم
حاصل ہے۔ لیکن جب سیدنا محمد رسول اللہ
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رونق آرائے گیتی ہوئے
تو چونکہ آپ اس شہنشاہی اور لواء کے سب سے
زیادہ حقدار ہیں لہٰذا قیامت میں آپ اصل
حقدار کے طور پر آدم علیہ السلام سے اس
لواء کو حاصل کرلیں گے پس آدم علیہ السلام اور
اُن کے سوا سارے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
کے اس جھنڈے تلے ہوں گے اور فرشتے بھی
آخرت میں اسی کے زیر سایہ ہوں گے جو آدم
علیہ السلام کے زمانے سے اس جھنڈے کے
نیچے چلے آرہے ہیں۔ پس اس منصب رفیع سے
سرورِ کون ومکاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خلافت
جمیع موجودات پر ظاہر و واضح ہوگئی۔ [۱]

---

۱ مجدد مائۃ حاضرہ قدس سرہ نے اسی لیے تو لکھا ہے: ؎

واہ کیا جود و کرم ہے شہِ بطحا تیرا — نہیں سنتا ہی نہیں مانگنے والا تیرا
دھارے چلتے ہیں عطا کے وہ ہے قطرہ تیرا — تارے کھلتے ہیں سخا کے وہ ہے ذرہ تیرا
فیض ہے یا شہِ تسنیم نرالا تیرا — آپ پیاسوں کے تجسس میں ہے دریا تیرا
فرش والے تری شوکت کا علو کیا جانیں — خسروا عرش پہ اڑتا ہے پھریرا تیرا
میں تو مالک ہی کہوں گا کہ ہو مالک کے حبیب — یعنی محبوب و محب میں نہیں میرا تیرا
تیرے ٹکڑوں سے پلے غیر کی ٹھوکر پہ نہ ڈال — جھڑکیاں کھائیں کہاں چھوڑ کے صدقہ تیرا
تیری سرکار میں لاتا ہے رضا اس کو شفیع — جو مرا غوث ہے اور لاڈلا بیٹا تیرا

marfat.com

وسیلہ کے ساتھ خصوصیت

شیخ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مذکورہ باب کے صفحہ ۲۰ پر فرمایا ہے کہ ہمارے شیخ ابو العباس بن عریف صنہاجی رحمۃ اللہ علیہ یُوں دُعا کیا کرتے تھے کہ: "اے اللہ! تُو نے ہمارے لیے نبوت و رسالت کا دروازہ تو بند کر دیا ہے لیکن ولایت کا دروازہ بند نہیں کیا ہے۔ اے اللہ! تیرے نزدیک جو ولایت کا اعلیٰ درجہ ہے جب بھی تو کسی فرد کو اس پر فائز کرنے کا ارادہ فرمائے تو وہ منصب مجھے مرحمت فرما دینا۔" شیخ موصوف چونکہ زمرۂ محققین سے تھے لہٰذا انھوں نے اُسی چیز کا سوال کیا جس کا حصول ممکن ہے کیونکہ نبوت و رسالت ایسی چیز ہے جس کا اگرچہ آج بھی انسان مستحق ہے کیونکہ اُس کی ذات میں اس کی اہلیت موجود ہے، لیکن اُنھوں نے یہ دیکھتے ہُوئے کہ اللہ تعالیٰ نے شرعاً اس کا دروازہ بند کیا ہُوا ہے اور شرائع کی نبوت دینے کا خاتمہ ہو چکا ہے، تو اس چیز کا سوال ہی نہیں کیا بلکہ وہ چیز طلب کی، جس کے طلب کرنے کا اُنھیں حق حاصل تھا، کیونکہ اللہ جل شانہٗ نے ہمارے لیے ولایت کا دروازہ بند نہیں کیا ہے۔

مذکورہ قبیل ہی سے وسیلہ کا سوال کرنا ہے۔ اگرچہ وہ اس کے مثل نہیں لیکن اس کے قریب ضرور ہے اور ہم نے اِس قرینے کی وجہ سے نبوت کے ساتھ وسیلہ کو تشبیہ دی ہے کیونکہ یہ جنت میں ایک اعلیٰ درجہ ہے، جو ایک فرد ہی کو ملے گا اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مجھے اُمید ہے وہ شخص مَیں ہُوں۔ پس جس شخص نے میرے لیے وسیلے کی دُعا کی اُس کی شفاعت ضرور کی جائے گی۔ اس کے باوجود اگر ہم میں سے کوئی شخص وسیلہ کا اپنے لیے سوال کرے تو اُس نے ایسی چیز کا سوال کیا جس کے طلب کرنے کا اُسے حق حاصل نہیں ہے۔ اس کی طلب وہی کر سکتا ہے جو اُس کے متعلق خاص صفات کا مالک ہو اور ہمارے بارے میں اللہ ربّ العزت نے یُوں ارشاد فرمایا ہے:

وَابْتَغُوْا اِلَیْهِ الْوَسِیْلَةَ[1] اور اس کی طرف وسیلہ ڈھونڈو۔

اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ مجھ سے وسیلہ طلب کرو اور یہ عین ممکن ہے کہ مذکورہ حکم سے توسّل

---

[1] پ ۶ سورہ المائدہ، آیت ۳۵

marfat.com

مراد ہو اور یہ صفت خواہ وہبی ہو یا کسبی لیکن اسے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ مخصوص نہیں فرمایا گیا اور نہ اِس کے طلب کرنے سے کسی کو رد کیا گیا ہے (بلکہ اِس وسیلے کو تلاش کرنے کا حکم دیا گیا ہے) اور نہ یہی فرمایا گیا ہے کہ یہ وسیلہ تلاش کرنا صرف اُسی کا حق ہے جو نوعِ بشر میں سب سے افضل ہو۔ حالانکہ ہم اِس بات کا یقین رکھتے ہیں کہ سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی افضل البشر ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اُن کی افضلیت قطعی طور پر بیان فرمائی ہے لہٰذا اوّل الذکر سوال دوسروں کے لیے ممنوع ہوگا۔ رہا وسیلہ تلاش کرنیوالا معاملہ، تو یہ اللہ تعالیٰ نے کسی معین فرد کے لیے نہیں فرمایا اور نہ یہ کہا کہ یہ صفت صرف ایک فرد کو حاصل ہوگی بلکہ یہ صفت اگر ہزار افراد میں پائی جائے تو ہر ایک کے لیے وسیلہ ثابت ہوگا کیونکہ اس صفت کو تلاش کیا جاتا ہے۔ جب شارع سے اِس کی ممانعت واقع نہیں ہوئی تو ہمارے لیے بھی اِس کے تلاش کرنے کی گنجائش ہے۔

لیکن سرورِ کون و مکان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ کا ادب و احترام ہمیں اِس کا سوال کرنے سے باز رکھتا ہے کیونکہ آپ کے ذریعے ہی تو ہمیں راہِ ہدایت نصیب ہوئی ہے اور آپ ہی نے ہمیں حکم دیا ہے کہ میرے لیے اللہ تعالیٰ سے وسیلہ طلب کیا کرو۔ پس آپ کے ادب و احترام، ایثار و مروت اور مکارمِ اخلاق کا یہی تقاضا ہے کہ اس کا اگر ہمیں حق بھی حاصل ہو، تب بھی اِس ارشادِ گرامی کے پیشِ نظر ہم آپ کی خاطر اپنے حق سے دستبردار ہو جائیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک جو آپ کا بلند ترین منصب ہے اُس کے پیشِ نظر مناسب یہی ہے کہ وہ آپ ہی کے شایانِ شان ہے اور اس نظریہ کے باعث ہمیں اُمیدِ واثق ہے کہ جنت میں ہمارے لیے وہی کچھ ہوگا جو اس درجے کے مماثل ہے، جیسے دنیا میں کسی شرعی حکم کے تحت ہمارے نزدیک مثل کی قیمت ہوتی ہے۔

وسیلہ کی مثل ہمارے لیے اس طرح بھی ہے کہ نفلی طور پر ہمارے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے درمیان ایمانی اخوت موجود ہے اگرچہ آپ ایسے سردار ہیں کہ آپ کا مدِمقابل ہونا تو دور کی بات ہے کوئی آپ کی گردِ راہ کو بھی نہیں پا سکتا لیکن نفلی طور پر ایک ہی ایمان کے دھاگے میں تو موجود ہیں جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

marfat.com

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَۃٌ ۔؎ مسلمان مسلمان بھائی ہیں

اور شریعتِ مطہرہ سے یہ ثابت ہے کہ جب کوئی مسلمان اپنے کسی بھائی کے لیے اُس کی عدم موجودگی میں دُعا کرتا ہے تو فرشتہ کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تجھے بھی اِس کی مثل عطا فرمائے۔ جائے غور ہے کہ اگر بھائی کے بجائے ہم اپنے آقا و مولیٰ سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے وسیلے کی دعا کریں گے جبکہ آپ ہماری نگاہوں سے پوشیدہ ہیں تو یقیناً فرشتہ کہے گا کہ تجھے بھی اللہ تعالیٰ اِس کی مثل دے۔ پس وسیلہ آپ کے لیے اور اُس کی مثل دُعا کرنے والے کے لیے۔ لہٰذا دُعا کرنے والا مجموعی درجات سے وہی پائے گا جو صاحبِ وسیلہ کو وسیلہ سے حاصل ہوگا، جس طرح مثل کی قیمت ہوتی ہے لیکن وسیلہ کی حقیقی مثل وہاں قطعاً نہیں ہے یعنی وہاں ایسا کوئی درجہ نہیں ہے جو دیگر درجات کو وسیلہ کی طرح اپنے اندر جمع کرے۔ یہ صرف وسیلہ ہی میں خاصیت ہے کہ اُس نے مختلف بکھرے ہُوئے درجات کو اپنے اندر جمع کر لیا ہے۔ صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہ۔

موسیٰ علیہ السلام کی خواہش

شیخ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مذکورہ باب کے صفحہ ۹۲ پر سوال نمبر ۴۵ اکا جواب دیتے ہُوئے فرمایا ہے:

سوال: موسیٰ علیہ السلام کی اِس سے مراد کیا تھی کہ اے اللہ! مجھے محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اُمت سے کر دے۔

جواب: جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہ جان لیا کہ تمام انبیائے کرام کو نبی آخر الزماں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے وہی نسبت ہے جو آپ کی اُمت کو ظاہر و باطن کے اعتبار سے نسبت ہے اور انبیائے کرام کو آپ کے اسمِ باطن سے نسبت ہے تو موسیٰ علیہ السلام کی خواہش ہُوئی کہ اللہ تعالیٰ اُن کے لیے شریعت میں دونوں اسموں کو جمع فرما دے۔ جب انھیں معلوم ہوا کہ وہ مطیع و متبع ہیں اور اس میں کوئی شک و شبہ نہ رہا تو سرورِ کون و مکاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ

؎ پ ۲۶۔ سورۃ الحجرات ۱۰ آیت ۱۰

وسلم کی بارگاہ میں دوسرے رسولوں سے ممتاز ہونا چاہا کیونکہ قیامت کے روز نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی اُمت کی کثرت کے باعث اور تبعین کی زیادتی کے سبب فخر محسوس کرینگے دیگر انبیائے کرام میں حضرت موسیٰ علیہ السلام سے زیادہ کسی کے پیروکار نہیں ہیں جیسا کہ حدیث صحیح میں وارد ہے کہ جب سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک بہت بڑی جماعت کو دیکھا تو دریافت فرمایا کہ یہ کون ہیں؟ جواب ملا کہ یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام ہیں اور اُن کی اُمت۔

فخرِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ قیامت کے روز میں تمام انسانوں کا سردار ہوں۔ تو یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ سردار سے زیادہ کسی کے فرمانبردار ہوں لیکن جب موسیٰ علیہ السلام اپنی دُعا کے باعث نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اُمت میں شامل ہوئے تو اُن کا ظاہر و باطن اُمتِ محمدیہ کی طرح ہُوا، تو یقیناً وہ اور اُن کی اُمت بھی اُمتِ مرحومہ میں شمار ہوتے اور اِس اُمت کی تعداد اِس طرح اور بڑھ جائے گی، اِسی لیے آپ نے یہ نہیں فرمایا ہے کہ میں تمہارے سبب فخر کروں گا بلکہ یُوں فرمایا کہ اُمت اور تبعین کی کثرت کے باعث اُن اُمتوں پر فخر کروں گا جن کے انبیاء کو دونوں اسموں کا مجموعہ حاصل نہیں ہے، جن کے لیے موسیٰ علیہ السلام نے دُعا کی تھی۔ پس جس نے اِن دونوں اِسموں کو جمع کیا وہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اُمت میں ہمارے ساتھ اُٹھے گا اور موسیٰ علیہ السلام اپنی اُمت کی خوش بختی کے باعث باقی اُمم پر فخر کریں گے کیونکہ اُمتِ موسوی ہمارے ساتھ اُٹھے گی اور موسیٰ علیہ السلام اُن کے ساتھ امیرِ لشکر کی طرح ہوں گے۔ بڑا امیر وہی ہوتا ہے جس کا لشکر بڑا ہو اور اُمتوں میں بڑے جیش کی قدر و منزلت اور عظمت و حرمت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نگاہوں میں زیادہ ہوگی۔

اسی لیے سوال کرنے والے حکیم ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے، جو محدث ترمذی (صاحبِ سنن) رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ ہیں کہ اِس اُمت میں ایسے افراد بھی ہیں جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی افضل ہیں۔ جو شخص انبیائے کرام کے بعد باقی انسانوں سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو افضل سمجھتا ہے اُسے بھی یہ معلوم ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام یقیناً حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے افضل ہیں اور وہ بھی اُمتِ محمدیہ

marfat.com

میں شمار اور آپ کے تبعین سے ہیں۔

اِس کا ذکر ہم نے اِس غرض سے کیا ہے کہ جھگڑنے والے کو معلوم ہو جائے کہ یقیناً وہ آخری زمانے میں اِس اُمت کے اندر نزول فرمائیں گے اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے طریقے پر حکم فرمائیں گے جیسے خلفائے راشدین جیسے راہبروں نے کیا تھا۔ پس عیسیٰ علیہ السلام صلیب کو توڑیں گے، خنزیر کو قتل کریں گے اور اُنھیں اسلام میں دیکھ کر اُن گنت اہلِ کتاب شرفِ اسلام سے مشرف ہو جائیں گے۔ شیخ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس سے پہلے لکھا ہے کہ بارہ انبیاء یہ خواہش کرتے رہے کہ اُنھیں اُمتِ محمدیہ میں شامل فرما لیا جائے۔

اُمّ الکتاب

شیخ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مذکورہ باب میں صفحہ ۷۰ پر سوال نمبر ۱۵۵ کے تحت فرمایا ہے:

سوال: جو تمام رسولوں سے روک کر نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور آپ کی اُمت کیلیے ذخیرہ کی گئی وہ اُم الکتاب کیا ہے؟

جواب: لفظ اُم سے مراد جمع کرنے والی ہے۔ اِسی قبیل سے اُم القریٰ اور اُم الرأس وغیرہ ہیں۔ چونکہ سر سارے بدن کا مدار ہے کہ حِسّی اور معنوی جملہ قوٰی کا مرکز یہی ہے، جو بھی انسان کو حاصل ہیں۔ اسی طرح سورۂ فاتحہ تمام آسمانی کتابوں کی اصل ہے۔ یہی القرآن العظیم ہے یعنی عظیم مجموعہ جو ہر چیز کے بیان پر مشتمل ہے اور فخرِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جوامع الکلم مرحمت فرمائے گئے ہیں۔ پس آپ کی شریعت تمام شرائع کو اپنے اندر لیے ہوئے ہے۔ آپ اُس وقت بھی نبی تھے جب آدم علیہ السلام ابھی پیدا بھی نہیں فرمائے گئے تھے۔ آپ کی شریعت سے تمام انبیائے کرام علیہم السلام کی شریعتیں ظاہر ہوتی ہیں۔ اِسی لیے جملہ انبیائے کرام آپ کے جسمانی طور پر غائب رہنے تک زمین میں آپ کے نائب رہے، اگر آپ جسمانی لحاظ سے دنیا میں جلوہ افروز ہوتے تو کسی نبی کے پاس شریعت نہ ہوتی۔ اِسی لیے تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام اگر اب یہاں زندہ ہوتے تو میری تابعداری کے سوا اُن کے لیے چارہ نہ ہوتا اور اللہ رب العزت نے یوں فرمایا ہے:

اِنَّا اَنْزَلْنَا التَّوْرٰىةَ فِیْهَا هُدًى — بے شک ہم نے تورات اتاری، اِس میں ہدایت

marfat.com

وَنُوْرٌ یَحْکُمُ بِھَا النَّبِیُّوْنَ الَّذِیْنَ اَسْلَمُوْا لِلَّذِیْنَ ھَادُوْا[1] اور نور ہے۔ اس کے مطابق یہود کو حکم دیتے تھے ہمارے فرمانبردار نبی۔

ہم مسلمان ہیں اور ہمارے صاحبانِ علم انبیائے کرام ہیں اور ہم شریعت والے کا اُسی کی شریعت کے مطابق فیصلہ کرتے ہیں کیونکہ وہ ہمارے ہی نبی کی شریعت ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اُن کی تقریر کرنے والے آپ ہیں کیونکہ آپ کی شریعت اُن سب کی اصل ہے اور آپ ساری مخلوق کی جانب رسول بنا کر بھیجے گئے ہیں۔ فخرِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علاوہ یہ مقام کسی کو حاصل نہیں ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام سے آخری انسان تک جتنے آدمی ہوئے اُن ہیں شرائع مختلف ہیں لیکن وُہ تمام شرائع سرورِ کون ومکاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نائبوں کی ہیں۔ اس لحاظ سے سب کی سب محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی کی شریعت ہیں کیوں کہ سب کے رسول آپ ہیں اور کسی شک وشبہ کے بغیر تمام رسول آپ کے نائب ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جب آپ کی جلوہ گری ہوئی تو آپ کے سوا کسی کا حکم باقی نہ رہا اور ہر ایک حاکم کا آپ ہی مرجع قرار پائے۔ لہٰذا یہ آپ کے منصب کا مقتضیٰ ہے کہ ظہور کے وقت سے آپ کی ذاتِ بابرکات کو ایسے امور سے مختص کر دیا جائے جو آپ کے نائبوں کو مرحمت نہ فرماتے گئے ہوں اور یہ ضروری ہے کہ وُہ امر جو متفرق طور پر آپ کے نائبوں کو ملا ہے، اُس پر اضافہ کر کے آپ کو مرحمت فرمایا گیا۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے آپ کو اُمّ الکتاب عطا فرمائی۔

یہ اُمّ الکتاب تمام آسمانی کتابوں اور صحیفوں کے علوم کی جامع ہے۔ چنانچہ آپ اسی لیے کہ ہمارے اندر تشریف فرما ہوئے۔ اگر اس سُورت کے اختصار کو دیکھا جائے تو صرف سات آیات ہیں لیکن معناً تمام آیات کو حاوی ہیں جیسے اللہ جل شانہٗ کی سات صفات باقی تمام صفات کی متضمن ہیں اور اُن میں سے ہر اسم الٰہی بلاشک وشبہ کسی ایک جانب رجوع کرتا ہے۔

استاد ابو اسحاق اسفرائنی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب خفی وجلی میں یہی لکھا ہے کہ تمام

---

[1] پ ۶، سورۂ المائدہ، آیت ۴۴

marfat.com

اسمائے الٰہیہ کو ان سات صفات کی جانب راجع دکھایا ہے اور اسم "شکور" اور "شاکر" کے سوا کوئی بھی کلام کی صفت کے ساتھ نہیں پایا گیا، باقی اسماء کو صفات پر تقسیم کیا ہے اور وہ ان تمام کو متضمن ہیں۔ اِن میں سے بعض کو علم کے ساتھ اور بعض کو قدرت کے ساتھ ملحق کیا ہے اور باقی کو دیگر صفات کے ساتھ۔ پس اِسی طرح اللہ تعالیٰ نے اُمّ الکتاب کے ساتھ تمام آسمانی کتابوں اور صحیفوں کو لاحق فرمایا ہے، جو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نائبوں پر نازل ہوئے تھے اور اُنھیں آپ کے لیے اور آپ کی اُمت کے واسطے محفوظ رکھا ہے، تاکہ اِس لحاظ سے مقدم ہونے کے باعث آپ دیگر انبیائے کرام سے ممتاز رہیں، کیونکہ امامِ اکبر تو آپ ہیں اور آپ کی اُمت جو لوگوں کے لیے ظاہر ہوئی ہے وہ بہترین اُمت ہے۔ چونکہ اِس اُمت میں آپ کی صورت نے ظہور فرمایا للذا وہ جملہ امم سے ممتاز ہو گئی۔ اسی طرح وہ زمانہ جس میں آپ رونق فرمائے دہر رہے وہ سارے زمانوں سے ممتاز ہو گیا۔ کیونکہ اس میں آپ کا ظہور ہوا اور اگلے پچھلے زمانوں میں آپ کی شریعت کا سکہ رواں رہا ہے۔

مغفرتِ مصطفیٰ شیخ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فتوحاتِ مکیہ کے مذکورہ باب، صفحہ ۱۸۲ پر سوال نمبر ۱۵۵ کا جواب مرحمت فرمایا ہے اور حکیم ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ آخری سوال ہے۔

سوال: مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مغفرت کا مطلب کیا ہے؟ اسی طرح دیگر انبیائے کرام کو بھی مغفرت کی بشارت سے نوازا گیا تھا۔

جواب: غفر کا مطلب چھپانا ہے۔ پس انبیائے کرام سے دنیا میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نائب ہونا چھپا کر رکھا گیا ہے اور قیامت میں اِس کا ظہور ہوگا کیونکہ آپ نے فرمایا ہے: میں قیامت کے روز انسانوں کا سردار ہوں گا۔ اسی لیے قیامت میں آپ اُن کے لیے سفارش کریں گے کہ اُنھیں شفاعت کی اجازت مرحمت فرمائی جائے، کیونکہ آپ کی شفاعت ہر مشفوع کے لیے اُس کے حسبِ حال ہوگی۔ دیگر انبیائے کرام کو اسی لیے خاص مغفرت کی بشارت دی گئی اور سرورِ کون ومکاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو عام بشارت۔ حالانکہ:

وقد ثبت عصمتہ صلی اللہ علیہ وسلم — چونکہ تحقیقی طور پر نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

marfat.com

فلیس له ذنب یغفر فلو یبق	کی عصمت ثابت ہے۔ لہٰذا آپ سے کوئی گناہ
اضافة الذنب الا ان یکون ھو	سرزد ہی کب ہو سکا جسے معاف کیا جاتا۔ پس
المخاطب والقصد امته	یہ گناہ کی اضافت اس لحاظ سے ہے کہ مخاطب
کما قیل "ایاك اعنی فاسمعی	آپ ہیں اور مراد اُمت ہے، جیسے کہا جاتا ہے:
یا جارة" وکما قیل له فان	اے ہمسائی! میری بات سنو۔ یا جیسے قرآن کریم
کنت فی شك مما انزلنا الیك	میں فرمایا گیا ہے، فَإِنْ كُنْتَ فِي شَكٍّ ... (الآیہ)
فاسئل الذین یقرؤن الکتاب	(اس میں خطاب آپ سے کیا گیا ہے لیکن مراد
من قبلك ۔ (ص۱۲)	وہی لوگ ہیں جو قرآن کریم میں شک کرتے ہیں)۔

اور یہ یقیناً معلوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو قرآن کریم میں ہرگز ہرگز کسی قسم کا شک و شبہ نہیں تھا۔ اِس سے مراد آپ کے بعض اُمتی کہلانے والوں کے شکوک و شبہات ہیں۔ اِسی طرح یہ بھی ارشادِ باری تعالیٰ ہے،

لَئِنْ أَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ[1]	اے سُننے والے! اگر تُو نے اللہ کا شریک کیا تو ضرور تیرا سب کیا دھرا اکارت جائے گا۔

حالانکہ یہ بات یقینی ہے کہ آپ کا شرک سے دُور کا واسطہ بھی نہیں۔ لہٰذا اس سے وہی لوگ مراد ہیں جو آپ کے اُمتی کہلائیں گے اور شرک ساگر میں غوطے لگائیں گے[2]۔ پس جاننا چاہیے کہ وہ وعدۂ مغفرت تو آپ کی تعریف و توصیف میں وارد ہوا ہے، یعنی فخرِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

---

[1] پ ۲۴، سورۂ الزمر، آیت ۶۵

[2] ایسے مشرکوں کی فی زمانہ بڑی چہل پہل ہے۔ یہ حضرات خارجیت کے مرض میں گرفتار اور توہّب کے جراثیم کا شکار ہو کر اِس خوش فہمی میں مبتلا ہیں کہ سچے موحّد بس وہی ہیں۔ اسی لیے خالص اسلامی عقائد و اعمال کے باعث بھی مسلمانوں کو مشرک ٹھہرانے میں کوئی جھجک محسوس نہیں کرتے، اگرچہ خود ظاہر مشرکوں، شیٹ بُت پرستوں کے قدموں میں سجدہ ریز رہتے ہیں۔ شاید اُن کی توحید کے دودھ کی ملائی یہی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہدایت نصیب فرمائے۔ (آمین)

marfat.com

سے فرمایا گیا ہے:

لِیَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ وهو معصوم من الذنوب فهو المخاطب بالمغفرة والمقصود وما تقدم ممن تقدم من آدم الى زمانه وما تاخر ممن تاخر من الامة من زمانه الى يوم القيامة فان الكل امته صلى الله عليه وسلم۔

تاکہ اللہ تمہارے سبب معاف کرے گناہ تمہارے اگلوں کے اور تمہارے پچھلوں کے۔ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو گناہوں سے معصوم تھے۔ پس مغفرت کے ساتھ مخاطب اگرچہ آپ ہیں لیکن مراد وہ پہلے ہیں جو حضرت آدم علیہ السلام سے آپ کے زمانۂ مبارک تک ہوئے اور پچھلوں سے وہ مقصود ہیں جو آپ کے زمانۂ اقدس سے قیامت تک اُمتی ہوں گے کیونکہ سارے انسان (خواہ وُہ اگلے ہوں یا پچھلے) سب نبی آخر الزماں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اُمتی ہیں۔ (ص ۱۲۸)

کیونکہ کوئی اُمت ایسی نہیں جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک آپ کی شریعت کے تحت نہ ہو اور یہ امر ہم پہلے مبرہن کر چکے ہیں کہ ہر ایک شریعت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی کے اسمِ باطن سے ہے کیونکہ آپ تو اُس وقت بھی نبی تھے جبکہ آدم علیہ السلام پانی اور مٹی میں تھے۔ آپ سارے انبیائے کرام اور مرسلینِ عظام کے سردار ہیں کیونکہ آپ سَیِّدُ النَّاس ہیں اور انبیاء و مرسلین کا شمار بھی بنی نوعِ انسان میں ہے۔ یہ بیان پیچھے مفصل گزر چکا ہے۔ لہٰذا معلوم ہونا چاہیے کہ:

فبشر الله محمدا صلى الله عليه وسلم لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ بعموم رسالته الى الناس كافة۔ (ص ۱۳۱)

اِسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بشارت دی " تاکہ اللہ تمہارے سبب معاف کرے گناہ تمہارے اگلوں کے اور تمہارے پچھلوں کے"۔ کیونکہ آپ کی رسالت تمام انسانوں کی طرف عام ہے۔

اور یہ ارشادِ باری تعالیٰ اِس امر کی بجز بی نشان دہی کرتا ہے:

marfat.com

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ۔ ؎

اور اے محبوب! ہم نے تم کو نہ بھیجا مگر ایسی رسالت سے جو تمام لوگوں کو گھیرنے والی ہے۔

اُمت ہونے کے لیے لوگوں کا آپ کی رویت حاصل کرنا شرط نہیں ہے۔ جس طرح اپنے جسم اطہر کے ساتھ موجود ہونے کے زمانے میں حضرت علی اور حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو یمن کی طرف تبلیغ و دعوت کے لیے بھیجا تھا، اسی طرح حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش کے وقت سے گزشتہ انبیائے کرام کو اُن کی اُمتوں کی جانب بھیجا جاتا رہا، جو لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلاتے رہے۔ پس،

فالناس امته صلی اللہ علیه وسلم من آدم الی یوم القیامة فبشره اللہ بالمغفرة لما تقدم من ذنوب الناس وما تأخر منهم فکان هو المخاطب والمقصود الناس فیغفر اللہ للکل ویسعدهم وهو اللائق بعموم رحمته التی وسعت کل شیء ولعموم مرتبة محمد صلی اللہ علیه وسلم حیث بعث الی الناس کافة بالنص ولم یقل ارسلناك الی هذه الامة خاصة ولا الی اهل هذا الزمن الی

پس سارے انسان آدم علیہ السلام سے لے کر قیامت تک آپ کی اُمت ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ نے اگلے لوگوں اور پچھلوں کے گناہوں کو معاف کرنے کی آپ کو خوشخبری سنائی ہے اس میں مخاطب اگرچہ آپ ہیں لیکن مقصود دوسرے آدمی ہیں کہ اللہ تعالیٰ سب کو بخش دے گا اور سب کو سعادت مندی سے سرفراز کرے گا اور اللہ تعالیٰ کی عام رحمت کے آپ ہی لائق ہیں جس نے ہر چیز کو گھیرا ہوا ہے اور یہ آپ کے عام مرتبے کے باعث ہے کیونکہ آپ تمام انسانوں کی جانب مبعوث فرمائے گئے ہیں۔ آپ کے بارے میں یہ تو نہیں فرمایا ہے کہ خاص اسی اُمت کی طرف مبعوث فرمائے گئے ہیں اور نہ یہ کہ صرف اپنے زمانے

؎ پ ۲۲، سورۂ سبا، آیت ۲۸

marfat.com

یوم القیامة خاصة وانما اخبرہ	قیامت تک کے لیے ہیں بلکہ یہی خبر دی ہے کہ
انہٗ مرسل الی الناس	آپ کو سارے انسانوں کی طرف رسول بنا کر
کافۃ والناس من آدم الی	بھیجا گیا ہے اور نوع انسانی کا سلسلہ آدم
یوم القیامۃ فہم المقصودون	علیہ السلام سے تا قیامت ہے۔ پس اگلے
بخطاب مغفرۃ اللہ لما تقدم	پچھلے گناہوں سے اللہ تعالیٰ کی مغفرت کے خطاب
من ذنبہ وما تأخر واللہ	میں سارے انسان مقصود ہیں اور اللہ تعالیٰ
ذوالفضل العظیم ہ (ص ۱۲۹)	بڑے فضل والا ہے۔

اِس کے بعد شیخ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اِس امر کا ذکر فرمایا ہے کہ ہر قوم کی مغفرت اُسی کے حال کی مناسبت سے ہوگی اور اِس بارے میں اُن کا کلام ایسا عمیق ہے جس کے ظاہر پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا اور اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ اُن سے حضرت ابن عربی علیہ الرحمہ کی مراد کیا ہے؟

انتخاب شیخ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فتوحات مکیہ کے باب ۹۰، صفحہ ۲۲۳ پر فرمایا ہے کہ امورِ بذاتِ خود انتخاب کو چاہتے ہیں جیسا کہ تمام موجودات میں اللہ تعالیٰ کا قانون جاری ہے، جیسا کہ ہر جنس سے کسی نہ کسی امر کا چناؤ فرمایا ہوا ہے، مثلاً اسماء الحسنیٰ سے لفظ اللہ کو، تمام انسانوں سے مرسلین کو، اپنے بندوں سے فرشتوں کو، آسمانوں سے عرش کو، عناصرِ اربعہ (آگ، پانی، مٹی، ہوا) سے پانی کو، مہینوں سے رمضان المبارک کو، عبادات سے روزوں کو، زمانوں سے فخرِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مبارک زمانے کو، دِنوں سے جمعۃ المبارک کو، راتوں سے لیلۃ القدر کو، اعمال سے فرائض کو، اعداد سے ننانوے (۹۹) کو، رہائشی مکانات سے جنت کو، جنت میں سعادتمندی کے احوال سے رویتِ الٰہی کو، حالات سے رضائے الٰہی کو، افکار سے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ کے ذکر کو، کلامِ الٰہی سے قرآنِ کریم کو، قرآنِ مجید کی سورتوں سے سورۂ یٰسٓ کو، آیاتِ قرآنیہ سے آیۃ الکرسی کو، چھوٹی سُورتوں سے سورۂ اخلاص کو، عام دُعاؤں سے روزِ عرفہ کی دُعا کو، سواریوں سے براق کو، فرشتوں سے رُوح الامین کو، رنگوں سے سفیدی کو،

marfat.com

واقع ہونے والے امور سے اجتماع کو، اعضائے انسانی سے دل کو، پتھروں سے حجرِ اسود کو، گھروں سے بیت المعمور کو، درختوں سے سدرۃ المنتہیٰ کو، عورتوں سے مریم اور آسیہ کو، اور مردوں سے سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو چُن لیا ہے۔

شیخِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ نے اور بھی انتخاب پیش کیے ہیں لیکن یہاں سب کے ذکر کی حاجت نہیں۔ اور اِس بیان کو مَیں پہلے نقل کر چکا ہُوں کہ مردوں سے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو چُنا ہے اور یہ بات شیخ کے لفظوں میں اسی طرح ہے نیز یہ کہ اللہ تعالیٰ نے عباد سے فرشتوں کو منتخب کر لیا ہے۔ لیکن وُہ امر جسے جمہور صوفیائے کرام اور علمائے متکلمین وغیرہ نے راجح قرار دیا، یہ ہے کہ بشری رسول ہی ملکی رسولوں سے افضل ہیں۔ پس یہی حضرات ہونگے جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں سے چُن لیا ہے اور اُن سب کے سردار یعنی سیّدنا و مولانا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ساری مخلوق سے چُنا ہے، جیسا کہ اِس بات کی تائید و تصدیق میں شیخ محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کے ارشاداتِ عالیہ پہلے گزر چکے ہیں۔ یہ بات صوفیہ کے نزدیک متفق علیہ ہے جس میں ذرہ برابر اختلاف نہیں ہے اور اِس کے ساتھ جو اللہ کے دین میں وُہ اعتقاد رکھتے ہیں وُہ یہی ہے کہ:

انه صلی اللہ علیه وسلم	بیشک نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ساری
سید الخلق وافضل العالمین	مخلوق کے سردار اور اللہ تعالیٰ کے علاوہ
علی الاطلاق لیس فوقه	ہر ایک سے افضل ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے علاوہ
الا اللہ والحمد للہ الذی	آپ سے اونچا مرتبہ اور کسی کا نہیں ہے۔
ھدانا لھذا وما کنا	سب تعریفیں اُسی خدا کے لیے میں جس نے
لنھتدی لولا ان ھدانا	ہمیں سچے دین کا راستہ دکھایا، اگر اللہ راستہ
اللہ۔ (صـ۱۳۰)	نہ دکھاتا تو ہم راہ نہ پاتے۔

شیخ محی الدین ابن عربی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مذکورہ انتخابات سے بعض کی تشریح پیش کی ہے اور اُن کی تشریحات پیش کرتے ہُوئے فرمایا ہے کہ سرورِ کون و مکاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ساری مخلوق سے بایں وجہ اختیار کیا گیا کہ آپ کے مزاج نے ایسے کمال

marfat.com

اور اعتدال کو چاہا جو دوسرے انسانی مزاجوں نے اُس طرح نہیں چاہا تھا اور اسی وجہ سے آپ نے اُس وقت نبوت کا مشاہدہ فرمایا تھا جبکہ آدم علیہ السلام کا ابھی جسم بھی تیار نہیں ہوا تھا اور اُن کے جسمانی اجزاء ابھی عناصرِ اربعہ میں منتشر تھے[۱]۔ یہاں تک کہ آپ نے فرمایا:

فکان له صلی الله علیه وسلم اعظم مجلی الٰہی علم به علم الاولین والاٰخرین ومن الاولین علم اٰدم الاسماء واوتی محمد صلی الله علیه وسلم جوامع الکلم وکلمات الله لا تنفد وله السیادة علی جمیع الخلق یوم القیامة فیشفع فی الشافعین ان یشفعوا من ملک ورسول ونبی وولی ومومن فله المقام المحمود فی الیوم المشهود صلی الله علیه وسلم۔ (ص۱۳۰)

اللہ تعالیٰ نے سرورِ کون و مکاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو انسانی کشف مرحمت فرمایا ہوا تھا، جس کے باعث آپ اوّلین و آخرین کے علم سے بہرہ ور ہو گئے تھے۔ اوّلین کے علم سے آدم علیہ السلام کا علم الاسماء بھی ہے، حالانکہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جوامع الکلم عطا فرمائے گئے تھے جبکہ کلماتِ الٰہی ختم ہونے والے نہیں۔ اور قیامت کے روز آپ ساری مخلوق کے سردار ہوں گے[۲]۔ اسی لیے فرشتوں، رسولوں، انبیاء، اولیاء اور مسلمانوں کو شفاعت کرنے کی اجازت لے کر دیں گے۔ پس اُس حاضری کے دن (قیامت کے روز) مقامِ محمود صرف نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی کے لیے ہوگا۔

اس کے بعد شیخ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ فخرِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا قرونِ ثلاثہ کو

---

۱ بزمِ آخر کا شمعِ فروزاں ہوا — نورِ اوّل کا جلوہ ہمارا نبی (اعلیٰحضرت)

۲ فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ؎

ترا مسندِ ناز ہے عرشِ بریں، ترا محرمِ راز ہے روحِ امیں
تو ہی سرورِ ہر دو جہاں ہے شہا، ترا مثل نہیں ہے خدا کی قسم

marfat.com

بالترتیب اختیار فرمانا اس لیے ہے کہ اُن میں سے پہلا زمانہ غائب اور موجود ہونے کے لحاظ
سے آپ کے کمالات کے ظہور کا ہے۔ اِس زمانے میں آپ نے بذاتِ خود شریعت کو
قائم فرمایا اور آپ کی نیابت میں دیگر انبیائے کرام نے جو شریعتیں جاری کی تھیں اُنھیں منسوخ
کر دیا اور جو ثابت رکھنا چاہا اُسے ثابت رکھا اور ایمان کے باب سے جو منسوخ یا غیر منسوخ
تھا اُسے اُسی کے حال پر برقرار رکھا۔ یہ پہلا قرن ہے۔

اِس کے بعد دُو قرن ہیں اور دونوں ہی مسلمانوں کی فتوحات اور اسلام
کے پھیلنے کے ہیں۔ اِن تینوں زمانوں کی مثال ایسی ہے جیسے ہر مہینے میں ایامِ بیض (تیرھویں،
چودھویں، پندرھویں راتیں) روشن ہوتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ
لوگ جہاد کریں گے اور اُن سے پُوچھا جائے گا کہ کیا تم میں کوئی ایسا شخص ہے کہ جس نے رسولِ خدا
کو دیکھا ہو؟ جواب دیں گے، ہاں۔ پس اُنھیں فتح حاصل ہوگی اور یہ پہلا قرن ہے۔ اِس کے
بعد دوسری جماعتیں جہاد کریں گی اور اُن سے پوچھا جائے گا کہ کیا تم میں کوئی ایسا شخص ہے
جس نے رسولِ خدا کے دیکھنے والے شخص کو دیکھا ہو؟ جواب ملے گا، ہاں۔ اُنھیں بھی فتح
حاصل ہوگی۔ یہ دُوسرا قرن ہے۔ اِن کے بعد اور جماعتیں جہاد کریں گی اور ان سے پُوچھا جائیگا
کہ کیا تم میں کوئی ایسا شخص ہے جس نے اُس شخص کو دیکھا ہو جس نے رسولِ خدا کے دیکھنے
والے شخص کو دیکھا ہے؟ جواب ملے گا، ہاں۔ پس اُنھیں بھی فتح حاصل ہوگی۔ یہ تیسرا قرن
(زمانہ) ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اِس سے آگے تذکرہ نہیں فرمایا۔

شہکارِ دستِ قدرت

شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ نے فتوحاتِ مکیہ کا ایک سو اڑتالیسواں
باب فراست کے اسرار کی معرفت کے لیے وضع فرمایا ہے
چنانچہ صفحہ ۲۳۱ پر لکھتے ہیں کہ حکما کے نزدیک فراست کے نام سے جو چیز مشہور ہے میں اُس کے
اصل قاعدے اور تجربے کے بارے میں بعض باتوں کا ذکر کرتا ہوں۔ اِس کے بعد ایسی صفات
کا اعتبار کرنا اُسی لحاظ سے ہوگا۔ جو اِس کتاب میں ہمارے طریقے کا مقتضی ہے اور یہ مختصر
اور کافی ہوگا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

جاننا چاہیے کہ جب اللہ تعالیٰ ایسے انسان کو پیدا کرنے کا ارادہ فرماتا ہے

marfat.com

جس کی پیدائش معتدل ہو یعنی اُس کی تمام حرکات اور تصرفات میں استقامت اور درستی ہو تو اُس کے باپ کو ایسی صفات مرحمت فرماتا ہے جن میں اِس آدمی کے مزاج کی صلاحیت ہو اور اِسی طرح اُسی کی والدہ کے مزاج کو استوار فرماتا ہے پھر اِس کے لیے مرد اور عورت کی منی کو ایسی صلاحیت دیتا ہے پھر رحمِ مادر کو اُس کے مطابق صلاحیت دیتا ہے اور اُس میں اعتدال کی اخلاط کو درست کرتا ہے جو نطفے کو ٹھہرانے کی صلاحیت رکھے اور حرکاتِ فلکیہ کے ساتھ بخت کی یاوری کے وقت میں اللہ تعالیٰ رحم میں پانی گرانے کا وقت مقرر کر دیتا ہے جو دنیا میں اُس وقت اُس کی صلاحیت کے مطابق ہوتا ہے۔ پس ایسے طالعِ سعید میں مرد اپنی بیوی سے مجامعت کرتا ہے اور دونوں کا مزاج بھی معتدل ہوتا ہے تو پانی معتدل رحم میں گرتا ہے اور رحم اسے قبول کرتا ہے، اور اُس وقت اللہ تعالیٰ اُس شخص کی والدہ کو ہر اُس کھانے کی طرف راغب کر دیتا ہے جس میں اُس کے مزاج کو تقویت پہنچائے اور جو رحم میں نطفے کی غذا فراہم کر سکے۔ پس اُس معتدل مقام میں نطفہ ایک صورت کو قبول کرتا ہے اور حرکاتِ فلکیہ کے سبب درست ہوتا جاتا ہے، حتیٰ کہ اُس کی پیدائش ہو جاتی ہے اور وہ نہایت معتدل صورت میں ظاہر ہو جاتا ہے۔

وہ معتدل نومولود نہ زیادہ لمبا ہوتا ہے نہ پست۔ نرم اور تروتازہ گوشت والا ہوتا ہے، نہ زیادہ سخت نہ بالکل نرم و نازک۔ ایسا سفید ہوتا ہے جس میں سُرخی اور زردی کی ملاوٹ ہوتی ہے۔ اُس کے بال درمیانے ہوتے ہیں، جو نہ بالکل سیدھے اور نہ ایک دُوسرے سے اُلجھے ہوتے۔ اُن بالوں میں سیاہی کے ساتھ ہلکی سی سُرخی کی جھلک ہوتی ہے۔ چہرہ صاف، بڑی آنکھیں جو گہرائی اور سیاہی کی طرف مائل ہوں، سر درمیانہ، کندھے کھلے، گردن سیدھی، سینہ درمیانہ، سرین برابر، پشت پر بہت زیادہ گوشت نہ ہو۔ ہلکی اور صاف آواز، جو نہ سخت ہو نہ بالکل نرم، لمبی انگلیاں، ہلکی ہتھیلی کم گو بلکہ خاموش طبع جو صرف ضرورت کے وقت کلام کرے۔ اُس کی طبیعت کا میلان صفرا اور سودا کی طرف ہو۔ اُس کی نظر میں فرحت و سرور ہو۔ مال کی طمع بہت کم ہو۔ دُوسروں پر دھونس جمانے کی عادت نہ ہو اور نہ حکمران بننا چاہے۔ جلد باز یا سُست نہ ہو۔ پس ایسا شخص ہر دانشمند کے نزدیک نہایت مناسب پیدائش والا اور انتہائی خوب صورت ہوتا ہے۔ معلوم ہونا چاہیے کہ سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ایسا ہی پیدا فرمایا گیا تھا

marfat.com

تاکہ آپ خلقت میں بھی کامل ہوں جیسے کہ آپ مرتبے میں سب سے صاحبِ کمال ہیں۔ پس:

فکان صلی اللہ علیہ وسلم اکمل	پس رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ظاہری اور
الناس من جمیع الوجوہ ظاہراً	باطنی ہر لحاظ سے سارے انسانوں سے باکمال ہیں۔
وّباطناً۔ (ص۱۳۱)	

مرکزِ دائرۂ تخلیق شیخ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فتوحاتِ مکیہ کی جلد سوم، باب ۳۱۳، صفحہ ۳۰۶ پر فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہاری مدد فرمائے تمہیں اس بات سے باخبر ہونا چاہیے کہ:

ان اصل ارواحنا روح محمد	سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
صلی اللہ علیہ وسلم فھو	ہماری روحوں کی اصل ہیں۔ پس آپ روحانی
اوّل الاباء روحا وآدم اوّل	لحاظ سے اولین باپ ہیں۱؎ جیسے کہ جسمانی لحاظ
الاٰباء جسماً و نوح اول الاٰباء	سے آدم علیہ السلام اولین باپ ہیں اور رسالت
رسولاً فانہ اوّل رسول	کے لحاظ سے نوح علیہ السلام اولین باپ ہیں
ارسل ومن کانوا قبلہ انما	جنہیں سب سے پہلے رسول بنا کر بھیجا گیا، اُن
کانوا انبیاء کل واحد علی شریعۃ	سے پہلے نبی تھے، ہر ایک اپنے رب کی طرف
من ربہ۔ (ص۱۳۱)	سے شریعت پر تھا۔

مقامِ مصطفیٰ شیخ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فتوحاتِ مکیہ جلد سوم، باب ۳۳۷، صفحہ ۱۸۶ پر کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: میں بروزِ قیامت سب انسانوں کا سردار ہوں گا۔ شیخ نے یہ پوری حدیث نقل فرمائی ہے۔ علاوہ بریں فخرِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اگر موسیٰ علیہ السلام یہاں زندہ موجود ہوتے تو میرے

۱؎ اسی لیے فاضل بریلوی علیہ الرحمہ نے کہا ہے: ؎

ہوتے کہاں خلیل و بِنا، کعبہ و منیٰ
لولاک والے صاحبی سب تیرے گھر کی ہے

marfat.com

اتباع کے سوا اُنھیں کوئی چارہ نہ ہوتا۔ یہ اِسی وجہ سے ہے کہ آپ کی رسالت عام اور شریعت سب کے لیے ہے اور آپ کو ایسے امور کے ساتھ خاص فرمایا گیا ہے جو دُوسرے کسی نبی کو مرحمت نہیں ہُوئے اور جس نبی کو کسی امر میں محبوبیت حاصل ہُوئی، چونکہ وُہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی برکت سے ہے لہٰذا وہ بھی آپ کی خصوصیت ہے۔ کیونکہ آپ کو اللہ جل شانہ' نے جوامع الکلم مرحمت فرمائے ہیں۔ نیز آپ نے فرمایا کہ مَیں اُس وقت بھی نبی تھا جب آدم علیہ السلام پانی اور مٹی میں تھے۔ باقی انبیائے کرام آپ کے زمانِ نبوت اور دورِ رسالت کے اندر ہی نبی رہے ہیں۔

ہمارا مقصد اِس باب میں آپ کا منصب اور قدر و منزلت بیان کرنا ہے لہٰذا قیامت کے روز جب آپ کا دیدارِ عام ہوگا اور حق وصداقت کے اُس سب سے بڑے میدان میں حبیبِ پروردگار کے ابرِ گہربار سے ہر خاص وعام فیضیاب ہو رہا ہوگا، اُس وقت نبیِ آخرالزماں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا منصب مہرِ نیمروز کی طرح سب پر ظاہر ہو جائے گا وہاں مشاہدے کی رُو سے آپ کی سیادت کا سب کو عین الیقین حاصل ہو جائے گا۔

جہاں تک آپ کی قدر و منزلت کا تعلق ہے تو حقیقت میں بلحاظِ مرتبے کے آپ کی حقیقی تعظیم و توقیر سے اللہ تعالیٰ کے بغیر بتائے کوئی آگاہ نہیں ہو سکتا۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی کے لیے مقامِ محمود ہے۔ جو فرشتوں اور دُوسرے شفاعت کرنے والوں کے لیے بابِ شفاعت کو کھولنے کی جگہ ہے۔ سب سے پہلے صرف آپ ہی شفاعت کر سکیں گے۔ وسیلہ صرف آپ کے لیے ہے، جس سے اعلیٰ جنّت میں کوئی درجہ نہیں ہے، جو اپنی اُمت کی دعاؤں سے آپ کو حاصل ہوگا۔ یہ اُس نیک بختی کی جزا ہے جو اُمتِ محمدیہ نے حاصل کی، کیونکہ آپ نے اُمت کے لیے طریقہ واضح فرمایا اور اُس نے آپ کی تابعداری کرتے ہُوتے شکریہ کے طور پر آپ کے لیے وسیلہ کی دُعا کی۔ اِس کے بعد شیخ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسی باب میں فرمایا ہے:

واعلموا ان اللہ تعالیٰ لما جعل	جاننا چاہیے کہ جب اللہ تعالیٰ نے محمد رسول اللہ
منزل محمد صلی اللہ علیہ	صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سیادت کے منصب

marfat.com

وسلم السيادة فكان سيد آدم ومن سواه سوقة علمنا انه لا يقاوم فان السوقة لا تقاوم ملوكها فلله منزل خاص و للسوقة منزل ولما اعطى صلى الله عليه وسلم هذه المنزلة آدم بين الماء والطين علمنا انه الممد لكل انسان كامل مبعوث بناموس الٰهى او حكمى و اول ما ظهر من ذالك فى آدم حيث جعله الله خليفة عن محمد صلى الله عليه وسلم فامده بالاسماء كلها من مقام جوامع الكلم التى هى لمحمد صلى الله عليه وسلم فظهر بعلم الاسماء كلها على من اعترض على الله تعالى فى وجوده ورجع نفسه عليه ثم توالت الخلائف فى الارض الى ان وصل زمان وجود صورة جسمه لاظهار حكم منزلته باجتماع

پر فائز فرمایا، تو آپ کونین کے تاجدار ہوتے اور باقی تمام مخلوق ماتحت ہوئی۔ اس سے ہم نے جانا کہ آپ کا مدِ مقابل کوئی نہیں کیونکہ ماتحتوں کی اپنے بادشاہوں سے کوئی برابری نہیں۔ آپ کے ماتحتوں کا بھی مقام ہے لیکن آپ کا مقام سب سے نرالا ہے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس منصب خاص پر فائز فرمایا گیا اُس وقت آدم علیہ السلام پانی اور مٹی میں تھے۔ اس سے ہم نے جانا کہ آپ کامل انسانوں کے بھی مددگار ہیں کیونکہ آپ ناموسِ الٰہی اور اس کے حکم کے ساتھ مبعوث ہوئے ہیں اور آپ کی اس خصوصیت کا اظہار سب سے پہلے آدم علیہ السلام کے متعلق ہوا، جنہیں اللہ تعالیٰ نے محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خلیفہ بنایا تھا۔ آپ نے مقام جوامع الکلم سے آدم علیہ السلام کی تمام اسماء کے ساتھ مدد فرمائی اور یہ آپ ہی کا منصب ہے جس سے تمام اشیاء کا علم ہر اُسی ہستی پر ظاہر ہوا جس کا وجود بارگاہِ الٰہی میں پیش ہوا اور جس کی روح اُس کی جانب لوٹی۔ پھر یہ خلافت متواتر زمین میں چلتی رہی یہاں تک کہ جسمانی صورت کے ساتھ آپ کے جلوہ افروز ہونے کا وقت آ پہنچا۔ تاکہ دونوں سیادتوں کے

marfat.com

نشأته فلما برز صلى الله
عليه وسلم كان كالشمس
اندرج في نوره كل نور فاقر
من شرائعه التي وجه بها
نوابه ما اقروا نسخ منها مانسخ وظهرت
عنايته بامته لحضوره
وظهوره فيها وان كان
العالم الانساني والناري
كله امته ولكن هؤلاء
خصوص وصف فجعلها خير
امة اخرجت للناس هذا
الفضل اعطاء ظهوره بنشأته
فكان من فضل هذه الامة
على الامم ان انزلها منزلة
خلفائه في العالم قبل ظهوره
اذ كان اعطاهم
التشريع فاعطى هذه
الامة الاجتهاد في نصب
الاحكام وامرهم ان
يحكموا بما اداهم اليه
اجتهادهم فاعطاهم التشريع
فلحقوا بمقامات الانبياء
عليهم السلام في

سامنے آنے سے آپ کی قدر و منزلت ظاہر ہو۔

جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
رونق آرائے گیتی ہوتے تو سورج بن کر جس کی
روشنی میں باقی اجرامِ فلکی کی روشنی گم ہو جاتی ہے
پس وہ شرائع جن کو آپ کے نائب لے کر
آئے تھے اُن میں سے کچھ برقرار رکھا اور باقی
منسوخ فرما دیا۔ اِس جلوہ گری سے اُمت پر
آپ کی عنایت بھی ظاہر ہوئی، خواہ وہ انسان
ہوں یا جن، سارے آپ کے اُمتی ہیں۔
لیکن اپنی جلوہ گری کی خصوصیت سے مشرف
فرماتے ہوئے اسے بہتر امت بنا دیا جو
لوگوں کے لیے پیدا فرمائی گئی۔ یہ فضیلت آپ کی
دونوں سیادتوں کے ظہور کا صدقہ ہے۔ پس
اُمتِ محمدیہ کو ساری اُمتوں پر فضیلت ہوئی
کہ اِسے اُس مقام پر رکھا گیا جس پر
آپ کے دنیا میں جلوہ افروز ہونے سے پہلے
آپ کے خلفاء فائز تھے، کیونکہ اُنھیں تشریع
کی اجازت تھی اور اِس اُمت کو قیامِ احکام
کے لیے اجتہاد کا مرتبہ عطا فرمایا گیا اور اِنھیں
حکم دیا گیا کہ جہاں تک اِن کا اجتہاد پہنچے اُس کے
مطابق حکم کریں۔ پس اِنھیں بھی تشریع کا منصب
دیا گیا اور اِس طرح ایک لحاظ سے اِنھیں
مقاماتِ انبیائے کرام علیہم السلام سے

marfat.com

ذلك وجعلهم ورثة لهم لتقدمهم
عليهم فان المتأخر يرث
المتقدم بالضرورة فيدعون
الى الله على بصيرة كما دعا
الرسل فاخبر بعصمتهم فيما
يدعون اليه منهم المخطئ
حكم غيره من المجتهدين
وما مخطئ عن الحق فان
الذي جآء به حق فان اخطأ
حكماً قد تقدم الحكم به
لمحمد صلى الله عليه
وسلم وما وصل اليه
فذالك الذي جعل له
اجراً واحداً وهو اجر الاجتهاد
وان اصاب الحكم المتقدم
باجتهاد فله اجران اجر الاجتهاد
واجر الاصابة۔
(ص ۱۳۲)

بلا دیا اور انھیں اُن حضرات کا وارث بنا دیا
کیونکہ وہ بلحاظ زمانہ مقدم تھے اور پچھلے اگلوں
کے ضرور وارث ہوا کرتے ہیں۔ پس آئمہ مجتہدین
بھی علیٰ وجہ البصیرت لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف
بلاتے رہے جس طرح مرسلینِ عظام بلاتے
تھے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
نے خبر دی ہے کہ اِس بُلانے میں وُہ غلطی سے
پاک ہیں۔ ایک مجتہد دُوسرے کے حکم کی تغلیط
کرتا ہے لیکن دُوسرا بھی عند اللہ مخطی (خطاکار)
نہیں ہوتا، جو حکم اُس نے پیش کیا ہے وہ
حقانیت پر مبنی ہے کیونکہ اگرچہ اُس سے
حکم میں غلطی رہ گئی لیکن وہ رسول اللہ صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم کے زیرِ فرمان اجتہاد کر رہا ہے
پس جہاں تک وُہ پہنچا ہے، اُسے اجتہاد
کرنے کے باعث پورا اجر ملے گا۔ اگر صحیح
حکم تک پہنچ جاتے تو دُگنا ثواب ہے۔ اُس
حکم کے برابر ثواب اجتہاد کرنے کا اور اِتنا
ہی اجر و ثواب درجۂ صحت تک پہنچنے کا ملے گا۔

اگرچہ مجتہدین میں سے صحیح حکم تک پہنچنے والا اپنے یا دوسروں کے نزدیک غیر معروف ہو لیکن اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ غیر معروف نہیں ہوتا اور سرورِ کون و مکاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اِس عالمِ آب و گِل میں جلوہ افروز ہونے کے بعد پہلے انبیائے کرام جو آپ کے خلفاء ہیں، کوئی اِس اُمت کے دور میں آئے تو اُسی شریعت پر عمل کرے گا اور اُسی کے مطابق حکم کرے گا جو سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کرتے تھے اور وہ مجتہدینِ امت محمدیہ

marfat.com

اجتہاد کو نظر انداز نہیں کرے گا اور اپنی پہلی خلافت (منصب نبوت) پر قائم رہتے ہوئے آپ کی اُمت کے زمرے میں بھی شمار ہوگا۔ قیامت میں بھی ایسے حضرات کے لیے دو حکم ہوں گے جن کے ساتھ وُہ دنیا میں ظاہر ہُوئے تھے۔

قیامت میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مقام کا اللہ رب العزت کے دائیں جانب ہونے کا مطلب یہ ہے کہ جب باری تعالیٰ عرشِ معلّٰی پر جلوہ بار ہوگا تو آپ دائیں جانب کھڑے ہوں گے بلکہ اللہ جل شانہٗ سے بلحاظ منصب اتنے قریب تر ہوں گے کہ احکام و اوامرِ الٰہیہ جو اُس عالم میں جاری ہوں گے اُن کے نافذ ہونے میں سیّدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مواضع و مرار کا فائدہ دیتے ہیں۔ پس ساری مخلوق آپ ہی کے باعث فیضیاب ہوگی اور یہ حقیقت ہے کہ:

وھو صلی اللہ علیہ وسلم	نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سراپا چہرہ ہیں
وجہ کلہ یری من جبیع جہاتہ	اور ہر سمت سے آپ دیکھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ
ولہ من کل جانب اعلام عن	ہر جانب سے آپ کو خبردار کرتا رہتا ہے۔
اللہ تعالیٰ یفھم عنہ یرونہ	قیامت میں لوگ آپ کے منصب کو سمجھیں گے،
لساناً و یسمعونہ صوتاً و	آپ کے ارشاداتِ عالیہ کے منتظر رہیں گے
حرفاً۔ (ص ۱۳۲)	اور آپ کے ہر لفظ پر کان دھریں گے۔

فخرِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رہائش گاہ جنت کا وہ مقام ہوگا جسے وسیلہ کہتے ہیں اور تمام جنتیں گویا اُسی کا حصّہ ہیں۔ وہ جنتِ عدن میں ہے۔ ہر جنت میں اس کا ایک شعبہ ہوگا جس سے اُس جنت والوں کے لیے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ظہور فرمائیں گے اور وُہ جنت میں انتہائی اعلیٰ مقام ہے۔ جنت کے باقی سارے منازل معنوی نہیں بلکہ حسّی ہوں گے۔ اِس کے بعد شیخ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

واما منزلتہ صلی اللہ تعالیٰ	نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا علوم میں یہ
علیہ وسلم فی العلوم فاحاطتہ	مقام ہے کہ آپ کے دائرۂ معلومات نے
بعلم کل عالم باللہ من	اللہ تعالیٰ کے ہر جاننے والے کی معلومات کا

marfat.com

العلماء به تعالیٰ متقدمیھم	احاطہ کیا ہوا ہے، خواہ وہ آپ سے پہلے ہوں
ومتأخریھم وکل منزل	یا پچھلے۔ آپ کی اور آپ کے غلاموں کی ہر
له ولا تباعه مطیب بالطیب	منزل ایسی شاندار خوشبو سے عطر بیز ہے
الالٰھی الذی لم یدخل فیه	جس میں نہ کسی کے تصرف کو دخل ہے اور
ولا استعملت ایدی الاکوان	نہ کوئی عمل کرنے والا اُن میں ہاتھ ڈال سکتا ہے
فیه واعلم انه من کماله	اور جاننا چاہیے کہ فخرِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ
صلی اللّٰه علیه وسلم خص	وسلم کے کمالاتِ عالیہ چھ خصوصیات پر
بست لم تکن لنبی قبله فاخبر	مشتمل ہیں، جو آپ سے پہلے کسی نبی کو مرحمت
صلی اللّٰه علیه وسلم انه	نہیں فرمائی گئیں۔ چنانچہ رسول اللہ صلی
اعطی مفاتیح الخزائن	اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خبر دی ہے کہ آپ کو
الارض وھی خزائن اجناس	زمین کے خزانوں کی کنجیاں عطا فرمائی گئی ہیں،
العالم لیخرج الیھم بقدر	اس سے اجناسِ عالم مراد ہیں، تاکہ دنیا والوں
ما یطلبونه بذواتھم۔	کی ذاتی طلب کے مطابق آپ نکال کر عطا
(ص ۱۳۳)	فرماتے رہیں۔ [1]

سرورِ کون و مکاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے کمالِ وصف کی بدولت ان اجناس کے مستحق ہیں، جیسے حضرت یوسف علیہ السلام نے شاہِ مصر سے تمام خزانوں کی حفاظت کا مطالبہ کیا تھا کیونکہ وہ حفاظت کرنا جانتے تھے۔ تاکہ تمام لوگ آپ کے محتاج ہوں اور اُن پر آپ کی سیادت ظاہر ہو جاتے۔ اسی لیے ایسی خوبی بیان کی جو اُن کے اندر موجود تھی اور اُس کے مطابق مقام کے مستحق تھے، اسی لیے فرمایا تھا:

---

[1] اعلیٰحضرت علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے:

آسماں خواں، زمیں خواں، زمانہ مہماں
صاحبِ خانہ لقب کس کا ہے! تیرا تیرا

marfat.com

إِنِّي حَفِيظٌ عَلِيمٌ ٥ [1] بے شک میں حفاظت والا، علم والا ہوں۔

یعنی حفاظت کرنے والا اس لحاظ سے ہوں کہ اس سے صرف ضرورت کے مطابق ہی نکلے گا۔ جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَإِنْ مِّنْ شَيْءٍ إِلَّا عِندَنَا خَزَائِنُهُ وَمَا نُنَزِّلُهُ إِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُومٍ ٥ [2] اور کوئی چیز نہیں جس کے ہمارے پاس خزانے نہ ہوں اور ہم اسے نہیں اتارتے مگر ایک معلوم اندازے سے۔

جس فرد میں یہ صفت پائی جائے وہی خزانوں کی کنجیوں کا مالک ہو سکتا ہے۔ اسی لیے یوسف علیہ السلام نے مطالبے کے بعد یہ وضاحت فرمادی کہ وہ خزانوں کی حفاظت کرنا جانتے ہیں اور محتاجوں کی حاجتوں سے بھی خبردار ہیں کیونکہ ان خزانوں سے لوگوں کی ضروریات وابستہ ہیں پس

فلما اعطی صلی اللہ علیہ وسلم مفاتیح خزائن الارض علمنا انہ حفیظ علیم فکل ما ظهر من رزق فی العالم فان الاسم الالٰهی لا یعطیه الا عن امر محمد صلی اللہ علیہ وسلم الذی بیدہ المفاتیح کما اختص الحق بمفاتیح الغیب فلا یعلمها الا هو واعطی هذا السید منزلة الاختصاص باعطائه مفاتیح

جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو زمین کے خزانوں کی کنجیاں مرحمت فرمائی گئیں تو ہم نے جان لیا کہ آپ اُن کی حفاظت کے اہل اور حاجت مندوں کی ضروریات سے خبردار ہیں۔ پس دُنیا میں جو بھی کسی کو رزق ملتا ہے وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بغیر واسطے کے اللہ تعالیٰ کسی کو مرحمت نہیں فرماتا، کیونکہ کنجیاں اُن کے ہاتھ میں دی ہیں، جیسے غیب کی کنجیاں اللہ رب العزت کے ساتھ خاص ہیں، انھیں سوائے اُس کے کوئی نہیں جانتا۔ اسی طرح سرورِ کون و مکان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ خاص الخاص

---

[1] پ ۱۳، سورۂ یوسف، آیت ۵۵ [2] پ ۱۴، سورۂ الحجر، آیت ۲۱

marfat.com

الخزائن ۔ (ص۱۳۳) منصبِ رفیع عطا فرمایا کہ آپ کو (زمین کے) خزانوں کی کنجیاں مرحمت فرمائی گئی ہیں۔

دُوسری خصلت یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جوامع الکلم عطا فرمائے گئے ہیں۔ کَلِم جمع ہے کلمے کی اور اللہ تعالیٰ کے کلمات ختم ہونے والے نہیں ہیں۔ اِسی لیے رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اتنا علم عطا فرمایا گیا ہے کہ ہم اس کا احاطہ کرنے سے قاصر ہیں۔ جنھوں نے وجود کا لباس پہنا ہے وہ آپ کے دائرۂ علم میں ہیں اور بے شمار وُہ چیزیں جو وجود میں بھی نہیں آئیں وہ بھی آپ کے علم میں ہیں، حالاں کہ وہ حدِ شمار سے باہر ہیں لیکن آپ کے دائرۂ معلومات نے ان حقائق کا احاطہ کیا ہوا ہے۔ یہ خدا کی صفات میں سے ہے اِسی لیے کسی دوسرے میں بالذات نہیں پائی جاتی۔ اس کے بعد شیخ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے کہ فخرِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رحمت تمام جہان کو شامل ہے، جس کے ساتھ آپ کو بھیجا گیا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا ہے:

وَمَآ اَرۡسَلۡنٰكَ اِلَّا رَحۡمَةً لِّلۡعٰلَمِيۡنَ ۝[1] اور ہم نے تمھیں نہ بھیجا مگر رحمت سارے جہانوں کے لیے۔

اِس آیت کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ بتایا ہے کہ سرورِ کون و مکاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا گیا ہے اور اِس میں کسی ایک جہان کی تخصیص نہیں ہے۔ پس جب آپ وہی کچھ مرحمت فرمانے گئے ہیں جو ہر عالم چاہتا ہے، خواہ وہ حاجت کسی قسم کی ہو۔ ماسوائے اُن کے جو شرعی احکام کے مخاطب ہیں، کیونکہ اُن پر تو آپ کی رحمت ظاہر ہے۔ آپ نے اُس رحمت کو خُوب تقسیم فرمایا جسے دے کر آپ کو بھیجا گیا تھا۔

بلکہ ہم تو یہ کہتے ہیں کہ آپ حکمِ الٰہی کے تحت دُنیا میں رونق افروز ہُوئے اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے بیشک کائنات کی ہر چیز راضی ہے کیونکہ ہر ایک جہان اُسی کے گن گاتا اور پاکی بیان کرتا ہے، پس وہ اُس کے حکم سے راضی ہُوئے اور رسول اللہ صلی اللہ

---

[1] پ ۱۷، سورۂ الانبیاء، آیت ۱۰۷

marfat.com

تعالیٰ علیہ وسلم جو اُس کی طرف سے عام دعوت لے کر آئے اس جہت سے بھی مخلوقِ خدا میں اُس کی رحمت دنیا میں بانٹی جا رہی ہے، سوائے اُن لوگوں کے، جو اس سے خوش نہیں، جسے حکم دے کر بھیجا گیا ہے اور وہ اُس کے حکم سے راضی ہیں تو اُنھوں نے بھی اُس رحمت سے جس سے آپ کو مالا مال کر کے بھیجا گیا تھا، اتنا حصہ تو پا لیا جتنا وہ خدا کے معین حکم سے راضی ہوا۔ یہاں تک کہ شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو رحمت دے کر بھیجا اور تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ اگر کسی کو آپ کی رحمت سے حصہ نہ ملے تو یہ کمی اُسی کی جانب سے ہے لہٰذا یہ اُس کی قابلیت کا قصور ہے کیونکہ آپ تو مہرِ درخشاں کی طرح ہیں، جس کی شعاعیں تمام زمین پر پڑتی ہیں لیکن زمین کا وہ حصہ جو کسی دیوار وغیرہ کے ساتھ ہو اور وہاں سورج کی روشنی نہیں پہنچتی اور اُس کے دائیں بائیں کو منور کر رہی ہو تو اُسکی اِس محرومی میں سورج کا کیا قصور؟ زمین کا وہ حصہ خود ہی سورج کا فیض حاصل کرنے کی اہلیت نہیں رکھتا۔

تیسری خصلت یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے ہر گورے اور ہر کالے کی جانب مبعوث فرمایا گیا ہے۔ اجسام کے رنگوں کا تذکرہ فرمانے سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایسے ابرِ رحمت ہیں جو سب پر برسنے کیلئے مبعوث فرمائے گئے ہیں، جو اِس عام شریعت کو ایمان لانے کے ساتھ قبول کرے، ایسے لوگوں کا شمار آپ کی تابعدار اُمت میں ہے جس کی جانب آپ کو شریعت قائم کرنے کے لیے مبعوث فرمایا گیا ہے، لیکن جنھوں نے آپ کے ساتھ کفر کیا وہ آپ کی اُمت کے زمرے سے باہر نہیں ہیں۔

چوتھی خصلت یہ ہے کہ ایک ماہ کی مسافت تک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رُعب کے ساتھ مدد فرمائے گئے ہیں۔

پانچویں خصلت یہ ہے کہ آپ کے لیے مالِ غنیمت حلال ٹھہرایا گیا ہے، حالانکہ آپ سے پہلے وہ کسی نبی کے لیے حلال قرار نہیں دیا گیا۔ آپ نے اللہ تعالیٰ کی عنایت سے صحابۂ کرام میں مالِ غنیمت تقسیم فرمایا۔ اِس میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب

marfat.com

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عزت افزائی فرمائی ہے کہ یہ اعزاز دوسرے انبیاءِ کرام کو بھی مرحمت نہیں فرمایا گیا بلکہ اِس میں فخرِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے غلاموں کو بھی وہ کرامت بخشی گئی ہے کہ اِس سے پہلے کسی نبی پر ایمان لانے والوں کو ایسی عزت عطا نہیں فرمائی گئی۔

چھٹی خصلت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے تمام زمین کو پاک قرار دے دیا اور اُسے آپ کی خاطر مسجد ٹھہرا دیا ہے۔ لہٰذا جہاں بھی آپ یا آپ کی اُمت نماز کا وقت پائے، اُسی جگہ نماز پڑھی جا سکتی ہے۔ شیخ علیہ الرحمہ نے اِس کی تشریح میں جو طویل بحث کی ہے اُس کے نقل کرنے کی چنداں ضرورت نہیں۔

اِس کے بعد فرمایا کہ یہ خصلتیں ہیں جن کے باعث اللہ تعالیٰ نے آپ کو خصوصیت مرحمت فرمائی ہے اور آپ کو ایسا مقام حاصل ہو گیا ہے جو کسی بھی دوسری ہستی کو حاصل نہیں ہے۔ پس آپ کا حکم اِس کائنات میں بھی اُسی طرح نافذ اور واجب العمل ہے جیسے برزخ، قیامت، مقامِ شفاعت اور جنت میں نافذ ہو گا، جن کا تذکرہ پیچھے گزر چکا ہے۔ اِن مقامات میں سے ہر مقام پر آپ کی خصوصیت نمایاں ہے، تاکہ اللہ جل شانہٗ نے جو آپ کو سب پر فضیلت دی ہے اور شرف بخشا ہے وہ سب پر واضح ہو جائے کیونکہ:

اعطی جمیع ما فضلت بہ الرسل بعضھا علیٰ بعض۔ (ص ۱۳۴)

آپ کو وہ تمام خوبیاں مرحمت فرمائی گئی ہیں جن کے باعث ایک رسول کو دوسرے پر فضیلت دی گئی ہے۔

جانِ من! آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اُس رحمت سے جس کے ساتھ آپ مبعوث فرمائے گئے ہیں، یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی زبانِ مبارک سے ہمارے لیے شریعتِ مطہرہ کو ظاہر فرمایا اور حکمِ الٰہی کے تحت آپ نے اُس کی کماحقہٗ تبلیغ و اشاعت فرمائی۔ رسالت کی یہ شرط نہیں ہے کہ اُس کی صداقت کے نشانات ظاہر ہو جائیں تاکہ سب اُنھیں سمجھ لیں، بلکہ رسول تو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرانے، اور مخلوقِ خدا تک اُس کے احکام پہنچانے پر مامور ہوتا ہے۔ اُس کی یہی ذمہ داری ہوتی ہے۔ اِس کے سوا کچھ

marfat.com

اور اُس پر واجب نہیں۔ اگر اُس کی صداقت کے آثار ظاہر ہونے لگیں تو یہ اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہے۔ یہ بات نبی کے اپنے ہاتھ میں نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انبیائے کرام کی اِس بات سے معذوری خود بیان فرمائی ہے۔ پس یہاں انبیائے کرام کے لیے بھی نبیِ آخرالزماں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رحمت ہیں۔ جیساکہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَقَالُوْا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ[1] — اور بولے اِن پر کوئی نشانی کیوں نہ اُتری اِن کے رب کی طرف سے۔

یہ کسی عربی کا نہیں بلکہ غیر عرب کا اعتراض نقل فرمایا گیا ہے کیونکہ اہلِ عرب کے سامنے تو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی صداقت واضح کر چکے تھے، جبکہ قرآنِ کریم کے اعجاز کا عربوں کے سوا دُوسرے کما حقہٗ اندازہ کر بھی نہیں سکتے تھے۔ یہ کہیں وارد نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہر غیر عرب مثل یہود، نصاریٰ اور مجوس وغیرہ کے مطالبے پر کوئی معجزہ اپنی صداقت ظاہر کرنے کی خاطر دکھایا ہو۔ آپ جو نشانیاں اور معجزات لے کر مبعوث ہوئے وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تھے، معجزے دکھانا آپ پر واجب نہیں تھا، نہ دُوسرے رسولوں پر واجب تھا، اسی لیے فرمایا گیا ہے:

قُلْ اِنَّمَا الْاٰيٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ ؕ وَاِنَّمَاۤ اَنَا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ۔[2] — تم فرماؤ نشانیاں تو اللہ ہی کے پاس ہیں اور مَیں تو صرف صاف ڈر سُنانے والا ہُوں۔

پھر سرورِ کون و مکاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے فرمایا گیا:

اَوَلَمْ يَكْفِهِمْ اَنَّاۤ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ يُتْلٰى عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَرَحْمَةً ۔[3] — کیا یہ اُنھیں کافی نہیں کہ ہم نے تم پر کتاب اُتاری جو اُن پر پڑھی جاتی ہے۔ بیشک اِس میں رحمت ہے۔

کیونکہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے سب جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ پس اُممِ سابقہ کی

---

[1] پ ۷، سورۂ الانعام، آیت ۳۷

[2] پ ۲۱، سورۂ العنکبوت، آیت ۵۰

[3] پ ۲۱، سورۂ العنکبوت، آیت ۵۱

marfat.com

تمام معلومات قرآنِ کریم میں موجود ہیں اور یہ اپنے لانے والے کی صداقت پر خود گواہ ہے اور آپ کی اُمت قرآنِ احوال سے یہ جانتی ہے کہ فخرِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نہ کسی سے کچھ پڑھا، نہ لکھنا سیکھا، نہ کسی کتاب کا کبھی مطالعہ کیا۔ نہ پڑھے لکھے لوگوں کی صحبت میں بیٹھے اور نہ اپنے شہر سے کبھی دُور رہے بلکہ آپ دُوسرے اَن پڑھوں کی طرح اَن پڑھ ہی رہے۔ اِس کے باوجود آپ نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسے اُمور کی خبریں دیں جن کے بارے میں ہر شخص اندازہ کر سکتا ہے کہ بغیر اللہ تعالیٰ کے بتائے بھلا ایک عام آدمی اُن کی خبریں کیسے دے سکتا ہے؟ لہٰذا قرآنِ کریم کے ذریعے جو کچھ بھی آپ لے کر آئے، وہ آپ کی صداقت کا مُنہ بولتا ثبوت ہے۔ جس کے لیے مخالفین کٹتے اور ثبوت طلب کیا کرتے تھے اور اہلِ عرب پر قرآنِ کریم کا اعجاز ظاہر تھا کیونکہ یہ اُن کی مادری زبان میں نازل ہُوا تھا اور وُہ بھی اِس سے معارضہ نہ کر سکے یا یُوں سمجھ لیجئے کہ یہ جانتے ہُوئے معارضہ نہ کیا کہ منہ کی کھانے کے سوا اور کچھ بھی حاصل نہیں ہوگا۔[1] نیز قرآنِ کریم کے ذریعے آپ کو دیگر سماوی کُتب کا علم بھی حاصل ہوگیا، جنھیں یہود و نصاریٰ اور دیگر اہلِ کتاب جانتے تھے۔ پس یہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے آپ کی صداقت کا روشن نشان ہوا کیونکہ قرآنِ کریم اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ مذکورہ بالا تقریر سے:

نعد تبیین لک منزل محمد	تیرے لیے دُوسرے انبیاء و مرسلین علیہم السلام
صلی اللہ علیہ وسلم من غیرہ	کے مقابلے میں محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ
من الرسل وخصہ اللہ	علیہ وسلم کا مقامِ رفیع بخوبی ظاہر ہوگیا اور
بعلوم لم یجتمع فی غیرہ	اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایسے علوم سے خاص
منہا انہ اعطاہ انواع ضروب	فرمایا ہے جو آپ کے سوا کسی دوسرے کو
الوحی کلہا فادحی	حاصل نہیں ہیں۔ اُن علوم سے ایک یہ شبہ ہے

---

[1] مجدد مائۃ حاضرہ نے یہ مضمون یُوں باندھا ہے:

ترے سامنے یُوں ہیں دبے لچے فصحاءِ عرب کے بڑے بڑے
کوئی جانے منہ میں زباں نہیں، نہیں بلکہ جسم میں جاں نہیں

marfat.com

الله اليه بجميع ما يسمّى وحيًا
كالمبشرات والانزال على
القلوب والآذان بحالة
العروج وعدم العروج وغير
ذالك وخصّه بعلوم
علم الاحوال كلها فاعطاه
العلم بكل حال وفى كل
حالٍ ذوقًا لانه ارسله
الى الناس كافةً واحوالهم
مختلفة فلابد ان تكون
رسالته تعم العلم
بجميع الاحوال وخصّه
الله بعلم احياء الاموات
معنًى وحسًّا فحصل العلم
بالحياة المعنوية
وهى حياة العلوم والحياة
الحسية وهى ما اتى
فى قصة ابراهيم عليه السلام
تعليمًا واعلامًا لرسول الله صلى
الله عليه وسلم وهو قوله
تعالى نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ
أَنْبَآءِ الرُّسُلِ مَا نُثَبِّتُ
بِهٖ فُؤَادَكَ

کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہر قسم کی وحی سے مشرف
فرمایا: جسے بھی وحی کہا جاتا ہے۔ جیسے سچے
خواب، دلوں اور کانوں پر وحی کا بحالت
عروج و عدم عروج نازل ہونا وغیرہ اور نبی کریم
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تمام احوال کا علم
عطا کر کے خاص فرمایا، یعنی آپ کو ہر حال کا
علم عطا فرمایا اور ہر حالت کی ذوقی معلومات سے
مطلع فرمایا کیونکہ سرورِ کون و مکاں صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم کو تمام انسانوں کی جانب
رسول بنا کر بھیجا گیا ہے۔ چونکہ لوگوں کے
حالات مختلف ہوتے ہیں، اس لیے ضروری
ہوا کہ آپ کی معلومات کا دائرہ اتنا وسیع ہو
جو تمام احوال کا احاطہ کرے اور اللہ تعالیٰ نے
آپ کو مُردوں کو زندہ کرنے کے معنوی اور
حسی علم کے ساتھ بھی خصوصیت بخشی ہے۔
پس آپ کو جو معنوی حیات کا علم حاصل ہے
اس سے مراد علوم کا زندہ کرنا ہے اور حسی
حیات وہی ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام
کے ایک واقعے میں ہے۔ یہ رسول اللہ صلی
اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بتانے اور مطلع فرمانے
کے لیے ہے۔ جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے
کہ ہم تمہارے لیے رسولوں کی خبریں بیان
کرتے ہیں تاکہ تمہارے دل کو ثابت رکھیں

marfat.com

وَجَآءَكَ فِيْ هٰذِهِ الْحَقّ وخص صلى الله عليه وسلم بعلم الشرائع كلها فابان له عن شرائع المتقدمين وامره ان يهتدى بهداهم وخص صلى الله عليه وسلم بشرع لم يكن لاحد غيره منه ما ذكرنا في الستة التي خص بها صلى الله عليه وسلم۔ (ص ۱۳۵)

اور اس بارے میں تمہارے پاس حق آگیا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جملہ شرائع کے علم کے ساتھ خاص فرمایا ہے۔ پہلوں کی شریعتیں آپ پر ظاہر فرمائیں اور اُن کی طرح راہِ ہدایت اختیار کرنے کا آپ کو حکم دیا اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ایسی شریعت کے ساتھ خاص فرمایا جو کسی اور کو نہیں دی تھی۔ جیسا کہ ہم نے آپ کی چند خصوصیات کے تحت لکھا ہے۔

مقامِ محمود

شیخ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فتوحاتِ مکیہ، جلد سوم، باب ۳۴۸، صفحہ ۱۹۴ پر فرمایا ہے: یہ جان لینا ضروری ہے کہ مقامِ محمود وُہ جگہ ہے جہاں بروزِ قیامت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے اسم گرامی حمید کے ساتھ رونق افروز ہوں گے۔ اُس میں اللہ تعالیٰ کے سات جھنڈے ہیں جنہیں حمد کا نام دیا گیا ہے۔ وُہ جھنڈے فخرِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور آپ کے وارثوں کو مرحمت فرمائے جائیں گے۔ اُن جھنڈوں میں اللہ جل شانہٗ کے ایسے اسمائے گرامی ہوں گے، جن کے ساتھ سرورِ کون و مکاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بروزِ قیامت مقامِ محمود میں کھڑے ہو کر اپنے رب کی حمد و ثنا بیان کریں گے۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب میں شفاعت کا سوال کروں گا تو اُس وقت اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا ایسے محامد کے ساتھ بیان کروں گا جنہیں اِس وقت مَیں نہیں جانتا اور وُہ اللہ تعالیٰ کے ایسے اسمائے طیبہ ہیں، جو اُس مقام سے خاص مناسبت رکھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا صرف اسماء الحسنیٰ ہی سے کی جا سکتی ہے اور ہماری معلومات اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ کا احاطہ کرنے سے بالکل قاصر ہیں۔ کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ جنت میں ایسی چیزیں ہیں جن کو کسی آنکھ نے دیکھا تک نہیں ہے اور نہ کسی

marfat.com

کان نے اُن کی آواز سُنی ہے اور نہ کسی دِل میں اُن کی صورت کا صحیح تصور آیا ہے اور ہمیں اِس بات کا علم ہے کہ جو آنکھوں کی ٹھنڈک کے سامان اللہ تعالیٰ نے ہماری نظروں سے چھپا کر رکھے ہُوئے ہیں، اُن کی حقیقت سے ہم بے خبر ہیں۔ اُن میں سے ہر ایک شے کسی نہ کسی اسمِ الٰہی کے ساتھ منسوب ہے۔ جب اللہ تعالیٰ چاہے گا تو اُس نام کے ساتھ ظاہر کرے گا اور اسمِ الٰہی وُہ ہے جس کے اظہار کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے ہم پر احسان فرمایا ہے۔ لہٰذا ہمارے لیے یہ ضروری ہے کہ ہم اس سے باخبر ہو کر انعاماتِ الٰہیہ کے ساتھ رب تعالیٰ کی حمد و ثنا کریں، خواہ یہ ثنا تسبیح کے ساتھ ہو یا اثباتِ علم کے ساتھ۔

جب تمہیں اُن کی معرفت حاصل ہو گئی تو تعداد کے بارے میں سوال کرو گے، جن کے ساتھ بروزِ قیامت مقامِ محمود میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کی جائے گی۔ پس ہم نے جان لیا کہ ہمیں دنیا میں اُن کا علم حاصل نہیں ہو سکتا اور نہ اللہ تعالیٰ اب کسی کو بتائے گا کیونکہ وہ ایسے محامد سے متعلق ہیں جن کے عرفان کی خصوصیت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حاصل ہو گی۔ جب قیامت میں ہم آپ کو اُن اسماء کے ساتھ حمد و ثنا کرتے ہُوئے سنیں گے اور قیامت میں مقامِ محمود پر ہر جھنڈے کے ساتھ وہ اسمائے الٰہیہ ظاہر ہوں گے، تو اُس مقام پر اُن اسمائے الٰہیہ کا علم ہمیں بھی حاصل ہو جائے گا اور اُن اسماء الحسنیٰ کی تعداد کے متعلق مجھے بتایا گیا ہے کہ اُن کی تعداد ایک ہزار چھ سو چونسٹھ ہے۔ اِن میں سے ہر ایک جھنڈے میں ننانویں اسمائے الٰہیہ ہیں۔ جو اِنہیں پڑھے گا وہ جنت میں داخل ہو گا۔ اِن جھنڈوں میں سے حمد کے جھنڈے میں مذکورہ اسمائے الٰہیہ سے سات سو ستتر اسماء درج ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اِن تمام محامد کے ساتھ حمدِ الٰہی بیان کریں گے اور ہر اسم میں اللہ تعالیٰ سے شفاعت کا مطالبہ ہے۔

فتحِ مبین شیخ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فتوحاتِ مکیہ، جلد سوم، باب ۳۲۹، صفحہ ۲۰۲ پر یہ آیات درج کر کے:

اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا ۝ بے شک ہم نے تمہارے لیے روشن فتح
لِّيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ فرمادی تاکہ اللہ تمہارے سبب سے گناہ

marfat.com

مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ وَيُتِمَّ	بخشے تمہارے اگلوں کے اور تمہارے پچھلوں
نِعْمَتَهٗ عَلَيْكَ وَيَهْدِيَكَ	کے اور اپنی نعمتیں تم پر تمام کر دے اور
صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ۝ وَّيَنْصُرَكَ	تمہیں سیدھی راہ دکھا دے اور اللہ تمہاری
اللّٰهُ نَصْرًا عَزِيْزًا ۝ ؎	زبردست مدد فرمائے۔

اِن کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ یہ حقیقی مکاشفے کی کامیابی، باطنی حلاوت میں سرفرازی اور رفعتِ کلام ہے اور مذکورہ فتوحات کے باعث قرآنِ کریم معجزہ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جیسا کلام رفیع عطا فرمایا گیا ہے ایسا کسی دوسرے کو مرحمت نہیں فرمایا گیا۔ اسی لیے اللہ جل شانہٗ نے اعلان فرمایا ہے:

قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَ	تم فرماؤ اگر آدمی اور جن سب اس بات پر
الْجِنُّ عَلٰۤى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ	متفق ہو جائیں کہ اس قرآن کی مانند لے آئیں
هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ	تو اس کا مثل نہ لا سکیں گے، اگرچہ اُن
وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا ؎	میں ایک دوسرے کا مددگار ہو۔

ظَهِيْرًا سے یہاں مراد مُعِيْنًا یعنی مددگار ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے فرمایا ہے کہ ہم نے تمہارے لیے مذکورہ تینوں قسم کی فتوحات کے دروازے کھول دیئے ہیں۔ ساتھ ہی فتحًا مصدر سے اِس کلام کو مؤکد کر دیا ہے۔ مُبِيْنًا سے مراد ظاہر ہے جسے ہر دیکھنے والا واضح طور پر دیکھ سکتا ہے۔ فتوحِ حلاوت یعنی باطنی حلاوت کی سرفرازی یہ آپ کو ذوقی طور پر حاصل ہے۔ فتوحِ عبارت یعنی رفعتِ کلام۔ یہ اہلِ عرب کا طرۂ امتیاز ہے جس میں دوسروں کو عاجز کر دیا کرتے تھے۔ فتوحِ مکاشفہ یعنی حقیقتِ واقعیہ کے انکشاف میں کامیابی، اِس کا شبِ معراج میں آپ کو خصوصی حصول ہوا، جب بڑی سے بڑی نشانیوں کا مشاہدہ بھی کروایا گیا، تاکہ اللہ تعالیٰ آپ کے سبب آپ کے اگلوں کے گناہ معاف فرما دے اور یہ بات آپ سے پوشیدہ رکھے جس سے گنہگار عتاب کا مستحق ہوتا ہے اور پچھلوں کو

ؔ پ ۲۶، سورۂ الفتح، آیت ۱ تا ۳ ؎ پ ۱۵، سورۂ بنی اسرائیل، آیت ۸۸

marfat.com

گناہ بھی معاف فرما دے اور آپ کو گناہوں سے بالکل بچا کر رکھے کہ وہ آپ تک پہنچ ہی نہ سکیں اور اس طرح آپ گناہوں سے مبرا ہیں۔

پچھلوں کے گناہ بخش دینے کی بشارت سے ہمیں یہ معلوم ہوگیا کہ بیشک نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم گناہوں سے معصوم ہیں اور عصمت کے ساتھ آپ کی مدد فرمائی گئی ہے اور آپ کی معصومیت پر یہ بات سب سے زیادہ مؤید ہے کہ آپ کو لوگوں کیلئے اُسوۂ حسنہ بنایا گیا ہے تاکہ لوگ آپ کی اقتدا کریں۔ اگر اللہ تعالیٰ آپ کو مقامِ معصومیت سے سرفراز فرماتا تو ایسے امور میں بھی آپ کی اقتدا ہمارے لیے ضروری ہو جاتی، جو آپ سے گناہ کے بطور واقع ہوتے اور آپ سے گناہ سرزد ہونے کے بارے میں کوئی نص قطعی وارد نہیں ہوئی ہے، جیسے ہبہ کے ساتھ نکاح میں آپ کی خصوصیت پر نص قطعی وارد ہے کہ یہ آپ کے ساتھ خاص اور آپ کے لیے مشروع ہے جبکہ ہم پر حرام ہے۔ وَيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكَ سے مراد یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پوری نعمتیں عطا فرمائی گئیں۔ ہم نے جب مطلقہ اور غیر مطلقہ یعنی مکمل اور نامکمل نعمتوں کو پہچان لیا ہے اور اس آیت نے خبر دی ہے کہ فخرِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مکمل نعمتیں مرحمت فرمائی گئی ہیں۔ وَيَهْدِيَكَ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا سے مراد یہ ہے کہ جس راستے پر سرورِ کون و مکاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم گامزن ہیں وہی صراطِ مستقیم ہے۔ جیسے ہود علیہ السلام نے فرمایا،

اِنَّ رَبِّیْ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ[1] بے شک میرا رب سیدھے راستے پر ملتا ہے۔

تمام شریعتیں نور ہیں اور اُن میں شریعتِ محمدیہ کی مثال ایسی ہے جیسے ستاروں میں سورج، جب سورج ظاہر ہو تو ستاروں کی روشنی سورج کی روشنی میں داخل ہو جاتی ہے۔ ستاروں کی روشنی کا چھپنا نبیِ آخر الزماں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شریعت سے دوسری شریعتوں کے منسوخ ہونے کی طرح ہے، حالانکہ اُن کا وجود اسی طرح باقی ہے، جیسے ستاروں کا نور باقی رہتا ہے۔ اسی لیے شریعتِ محمدیہ نے تمام رسولوں اور اُن کی

---

[1] پ ۱۲، سورۂ ہود، آیت ۵۶

marfat.com

شریعتوں پر ایمان لانا ہمارے اوپر لازم ٹھہرایا ہے، کیونکہ وہ حق ہیں اور منسوخ ہوجانے کے باعث وہ باطل نہیں ہوئیں۔ شرائع سابقہ کو باطل کہنا جہلاء کا فاسد گمان ہے۔ پہلے تمام تر راستے سید الانبیاء والمرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے راستے کی جانب ہی رجوع کرتے ہیں۔ اگر گزشتہ رسولوں سے کوئی رسول آپ کے زمانۂ اقدس میں موجود ہوتا تو اُسی طرح آپ کا اتباع کرتا جس طرح تمام شریعتیں شریعتِ محمدیہ کے تابع ہیں، کیوں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جوامع الکلم مرحمت فرمائے گئے ہیں۔

وَيَنْصُرَكَ اللّٰهُ نَصْرًا عَزِيْزًا فرمایا ہے تو عزیز وہ ہوتا ہے جس کا قصد کیا جائے لیکن اُس تک رسائی کی طاقت نہ ہو۔ چونکہ سارے انبیائے کرام آپ کی طرف وصول کے طالب تھے۔ اسی لیے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی عام لبثت کے سبب اُن کے پالینے سے دُور رہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے دنیا میں آپ کو جوامع الکلم اور آخرت میں مقامِ محمود عطا کرکے سیادت مرحمت فرمائی ہے اور آپ کی اُمت کو تمام اُمتوں سے بہتر بنایا ہے جو لوگوں کے لیے پیدا کی گئی ہے اور ہر اُمت کا مرتبہ اُس کے نبی کی عظمت کے مطابق ہوتا ہے۔

تبلیغ کا معاوضہ شیخ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فتوحاتِ مکیہ: جلد سوم، باب ۲۲۲، صفحہ ۲۲۳ پر فرمایا ہے کہ عمل بذاتہ ثواب اور اجر چاہتا ہے اور عمل کرنے والے کو ثواب ملنے کا حق پہنچتا ہے۔ احکامِ رسالت کو ادا کرنا رسول کا عمل ہے اور بھیجنے والے نے اُس سے فریضۂ رسالت کا کام لیا ہے کیونکہ اُسے لوگوں کی طرف بھیجا ہے، اس لیے بھیجنے والے پر اِس کا اجر دینا ضروری ہے، مُرسل الیہ (جس کی طرف بھیجا گیا) نے اُسے اس کام پر مامور ہی نہیں کیا، لہٰذا اجر دینا اُس پر ضروری نہیں۔ اسی لیے مرسلینِ عظام نے اِس امرِالٰہی کا اپنی اُمتوں سے برملا تذکرہ کر دیا تھا، تاکہ اُنھیں یہ معلوم ہوجائے کہ اس بارے میں امرِالٰہی کیا ہے، جیساکہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَمَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ	اور میں اِس پر تم سے کچھ اُجرت نہیں مانگتا، میرا اجر تو اُسی پر ہے جو سارے

marfat.com

الْعٰلَمِیْنَ۔ ؎۱ جہان کا رب ہے۔

پس رسولوں نے اپنی اُجرت کا حق اُسی پر ڈالا جس نے اُن سے یہ کام لیا اور اِس جواب سے اُنھوں نے اللہ تعالیٰ کے امرہی کا اظہار فرمایا ہے، کیونکہ اُس نے ہر ایک رسول کو یہی حکم دیا "تم فرما دو، میں تبلیغِ دین کا تم سے کوئی معاوضہ نہیں مانگتا" لیکن فضائل کے باب میں سرورِ کون و مکاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو وہ خصوصیت حاصل ہے جو دوسروں کو میسّر نہیں اور اِس فضیلت سے آپ کی اُمّت کو بھی حصّہ ملا ہے۔ فخرِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اجر بھی دوسرے رسولوں کی طرح اللہ تعالیٰ کے ذمّے ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا کہ اِس اجر کا کچھ حصّہ اپنی اُمت سے بھی وصول فرمائیں اور اُس کی صورت یہ ہے کہ وہ حبیبِ پروردگار کے قرابت داروں سے محبّت کریں، چنانچہ فرمایا:

قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى۔ ؎۲ تم فرماؤ میں اِس پر تم سے کچھ اجرت نہیں مانگتا مگر قرابت داروں کی محبت۔

یعنی دین کی تبلیغ پر تم سے کسی اجر کا مطالبہ نہیں ماسوائے اُس کے جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے اُوپر واجب کر دیا ہے کہ میرے قرابت داروں سے محبت کرو۔ اُمّتِ محمدیہ پر تبلیغ کا معاوضہ آپ کے قرابت داروں سے محبت رکھنے کی صورت میں ادا کرنا واجب ہے۔ نیز آپ کے اہلِ بیت سے بھی اور جس چیز کے لیے اللہ تعالیٰ نے مَوَدَّتْ کہا ہے وہ محبت میں ثابت قدم رہنے کا نام ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے یہ اہتمام فرما دیا تو یہ نہیں کہا کہ اب اللہ کے ذمّے تمہارا کوئی اجر نہیں رہ گیا اور نہ یہ فرمایا کہ تمہارا اجر باقی رہ گیا ہے۔ تاکہ ذاتِ باری ایسی چیز بیان کر کے اپنی نعمتوں کی تجدید فرمائے جس سے محبوب کو سرور حاصل ہو۔ اِسی لیے دوسرے رسولوں کی طرح آپ کو بھی یہی حکم دیا گیا کہ اپنی اُمت کو یہ اعلان سُنا دیا جائے کہ میں تم سے اگر کوئی اجر چاہتا ہوں تو صرف تمہارے لیے ورنہ میرا اجر تو اللہ تعالیٰ کے ذمّے ہے۔ اِس میں آپ نے اُمت کے سر سے نبی کے قرابت داروں سے محبت کرنے کا اجر ساقط

؎۱ پ ۱۹، سورۂ الشعراء، آیت ۱۰۹ ؎۲ پ ۲۵، سورۂ الشوریٰ، آیت ۲۳

marfat.com

نہیں کیا بلکہ اُس کے تعین کے بعد اُسے اُن کی جانب ہی لوٹا دیا ہے، حالانکہ اِس اجر کے مستحق صرف رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں۔ پس محبت کی فضیلت کو اُس کے حقداروں کی طرف لوٹا دیا اور یہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قرابت داروں سے محبت رکھنے کا اللہ تعالیٰ کی طرف سے کیا اجر و ثواب ملے گا۔ صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہ۔

الاِنسان الکامل

شیخ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فتوحاتِ مکیہ، جلد سوم، باب ۳۴۶، صفحہ ۲۴۰ پر فرمایا ہے کہ اِس دنیا میں کامل انسان کا مرتبہ نفسِ ناطقہ کی طرح ہے۔ انسانوں میں سب سے کامل وُہ ہے جس سے اکمل دُوسرا کوئی نہیں اور وُہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذاتِ والاصفات ہے۔ کمال جو اِس عالَم کی غایت ہے اُس کے باعث وُہ کامل انسان جن کا درجہ آپ کے بعد ہے اُن کا مرتبہ انسانی قوتوں کی طرح ہے اور اِن درجات پر دیگر انبیائے کرام علیہم السلام فائز ہیں اور جن حضرات کا مرتبہ اِن حضرات کے بعد ہے وُہ انسان کی حِسّی قوتوں کی طرح ہیں اور ایسے حضرات علمائے کرام و اولیائے عظام ہیں (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم) جو انبیائے کرام کے وارث ہیں۔ اِن کے علاوہ باقی انسان شکل وصورت کے لحاظ سے انسان ہیں لیکن اُن کا شمار حیوانات میں ہوتا ہے کیونکہ وُہ انسانوں میں رُوحِ حیوانی کی طرح ہیں، جس سے انسانوں کی افزائش کا سلسلہ قائم ہے اور احساسات اِسی قوت کے مرہونِ منت ہیں۔ پس:

واعلم ان العالم اليوم بفقد جسمية
محمد صلى الله عليه وسلم في ظهوره
روحًا وجسمًا وصورتًا ومعنًا فانه ولا
ميت وان روحه الذي هو محمد صلى
الله عليه وسلم هو من العالم في صورة
المحل الذي هو قبة روح الانسان
عند النوم الى يوم البعث الذي هو مثل
يقظة النائم هنا واتما

جاننا چاہیے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم کے پردہ پوش ہو جانے کے باعث
اب یہ دنیا سو رہی ہے۔ آپ اِس دنیا میں
قبۂ رُوحِ انسانی کی طرح ہیں جیسا کہ نیند کے
وقت ہوتا ہے۔ خواب سے اِس دنیا کے
بیدار ہونے کی حالت قیامت تک رہے گی
اور بے شک ہم نے تخصیص کرتے ہوئے

marfat.com

قلت: محمد صلی الله علیه
وسلم علی التعیین انه
هو الروح الذی هو النفس
الناطقة فی العالم لما
اعطاه الکشف وقوله
صلی الله علیه وسلم
هو انه سید الناس و
العالم من الناس فانه
الانسان الکبیر فی الجرم
والمعتدم فی التسویة و
التعدیل لیظهر عنه صورة
نشأة محمد صلی الله
علیه وسلم کما سوی الله
جسم الانسان وعدله قبل
وجود روحه ثم نفخ فیه من
روحه ، وحاً کان به
انساناً تاماً اعطاه بذالك
خلقه وهو نفسه الناطقة
فقبل ظهور نشأته صلی
الله علیه وسلم کان العالم
فی حال التسویة والتعدیل
کالجنین فی بطن امه وحرکته
کالروح الحیوانی منه

کہا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
ہی اِس دنیا کی وُہ رُوح ہیں جیسے نفس
ناطقہ کہا جاتا ہے : کیونکہ اللہ تعالیٰ نے
آپ کو (ساری دنیا کا) کشف عطا فرمایا
ہے اور جیسا کہ سرورِ کون و مکاں صلی
اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ
آپ ہی سارے انسانوں کے سردار ہیں
اور دُنیا لوگوں سے ہے کیونکہ نوعِ انسانی کو
برابری اور اعتدال میں نیز جسمانی حالت اور
تقدیم کے لحاظ سے بڑائی حاصل ہے تاکہ اس سے
سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
کے جمالِ جہاں آرا کی صورت ظاہر ہو، جس
طرح اللہ تعالیٰ نے رُوح کے جسم میں داخل
ہونے سے پہلے جسمِ انسانی کو برابر اور اعتدال
پر کیا پھر اُس میں اپنی طرف کی روح پھونکی،
وہ رُوح جس کے ساتھ وہ مکمل انسان بنا۔
اِسی طرح اُسے تخلیق کا لباس پہنایا اور یہی
روح (جس کے ساتھ وہ مکمل انسان بنا)
نفسِ ناطقہ ہے۔ پس نبی آخر زماں صلی
اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی جلوہ گری سے پہلے
یہ جہاں تسویہ اور تعدیل کے مراحل سے گزر
رہا تھا، جیسے بچہ اپنی والدہ کے پیٹ میں ہوتا ہے
اور اُس کی حرکت رُوحِ حیوانی کی طرح ہوتی ہے

marfat.com

الذی صحت له به الحیاة فاجل فکرك فیما ذکرته لك فاذا کان فی القیامة حیی العالم کله بظهور نشأته صلی الله علیه وسلم۔

جس کے ساتھ وہ زندگی سے ہمکنار رہتا ہے۔ جو کچھ یہاں تمہارے لیے مذکور ہوا ہے اُس میں تمہیں غور و خوض کرنا چاہیے۔ قیامت کے روز آپ کے وجود کی جلوہ آرائی کے باعث سارا جہان زندہ ہو جائے گا۔ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)

(ص ۱۳۷/۱۳۸)

بعثت

شیخ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فتوحاتِ مکیہ، جلد سوم، باب ۳۵۵، صفحہ ۳۳۱ پر فرمایا ہے کہ:

فکل من فی الوجود من المخلوقات یعبد الله علی الغیب الا الانسان الکامل المؤمن فانه یعبده علی المشاهدة ولا یکمل العبد الا بالایمان فانه النور الساطع الذی تزیل کل مظلمة فاذا عبده بالشهادة بجمیع قواه فما قام بعبادته غیره ولا ینبغی ان یقوم بها سواه فما ثم من حصل له هذا المقام الا المؤمن الانسانی فانه ما کان مؤمناً الا بربه فانه سبحانه المؤمن واعلم انك اذا لم تکن بهذه المنزلة ومالك قدم فی هذه الدرجة

مخلوقات سے جتنے بھی عالمِ وجود میں ہیں وہ انسانِ کامل کے علاوہ باقی سارے ہی اللہ تعالیٰ کی عبادت بغیر دیکھے کرتے ہیں، لیکن انسانِ کامل ایسا مومن ہے جو مشاہدے کے ساتھ عبادت کرتا ہے اور ایمان کے بغیر بندہ کامل نہیں ہوتا کیونکہ یہی تو وہ بلند نور ہے جو ہر تاریکی کو زائل کر کے رکھ دیتا ہے پس جب اس کا بندہ اسے دیکھ کر عبادت کرتا ہے تو اس کے سارے قویٰ کو روحیت حاصل ہوتی ہے دُوسرا اُس جیسی عبادت نہیں کر سکتا اور نہ دُوسرے کے یہ بس کی بات ہے، سوائے اُس انسانی مومن کے جسے یہ مقام حاصل ہو کیونکہ وہ صرف اپنے رب تعالیٰ پر ایمان رکھتا ہے، یہ اس لیے ہے کہ رب تعالیٰ بھی مومن ہے اور تمہیں جاننا چاہیے کہ اگر تم اِس مقام تک نہ پہنچے ہو اور اِس درجے کی معرفت تک تمہاری رسائی نہ ہو تو میں

marfat.com

فانا ادلک علی ما یحصل لک بہ الدرجۃ العلیا۔ (ص۱۳)

تمہاری اتنی رہنمائی کرتا ہوں جس سے تمہیں اس منصبِ رفیع کی معرفت حاصل ہو جائے۔

اور تمہیں یہ جاننا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو ایک مزاج پر پیدا نہیں فرمایا ہے بلکہ اس کے مختلف مزاج بنائے ہیں۔ یہ بات عام مشاہدے کی، بدیہی اور ضروری ہے کہ عقل اور ایمانی نقطۂ نگاہ سے دیکھا جائے تو لوگوں کے درمیان بڑا فرق ہے اور یہ بات توضیح طریقے سے تمہیں یقیناً معلوم ہوگی کہ انسان اپنے بھائی کے لیے آئینہ ہے اور اس آئینے کے ذریعے اُس چیز کو دیکھتا ہے جسے کوئی آدمی اپنی شکل کے آئینہ کے بغیر خود نہیں دیکھ سکتا کیونکہ انسان اپنی نفسانی خواہش کے باعث محجوب اور اسی پر عاشق ہے۔ جب وہ کسی خُوبی کو دُوسرے میں دیکھتا ہے جبکہ اسے خود بھی وہ حاصل ہو، تو اپنا عیب دُوسرے میں دیکھنے لگتا ہے۔ پس اگر وہ بُری ہے تو اُس کی بُرائی کو اور بھلی ہے تو اُس کی بھلائی کو دیکھ لے گا۔

تمہارے لیے یہ جاننا ضروری ہے کہ نظر آنے والی چیزوں کی اشکال مختلف ہیں اور وُہ دیکھنے والے کے نزدیک اُس کی شکل کے اعتبار سے لمبی، چوڑی، سیدھی، ٹیڑھی، کم، زیادہ، متعدد اور کُل کی صورت میں نظر آتی ہے، جیسا کہ آئینے میں نظر آنے والی شکل اُس پر ظاہر کرتی ہے۔ جب تم نے اس بات کو سمجھ لیا تو یہ بھی جاننا چاہیے کہ مُرسلینِ عظام اپنے ربِّ کریم کی عطا فرمودہ رسالت کو قبول کرنے کے باعث باقی انسانوں سے اعلیٰ مزاج والے ہوتے ہیں۔ اُن میں سے ہر فرد نے منصبِ رسالت سے اُتنی ہی قدر کو قبول کیا ہوتا ہے جتنی اللہ تعالیٰ نے ترکیب کے اعتبار سے اُس کے مزاج میں ودیعت فرمائی ہوتی ہے۔ چونکہ ہر نبی ایک خاص قوم کی طرف بھیجا گیا تھا، لہٰذا اُس کا مزاج بھی قوم کے مطابق خاص ہوتا ہے لیکن سرورِ کون و مکاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تمام انسانوں کی جانب رسالتِ عامہ کے ساتھ بھیجا گیا اور آپ نے اس رسالت کو اسی لیے تسلیم کیا کہ یہ رسالتِ عامہ ہے، جو عام مزاج پر مشتمل ہونے کے باعث جُملہ انبیاء و مرسلین علیہم السلام کے مزاجوں کی حامل ہے۔ اس لیے آپ اعلیٰ اور اکمل مزاج والے ہوئے اور آپ کی تخلیق سب سے اقویٰ ہے۔

جب تم نے اس بات کو جان لیا اور تمہارا ارادہ ہُوا کہ حق کو انسانی شکل میں اُس کی کامل صورت کے ساتھ دیکھو تو تمہیں یقین کر لینا چاہیے کہ تمہارا یہ منصب ہرگز نہیں ہے

marfat.com

جو فخرِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حاصل ہے اور نہ تم اُسے جاننے کے قابل ہو کیونکہ تمھارے دل کے آئینے میں جب بھی تم پر حق ظاہر ہوگا، تو اِس حالت میں تمھارا آئینہ تمھارے ہی مزاج کی شکل وصورت ظاہر کر رہا ہوگا۔

تمھیں جب یہ بخوبی معلوم ہوگیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنے رب کی معرفت کا پیدائشی طور پر جو درجہ حاصل ہے تم اُس کا تصور بھی نہیں کرسکتے تو تمھارے اوپر یہی لازم ہے کہ اُن پر ایمان لاؤ۔ اُن کے اتباع کو اپنے اوپر لازم کرلو اور آقائے نامدار، مدنی تاجدار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنا امام اور پیشوا بنائے رکھو۔ پس جیسے تم آئینے میں اپنی اور دوسروں کی صورت دیکھتے ہو، اِس طرح اِس بات کا یقین کرنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آئینے میں تجلی فرماتا ہے اور یہ واضح ہے کہ آئینہ دیکھنے والے کی نظر میں آئینے کا اثر ہوتا ہے، لہٰذا فخرِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آئینے میں حق کا ظہور انتہائی کامل، واضح اور احسن ہے اور جب تم سرورِ کون ومکاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آئینے میں اللہ تعالیٰ کا ادراک کروگے تو تمھیں ایسا ادراک ہوگا جیسا اپنے آئینے میں ہرگز نہیں ہوسکتا۔ کیا تم نے بابِ ایمان اور عقیدۂ رسالت کے اُن امور پر غور نہیں فرمایا، جنھیں اللہ تعالیٰ نے اپنی جانب منسوب فرمایا ہے حالانکہ عقلِ انسانی اُنھیں محال شمار کرتی ہے۔ اگر اُن باتوں پر شریعتِ مطہرہ کی مُہرِ ثبت نہ ہوتی اور اُن پر ایمان لانا ضروری نہ ہوتا تو عقلی لحاظ سے ہم اُنھیں تسلیم کرنے پر کبھی آمادہ نہ ہوتے بلکہ ابتداء ہی میں انکار کردیتے اور ایسی باتوں کے قائل کو جہلاء میں شمار کرنے لگتے۔ پس جیسے رسالت اور ایمان کے بارے میں ہمیں وہ چیزیں عطا فرمائی ہیں جن کے ادراک سے عقلیں قاصر ہیں اور یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے، اِسی طرح ہمارے مزاج اور ہمارے دلوں کے آئینے اُن چیزوں کے مشاہدے اور ادراک سے قاصر ہیں جو فخرِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آئینے میں ظاہر ہوتی ہیں۔

معراج واسراء

شیخ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فتوحات مکیہ، جلد سوم، باب ۳۶۷، صفحہ ۳۴۴ پر سرورِ کون ومکاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آسمانی سیر یعنی معراج کا ذکر کرتے ہوئے لکھا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے متعلق فرمایا ہے:

marfat.com

لَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیْءٌ ۔ [1] اُس جیسا کوئی نہیں۔

یعنی اپنی ذات قدسی صفات کا ایسا وصف بیان فرمایا جو اُس کے سوا کسی کے لائق نہیں

دُوسری جگہ فرمایا:

وَھُوَ مَعَکُمْ اَیْنَمَا کُنْتُمْ [2] اور وہ تمہارے ساتھ ہے تم کہیں ہو۔

علاوہ بریں رات کے آخری تہائی حصے میں آسمانِ دنیا کی طرف نزول فرمانے، عرش معلیٰ پر غلبہ کرنے اور عماء میں ہونے (عماء وہ ہے جس میں اللہ تعالیٰ کسی کیفیت اور تشبیہ کے بغیر تمام مخلوق سے پہلے موجود تھا جیسا کہ حدیث شریف میں ہے اور لغوی لحاظ سے عماء کا مطلب ہلکا بادل ہے) زمین و آسمان میں ہونے، انسان کی شہ رگ سے قریب ہونے وغیرہ تمام حادثات میں وہ ہمارے ساتھ ہے۔ ان اوصاف سے اُسی کی ذات متصف ہے وُہ اپنے کسی بندے کو دیکھنے کے لیے ایک مکان سے دوسرے کی طرف منتقل نہیں ہوتا، بلکہ اُسے اپنی قدرت کے ایسے کرشمے دکھانے کے لیے منتقل کرتا ہے جو اس بندے سے پوشیدہ ہوں۔ اسی طرح:

اذا نقل اللہ عبدًا [illegible] احوالہ	جب اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندے کو ایک
[illegible] یا نہ نقلہ	حال سے دوسرے کی طرف منتقل کرتا ہے تو
فی [illegible] مثل قولہ صلی اللہ	اُسے اپنی نشانیاں دکھاتا ہے تو اُس فرشتے
علیہ وسلم رأیت [illegible]	کے احوال میں تبدیلی ہوا کرتی ہے جیسے حضور
[illegible]	صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم [illegible]
[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]

---

[1] پ ۲۵، سورۃ الشوریٰ، آیت ۱۱ [2] پ ۲۷، سورۃ الحدید، آیت ۴

marfat.com

ایسے ہی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے متعلق اللہ جل شانہٗ نے فرمایا ہے :

وَکَذٰلِکَ نُرِیْٓ اِبْرٰھِیْمَ	اور اسی طرح ہم ابراہیم کو دکھاتے ہیں ساری
مَلَکُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ	بادشاہی آسمانوں اور زمین کی اور اس لیے
وَلِیَکُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِیْنَ ۝ [1]	کہ وہ عین الیقین والوں میں ہو جائے۔

عین الیقین ہے کیونکہ یہ اُن کا آنکھوں سے دیکھنا اور مشاہدہ کرنا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کا اپنے خاص الخاص بندے کو ایک جگہ سے دُوسری جگہ لے جانا، تاکہ اُسے ایسی نشانیاں دکھاتے جن کے ساتھ وہ جگہ مخصوص ہے اور وُہ ایسی آیات ہیں جو اپنے خاص اوصاف کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ کی ذات پر دلالت کرتی ہیں۔ اُن نشانیوں کا مشاہدہ کیے بغیر ذاتِ الٰہی کی پُوری معرفت حاصل نہیں ہو سکتی، اسی لیے ارشادِ باری تعالیٰ ہے :

سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ	پاک ہے اُسے جو اپنے بندے کو راتوں رات
لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی	لے گیا مسجدِ حرام سے مسجدِ اقصیٰ تک، جس کے
الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِیْ بٰرَکْنَا	گرداگرد ہم نے برکت رکھی ہے کہ ہم اُسے
حَوْلَہٗ لِنُرِیَہٗ مِنْ اٰیٰتِنَا اِنَّہٗ ھُوَ	اپنی عظیم نشانیاں دکھائیں۔ بیشک وہ سُنتا
السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ ۝ [2]	دیکھتا ہے۔

واقعۂ معراج حدیث اسریٰ میں مذکور ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے اپنے بندے کو اپنی خاص نشانیاں دکھانے کے لیے سیر کرائی تھی، اپنی طرف نہیں بُلایا تھا کیونکہ مجھے کوئی جگہ نہیں گھیر سکتی، اگرچہ تمام مکانوں کی نسبت میری ہی طرف ہے، ہاں میں اپنے مومن بندے کے دل میں سما جاتا ہُوں۔ پس اُس کی میری طرف سَیر کیسے ہو سکتی ہے جبکہ میں اُس سے ہر وقت نزدیک ہوں اور ہر وقت اُس کے ساتھ ہُوں خواہ وُہ کہیں ہو۔

جب اللہ تعالیٰ نے ارادہ فرمایا کہ نبیِ آخرالزماں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جو اُس کے سب سے خاص بندے ہیں، وُہ اُس کی نشانیوں سے جن کا چاہیں مشاہدہ

---

[1] پ ۷، سورۂ الانعام، آیت ۷۵، [2] پ ۱۵، سورۂ بنی اسرائیل، آیت پہلی

marfat.com

کریں تو اپنے پیغامبر حضرت جبریل علیہ السلام کو جو رُوح الامین ہیں، براق نامی ایک چوپایہ محبوب کی سواری کے لیے دے کر بھیجا۔ براق کا بھیجنا تو محض اسباب کی اہمیت دکھانے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تقویت کے لیے تھا تاکہ ایسے اسباب کے متعلق بھی مشاہدے کے ساتھ علم ذوقی حاصل ہو جاتے۔ جیسے اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے پَر بنائے ہیں، یُوں ہمیں اسباب کے ثبوت اور اہمیت سے خبردار کرے جو اس عالم اسباب کے لیے وضع فرمائے ہیں۔ بُراق درمیانے قد کا چوپایہ ہے، جو خچر سے چھوٹا اور گدھے سے بڑا ہے۔ تاجدارِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اُس پر سوار ہوئے اور جبرئیل علیہ السلام نے رکاب تھامی۔ بُراق کا رسولوں کے لیے بھیجا جانا اُس شاہی سواری کے مانند ہے جو بلانے والا اُس کے لیے بھیج دیتا ہے جسے مدعو کیا جائے، تاکہ وُہ اُس پر سوار ہو کر آئے۔ یہ عزّت افزائی کا ظاہری اہتمام ہے حالانکہ باطن میں وُہ اپنے مقدور کے ساتھ منزلِ مقصود تک پہنچتا ہے، کسی دُوسری چیز کی طاقت سے نہیں پہنچتا۔ بُراق بھیجنے میں سیّد المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قدر و منزلت کا اُس شخص کے لیے اظہار مقصود ہے جو حفظِ مراتب سے آگاہ ہے۔

جب آقائے دوجہاں، شفیعِ عاصیاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بیت المقدس کے نزدیک جلوہ آرا ہوئے تو بُراق سے اُترے اور اُسے اُس حلقے کے ساتھ باندھ دیا جس کے ساتھ دُوسرے انبیائے کرام علیہم السلام اپنی سواریوں کو باندھا کرتے تھے۔ آپ کا بُراق پر سوار ہونا اور اُسے حلقے کے ساتھ باندھنا صرف اسباب کو ثابت کرنے کی غرض سے ہے کیونکہ کوئی رسول ایسا نہیں جس نے بُراق پر سوار ہو کر سیر نہ کی ہو۔ آپ بخوبی جانتے تھے کہ بُراق حکم کا پابند ہے، اگر اسے نہ باندھا جائے تب بھی یہ اُسی جگہ کھڑا رہے گا۔ اِس کے باوجود اُسے حلقے کے ساتھ باندھنا اُس عادت کے طور پر ہے جو اللہ تعالیٰ نے جانوروں کے بارے میں ڈالی ہوئی ہے۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ سرورِ کون و مکاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بُراق کے بارے میں بتایا ہے کہ اُس کا نام شمس ہے اور سواری کے جانوروں کی عادت میں یہ بھی شامل ہے کہ جب کوئی اُن پر سوار ہونا چاہے تو اُچھلنے کودنے لگتے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بُراق نے اُس پیالے کو اپنی ٹھوکر سے اُلٹ دیا تھا جس سے

marfat.com

مکہ مکرمہ کی طرف سے آنے والے قافلے کا ایک آدمی وضو کر رہا تھا۔ چنانچہ آپ نے اُس برتن کے بارے میں فرمایا کہ وہ عتور تھا اور عتور اُسے کہتے ہیں جو پیالے کو اُلٹا دے۔

جب امام الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہو گئے تو جبرائیل علیہ السلام نے سواری کے لیے براق حاضر کر دیا۔ آپ براق پر سوار ہو کر ہوا کے مانند اوپر کو اُڑے اور فضاؤں کو چیرتے ہوئے جا رہے تھے کہ پیاس محسوس ہوئی۔ جبرائیل علیہ السلام نے دو برتن پیش کیے۔ ایک میں دودھ تھا اور دوسرے میں شراب۔ یہ واقعہ شراب کی حرمت سے پہلے پیش آیا تھا (کیونکہ واقعۂ معراج مکہ معظمہ میں پیش آیا اور شراب مدینہ منورہ میں حرام ہوئی تھی)۔ آپ نے دودھ نوش فرمایا تو جبرئیل علیہ السلام عرض گزار ہوئے، حضور! آپ نے بجا طور پر فطرت کو پسند فرمایا ہے لہٰذا اللہ تعالیٰ آپ کی اُمت کو فطرت پر قائم رکھے گا۔ اسی لیے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خواب میں دودھ پینے کی تعبیر علم سے فرمایا کرتے تھے۔

جب پہلے آسمان تک پہنچے تو جبرئیل علیہ السلام نے دروازہ کھولنے کے لیے کہا۔ دربان نے پوچھا: آپ کون ہیں؟ جواب دیا، میں جبرائیل ہوں۔ پھر پوچھا: آپ کے ساتھ کون ہے؟ فرمایا، میرے ساتھ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں۔ سوال کیا: کیا انہیں بلایا گیا ہے؟ جواب دیا، ہاں بلایا گیا ہے۔ پس دروازہ کھول دیا گیا اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ساتھ لے کر جبرئیل علیہ السلام دروازے میں داخل ہو گئے۔ پہلے آسمان پر حضرت آدم علیہ السلام کو دیکھا جن کے دائیں جانب اُن کے سعادت مند بیٹوں کی جنتی رُوحیں اور بائیں طرف بدبخت اولاد کی جہنمی رُوحیں تھیں۔ فخرِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اُن کے دائیں جانب نیک بختوں میں اپنی صورت بھی ملاحظہ فرمائی اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ انسان ایک وقت میں دو جگہ (یا زیادہ جگہوں پر) کس طرح جلوہ گر ہو سکتا ہے؟ وہ صورت بعینہٖ آپ کی تھی کسی دُوسرے کی نہیں۔ جیسے آئینے میں یا متعدد آئینوں میں کوئی شکل دیکھی جائے تو وُہ بعینہٖ اُسی انسان کی شکلیں ہوتی ہیں جو اُن کے سامنے ہے۔

حضرت آدم علیہ السلام نے نیک بیٹے اور نیک نبی کہتے ہوئے مرحبا کہا۔

اس کے بعد سرورِ انبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو لے کر براق پہلے آسمان سے

marfat.com

فضا میں اُوپر کی جانب اُڑنے لگا اور دُوسرے آسمان تک جا پہنچا۔ جبرئیل علیہ السلام نے دوسرے آسمان کا دروازہ کھولنے کے لیے کہا۔ یہاں بھی اُسی طرح سوال جواب ہُوئے جو پہلے آسمان میں ہو چکے تھے۔ بالآخر جب آپ دوسرے آسمان پر تشریف فرما ہُوئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ وہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے اصلی جسم مبارک کے ساتھ جلوہ افروز ہیں کیونکہ اُنھوں نے اِس وقت تک وفات نہیں پائی ہے، بلکہ اللہ تعالیٰ نے اُنھیں آسمان پر اٹھا لیا تھا، جہاں اُنھیں سکونت بخشی اور اُس میں حاکم بنا دیا تھا۔

علامہ نبہانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہمارے شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ، جو ہمارے پہلے شیخ ہیں اور جن کے ہاتھ پر ہم نے رجوع کیا ہے اور جن کی ہم پر یہ بہت بڑی مہربانی ہے کہ وہ ہم سے ایک لمحہ بھی غافل نہیں رہتے۔ اُنھوں نے فرمایا ہے: میں اُمید کرتا ہُوں کہ بوقت نزول انشاءاللہ تعالیٰ اُنھیں پاؤں گا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے نبی آخرالزماں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مرحبا کہا اور دُعائیں دیں۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام اس پوری سیر میں ملنے والے تمام انبیاء کرام سے متعارف کراتے رہے۔ اس کے بعد تیسرے آسمان تک پہنچے اور جبرائیل علیہ السلام نے دروازہ کھولنے کے لیے کہا تو یہاں بھی پہلے آسمانوں کی طرح سوال جواب ہُوئے۔ دروازہ کُھلنے کے بعد کیا دیکھتے ہیں کہ حضرت یوسف علیہ السلام تشریف فرما ہیں۔ آپ نے سلام کیا اور اُنھوں نے آپ کو مرحبا کہتے ہُوئے دُعائیں دیں۔

اِس کے بعد چوتھے آسمان کی جانب عروج فرمایا۔ وہاں بھی جبرئیل علیہ السلام نے جب دروازہ کھولنے کے لیے کہا تو حسب سابق گفتگو ہُوئی۔ آخر کار دروازہ کھولا گیا تو وہاں ادریس علیہ السلام کو اُن کے اصل جسم کے ساتھ تشریف فرما دیکھا، کیونکہ ابھی تک فوت نہیں ہُوئے ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے اُنھیں بلند مقام کی طرف اٹھا لیا۔ اور وہ بلند جگہ یہی آسمان ہے جو سارے آسمانوں کا دل اور مرکز ہے۔ آپ نے سلام کیا۔ اُنھوں نے مرحبا کہا، اور دُعائیں دیں۔ اِس کے بعد بُراق آپ کو پانچویں آسمان تک لے گیا۔ وہاں بھی پہلے کی طرح گفتگو ہُوئی اور جب دروازہ کھول دیا گیا تو وہاں حضرت ہارون اور حضرت یحییٰ علیہما السلام کو

marfat.com

جلوہ فگن پایا۔ آپ نے سلام کیا اور انھوں نے خوش آمدید کہتے ہوئے دعائیں دیں۔

یہاں سے فارغ ہو کر چھٹے آسمان تک پہنچے۔ جب اس کا دروازہ کھولنے کے لیے کہا گیا تو حسبِ سابق سوال جواب ہوئے۔ دروازہ کھُلنے پر دیکھا کہ وہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام جلوہ افروز ہیں۔ آپ نے سلام کیا اور انھوں نے خوش آمدید کہتے ہوئے دُعائیں دیں۔ پھر ساتویں آسمان کی طرف عروج کیا۔ اس کا دروازہ کھولنے کے لیے کہا گیا یہاں بھی وہی قیل وقال کا مرحلہ درپیش آیا۔ آخر کار دروازہ کھولا گیا تو دیکھا کہ وہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام تشریف فرما ہیں، جو بیت المعمور سے ٹیک لگا کر بیٹھے ہُوئے تھے۔ آپ نے سلام کیا۔ اُنھوں نے مرحبا کہا اور ضراح کی وجہ تسمیہ بتائی جو بیت المعمور ہی کا نام ہے (ابن کثیر نے نہایہ میں لکھا ہے کہ ضراح ساتویں آسمان پر کعبے کے عین اُوپر ایک متبرک عمارت ہے جسے بیت المعمور کہا جاتا ہے)

آپ نے بیت المعمور کو اندر سے بھی دیکھا اور اُس میں دو رکعت نماز ادا فرمائی۔ آپ کو بتایا گیا کہ بیت المعمور کے ایک دروازے سے ہر روز ستر ہزار فرشتے اندر داخل ہوتے ہیں اور دُوسرے سے باہر نکل جاتے ہیں۔ داخل ہونے والے دروازے کا نام باب مطالع الکواکب ہے اور جس دروازے سے باہر نکلتے ہیں اسے باب مغارب الکواکب کہا جاتا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بتایا کہ ان فرشتوں کو اللہ تعالےٰ روزانہ آب حیات کے قطروں سے پیدا فرماتا ہے، جو جبرئیل علیہ السلام کے پَر جھاڑنے سے پیدا ہوتے ہیں جبکہ وُہ نہرِ حیات میں غوطہ لگا کر نکلتے ہیں اور اپنے پَروں کو اِس طرح جھاڑتے ہیں جیسے پرندے کرتے ہیں۔ جبرئیل علیہ السلام ہر روز اِس نہر میں ایک دفعہ غوطہ لگاتے ہیں۔

اِس کے بعد حضرت جبرئیل علیہ السلام آپ کو سدرۃ المنتہیٰ کی طرف لے گئے اُس کے پھل مٹکوں کی طرح تھے اور پتّے ہاتھی کے کانوں جیسے۔ فخرِ دو عالم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلّم نے دیکھا کہ اُسے اللہ تعالیٰ نے اپنی تجلیات سے ڈھانپ رکھا ہے۔ کوئی شخص سدرۃ المنتہیٰ کے پُورے اوصاف بیان کرنے کی طاقت نہیں رکھتا، کیونکہ جب چشم انسانی

marfat.com

اُسے دیکھنے ہی سے قاصر ہے تو اُن تجلیات کے بارے میں کیا بتا سکتا ہے ؛ لیکن اُس خلاصۂ کائنات کی بات ہی اَور ہے جو شربتِ دیدارِ الٰہی سے مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی کی حالت میں لُطف اندوز ہُوا۔ آپ نے دیکھا کہ سدرۃ المنتہٰی کی جڑ سے چار نہریں نکلتی ہیں۔ دُو ظاہری ہیں اور دُو باطنی۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے بتایا کہ ظاہری نہروں کے نام نیل اور فرات ہیں۔ دونوں باطنی نہریں جنت کی طرف بہتی ہیں۔ قیامت کے روز نیل اور فرات بھی جنت کی جانب بہنے لگیں گی جو شہد اور دُودھ کی نہریں ہیں۔ جنت میں چار نہریں (بمع ان سمیت) ہوں گی۔ ایک پانی کی جو کبھی بدبودار نہیں ہوتا، دُوسری دُودھ کی نہر، جس کا ذائقہ کبھی خراب نہیں ہوتا۔ تیسری شراب کی نہر، جو لُطف اندوز کرتی ہے۔ چوتھی خالص شہد کی نہر ہے۔ یہ نہریں اُن لوگوں کے علوم میں برابر اضافہ کرتی رہیں گی، جو اُن سے پئیں گے۔ دُنیا میں اصحابِ ذوق ہی اُن کی لذتوں کا اندازہ کر سکتے ہیں۔ چنانچہ ہمارے شیخ محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ اِس سلسلے میں ہم نے ایک مختصر کتاب لکھی ہے۔ خواہشمند حضرات کو اُس کی جانب رجوع کرنا چاہیے۔

جبرئیل علیہ السلام نے آپ کو بتایا کہ بنی نوعِ انسان کے اعمال نامے سدرۃ المنتہٰی ہی پہنچائے جاتے ہیں جہاں اُن کا ریکارڈ رکھا جاتا ہے اور روحوں کا مستقر بھی یہی ہے۔ اُوپر سے نازل ہونے کا پہلا مقام اور نیچے سے اُوپر آنے والوں کی یہ آخری حد ہے۔ جبرئیل علیہ السلام کا مقام اور جاتے ظہور یہی ہے۔

فخرِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہاں پہنچ کر بُراق سے اُتر گئے اور آپ کی سواری کے لیے رفرف پیش کیا گیا، جو دنیاوی مثال کے لحاظ سے پالکی کی طرح سمجھ لینا چاہیے۔ آپ اُس پر سوار ہو گئے اور جبرئیلِ امین نے آپ کو اُس فرشتے کے سپرد کر دیا جو رفرف لایا تھا۔ آپ نے جبرئیل علیہ السلام سے ساتھ چلنے کے لیے فرمایا، کیونکہ اُن سے بیحد اُنس تھا۔ وہ عرض گزار ہُوئے: حضور! سرتابی کی مجال نہیں، لیکن میرے اندر آگے جانے کی طاقت نہیں ہے۔ اگر ایک قدم بھی آگے بڑھاؤں تو جل کر خاک سیاہ ہو جاؤں گا۔[1]

---

[1] اسی لیے تو شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے، ؎

اگر یک سرِ مُوئے برتر پرم
فروغِ تجلّی بسوزد پرم

marfat.com

کیونکہ ہر فرشتے کا ایک انتہائی مقام مقرر ہے جس سے وہ آگے نہیں بڑھ سکتا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ سیر اسی لیے کرائی ہے کہ حضور ہی اللہ تعالیٰ کی خاص نشانیوں کا مشاہدہ فرما سکتے ہیں، لہٰذا جُدائی کی پروا نہ کیجیے۔

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اُنھیں الوداع کہہ کر رفرف لانے والے فرشتے کے ہمراہ عرشِ معلیٰ کی جانب پرواز کرنے لگے۔ وہاں آپ نے قلموں کے تختیوں پر چلنے کی آوازیں سُنیں، جن سے اللہ تعالیٰ مخلوق میں جاری ہونے والے احکام رقم فرماتا ہے اور جو فرشتے بندگانِ حق تعالیٰ کے اعمال قلمبند کرتے ہیں۔ ہر قلم ایک فرشتہ ہے، جیسا کہ اللہ جل شانہٗ نے فرمایا ہے:

اِنَّا كُنَّا نَسْتَنْسِخُ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝ [1] ہم لکھتے رہے تھے جو تم نے کیا۔

اِس کے بعد آپ تجلیات میں گُم ہو گئے اور جو فرشتہ آپ کے ہمراہ آیا تھا (رفرف لے کر) وُہ پیچھے ہی آپ سے جُدا ہو گیا تھا۔ آپ تنہائی کے عالم میں وحشت زدہ ہو کر دائیں بائیں دیکھتے اور سوچتے تھے کہ اب کیا کروں؟ اُن تجلیات کے باعث آپ پر وجدانی کیفیت طاری ہو گئی اور تختیوں پر قلموں کے چلنے کی دل نواز اور رُوح پرور آوازوں سے حال کا غلبہ ہو کر یہ کیفیت طاری ہُوئی، لیکن دُوسری طرف آپ کو ان سے تقویت پہنچ رہی تھی۔ اُس وقت اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہر اس چیز کا علم مرحمت فرما دیا، جسے آپ پہلے نہیں جانتے تھے اور نہ بذریعۂ وحی اُن کا علم دیا گیا تھا۔ اُس وقت آپ نے حق الیقین حاصل کرنے کی خاطر دیدارِ الٰہی کی درخواست پیش کی۔ اچانک حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسی آوازیں یہ الفاظ سُنے:

یا محمد قف ان ربك یصلی۔ اے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! ٹھہرو کہ تمہارا رب صلوٰۃ میں مصروف ہے۔ (ص ۱۳۲)

---

[1] پ ۲۵، سورہ الجاثیہ، آیت ۲۹

marfat.com

اِس خطاب سے آپ گھبرائے۔ ربِ تعالیٰ کا صلوٰۃ میں مصروف ہونا ادھر متعجب کر رہا تھا تو اُدھر ابوبکر صدیق جیسے یارِ غار کی آواز مانوس بھی کرگئی تھی۔ ساتھ ہی رُوح پرور آواز میں سُنا،

هُوَ الَّذِي يُصَلِّي عَلَيْكُمْ وَ — وہی ہے کہ درود بھیجتا ہے تم پر وہ اور اس

مَلٰٓئِكَتُهٗ ۔ ؎۱ — کے فرشتے۔

جب اللہ تعالیٰ اُس صلوٰۃ سے فارغ ہُوا اور یہ فارغ ہونا اُسی قسم کا ہے جیسے کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

سَنَفْرُغُ لَكُمْ اَيُّهَ الثَّقَلٰنِ ؎۲ — جلد سب کام نبٹا کر ہم تمہارے حساب کا قصد فرماتے ہیں، اے دونوں بھاری گروہ!

حالانکہ کوئی حال اُسے مشغول رکھے یہ اُس کی شان سے بعید ہے۔ لیکن دنیا میں مخلوقات کی مختلف قسمیں ہیں اور ہر کسی کا زمان و مکان مخصوص و متعین ہے، جس سے نہ اُس کا زمانہ تجاوز کرسکتا ہے نہ مکان، بلکہ وُہی ہوتا ہے جو اُس کے علم میں ہے اور جو اُس کی مشیّت کا تقاضا ہوتا ہے۔ اس وقفے کے دوران اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کی جانب خاص وحی فرمائی پھر آگے بڑھنے اور خاص مقامِ قُرب میں داخل ہونے کی اجازت بخشی، اُس وقت:

فرأى بعين ما علم لا غير وما تغيرت عليه صورة اعتقاده۔ (ص ۱۳۲) — پس آپ نے عین ذاتِ باری کو دیکھا نہ کہ غیر کو، جیسے جانتے تھے۔ اس سے آپ کے اعتقاد کی صورت میں کوئی فرق نہ آیا۔

اللہ تعالیٰ نے وحی کے دوران روزانہ دن رات میں پچاس نمازیں پڑھنا فرض کیا۔ جب شبِ اسریٰ کا دُولہا واپس لوٹا اور موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی تو اُنھوں نے سوال کیا کہ آپ سے کیا گفتگو ہُوئی اور کیا فرض کیا گیا؟ آپ نے جواب دیا: اللہ تعالیٰ نے میری اُمت پر روزانہ رات دن میں پچاس وقت کی نماز فرض کی ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے مشورہ دیا کہ میں اپنی اُمت کے ذریعے اس کا تجربہ کرچکا ہوں۔ میں نے اِسے اچھا ذوق

؎۱ پ ۲۲، سورۂ الاحزاب، آیت ۴۳ ؎۲ پ ۲۷، سورۂ الرحمٰن، آیت ۳۱

marfat.com

آزمایا تھا لیکن میری اُمت نے سخت پریشان کیا۔ میرا مشورہ تو یہ ہے کہ آپ کی اُمت۔ اِتنا بوجھ نہیں اُٹھا سکے گی۔ آپ واپس لوٹ جائیں اور ان میں تخفیف کرائیں۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم واپس لوٹ گئے اور تخفیف کی گزارش کی تو دس نمازیں کم کر دی گئیں۔ آپ نے اِس واقعے کی موسیٰ علیہ السلام کو خبر دی۔ اُنھوں نے پھر مشورہ دیا کہ اپنے رب سے مزید تخفیف کرائیے۔ آپ واپس لوٹے اور دس نمازوں کی اور کمی ہو گئی۔ آپ نے اِس دفعہ بھی موسیٰ علیہ السلام کو بتایا تو اُنھوں نے اور کمی کروانے کا مشورہ دیا۔ آپ نے کمی کی درخواست پیش کی تو مزید دس نمازیں چھوڑ دی گئیں۔ آپ نے واپس آتے ہوئے موسیٰ علیہ السلام کو بتایا تو اُنھوں نے کہا اور کمی کروائیے۔ چنانچہ واپس لوٹے اور آپ کی درخواست پر صرف دس وقت کی نماز باقی رہ گئی۔ واپسی پر موسیٰ علیہ السلام کو بتایا تو اُنھوں نے مزید تخفیف کے لیے کہا۔ آپ نے تخفیف کی درخواست کی تو اللہ جل شانہٗ نے پانچ وقت کی نماز فرض کرتے ہوئے فرمایا کہ حبیب! تمھاری اُمت پانچ وقت کی نماز پڑھے گی اور مَیں اُسے پچاس نمازوں کا ثواب عطا کروں گا کیونکہ میرے کلام میں تبدیلی نہیں ہوتی۔ آپ نے واپس لوٹتے ہوئے موسیٰ علیہ السلام کو بتایا تو اُنھوں نے اِس دفعہ بھی تخفیف کروانے کے لیے کہا۔ لیکن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اب مجھے اپنے رب سے حیا آتی ہے کیونکہ اُس نے ایسا اور ایسا فرمایا ہے۔ چنانچہ آپ اُنھیں الوداع کہتے ہوئے واپس لوٹے اور طلوعِ فجر سے پہلے زمین پر تشریف لے آئے اور حجرِ اسود کے پاس اُترے۔ خانۂ کعبہ کا طواف کیا اور دولت کدے پر رونق افروز ہو گئے (حالانکہ بستر اُسی طرح گرم تھا، وضو کا پانی بہہ رہا تھا اور دروازے کی کنڈی ہل رہی تھی) صبح کے وقت آپ نے لوگوں سے اس کا ذکر کیا تو ایمان والوں نے بے چون و چرا اسے تسلیم کر لیا، منکروں نے جھوٹ قرار دیا اور شک کرنے والے شکوک و شبہات کی گھاٹیوں میں بھٹکنے لگے۔

سرورِ کون و مکاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لوگوں کو قافلے کی خبر دی اور اُس شخص کا واقعہ سنایا جو وضو کر رہا تھا اور اُس کے پیالے کو بُراق نے اُلٹا دیا تھا۔ چنانچہ آپ کے بتانے ہی کے مطابق قافلہ پہنچا اور جب اُس شخص سے پوچھا گیا جس کے پیالے کو

marfat.com

بُراق نے بوقتِ وضو اُلٹ دیا تھا تو اُس نے بھی اِس خبر کی تصدیق کر دی۔ آپ کو جھٹلانے والوں میں سے ایک ایسے شخص نے آپ سے بیت المقدس کے بارے میں مختلف سوالات کیے، جس نے بیت المقدس دیکھا تھا۔ حالانکہ فخرِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تو اس کے صرف اُسی حصّے کو دیکھا تھا، جس میں ٹھہرے اور نماز ادا کی تھی۔ پس:

• فرفعه الله تعالىٰ لـه حتى نظر اليه فاخذ ينعتـه للحاضرين فما انكروا من نعته شيئًا ولو كان الاسراء بروحه وتكون مرئيا رأها كما يرى النائم فى نومه ما انكره احد ولا نازعه احد وانما انكروا عليه كونه اعلمهم ان الاسراء كان بجسمه فى هٰذه المواطن كلها۔ (ص۱۳۳)

اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس کو آپ کے سامنے رکھ دیا، یہاں تک کہ آپ نے اُسے دیکھ کر حاضرین کے سامنے اُس کے حالات بیان کر دیے۔ آپ کے بیانات کو جھٹلانے کی کسی کو جرأت نہ ہوئی۔ اگر معراج و اسراء کا واقعہ رُوحانی ہوتا اور صرف خواب ہوتا، جیسے سونے والا حالتِ خواب میں دیکھتا ہے، تو کوئی انکار کرتا نہ جھگڑتا۔ اِس کا انکار اسی بنا پر کیا گیا، جبکہ آپ نے اُنھیں بتایا کہ اِن جملہ مقامات کی سیر جسمانی حالت میں کی ہے۔

فخرِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے چونتیس ۳۴ مرتبہ معراج کی۔ اُن میں سے ایک جسمانی اور باقی سب روحانی ہیں، جو خواب کی شکل میں ہوئیں۔ اولیائے کرام کو بھی روحانی برزخی سیر کرائی جاتی ہے۔ جن کے ذریعے وہ معانی و رموز کا ایسی شکل و صورت میں مشاہدہ کرتے ہیں کہ پردۂ خیال پر اُن کا اظہار محسوس صورتوں کی شکل میں ہوتا ہے۔ پس ایسے اولیائے کرام رحمۃ اللہ علیہم کو:

يعطون العلم بما تتضمنه تلك الصور من المعانى ولهم الاسراء فى الارض وفى الهوٰ غير انهم ليس لهم قدم.

اِن صورتوں کے ذریعے اُنھیں معانی کا علم عطا فرمایا جاتا ہے۔ اِن کی سیر زمین اور ہوا میں ہوتی ہے؛ لیکن اُن کے قدم آسمان پر محسوس نہیں ہوتے۔ اِسی لیے تمام سیر

marfat.com

محسوسة فی اسراء و بهذا نراد علی الجماعة رسول الله صلی الله علیه وسلم باسراء الجسم واختراق السموٰت والافلاك حسا وقطع مسافات حقیقة محسوسة وذالك كله لورثته معنی لاحسا من السموٰت فما فوقها۔ (ص ۱۲۳)

کرنے والوں کی جماعت پر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فوقیت ہے کہ آپ کی سیر جسمانی ہے، جس میں جسمانی طور پر آسمانوں سے گزرے اور محسوس حقیقت کے ساتھ فاصلے طے کیے۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وارثوں کو حسی نہیں بلکہ معنوی سیر کروائی جاتی ہے جو آسمانوں تک ہو سکتی ہے بلکہ اُن سے بھی اُوپر تک۔

شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کا اس سلسلے میں منظوم نغمہ تہنیت ملاحظہ ہو:

الم تر ان الله اسرٰی بعبده — من الحرم الاول الی المسجد الاقصٰی
الی ان علا السبع السموٰت قاصداً — الی بیته المعمور بالملا الاعلٰی
الی السدرة العلیاء وكرسیه الاجلٰی — الی عرشه الاسنٰی الی المستوی الازهٰی
الی سبحات الوجه حتی تقشعت — سحاب العمی عن عین مقلته النجلا
فكان تدلیه علی الامر اذ دنا — من الله قرباً قاب قوسین او ادنٰی
وكان حیون الكون عنه بمعزل — تلاحظ ما یسقیه بالمورد الاحلٰی
فخاطبه بالانس صوت عتیقه — توقف فرب العرش سبحانه صلٰی
فازعجه ذاك الخطاب وقال هل — یصلی الهی ما سمعت به یتلٰی
فشال حجاب العلم عن عین قلبه — واوحٰی الیه فی الغیوب الذی اوحٰی
فعاین ما لا یقدر الخلق قدره — وایده الرحمٰن بالعروة الوثقٰی
والقاه مشتاقاً الی وجه ربه — فاكرمه الرحمٰن بالمنظر الاجلٰی

ومن قبل قد كان اشهد قلبه
بغار حراء قبل ذالك فی النجوٰی

۱۔ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص بندے کو حرم اول سے مسجد اقصیٰ

marfat.com

تک سیر کرائی۔

۲۔ حتیٰ کہ ساتوں آسمانوں کو پار کرتے ہوئے بیت المعمور اور ملاءِ اعلیٰ تک جا پہنچے۔

۳۔ بلند سدرۃ المنتہیٰ، محفوظ کرسی، باعظمت عرش اور روشن مستوی تک پہنچے۔

۴۔ ذاتِ الٰہیہ کے پردوں کی جانب قصد فرمایا تو روشن آنکھوں کے سامنے سے بصارت کی کوتاہی کے سیاہ بادل چھٹ گئے۔

۵۔ اللہ تعالیٰ سے اتنا قریب ہونا کہ دو ہاتھ کا یا اس سے بھی کم فاصلہ رہ جانا۔ یہ باغِ دنیٰ تک پہنچنا امرِ الٰہی سے حاصل ہوا تھا۔

۶۔ دنیا کی آنکھیں اُن انعامات و عطیات کا مشاہدہ کر رہی تھیں جو آپ کو بلند مقام پر بُلا کر شیریں گھاٹ سے سیراب کیا جا رہا تھا۔

۷۔ وہاں مانوس کرنے کے لیے آپ کے یارِ عتیق (یعنی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی آواز میں مخاطب کیا آپ ٹھہر گئے کہ رب العرش صلوٰۃ میں مشغول ہے۔

۸۔ اس خطاب سے آپ متعجب ہوئے اور فرمایا: کیا میرا رب صلوٰۃ میں مشغول ہوتا ہے؟ یہ جو کچھ میں نے سنا ہے، زبان زد خاص و عام ہو جائے گا۔

۹۔ آپ کے قلب مبارک کی آنکھ سے علم کا حجاب اُٹھ گیا اور اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف ایسے خاص غیوب کی وحی فرمائی جو اس نے وحی فرمانا چاہا۔

۱۰۔ آپ نے اُس ذات کا مشاہدہ کیا جس کے دیکھنے کی مخلوق میں طاقت نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ نے مضبوط رسی (اسلام) کے ساتھ آپ کی مدد فرمائی۔

۱۱۔ جب آپ کو دیدارِ الٰہی کا انتہائی مشتاق دیکھا گیا تو اللہ رب العزت نے روشن منظر کے ساتھ آپ کو یہ کرامت بخشی۔

۱۲۔ حالانکہ اس سے پہلے آپ کے قلب مبارک کو غارِ حرا میں خاص سرگوشی پر گواہ بنایا گیا تھا۔

اس کے بعد شیخ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اور بہت سے فوائد لکھے ہیں، اُن میں روحانی معراج کے متعلق بڑے اہم فوائد ہیں اور طویل بحث کی ہے۔ خواہش رکھنے والے حضرات

marfat.com

فتوحاتِ مکیہ کی طرف رجوع کریں۔

اوّل الخلق شیخ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فتوحاتِ مکیہ، جلد سوم، باب ۳۸۲، صفحہ ۱۰۶ پر فرمایا ہے کہ فخرِ موجودات، آقائے کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم البشری نبوت سے پہلے بھی موجود تھے جیسا کہ آپ نے خود فرمایا ہے کہ میں اُس وقت بھی نبی تھا جب کہ آدم علیہ السلام کا جسم تیار کیا جا رہا تھا اور آپ ہی سب میں آخری نبی ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ	ہاں وُہ اللہ کے رسول اور سب نبیوں میں
النَّبِیّٖنَ۔ لہ	پچھلے ہیں۔

جب یہ دعویٰ کیا جانے لگا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے باپ ہیں تو اللہ تعالیٰ نے رفعِ مناسبت اور تمیزِ مرتبہ کی خاطر وضاحت فرمادی کہ میرا حبیب تمہارے کسی بھی مرد کا نسلی باپ نہیں ہے۔ کیا تم نے دیکھا نہیں کہ فرزندِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کوئی صاحبزادہ زیادہ عرصہ دنیا میں زندہ نہیں رہا۔ اس سے ایک جانب آپ کی بزرگی وعظمت کا اظہار مقصود ہے۔ دُوسرے یہ کہ اللہ تعالیٰ کی نظر میں آپ خاتم النبیین یعنی بلحاظ زمانہ آخری نبی ہیں۔ جیسا کہ خود نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے،

ان الرسالۃ یعنی البعثۃ	بیشک رسالت یعنی شریعت لے کر لوگوں کی
الی الناس بالتشریع لھم	طرف مبعوث ہونا اور نبوت کا سلسلہ ختم
والنبوۃ قد انقطعت ای ما	ہوگیا ہے یعنی اب یہ گنجائش نہیں رہی کہ کسی
بقی من یشرع لہ من	حکم کے بارے میں کہا جائے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی
عند اللہ حکم یکون علیہ	طرف سے ہے اور وہ ہماری شریعتِ مطہرہ
لیس ھو شرعنا الذی جئنا	میں نہ ہو، جسے ہم لے کر آئے ہیں۔
بہ فلا رسول بعدی یأتی بشرع	پس ہمارے بعد کوئی رسول نہیں جو ہماری

لہ پ ۲۲، سورۃ الاحزاب، آیت ۴۰

marfat.com

يخالف شرعي الى الناس ولا	شرع کے خلاف شریعت لے کر آئے اور نہ
نبي يكون على شرع ينفرد به	لوگوں کی طرف کوئی نبی آئے گا جو ایسی شریعت
من عند ربه يكون عليه	پر عامل رہے جس میں متفرد ہو اور وہ اُس
فصرح انه خاتم نبوة	پر عامل ہونے کا اپنے رب کی طرف سے تولی
التشريع ولو اراد غيرما	کرے۔ پس آپ نے تصریح فرما دی کہ تشریعی
ذكرناه لكان معارضاً	نبوت آپ کے ذریعے ختم ہو گئی۔ اگر مذکورہ معانی
لقوله ان عيسٰى عليه السلام	کے علاوہ مفہوم لیا جائے تو اِس فرمانِ رسالت
ينزل فينا حكماً	کے معارض ہوگا کہ عیسٰی علیہ السلام ہم میں
مقسطاً يؤمنا بنا اى	عادل حاکم کے بطور نازل ہوں گے۔ وہ
بالشرع الذى نحن عليه	ہماری شریعت کے ساتھ اُمتِ محمدیہ کی
ولا شك فيه انه رسول و	امامت کا فریضہ ادا کریں گے، حالانکہ بیشک
نبي فعلمنا انه صلى الله	وہ نبی اور رسول ہیں۔ پس معلوم ہوا کہ
عليه وسلم اراد انه	فخرِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مراد یہی ہے
لا شرع بعده ينسخ شرعه	کہ آپ کے بعد کوئی شریعت نہیں جو شریعت
ودخل بهذا القول كل	محمدیہ کو منسوخ کرے۔ اِس ارشادِ گرامی کے
انسان فى العالم من زمان	مطابق آپ کے مبعوث ہونے کے وقت سے
بعثه الى يوم القيامة فى	قیامت تک دنیا کے سارے انسان آپ
امته فالخضر و	کی اُمت میں شامل ہیں۔ پس حضرت خضر،
الياس وعيسٰى من	حضرت الیاس اور حضرت عیسٰی علیہم السلام
امة محمد صلى الله عليه وسلم	بھی ظاہری اُمتِ محمدیہ میں شامل ہیں اور
ظاهرة ومن آدم الى زمن	آدم علیہ السلام سے رسول اللہ صلی اللہ
بعثة رسول الله صلى الله	تعالیٰ علیہ وسلم کی بعثت تک جتنے انسان
عليه وسلم من امته الباطنة	ہوئے وہ آپ کی باطنی اُمت ہے۔ پس

marfat.com

فهو النبی بالسابقۃ وھو	نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پہلوں کے بھی
النبی بالخاتمۃ فظھر من	نبی ہیں اور پچھلوں کے بھی۔ رسول اللہ صلی اللہ
کلام رسول اللہ صلی اللہ	تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشادِ گرامی سے ظاہر
علیہ وسلم ان السابقۃ	ہو گیا کہ آپ کی پہلی نبوت (قبل از بعثت)
عین الخاتمۃ فی النبوۃ۔ (ص۲۳)	بھی بالکل پچھلی نبوت کی طرح ہے۔

مقامِ مصطفیٰ کا نرالا احترام

شیخ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فتوحاتِ مکیہ، باب ۵۴۰، صفحہ ۲۲۴ پر لکھا ہے کہ پاکیزہ ناموں والے اللہ جل شانہٗ نے فرمایا ہے:

اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ ۝ [1]	بے شک اللہ صابروں کے ساتھ ہے۔
وَبَشِّرِ الصّٰبِرِیْنَ ۝ الَّذِیْنَ	اور خوشخبری سُنا اُن صبر والوں کو، کہ جب
اِذَآ اَصَابَتْھُمْ مُّصِیْبَۃٌ قَالُوْٓا	اُن پر کوئی مصیبت پڑے تو کہیں ہم اللہ کے
اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ ۝ [2]	مال ہیں اور ہم کو اُسی کی طرف پھرنا ہے۔

اِس معیت کا سارا دارومدار شہود پر ہے کیونکہ وُہ اُن لوگوں کے ساتھ ہوتا ہے جو متقی اور محسن ہوں۔ پس وہ صبر کرنے والوں، پرہیزگاروں اور احسان کرنے والوں کو اپنی معیت یعنی تائید و نصرت سے نوازتا ہے۔ یہاں جس معیت کا ذکر فرمایا گیا ہے وہ صرف صبر کرنیوالوں سے متعلق ہے اور اِس صبر سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خاطر صبر کرنا مراد ہے، یہاں تک کہ آپ اُن کے پاس تشریف لے آتے۔ پس جو اللہ تعالیٰ کے لیے صبر کرے اُس کا حال کیا ہوگا؟

چونکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمیشہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے رہتے تھے اور اللہ تعالیٰ اُس کے پاس ہوتا ہے جو اُس کا ذکر کرے۔ پس رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمیشہ حضرت حق سبحانہٗ کے جلیس رہے۔ پس جس کے پاس سرورِ کون و مکاں

---

[1] پ ۲، سورۃ البقرہ، آیت ۱۵۳ [2] پ ۲، سورۃ البقرہ، آیت ۱۵۶،۱۵۵

marfat.com

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لائیں تو اپنے رب کے پاس ہی سے تشریف لاتے ہیں اور اُسے بشارت دیتے یا نصیحت فرماتے ہیں کیونکہ آپ لوگوں کے لیے باعثِ خیر و برکت ہیں۔ اِس کے برعکس آپ کی تشریف آوری اُنھیں آخرت میں مایوس کرنے والی ہوتی تو کب آپ کو باعثِ خیر و برکت شمار کیا جاتا؟ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے خیر ہونے کی گواہی دی ہے۔ پس ثابت ہُوا کہ آپ یقیناً خیر ہیں اور جیسا کہ ہم ذکر کر چکے ہیں کہ یہ خیر ہونا نیک بختی کے قریب کرنیوالی اچھی بشارت، وصیت اور نصیحت کے سوا کچھ اور نہیں ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے جتنے احکام شروع کروائے، جو اُن پر صبر کرے تو اللہ تعالیٰ اُس کی طرف ضرور اپنے حبیب کو بھیجے گا اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صورت دُوسرا کوئی بھی اختیار نہیں کر سکتا۔ پس جس کو خواب میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی بے شک اُس نے حبیبِ پروردگار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی کو دیکھا لیکن خواب میں اللہ تعالیٰ کا دیکھنا ایسا نہیں ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کی تجلیات ہر چیز پر پڑتی ہیں اور ہر ایک چیز اُسی کے سبب ظاہر ہُوئی ہے۔ عارف باللہ جانتا ہے کہ ہر وہ شے جسے دیکھا جائے وہ وہی ہے اور اللہ تعالیٰ ہی نیک بختی اور بدبختی دینے والا ہے، لیکن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایسے نہیں ہیں، اسی لیے آپ کی رویت پر اعتماد کیا جائیگا۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ کو خواب میں دیکھ کر یہ گمان نہیں کر لینا چاہیے کہ واقعی اللہ جل شانہٗ ہی کو دیکھا ہے۔

یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ جس انسان یا جن نے الوہیت کا دعویٰ کیا وہ اسی سبب سے ہے جس کی جانب ہم اشارہ کر چکے ہیں اور لوگوں نے اُس کے دعوے کو قبول کر کے خدا کے سوا اُس کی عبادت کی لیکن آج تک کوئی اِس بات پر قادر نہیں ہو سکا کہ وہ محمد بن عبد اللہ، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہونے کا دعویٰ کر سکے، خواہ نبی ہونے کا دعویٰ کرتا پھرے لیکن محمد ہونے کا دعویٰ نہیں کیا جا سکا اور نہ ایسے کسی دجّال کو محمد کہا جائیگا۔ (صلی اللہ علیک یا رسول اللہ) بلکہ اُس سے اِس تلبیس کی وجہ دریافت کی جائے گی۔

پس محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نام نامی و اسمِ گرامی کی

marfat.com

عصمت سے خبردار رہنا چاہیے کہ کائناتِ ارضی وسماوی میں سے کوئی فرد ایسا نہیں ہے جو کشف، نیند یا بیداری کی حالت میں آپ کی جگہ متصوّر یا متشکل ہو سکے۔ پس جس شخص نے اُس راحتِ جان و قرارِ زمین و آسمان کو دیکھنے کی سعادت حاصل کی یقیناً اُس نے آپ ہی کو دیکھا ہے اور آپ کا حُسن وجمال اگر متغیر نظر آئے تو یہ دیکھنے والے کی اپنی حالتِ ایمانی کا قصور ہے اور یہ تغیر اُس مکان کے لحاظ سے بھی ہو سکتا ہے جس میں کوئی آپ کو دیکھے یا دوسروں کے اختلاطِ امور کے باعث۔ یہ سب کچھ اُس کی شرعی صورت کی طرف لوٹتا ہے اور یہی حال قبح کا ہے جس میں تغیر واقع ہو پس حُسن وقبح میں آپ کی صورت کا متغیر ہونا دیکھنے والے کی حالت یا زمانے والوں کے حالات سے خبردار کرنا ہے یا اُس مکان کے لحاظ سے ہے جس میں کوئی آپ کو دیکھے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کا دیکھنا ایسا نہیں ہے کیونکہ ہر وُہ چیز جس میں حُسن یا قُبح ہے وہ اُس سے خارج نہیں ہے۔ اور ہر شے حسن ہے اُس میں کوئی قباحت نہیں ہے قباحت تو شریعت کے لحاظ سے ہے۔ غرض مندوں کی نظر میں غرض کے لحاظ سے۔ اصحابِ مزاج کی نظر میں مزاج کی ناموافقت کے باعث اور اہلِ فکر ونظر کی بارگاہ میں حکمت کے لحاظ سے اشیاء میں خوبی یا نقصان شمار کیا جاتا ہے۔ جس شخص میں یہ تغیر اور ہجران پایا جائے اُسے چاہیے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر کثرت سے درود شریف پڑھا کرے[1]

---

[1] اسی لیے مولانا کفایت علی کافی رام پوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے:

ہر مرض کی دوا درود شریف — دافعِ ہر بلا درود شریف
وِرد جس نے کیا درُود شریف — اور دل سے پڑھا درود شریف
حاجتیں سب روا ہُوئیں اُس کی — ہے عجب کیمیا درود شریف
جو محبِّ جنابِ احمد ہے — اُس کا مونس ہُوا درود شریف
اے صبا! تُو ہی جا کے پہنچا دے — بہ درِ مصطفیٰ درود شریف
آفتابِ سپہرِ ایمان ہے — گوہرِ پُر ضیا درود شریف

توشۂ راہِ آخرت کیجیے
کافیِؔ بے نوا درود شریف

marfat.com

اہلِ محبت کو چاہیے کہ درود پاک کے ذکر پر صبر و استقلال کے ساتھ ہیشگی کریں یہاں تک کہ بخت جاگیں اور وُہ جانِ جہاں خود قدم رنجہ فرمائیں اور شرفِ زیارت سے نوازیں۔ میں نے اِس ذکر پر کماحقہٗ ہمیشگی کرنے والا کوئی نہیں دیکھا سوائے ایک عظیم فرد کے۔ وُہ اشبیلیہ کا ایک لوہار تھا اور اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ کے نام ہی سے مشہور ہو گیا تھا۔ اُسے ہر ایک اِسی نام سے جانتا تھا۔ جب مَیں اُس سے ملا اور دُعا کی درخواست کی تو اُس نے میرے لیے دُعا مانگی، جس سے مجھے بہت فائدہ پہنچا۔ وہ فخرِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود پاک ہمیشہ پڑھتے ہی رہنے کے باعث مشہور تھا اور بغیر کسی خاص ضرورت کے کسی سے گفتگو نہیں کرتا تھا۔ جب اُس کے پاس کوئی شخص آتا کہ اُسے لوہے کی کوئی چیز بنا کر دے تو وہ کام کو مشروط کر لیتا تھا کہ ویسی ہی چیز بنائے گا اور اُس پر کسی قسم کا اضافہ نہیں کرے گا۔ اُس کے پاس جو بھی مرد، عورت یا بچہ آکر کھڑا ہوتا تو واپس لوٹنے تک اُس کی زبان پر بھی درودِ پاک ہی جاری رہتا۔ پس وُہ اپنے شہر میں اِسی مقدس شغلے کی وجہ سے ہر خاص و عام کے دِلوں اور دماغوں میں سمایا ہوا تھا اور حقیقت میں اُس کا شمار اللہ والوں (اولیاءاللہ) میں تھا۔ اِس ذکر کرنے والے کے سامنے جو نوازشات کے طور پر نتیجہ سامنے آتا ہے وہ برحق علم ہے اور باطل کی آمیزش سے پاک صاف ہوتا ہے۔ کیونکہ اُس کے پاس وہی چیز پہنچتی ہے جو سرورِ کون و مکاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے واسطے سے آتے۔ ایسے شخص پر آقائے کائنات خود تجلی بار ہوتے اور خود اُسے خبر دیتے ہیں۔

خواجہ اَبُو یزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کے زمانۂ مبارک میں ایک شخص کسی سے ملا اور اُس سے پُوچھنے لگا کہ کیا آپ نے اَبُو یزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا ہے؟ اُس نے جواب دیا، مَیں نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہُوا ہے تو مجھے اَبُو یزید کو دیکھنے کی ضرورت ہی کیا ہے؟ پہلے شخص نے کہا کہ اگر تُو بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کو ایک بار بھی دیکھ لیتا تو اللہ تعالیٰ کو ہزار دفعہ دیکھنے سے بہتر ہوتا۔ دُوسرے نے جب یہ سُنا تو حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کی جانب چل پڑا اور نزدیک پہنچنے پر اُسی شخص کے ہمراہ حضرت بایزید کے راستے میں بیٹھ گیا۔ جب حضرت بایزید رحمۃ اللہ علیہ کا اُس راستے سے گزر ہوا اور آپ کے بال کانوں کی لَو سے

marfat.com

نیچے لٹک رہے تھے۔ پہلے شخص نے بتایا کہ بایزید بسطامی علیہ الرحمہ یہی ہیں۔ دوسرے نے جب مردِ کامل کی طرف دیکھا تو دیکھتے ہی اُس کا طائرِ روح قفسِ عنصری سے پرواز کر گیا۔

جب حضرت بایزید رحمۃ اللہ علیہ کو اِس واقعے کی خبر دی گئی تو آپ نے فرمایا: وُہ اللہ تعالیٰ کو اپنی طاقت کے اعتبار سے دیکھتا تھا لیکن جب اُس نے ہمیں دیکھا تو اللہ تعالیٰ ہماری طاقت کے اعتبار سے اُس کے لیے ظاہر ہُوا اور اُس کے برداشت کی طاقت نہ رکھنے کے باعث دم توڑ گیا۔ اِس واقعے سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی کامل رویت وہی ہے جو صورتِ محمدیہ سے رویتِ محمدیہ میں حاصل ہو گی۔ ہم لوگوں کو زبانی اور یہ کتاب لکھ کر شوقِ درود شریف دلاتے ہی رہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان حق ہے اور وہی سیدھی راہ دکھاتا ہے اور سب تعریفیں ایک خدا کے لیے ہیں۔ صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہ۔

---

marfat.com

امام فخر الدین رازی

رحمۃ اللہ علیہ

کے

فرمودات گرامی

marfat.com

آپ نے تبلیغ کا حق ادا کر دیا ہے

امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۶۰۶ ھ) نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فضائل اور حالات اپنی مایۂ ناز تفسیر قرآن کریم یعنی تفسیر کبیر میں متفرق اور متعدد مقامات پر بیان کیے ہیں یہاں موصوف کے چند جواہرات کو اختصار کے ساتھ پیش کیا جاتا ہے۔ چنانچہ الامام الہمام، احد اعلام الاسلام، حضرت امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے سورۂ بقرہ کی مندرجہ ذیل آیت:

اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا — بے شک ہم نے تمھیں حق کے ساتھ بھیجا خوشخبری

وَّنَذِيْرًا وَّلَا تُسْئَلُ عَنْ — اور ڈر سناتا اور تم سے دوزخ والوں کا

اَصْحٰبِ الْجَحِيْمِ ۝ [1] — سوال نہ ہوگا۔

کے تحت فرمایا ہے۔ جاننا چاہیے کہ فخرِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ جب آپ کی قوم نے معاندانہ سلوک کرنا شروع کر دیا۔ بغیر کسی معقول وجہ کے آپ سے جھگڑنا شعار بنا لیا اور آپ کو نیچا دکھانے کی غرض سے معجزات طلب کرتے رہتے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ مژدہ سنا کر تسلی دی کہ تم نے دینی مصالح کو دلائل کے ساتھ ظاہر کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا اور جتنا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دین کی تبلیغ و اشاعت کا کام کر دکھایا ہے اِس سے زیادہ قطعاً ہو نہیں سکتا۔ لہٰذا تسلی دی کہ قوم اگر کفر پر اصرار کرتی ہے تو تبلیغ میں کمی یا کوتاہی کے باعث نہیں ہے۔

آپ ابراہیم علیہ السلام کی دعا ہیں

امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ نے سورۂ بقرہ کی آیت:

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا — اے رب ہمارے! ... بھیج ان میں ایک رسول

---

[1] پ ۱، سورۃ البقرہ، آیت ۱۱۹

marfat.com

مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ — اِنھیں میں سے ، اِن پر تیری آیتیں تلاوت فرمائے
وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ — اور اِنھیں تیری کتاب اور پختہ علم سکھائے
وَيُزَكِّيْهِمْ ؕ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ — اور انھیں خوب ستھرا فرمائے۔ بے شک
الْحَكِيْمُ ۝ [1] — تو ہی غالب حکمت والا ہے۔

کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ اِس دعائے ابراہیمی میں رسول سے مراد حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں۔ اِس مراد پر کئی وجوہ دلالت کرتے ہیں؛

پہلی وجہ؛ مفسرین کا اسی مفہوم پر اجماع ہے اور اجماعِ مفسرین حجت ہے۔

دوسری وجہ؛ سرورِ کون ومکاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خود فرمایا ہے کہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دُعا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت ہوں۔ دُعائے ابراہیمی سے آپ کا اشارہ مذکورہ بالا آیۂ کریمہ کی جانب ہوتا تھا۔ عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت کو سورۂ صف میں اللہ رب العزت نے یوں بیان فرمایا ہے؛

وَمُبَشِّرًۢا بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْۢ — اور اُن رسول کی بشارت سُناتا ہوں جو میرے
بَعْدِي اسْمُهٗۤ اَحْمَدُ ؕ [2] — بعد تشریف لائیں گے اور اُن کا نام احمد ہے۔

تیسری وجہ یہ ہے کہ یہ دُعا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مکہ معظمہ میں اپنی اولاد کے لیے مانگی تھی جو مکہ مکرمہ اور اُس کے ارد گرد آباد تھی۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے مکہ معظمہ اور اُس کے گرد نبی آخر الزماں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علاوہ کسی اور نبی کو ابراہیم علیہ السلام کی اولاد سے مبعوث نہیں فرمایا۔

فائدہ یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ نماز میں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ذکرِ خیر کے ساتھ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذکر کیوں کیا جاتا ہے جبکہ یہ پڑھتے ہیں، اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ۔ اِس کا جواب کئی وجوہ سے دیا گیا ہے؛

---

[1] پ ۱، سورۂ البقرہ، آیت ۱۲۹   [2] پ ۲۸، سورہ الصف، آیت ۶

marfat.com

وجہ اول چونکہ ابراہیم علیہ السلام نے سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حق میں دُعا مانگی تھی جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ[1] — اے رب ہمارے! اور بھیج اِن میں ایک رسول انھیں میں سے، جو ان پر تیری آیتیں تلاوت فرمائے۔

جب خلیل اللہ علیہ السلام کی طرف سے حبیبِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر دُعا کرنے کا حق واجب ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کی جانب سے اِس حق کو یُوں ادا کر دیا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذکر اُمتِ محمدیہ کی زبانوں پر قیامت تک کے لیے جاری کر دیا۔

وجہ دوم حضرت ابراہیم علیہ السلام نے رب کریم سے یہ سوال کیا تھا:

وَاجْعَل لِّي لِسَانَ صِدْقٍ فِي الْآخِرِينَ ۝[2] — اور میری سچی ناموری رکھ پچھلوں میں۔

یعنی اے پروردگارِ عالم! اُمتِ محمدیہ کی زبانوں پر میری تعریف جاری رہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے اپنے خلیل کی دُعا کو شرفِ قبولیت بخشا اور اپنے حبیب علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والتسلیم کے ساتھ ابراہیم علیہ السلام کا ذکر جاری کر دیا تاکہ اُمتِ محمدیہ میں اُن کا ذکرِ خیر باقی رہے۔

وجہ سوم حضرت ابراہیم علیہ السلام ملتِ اسلامیہ کے باپ تھے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

مِلَّةَ أَبِيكُمْ إِبْرَاهِيمَ[3] — تمھارے باپ ابراہیم کا دین۔

اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ابوالرحمۃ ہیں جیسا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قرأت میں ہے کہ: اَلنَّبِيُّ أَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنفُسِهِمْ وَهُوَ أَبٌ لَّهُمْ اور

---

[1] پ ۱، سورۂ البقرہ، آیت ۱۲۹ [2] پ ۱۹، سورۂ الشعراء، آیت ۸۴
[3] پ ۱۷، سورۂ الحج، آیت ۷۸

marfat.com

اللہ تعالیٰ نے فخرِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعریف میں فرمایا ہے:

بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝ [1] مسلمانوں پر کمال مہربان ہیں۔

اور سرورِ کون و مکاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خود فرمایا ہے کہ میں تمھارے لیے باپ کی طرح ہوں یعنی شفقت اور مہربانی کرنے میں۔ جب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ابراہیم علیہ السلام کے حق میں ابوت واجب اور ثابت ہے؛ اس وجہ سے دونوں کے ذکر کو مدح و ثنا اور درود پاک میں جمع کر دیا گیا ہے۔

وجہ چہارم حضرت ابراہیم علیہ السلام شریعت سے حج کے منادی تھے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَاَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ ۝ [2] اور لوگوں میں حج کی عام ندا کر دے۔

اور فخرِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دین کے منادی تھے، جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

رَبَّنَآ اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُّنَادِيْ لِلْاِيْمَانِ اَنْ اٰمِنُوْا بِرَبِّكُمْ فَاٰمَنَّا ۝ [3] اے رب ہمارے! ہم نے ایک منادی کو سنا کہ ایمان کے لیے ندا فرماتا ہے کہ اپنے رب پر ایمان لاؤ۔ تو ہم ایمان لے آئے۔

تو اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب اور خلیل علیہما السلام کے ذکرِ جمیل کو یہاں جمع فرما دیا ہے۔ جاننا چاہیے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ایسے رسول کی دعا کی جو ان میں سے ہو اور ان کی طرف رسول بن کر آئے تو انھوں نے اس عظیم الشان رسول کے چند اوصاف بھی بیان فرماتے مثلاً يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ یعنی اے اللہ! وہ ان پر تیری آیتیں تلاوت کرے۔ اس مفہوم کو اختیار کرنے کی دو وجہ ہیں:

پہلی وجہ یہی قرآنِ مجید و فرقانِ حمید ہے جو محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر نازل ہوا۔ پس جس کی آپ قوم پر تلاوت کرتے تھے وہ اس کے علاوہ کوئی

---

[1] پ ۱۱، سورۂ التوبہ، آیت ۱۲۸

[2] پ ۱۷، سورۂ الحج، آیت ۲۷

[3] پ ۴، سورۂ آل عمران، آیت ۱۹۳

marfat.com

دُوسری کتاب یا کلام نہیں۔ لہٰذا ضروری ہُوا کہ تلاوت کو اسی پر محمول کیا جائے۔

دوسری وجہ جائز ہے کہ مذکورہ آیات صانع کے وجود پر دلالت کرنے والی ہوں اور اُن کی تلاوت کرنے سے مقصود یہی ہو کہ وُہ اِن کے ذریعے لوگوں کو نصیحت کریں۔ آیات تلاوت کرکے قرآنِ کریم کی جانب لوگوں کو بُلائیں اور ایمان جیسی متاعِ عزیز سے اُنھیں مالا مال کردیں۔ دوسرے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی توصیف میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: وَیُعَلِّمُهُمُ الْکِتٰبَ (اور وہ اُنھیں کتاب سکھاتے)۔ اِس سے مراد یہی ہے کہ وہ رسول لوگوں کو کتاب کی تلاوت کرنے کا حکم دے گا اور اُس کے معانی اور حقائق کی تعلیم دے گا۔ کیونکہ تلاوت کئی وجہ سے مطلوب و مقصود ہے:

وجہ اوّل اہلِ تواتر کی زبانوں پر اس کے الفاظ کو باقی رکھنے کی غرض سے تاکہ اِس کے الفاظ تحریف اور تبدیل ہونے سے بچے رہیں۔

وجہ دوم یہ ہوسکتی ہے کہ اِس کے الفاظ اور حُسنِ ترتیب و نظم وغیرہ آپ کا معجزہ ہو۔ اِس تلاوت میں عبادت و اطاعت پائی جائے۔ اس لیے قرآنِ کریم کی قرأت و تلاوت کا نمازوں اور دیگر عبادتوں میں عبادت کا مقام ہو۔ یہ تلاوت کا حکم ہے لیکن سب سے بڑی حکمت اور اعلیٰ مقصد اِس کے ذریعے دلائل اور احکام کی تعلیم دینا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہدایت اور نور کے ساتھ قرآنِ کریم کی تعریف کی ہے، کیونکہ اِس میں معانی، حکمتیں اور اسرار و رموز ہیں۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے پہلے اِس کی تعلیم کا ذکر کیا اور اُس کے بعد اِس کے حقائق و اسرار کا تذکرہ فرمایا۔

وجہ سوم یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اوصاف سے تیسری صفت یہاں حکمت بیان فرمائی ہے یعنی آپ لوگوں کو حکمت بھی سکھائیں اور یہ جاننا ضروری ہے کہ قول اور فعل کی اصلاح کو حکمت کہتے ہیں اور جس شخص کے اندر یہ دونوں اوصاف پائے جائیں اسے حکیم (دانا) کہا جائے گا۔

حکمت کے مفہوم میں مفسرین کا اختلاف ہے۔ ابن وہب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پُوچھا کہ حکمت کیا چیز ہے؟ اُنھوں نے

marfat.com

فرمایا کہ دین کی معرفت اور اُس کی فقاہت کا ادراک وفہم اور اِن کے مطابق اِتباع کرنے کا نام حکمت ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے سنّتِ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حکمت قرار دیا ہے۔ یہی قتادہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے۔ لیکن انھوں نے حکمت کے مرادی معنی میں اور بھی کئی اقوال نقل کیے ہیں۔

وجہ چہارم کے بارے میں انھوں نے فرمایا ہے کہ ارشادِ باری تعالیٰ وَ یُزَکِّیْھِمْ کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یہاں یہ چوتھی صفت مذکور ہوئی ہے۔ تزکیہ کی دو تفسیریں منقول ہیں:

پہلی تفسیر اِس سے ایسا فعل مراد ہے جو تلاوتِ قرآن کریم اور تعلیم کتاب وحکمت کے علاوہ ہے اور اُن کی پاکیزگی کے لیے سبب کا حکم رکھتا ہو اور وہ ایسے امور ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے واقع ہُوا کرتے تھے جیسے وعدہ، وعید، پند وموعظت، وعظ ونصیحت وغیرہ کی تکرار کرنا اور لوگوں کی دنیاوی امور میں اِس طرح رہنمائی فرمانا کہ وہ ایمان لانے پر مجبور ہو جاتے اور نیک اعمال کے پابند بن جاتے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمیشہ اس طریقے سے کوشاں رہتے اور اُنھیں ایمان کی طرف بُلانے اور اعمالِ صالحہ کا پابند کرنے کی خاطر اپنی دعوت کو تقویت پہنچانے والے نیک کاموں کا سہارا بھی لیتے۔ اِسی لیے اللہ تعالیٰ نے آپ کی تعریف وتوصیف میں فرمایا ہے کہ میرا حبیب خُلقِ عظیم کا مالک ہے اور خود سرورِ کون ومکاں، تاجدارِ دوجہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میں اچھے اخلاق کی تکمیل کے لیے بھیجا گیا ہوں۔

دُوسری تفسیر قیامت میں جب ہر شخص کے اعمال پر گواہی ہو گی تو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی اُمت کے عادل اور پاکباز ہونے کی شہادت دیں گے۔ مُزکّی سے مراد صفائی بیان کرنے والا بھی ہے یعنی آپ اپنی اُمت کی صفائی کے لیے گواہی دیں گے۔

پہلی تفسیر زیادہ عمدہ ہے کیونکہ فخرِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا سب سے بڑا مقصد یہ ہے کہ اُمتِ محمدیہ جنّت حاصل کرنے میں کامیاب ہو جاتے۔ یہ مقصد کتاب وحکمت کی تعلیم دینے، نیک اعمال کی پُوری تن دہی سے رغبت دلانے اور بُرے کاموں کے مآل سے

marfat.com

ڈرانے کے باعث ہی پُورا ہو سکتا ہے اور یہی تزکیہ ہے۔ اس مقصد کو حاصل کرنے میں پہلی تفسیر کو بڑا دخل ہے۔ اِس آیت کی تفسیر کا خلاصہ یہی ہے۔

افضلیتِ مصطفٰی

امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ نے سورۂ بقرہ کی آیتِ کریمہ،

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ۔ [1]	یہ رسول ہیں کہ ہم نے ان میں سے ایک کو دوسرے پر افضل کیا۔

کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ گروہِ انبیائے کرام علیہم السلام میں ایک کو دُوسرے پر فضیلت دی ہے لیکن نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سب سے افضل ہیں۔ اس افضلیت کی متعدد وجوہات ہیں مثلاً،

وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ۔ [2]	اور ہم نے تمہیں نہ بھیجا مگر رحمت سارے جہان کے لیے۔

(امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ نے اِس آیت کی تفسیر میں فرمایا ہے):

فلما کان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رحمۃ لکل العالمین لزم ان یکون افضل من کل العالمین۔ (ص۱۳۳)	جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمام جہانوں کے لیے رحمت ہیں تو ضروری ہوا کہ آپ کائنات کے جملہ افراد سے افضل ہوں۔

دوسری دلیل اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام معجز نظام میں فرمایا ہے:

وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ [3] قیل فیہ لانہ تعالیٰ قرن ذکر محمد صلی اللہ علیہ وسلم	اور ہم نے تمہارے لیے تمہارے ذکر کو بلند کیا۔ مفسرین نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کلمۂ شہادت اذان اور تشہد میں اپنے ذکر کے ساتھ محمد رسول اللہ

---

[1] پ ۳، سورۂ البقرہ، آیت ۲۵۳
[2] پ ۱۷، سورۂ الانبیاء، آیت ۱۰۷
[3] پ ۳۰، سورۂ الانشراح، آیت ۴

marfat.com

یذکر فی کلمۃ الشہادۃ و فی الاذان و فی التشہد و لم یکن ذکر سائر الانبیاء کذٰلک۔ (ص۱۳۹)

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ذکر کو ملایا ہے جبکہ دیگر انبیائے کرام علیہم السلام کا اس طرح ذکر نہیں کیا۔

تیسری دلیل اللہ تعالیٰ نے آپ کی اطاعت کو اپنی اطاعت کے ساتھ ملایا ہے مثلاً،

مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ۔ ؎۱

جس نے رسول کا حکم مانا بے شک اس نے خدا کا حکم مانا۔

اور آپ کی بیعت کو اپنی بیعت کے ساتھ ملایا ہے، جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰہَ ؕ یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْهِمْ۔ (؎۲)

وہ جو تمہاری بیعت کرتے ہیں وہ تو اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں۔ اُن کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے۔

اور اپنی عزت کے ساتھ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عزت کو وابستہ کیا ہے، مثلاً،

وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ۔ ؎۳

اور عزت اللہ کی اور اُس کے رسول کی۔

اور اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رضا سے اپنی رضا کو ملحق کیا ہے، جیسا کہ خود فرمایا ہے:

وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ اَحَقُّ اَنْ یُّرْضُوْهُ۔ ؎۴

اور اللہ اور رسول کا حق زائد تھا کہ اُسے راضی کرے۔

اور اپنے حکم کی تعمیل کو اپنے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حکم کی تعمیل سے ملاتے ہوئے فرمایا ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِیْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ۔ ؎۵

اے ایمان والو! اللہ اور اُس کے رسول کے بلانے پر حاضر ہو جاؤ۔

؎۱ پ ۵، سورۃ النساء، آیت ۸۰

؎۲ پ ۲۶، سورۃ الفتح، آیت ۱۰

؎۳ پ ۲۸، سورۃ منافقون، آیت ۸

؎۴ پ ۱۰، سورۃ التوبہ، آیت ۶۲

؎۵ پ ۹، سورۃ الانفال، آیت ۲۴

marfat.com

چوتھی دلیل اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب، سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ قرآنِ کریم کی جس سُورت سے چاہو کفّار کو مقابلے کا چیلنج دو، جیسا کہ فرمایا ہے:

فَأْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ۔[1] تو اس جیسی ایک سُورت لے آؤ۔

قرآنِ کریم کی تین آیات والی سب سے چھوٹی سورۂ کوثر ہے۔ گویا اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم کی ہر تین آیات سے مقابلے کی دعوت دی۔ چونکہ قرآنِ کریم کی چھ ہزار سے بھی زاید آیات ہیں تو اِس لحاظ سے ایک ہی معجزہ نہیں بلکہ دو ہزار سے زیادہ معجزات کا مجموعہ ہے۔ جب یہ امر ثابت ہو گیا تو ہم کہتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے نو آیاتِ بینات (معجزات) کے ساتھ مشرف و مکرم فرمایا تھا، پس جس کو قرآنِ کریم کے ذریعے اتنی کثیر آیات بینات (دو ہزار سے زائد معجزات) سے نوازا ہو اُس کے شرف اور بزرگی کی کیا حد ہو گی؟

پانچویں دلیل جب ہمارے آقا و مولیٰ سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہی ایک معجزہ دیگر ہر نبی کے سارے معجزات سے افضل ہے تو ثابت ہُوا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دیگر جملہ انبیائے کرام سے افضل و اعلیٰ ہیں۔ اِس سلسلے میں سرورِ کون و مکاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ایک تو یہ ارشاد ہے، تمام کلاموں میں قرآن کریم ایسا ہے جیسے مجملہ موجودات میں بنی نوعِ انسان۔ دُوسرا ارشاد یہ ہے کہ خلعت جس قدر اشرف و اعلیٰ ہو اُس کا پہننے والا بادشاہ کے نزدیک اُتنا ہی معزز و مکرم ہوتا ہے۔

چھٹی دلیل سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا معجزہ قرآنِ کریم ہے، جو حروف اور اصوات کی جنس سے ہے اور یہ اعراض ہیں، جو باقی رہنے والے نہیں ہوتے۔ اِس کے برعکس دیگر انبیائے کرام کے معجزات امُورِ باقیہ کی جنس سے تھے، لیکن اللہ تعالیٰ نے نبیِ آخر الزماں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے معجزے کو آخر زمانے تک باقی رکھا اور دیگر انبیائے کرام کے سارے معجزے ختم بھی ہو چکے، جن کا کوئی اثر نہیں پایا جاتا۔

ساتویں دلیل اللہ تعالیٰ نے انبیائے کرام کے حالات بیان کرنے کے بعد فرمایا:

---

[1] پ ۱، سورۂ البقرہ، آیت ۲۳

marfat.com

أُولٰئِكَ الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ۔ لے — یہ ہیں جن کو اللہ نے ہدایت کی، تو تم اُنہیں کی راہ چلو۔

فخرِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہاں انبیائے ماسبق کی اقتداء کا حکم دیا گیا ہے۔ اگر اس سے یہ مراد لی جائے کہ آپ اصولِ دین میں اُن کی اقتداء پر مامور تھے تو آپ کے حق میں یہ جائز نہیں، کیونکہ یہ تو تقلید ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ دین کے فروع میں اُن کی اقتداء کرنے کا حکم دیا گیا ہے تو یہ بھی درست نہیں کیونکہ شریعتِ محمدیہ نے پہلی تمام شرائع کو منسوخ کر دیا ہے۔ پس باقی یہی رہا کہ اس سے مراد اخلاقِ حسنہ ہوں۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے آپ کو دیگر انبیائے کرام کے حالات اور اُن کے پاکیزہ اخلاق سے مطلع کر کے یہی فرمایا ہوگا کہ مذکورہ اچھی عادتوں میں اُن کی اقتداء کرو۔ اس کا مقتضیٰ یہ ہُوا کہ جو اچھی عادات اُن حضرات میں الگ الگ پائی جاتی تھیں وہ آپ کی تنہا ذات میں جمع ہو گئیں۔ پس یہ ضروری ہُوا کہ سب کے کمالات کا مجموعہ ہونے کے باعث نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی سب سے افضل ہیں۔

آٹھویں دلیل نبی آخر الزماں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ساری مخلوق کی طرف مبعوث فرمائے گئے تھے۔ اس کا لازمی نتیجہ یہی ہے کہ آپ کی ذمہ داری سب سے زیادہ اور دوسرے انبیائے کرام کی نسبت مشقت بھی زیادہ اٹھائی۔ پس آپ کا سب سے افضل ہونا ضروری ہُوا۔ سارے انسانوں کی طرف نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مبعوث ہونے کے بارے میں ارشادِ ربانی ہے:

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ۔ کے — اے محبوب! ہم نے تم کو نہ بھیجا مگر ایسی رسالت کے ساتھ جو تمام آدمیوں کو گھیرنے والی ہے۔

اس کا مقتضیٰ یہی ہے کہ آپ کی مشقت دوسرے انبیائے کرام سے زیادہ تھی کیونکہ آپ تنِ تنہا تھے، وہ بھی اس حالت میں کہ پاس نہ مال خزانے تھے اور نہ اعیان و انصار۔ ایسے حالات میں آپ نے جب اُنہیں يَآ اَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ ۝ (اے کافرو!) کے الفاظ سے مخاطب کیا تو سب

لے پ ۷، سورۂ الانعام، آیت ۹۰ — کے پ ۲۲، سورۂ السبا، آیت ۲۸

marfat.com

آپ کے دشمن ہو گئے اور اُن کی جانب سے ہر وقت خطرہ رہنے لگا کیونکہ سارے در پئے آزار تھے
اِس لحاظ سے آپ کی مشقت سب سے زیادہ ہے۔ اسی طرح جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو
بنی اسرائیل کی طرف بھیجا گیا تو اُنھیں صرف فرعون اور اُس کی قوم سے خطرہ تھا، لیکن سرکونِ دوعالم
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے تو سب ہی دشمن ہو گئے تھے۔ اِس کو یوں سمجھنا چاہیے کہ اگر کسی شخص سے
کہا جائے کہ یہ شہر دوستوں اور رفیقوں سے بالکل خالی ہے، لیکن اس میں صرف ایک آدمی
ہی ایسا ہے جو طاقت اور جنگی ساز و سامان رکھتا ہے۔ اُس کے پاس تنہا جاؤ اور اُسے ایسی
خبر دو جو اُسے گھبراہٹ میں ڈال دے اور تکلیف دِہ ہو، تو وُہ شخص وہاں جانے سے شاید ہی
پس و پیش کرے حالانکہ وُہ تنہا ہے۔ لیکن اُس سے اگر یہ کہا جاتے کہ فلاں دُور دراز جنگل
کی طرف جاؤ، جہاں کوئی دوست اور ہمنواز ہو اور وہاں کے رہنے والوں کو ایسی خبر پہنچا دو جس سے
وُہ بھڑک اُٹھیں۔ ظاہر ہے کہ یہ کام اُس کے لیے پہلے ہی نسبت انتہائی مشکل ہے۔ پس
نبی آخر الزماں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایسے ہی مشکل ترین فریضے پر مامور تھے۔ چنانچہ یہی کام آپ کے
سپرد ہوا کہ رات دن جنّوں اور انسانوں کے پاس جائیں، جن کے ساتھ کوئی رابطہ نہیں تھا بلکہ
عادۃً اُن سے یہی متوقع تھا کہ دشمنی سے پیش آئیں گے، اذیت پہنچائیں گے اور تحقیر کریں گے۔
اِس کے باوجود فوراً اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل میں سرگرمِ عمل ہو گئے اور اپنے اِس فرض کی ادائگی
میں عمر بھر مصروف رہے۔ نہ دشمنوں کے سلوک سے بیزار ہوئے اور نہ بددل ہو کر رُکے۔ ان حالات کا
مقتضیٰ یہی تھا کہ اللہ تعالیٰ کے دین کی تبلیغ و اشاعت کے سلسلے میں آپ کو سخت پریشانیوں
اور مشقتوں سے دوچار ہونا پڑا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

لَا يَسْتَوِي مِنكُم مَّنْ أَنفَقَ	تم میں برابر نہیں وُہ جنھوں نے فتح مکہ سے قبل خرچ
مِن قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتَلَ ۚ أُولَٰئِكَ	اور جہاد کیا وُہ مرتبے میں اُن سے بڑے ہیں۔
أَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِينَ	جنھوں نے بعد فتح کے خرچ اور جہاد
أَنفَقُوا مِن بَعْدُ وَقَاتَلُوا ۚ [1]	کیا۔

---

[1] پ ۲۷، سورۃ الحدید، آیت ۱۰

marfat.com

یہ سب کو معلوم ہے کہ حقیقت میں یہ مشقت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر تھی۔ جب پیروی کے باعث صحابہ کرام بھی اِس سے دوچار ہُوئے تو مشقت کے سبب اُنھیں باقی صحابہ پر اتنی بڑی فضیلت ملی تو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بارے میں تمہارا کیا گمان ہے؟ جب یہ امر ثابت ہو چکا کہ آپ کو سب سے زیادہ مشقت اٹھانی پڑی تو اِس کا لازمی نتیجہ یہی ہے کہ آپ کو فضیلت بھی سب سے زیادہ حاصل ہے کیونکہ فخرِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ عبادتوں میں سے افضل وُہ عبادت ہے جس میں مشقت زیادہ ہو۔

نویں دلیل چونکہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دین دیگر تمام ادیان سے افضل ہے لہٰذا لازم آتا ہے کہ فخرِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دیگر انبیائے کرام سے افضل ہوں۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کو تمام ادیان کا ناسخ بنایا ہے اور ناسخ منسوخ سے افضل ہوتا ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس نے کوئی اچھا طریقہ نکالا اُسے اُن سب کے برابر اجر ملے گا جتنا قیامت تک اُس پر عمل کرنے والوں کو ملتا ہے۔ جب یہ دین دیگر ادیان سے افضل اور زیادہ ثواب والا ہے تو اِس دین کے لانے والے کو دیگر ادیان کے لانے والوں سے زیادہ ثواب ملے گا۔ اِس سے لازم آیا کہ سرورِ کون و مکاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دیگر تمام انبیائے کرام سے افضل ہوں۔

دسویں دلیل چونکہ نبی آخر الزماں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اُمت دُوسری تمام اُمتوں سے افضل ہے، لہٰذا آپ کا دیگر تمام انبیائے کرام سے افضل ہونا ضروری ہُوا۔ پہلی بات کا قرآنی ثبوت یہ آیت ہے:

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ۔ [1] — تم بہتر ہو اِن سب اُمتوں میں، جو لوگوں میں ظاہر ہوئیں۔

دُوسری بات کی دلیل یہ ہے کہ اِس اُمت کو سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اتباع کرنے کے باعث یہ فضیلت ملی ہے، جیسا کہ خود اللہ جل شانہٗ نے فرمایا ہے،

---

[1] پ ۴، سورۂ آلِ عمران، آیت ۱۱۰

marfat.com

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ	اے محبوب! تم فرما دو، لوگو! اگر تم اللہ کو
فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ [1]	دوست رکھتے ہو تو میرے فرماں بردار ہو جاؤ۔

تابع کی فضیلت سے متبوع کی فضیلت لازم آتی ہے۔ علاوہ بریں سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیروکار دیگر تمام انبیائے کرام سے زیادہ ہیں کیونکہ آپ انسانوں اور جنوں کی ہدایت کے لیے مبعوث فرمائے گئے ہیں۔ لہٰذا آپ کا ثواب سب سے زیادہ ہُوا، کیونکہ تابعداروں کی کثرت متبوع کے رتبۂ عالی کی دلیل ہے۔

گیارھویں دلیل نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خاتم النبیین یعنی سب سے آخری نبی ہیں، لہٰذا آپ کا افضل ہونا ضروری ہُوا، کیونکہ مفضول سے فاضل کے منسوخ ہونے میں عقلی لحاظ سے بھی قباحت ہے۔

بارھویں دلیل انبیائے کرام کو ایک دُوسرے پر فضیلت کئی وجہ سے ہے، اُن میں سے ایک وجہ کثرتِ معجزات بھی ہے، جو اُن کی صداقت اور بزرگی پر دلالت کرتے ہیں اور ہمارے نبیِ محترم سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے معجزات تین ہزار سے بھی متجاوز ہیں جن کی مختلف قسمیں ہیں، یعنی:

منها ما یتعلق بالقدرة کاشباع	اُن میں سے بعض معجزات ایسے ہیں جن کا تعلق
الخلق الکثیر من الطعام	قدرت و تصرف سے ہے، جیسے تھوڑے
القلیل و اِرْوائهم من الماء	کھانے سے بہت سارے آدمیوں کو شکم سیر
القلیل و منها ما یتعلق بالعلوم	کر دینا یا ذرا سے پانی سے اُنھیں سیراب کر دینا۔
کالاخبار عن الغیوب و فصاحة	بعض وہ معجزات ہیں، جن کا تعلق علوم سے ہے،
القرآن و منها اختصاصه	جیسے آپ کا غیب کی خبریں بتانا اور فصاحتِ
صلی اللّٰه علیه وسلم فی	قرآنِ کریم اور بعض معجزات کا تعلق آپ کے
ذاته بالفضائل نحو کونه	ذاتی خصائص و فضائل سے ہے جیسے تمام

---

[1] پ ۳، سورۂ آل عمران، آیت ۳۱

marfat.com

اشرف نسبًا من اشراف العرب ۔ (ملاشا)		اشرافِ عرب سے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا شریف النسب ہونا۔

بعض معجزات کا تعلق آپ کی بے انتہا شجاعت سے ہے اور بعض معجزات کا تعلق آپکے اخلاق، حلم، وفا، فصاحت اور سخاوت سے ہے۔ کتبِ احادیث میں اِن امور کا تفصیلی بیان موجود ہے۔

تیرھویں دلیل فخرِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ آدم علیہ السلام اور اُن کے علاوہ سارے انسان قیامت کے روز میرے جھنڈے تلے ہوں گے۔ یہ حدیث اِس بات پر واضح دلالت کرتی ہے کہ آپ حضرت آدم علیہ السلام اور اُن کی ساری اولاد سے افضل ہیں۔ نیز آپ نے فرمایا ہے: میں آدم علیہ السلام کی ساری اولاد کا سردار ہُوں۔ یہ بھی فرمایا ہے:

لا یدخل الجنۃ احد من النبیین حتی ادخلہا انا ولا یدخلہا احد من الامم حتی تدخلہا امتی ۔ (ملاشا)	جنت میں اُس وقت کوئی نبی داخل نہیں ہوگا جب تک مَیں داخل نہ ہوجاؤں اور نہ کوئی اُمت داخل ہو سکے گی جب تک میری امت نہ داخل ہوجائے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے فرمایا ہے، جب لوگ قبروں سے اُٹھائے جائیں گے تو سب سے پہلے مَیں اُٹھوں گا اور جب وہ وفد کی صورت میں پیش ہوں گے تو اُن کا خطیب مَیں ہُوں گا اور جب وہ نا اُمید ہو جائیں گے تو انھیں خوشخبری دینے والا مَیں ہُوں گا، لواء الحمد میرے ہاتھ میں ہوگا۔ میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک جملہ بنی آدم سے مکرم و معزز ہُوں اور یہ فخر یہ نہیں کہتا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ چند صحابۂ کرام بیٹھے ہُوئے انبیائے کرام کا ذکر کر رہے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اُن کی گفتگو سُن رہے تھے۔ اُن میں سے کسی نے کہا کہ یہ کتنی عجیب بات ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خلیل بنایا۔ دوسرے نے کہا: یہ کتنی عجیب بات ہے کہ

marfat.com

اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو ہمکلامی کا شرف بخشا۔ کسی اور نے کہا کہ عیسیٰ علیہ السلام تو اللہ تعالیٰ کا ایک کلمہ اور اُس کی طرف کی رُوح ہیں۔ چوتھے صاحب کہنے لگے کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو چُن لیا تھا (پہلا مقرر کرنے یا تمام انسانوں کا باپ بنانے کے لیے) تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اُن کے پاس تشریف لے آئے اور فرمایا کہ میں نے تمہاری گفتگو اور دلائل کو سُن لیا ہے۔ واقعی ابراہیم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے خلیل ہیں۔ واقعی موسیٰ علیہ السلام کلیم اللہ ہیں۔ واقعی عیسیٰ علیہ السلام رُوح اللہ ہیں اور واقعی آدم علیہ السلام صفی اللہ ہیں، لیکن تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ میں اللہ تعالیٰ کا حبیب ہوں اور یہ فخر کے طور پر نہیں کہتا اور قیامت کے روز لوائے الحمد میرے ہاتھ میں ہوگا اور یہ فخر کے طور پر نہیں کہتا۔ اور میں بروزِ قیامت سب سے پہلے شفاعت کرنے والا ہوں اور وہ ہُوں جس کی شفاعت سب سے پہلے قبول ہوگی اور یہ فخر یہ نہیں کہتا اور سب سے پہلے جنت کا دروازہ کھٹکھٹانے والا میں ہُوں، پس میرے لیے جنت کا دروازہ کھول دیا جائے گا، تو میں جنت میں داخل ہو جاؤں گا اور میرے ساتھ غریب مسلمان ہوں گے اور یہ فخر کے طور پر نہیں کہتا اور میں سب اگلے پچھلوں سے زیادہ معزز اور مکرم ہوں اور یہ فخر یہ نہیں کہتا۔

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے فضائل الصحابہ میں یہ روایت نقل کی ہے

چودھویں دلیل کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھ کر سیّد المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ عرب کا سردار ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے گزارش کی: یا رسول! کیا عرب کے سردار آپ نہیں ہیں؟ فخرِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: میں تمام جہانوں کا سردار ہُوں اور یہ عرب کا سردار ہے۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جملہ انبیائے کرام علیہم السلام سے افضل ہیں۔[1]

---

[1] مجدد مائۃ حاضرہ قدس سرہٗ نے اسی لیے کہا ہے:

طیبہ کے ماہِ تمام، جملہ رُسل کے امام
نوشۂ مُلکِ خدا، تم پہ کروڑوں درود

marfat.com

پندرھویں دلیل امام مجاہد رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے پانچ چیزیں ایسی مرحمت فرمائی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو عطا نہیں کی گئیں اور یہ فخر کے طور پر نہیں کہتا۔(۱) میں تمام انسانوں کی طرف نبی بنا کر بھیجا گیا ہوں جبکہ مجھ سے پہلے ہر نبی صرف اپنی قوم کی طرف بھیجا جاتا تھا (۲) تمام زمین میرے لیے مسجد اور پاک قرار دی ہے۔ (۳) میرے سامنے ایک ماہ کی مسافت تک رُعب کے ساتھ میری مدد فرمائی گئی ہے۔ (۴) میرے لیے مالِ غنیمت حلال کر دیا گیا ہے جبکہ مجھ سے پہلے کسی کے لیے غنیمتیں حلال نہیں تھیں۔(۵) مجھے شفاعت عطا فرمائی گئی ہے، جو میں نے اپنی اُمت کے لیے رکھ چھوڑی ہے پس انشاء اللہ تعالیٰ اس سے ہر اس شخص کو حصہ ملے گا جس نے کسی کو خدا کا شریک نہیں ٹھہرایا ہوگا۔ اس استدلال سے صاف ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مذکورہ فضائل کے ساتھ دُوسرے انبیائے کرام پر سیدالانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فضیلت دی ہے۔

سولھویں دلیل امام محمد بن علی حکیم ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اس مفہوم کی وضاحت یُوں کی ہے کہ ہر حکمران کی مشقت اس کی رعایا کی تعداد کے مطابق ہوتی ہے جس کی حکمرانی صرف ایک گاؤں پر ہو اُسے صرف ایک گاؤں کی ضروریات کے مطابق مشقت ہوگی لیکن جس کا سکہ مشرق سے مغرب تک رواں ہو، وُہ مال اور ذخیروں کے لحاظ سے ایک گاؤں کے حکمران کی نسبت بہت زیادہ ضرورت مند ہے۔ پس آپ سے پہلے ہر ایک رسول اپنی ہی قوم کی طرف بھیجا گیا، لہٰذا انھیں توحید کے خزانوں اور معرفت کے جواہرات سے اُتنا ہی حصہ ملا جتنا کہ بارِ رسالت اُن کے سپرد کیا گیا تھا۔ پس جو رسول اپنی قوم کی طرف یعنی زمین کے ایک قطعے میں بھیجا گیا اُسے خزانوں سے اُس قطعے کی ضروریات کے مطابق وجاہت دی گئی، لیکن جو فردِ کامل مشرق سے مغرب تک بسنے والے تمام انسانوں اور جنوں کی طرف نبی بنا کر بھیجا گیا ہو، تو ضروری ہُوا کہ اُسے معرفت سے اُسی قدر حصہ ملا ہوگا، جو مشرق سے مغرب تک بسنے والوں کے امور کو سرانجام دینے کے لیے کافی ہو سکے۔ جب صورتِ حال یہ ہے تو نبی آخرالزماں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نبوت سے دیگر انبیائے کرام علیہم السلام کی

marfat.com

نبوت کو وہی نسبت ہوگی جو مشرق سے مغرب تک حکمرانی کرنے والے سے بعض شہروں پر حکمرانی کرنے والوں کو ہوسکتی ہے۔ دریں حالات سرورِ کون و مکاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو علم و حکمت کے خزانوں سے اتنا وافر حصہ ملا ہوگا جو آپ سے پہلے کسی کو نہیں دیا گیا ہوگا۔ لہٰذا علم میں آپ اُس درجے تک یقیناً پہنچے ہوں گے جہاں تک کسی بشر کی رسائی نہیں ہو سکتی۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

فَاَوْحٰۤی اِلٰی عَبْدِهٖ مَاۤ اَوْحٰی[1] اب وحی فرمائی اپنے بندے کو جو وحی فرمائی۔

اور فصاحت میں آپ اُس مقام تک پہنچے جس کے بارے میں خود یوں فرمایا ہے کہ میں جوامع الکلم دیا گیا ہوں اور آپ کی کتاب (قرآنِ کریم) تمام کتابوں کی محافظ اور جامع ہے اور اُمتِ محمدیہ ساری اُمتوں سے بہتر قرار دی گئی۔

اٹھارھویں دلیل صحیحین (بخاری و مسلم) میں ہمام بن منبہ کے طریق سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری اور مجھ سے پہلے انبیائے کرام کی مثال ایسی ہے جیسے کسی شخص نے کوئی مکان بنایا اور اس کے حُسن و جمال کو خُوب سنوارا اور ہر لحاظ سے اسے مکمل کیا لیکن کسی گوشے میں ایک اینٹ کی جگہ خالی چھوڑ دی لوگ جب اس عمارت کو دیکھتے تو بناوٹ اور سجاوٹ کے پیشِ نظر عش عش کر اُٹھتے لیکن ساتھ ہی کہتے کہ آپ نے اِس خالی جگہ میں اینٹ کیوں نہیں لگائی (تاکہ مکان واقعی مکمل ہو جاتا)۔ نبی آخر الزماں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: وُہ اینٹ مَیں ہوں۔

انیسویں دلیل اللہ تعالیٰ نے جب بھی دیگر انبیائے کرام کو قرآنِ کریم میں پکارا تو اُن کے اسمائے گرامی کے ساتھ۔ مثلاً یٰۤاٰدَمُ اسْكُنْ — یٰۤاِبْرٰهِیْمُ — یٰمُوْسٰۤی اِنِّیْۤ اَنَا رَبُّكَ لیکن جب اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پکارا تو یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ — یٰۤاَیُّهَا الرَّسُوْلُ وغیرہ پیارے القاب کے ساتھ ہی پکارا اور یہ آپ کی فضیلت کی دلیل ہے۔

---

[1] پ ۲۷، سورۂ والنجم آیت ۱۰

marfat.com

ایک مخالف نے ہمارے مذکورہ دعوے سے اختلاف کیا ہے اور فخرِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دیگر انبیائے کرام پر فضیلت کا اقرار کیا حتیٰ کہ اُمت کا اِس امر پر اجماع واتفاق بھی تسلیم کیا باوجود اس کے اختلاف کرتا ہے لیکن نہ ایسی مخالفت کا شرعاً کوئی اعتبار ہے اور نہ اِس سے اُمتِ محمدیہ کے اجماع و اتفاق میں کوئی نقص واقع ہوتا ہے۔ اُس نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر دیگر انبیائے کرام کی فضیلت کا کئی وجوہ سے ذکر کیا ہے چنانچہ وہ کہتا ہے:

پہلی وجہِ اختلاف دیگر انبیائے کرام کے معجزات فخرِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے معجزات سے بڑے ہیں کیونکہ آدم علیہ السلام کو فرشتوں نے سجدہ کیا جبکہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے سجدہ نہیں کروایا گیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام بہت بڑی آگ میں ڈالے گئے اور وہ اُن کے لیے گلزار بن گئی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بہت بڑے بڑے معجزے عطا فرمائے گئے جبکہ سرورِ کون و مکان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اُن کی مانند کوئی معجزہ نہیں ملا۔ حضرت داؤد علیہ السلام کے لیے لوہا نرم ہو جاتا تھا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کو جنوں، انسانوں، پرندوں، وحشی جانوروں اور ہواؤں پر قبضہ و تسلط دے دیا گیا تھا جبکہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ایسا قبضہ نہیں دیا گیا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے بچپن میں بولنے کی طاقت دی اور مُردوں کو زندہ کرنے، بہروں، گونگوں اور کوڑھیوں کو شفا دینے کی قدرت عطا فرمائی جبکہ فخرِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ایسا مقام حاصل نہیں تھا۔

دوسری وجہِ اختلاف اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو قرآن کریم میں خلیل کہا ہے، چنانچہ فرمایا:

وَاتَّخَذَ اللّٰهُ اِبْرٰهِيْمَ خَلِيْلًا ۝ اور اللہ نے ابراہیم کو اپنا گہرا دوست بنایا۔

اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حق میں فرمایا ہے،

وَكَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى تَكْلِيْمًا ۝ اور اللہ نے موسیٰ سے حقیقتاً کلام فرمایا۔

اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں ارشادِ الٰہی ہے؛

فَنَفَخْنَا فِيْهَا مِنْ رُّوْحِنَا ۝ تو ہم نے اس میں اپنی روح پھونکی۔

اور ان میں سے کسی فضیلت کا حصول فخرِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے ثابت نہیں ہے۔

تیسری وجہِ اختلاف رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مجھے یونس بن متی پر بھی فضیلت نہ دو۔ نیز آپ نے ارشاد فرمایا ہے کہ انبیائے کرام کو ایک دوسرے پر فضیلت نہ دو۔

چوتھی وجہِ اختلاف حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ ہم مسجد میں انبیائے کرام کے فضائل بیان کر رہے تھے۔ ہم نے حضرت نوح علیہ السلام کا ذکر کیا کہ وُہ عبادت بہت کیا کرتے تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے خلیل تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کلیم اللہ تھے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو زندہ آسمانوں پر اٹھا لیا گیا تھا۔ اور ہم نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سب سے افضل ہیں کیونکہ آپ کو ساری مخلوق کے لئے نبی بنا کر بھیجا گیا ہے اور آپ کے اگلے پچھلے تمام گناہ معاف ہیں اور آپ سب سے آخری نبی ہیں۔ اچانک نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لے آئے اور فرمایا: تم کیا باتیں کر رہے تھے؟ ہم نے ساری باتیں بیان کر دیں۔ آپ نے فرمایا: کسی کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وُہ یحییٰ بن زکریا علیہما السلام سے بہتر ہو کیونکہ انھوں نے کوئی بُرا کام نہیں کیا تھا، بلکہ کبھی بُرائی کا قصد تک نہیں کیا تھا۔

مخالف کے چاروں دلائل کا جواب حضرت آدم علیہ السلام کے مسجودِ ملائکہ ہونے سے یہ تو لازم نہیں آتا کہ وُہ سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے افضل ہوں، کیونکہ آپ نے فرمایا ہے کہ آدم اور اُن کے سوا سارے انسان بروزِ قیامت میرے جھنڈے تلے ہوں گے اور یہ بھی فرمایا ہے کہ میں اُس

marfat.com

وقت بھی نبی تھا جب آدم علیہ السلام پیدا بھی نہیں ہوئے تھے (یعنی مٹی اور پانی سے ان کا پتلا تیار کیا جا رہا تھا) اور یہ بھی منقول ہے کہ معراج کی رات میں نبی آخر الزماں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے براق کی رکاب جبرئیل علیہ السلام نے تھامی ہوئی تھی اور سجدے کی نسبت اس میں زیادہ عظمت ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ خود بھی نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر صلوٰۃ نازل فرماتا ہے نیز فرشتوں اور انسانوں کو بھی اپنے حبیب پر درود و صلوٰۃ بھیجنے کا حکم دیا ہے۔ یہ مسجودِ ملائکہ ہونے سے فضیلت میں زیادہ ہے کیونکہ:

۱۔ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کے لیے جو فرشتوں کو سجدہ کرنے کا حکم دیا یہ انھیں ادب سکھانے کے لیے تھا لیکن ملائکہ کو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر صلوٰۃ بھیجنے کا حکم اس لیے دیا گیا ہے کہ وہ آپ کے مرتبے کو پہچانیں۔

۲۔ فخرِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر قیامت تک ہر وقت اور ہر آن کے لیے درود بھیجنے کا حکم ہے جبکہ فرشتوں نے آدم علیہ السلام کے لیے سجدہ تو صرف ایک ہی دفعہ کیا تھا۔

۳۔ آدم علیہ السلام کے لیے سجدہ کرنا صرف فرشتوں پر لازم کیا گیا لیکن نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر صلوٰۃ بھیجنے کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ نے خود اٹھائی کہ اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر خود صلوٰۃ بھیجتا ہے اور ساتھ ہی فرشتوں اور ایمان والوں کو حکم دیتا ہے کہ وہ بھی درود پاک کا بارگاہِ رسالت میں ہدیہ پیش کیا کریں۔

۴۔ فرشتوں کو اس لیے سجدے کا حکم فرمایا گیا تھا کہ نبی اکرم، نورِ مجسم، فخرِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نور آدم علیہ السلام کی پیشانی میں جلوہ افروز تھا۔

سوال: اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو علم کے ساتھ خاص فرمایا، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا ؎ اور اللہ تعالیٰ نے آدم کو تمام اشیاء کے نام سکھائے۔

لیکن نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بارے میں اپنے کلام معجز نظام میں فرمایا ہے،

؎ ۱۔ سورۃ البقرۃ آیت ۳۱

marfat.com

مَا كُنْتَ تَدْرِىْ مَا الْكِتَابُ وَلَا الْاِيْمَانُ ۔ ؎۱ | اِس سے پہلے نہ تم کتاب جانتے تھے نہ احکامِ شرع کی تفصیل ۔

نیز دوسری جگہ یُوں فرمایا ہے :

وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى ؎۲ | اور تمھیں اپنی محبت میں خود رفتہ پایا ۔

علاوہ بریں آدم علیہ السلام کو سکھانے والا اللہ ہے ، جیسا کہ فرمایا ہے : آدم کو تمام نام سکھا دیے ___ لیکن سرورِ کون و مکاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جبریل علیہ السلام تعلیم دیتے تھے ، جیسا کہ ارشادِ ربّانی ہے :

عَلَّمَهٗ شَدِيْدُ الْقُوٰى ۔ ؎۳ | انھیں سکھایا سخت قوتوں والے طاقتور نے ۔

جواب : یہ یاد رکھنا چاہیے کہ اللہ جلّ شانہٗ نے نبی آخر الزماں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم سے اپنے آخری کلام معجز نظام کے ذریعے یوں خبردار فرمایا ہے :

وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ؕ | اور تمھیں سکھا دیا جو کچھ تم نہ جانتے تھے

وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا ۔ ؎۴ | اور اللہ کا تم پر بڑا فضل ہے ۔

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خود فرمایا ہے کہ میرے رب نے مجھے ادب کی تعلیم دی اور خوب تعلیم دی ہے ۔ نیز اللہ تعالیٰ نے اِسی بارے میں خود یُوں فرمایا ہے :

اَلرَّحْمٰنُ ۙ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ؕ ؎۵ | رحمٰن نے اپنے محبوب کو قرآن سکھایا ۔

فخرِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اکثر یہ دُعا مانگا کرتے تھے ، اے اللہ ! ہمیں اشیاء کی اصلی حقیقت دکھا ___ بلکہ خود اللہ ربّ العزت نے اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو علم کی دعا مانگنے کا یُوں حکم دیا :

؎۱ پ ۲۵ ، سورۃ الزخرف ، آیت ۵۲ ؎۲ پ ۳۰ ، سورۃ الضحیٰ ، آیت ۷

؎۳ پ ۲۷ ، سورۃ النجم ، آیت ۵ ؎۴ پ ۵ ، سورۃ النساء ، آیت ۱۱۳

؎۵ پ ۲۷ ، سورۃ الرحمٰن ، آیت ۱ ، ۲

marfat.com

وَقُلْ رَبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا [1] اور عرض کرو، اے میرے رب مجھے علم زیادہ دے۔

مذکورہ آیات اور مخالف کی پیش کردہ آیت عَلَّمَهٗ شَدِیْدُ الْقُوٰی میں مطابقت بلحاظ تلقین اور تعلیم ہے (یعنی پیش کردہ آیات کے مطابق آپ کو تعلیم اللہ تعالیٰ نے دی اور اس آیت کے بموجب تلقین جبرئیل علیہ السلام بھی کرتے رہے) اس فرق کو مندرجہ ذیل دو آیتوں سے سمجھنا چاہیے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے؛

قُلْ یَتَوَفّٰکُمْ مَلَکُ الْمَوْتِ [2] تم فرماؤ، تمہیں وفات دیتا ہے موت کا فرشتہ۔

لیکن دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ نے یوں فرمایا ہے:

اَللّٰهُ یَتَوَفَّی الْاَنْفُسَ حِیْنَ مَوْتِهَا۔ [3] اللہ جانوں کو وفات دیتا ہے ان کی موت کے وقت۔

سوال : حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا تھا؛

وَمَا اَنَا بِطَارِدِ الْمُؤْمِنِیْنَ [4] اور میں مسلمانوں کو دور کرنے والا نہیں۔

لیکن نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دیا تھا؛

وَلَا تَطْرُدِ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ۔ [5] اور دور نہ کرو انہیں جو اپنے رب کو پکارتے ہیں۔

مذکورہ آیات اس امر پر دلالت کر رہی ہیں کہ اخلاق میں نوح علیہ السلام آپ سے اعلیٰ ہیں۔ کیا صورتِ حال یہی ہے؟

جواب : اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کے بارے میں فرمایا ہے؛

اِنَّآ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰی قَوْمِهٖۤ بے شک ہم نے نوح کو اس کی قوم کی طرف

اَنْ اَنْذِرْ قَوْمَكَ مِنْ قَبْلِ بھیجا کہ ان کو ڈرا اس سے پہلے کہ ان پر

اَنْ یَّاْتِیَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ [6] دردناک عذاب آئے۔

---

[1] پ ۱۶، سورۂ طٰہٰ، آیت ۱۱۴
[2] پ ۲۱، سورۂ السجدہ، آیت ۱۱۔
[3] پ ۲۴، سورۂ الزمر، آیت ۴۲
[4] پ ۱۹، سورۂ الشعراء، آیت ۱۱۴
[5] پ ۷، سورۂ الانعام، آیت ۵۲
[6] پ ۲۹، سورۂ نوح، آیت پہلی

marfat.com

تو انھیں سب سے پہلی خبر عذاب کے بارے میں دی گئی اور محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بارے میں فرمایا:

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً	اور ہم نے تمھیں نہ بھیجا مگر رحمت سارے
لِّلْعٰلَمِيْنَ ۔ ؎۱	جہان کے لیے۔

نیز دوسرے مقام پر آپ کے متعلق یُوں فرمایا ہے،

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ	بے شک تمھارے پاس تشریف لائے وہ رسول،
عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ	جن پر تمھارا مشقت میں پڑنا گراں ہے ،
عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ	تمھاری بھلائی کے نہایت چاہنے والے ،
رَّحِيْمٌ ۔ ؎۲	مسلمانوں پر کمال مہربان مہربان۔

حضرت نوح علیہ السلام کا آخری سلوک اپنی قوم کے ساتھ یہ تھا،

وَقَالَ نُوْحٌ رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَى	اور نوح نے عرض کی : اے میرے رب ! زمین پر
الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا ؎۳	کافروں میں سے کوئی بسنے والا نہ چھوڑ۔

اور سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اُمت سے آخری سلوک شفاعت کی صورت میں ہوگا ، جیسا کہ فرمایا ہے ،

عَسٰى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا	قریب ہے کہ تمھیں تمھارا رب ایسی جگہ کھڑا کرے
مَّحْمُوْدًا ۔ ؎۴	جہاں سب تمھاری حمد کریں۔

باقی رہے انبیائے کرام کے معجزات تو کتاب دلائل النبوۃ (مصنفہ حافظ ابو نعیم اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ) میں اُن کے بالمقابل نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے معجزات کا ذکر کر کے ثابت کیا ہے کہ پیارے مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے معجزات دیگر انبیائے کرام کے معجزات سے افضل ہیں۔ طوالت کے پیشِ نظر یہ کتاب (تفسیر کبیر) اِس سے زیادہ کی متحمل

؎۱ پ ۱۷ ، سورۃ الانبیاء ، آیت ۱۰۷
؎۲ پ ۱۱ ، سورۃ التوبہ ، آیت ۱۲۸
؎۳ پ ۲۹ ، سورۃ نوح ، آیت ۲۶
؎۴ پ ۱۵ ، سورۃ بنی اسرائیل ، آیت ۷۹

marfat.com

نہیں۔ (واللہ اعلم)

اس کے بعد امام فخرالدین رازی رحمۃ اللہ علیہ نے زیرِ بحث آیت کے بارے میں فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو رَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجَاتٍ فرمایا ہے۔ اس کی تفسیر میں دو قول ہیں پہلا قول یہ ہے کہ اس آیت میں انبیائے کرام کے مراتب کا بیان کرنا مقصود ہے، جو ایک دوسرے سے زائد ہیں۔ مثلاً حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے خلیل بنایا جبکہ دوسروں کو یہ فضیلت حاصل نہیں۔ حضرت داؤد علیہ السلام کے لیے بادشاہی اور نبوت دونوں کو اکٹھا کر دیا جبکہ دیگر انبیائے کرام کو یہ چیز حاصل نہیں۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کے لیے انسان، جنات، پرندے اور ہوا تابع کر دی گئی جبکہ ایسی بادشاہی تو اُن کے والدِ محترم، حضرت داؤد علیہ السلام کو بھی حاصل نہیں تھی اور سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تمام انسانوں اور جنوں کی طرف مبعوث فرمایا گیا۔ یہ ایسی خصوصیت ہے جو دیگر کسی نبی کو حاصل نہیں، نیز آپ کی شریعت تمام پہلی شریعتوں کی ناسخ ہے۔ مذکورہ تقریر اس لحاظ سے ہے جبکہ درجات کو مراتب ومناصب پر محمول کریں، لیکن اسے اگر معجزات پر محمول کیا جائے تو اس لحاظ سے بھی نبیِ آخرالزماں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیگر تمام انبیائے کرام پر فضیلت ہے، کیونکہ ہر نبی کو ایسے معجزے دیئے گئے جو اُن کے زمانے کے مناسب تھے۔

مثال کے طور پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزات کو دیکھیے کہ عصا کا سانپ بننا، یدِ بیضا اور سمندر کا پھٹ جانا اُس زمانے والوں کے اُن کاموں کا توڑ ہیں جنہیں وہ لوگ جادو کے ذریعے کیا کرتے تھے۔ اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات کہ بہروں، گونگوں اور کوڑھیوں کو شفا دینا یا مُردوں کو زندہ کرنا، اُس زمانے والوں کے کسب کے مطابق تھا جو وہ طب کے ذریعے کرتے تھے لیکن نبیِ آخرالزماں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا معجزہ قرآنِ کریم ہے، جو فصاحت وبلاغت اور خطبات واشعار کے مشابہ ہے۔ معجزات قلت وکثرت کے لحاظ سے، مدتوں باقی رہنے اور جلد ختم ہو جانے کے باعث نیز ایک دوسرے سے قوی ہونے کے لحاظ سے مختلف ہیں۔ فضیلت کی تیسری وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ درجات کے تفاوت سے وہ امور مراد ہوں جن کا تعلق دنیا سے ہے یعنی اُمت اور صحابہ کی کثرت نیز شہنشاہی کا

marfat.com

جاہ و جلال۔

اگر ان تینوں وجوہات پر غور کیا جائے تو صاف نظر آجائے گا کہ سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تینوں قسم کی خوبیوں کے جامع ہیں، کیونکہ:

فمنصبه اعلیٰ ومعجزاته ابقیٰ واقویٰ وقومه اکثر ودولته اعظم واوفر۔

آپ کا منصب سب سے بلند، معجزات ہمیشہ باقی رہنے والے اور سب سے قوی اور آپ کی امت سب سے زیادہ اور شہنشاہی سب سے عظیم اور بڑی۔

القول الثانی ان المراد بهذه الآیة محمد علیه الصلاة والسلام لانه هو المفضل علی الکل صلی الله علیه وسلم۔ (ص ۱۵۴)

دوسرا قول یہ ہے کہ اس آیت سے مراد سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں، کیونکہ آپ کو سب پر فضیلت دی گئی ہے۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

میثاق انبیائے کرام

امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ نے سورۂ آلِ عمران کی اِس آیت:

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ ؕ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِيْ ؕ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا ؕ قَالَ فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ ○ فَمَنْ تَوَلّٰى بَعْدَ ذٰلِكَ

اور یاد کرو جب اللہ نے پیغمبروں سے اُن کا عہد لیا جو میں تم کو کتاب اور حکمت دوں۔ پھر تشریف لائے تمہارے پاس وہ رسول کہ تمہاری کتابوں کی تصدیق فرمائے تو ضرور ضرور اس پر ایمان لانا اور ضرور ضرور اس کی مدد کرنا۔ فرمایا کیا تم نے اقرار کیا اور اِس پر میرا بھاری ذمہ لیا۔ سب نے عرض کی کہ ہم نے اقرار کیا۔ فرمایا تو ایک دوسرے پر گواہ ہو جاؤ اور میں آپ تمہارے ساتھ گواہوں میں ہوں۔ تو جو کوئی اِس کے بعد پھرے

marfat.com

فَاُولٰئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝ ؎ تو وہی فاسق ہیں۔

جاننا چاہیے کہ مندرجہ بالا آیات سے اُن امور کا ذکر کرنا مقصود ہے جو اہل کتاب میں مشہور و معروف تھے اور فخر دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نبوت پر دلالت کرتے ہیں تاکہ لوگوں کے عذر کی بیخ کنی ہو اور اُن کا بغض و عناد صاف ظاہر ہو جائے۔ اُن امور سے بعض کا ذکر تو اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں کر دیا ہے، یعنی اللہ تعالیٰ نے اُن انبیائے کرام سے عہد لیا جنہیں کتاب اور حکمت مرحمت فرمائی تھی کہ جب تمہارے پاس ایسا رسول آئے، جو تمہاری شریعتوں کی تصدیق کرتا ہو، تو اُس پر ایمان لانا اور اُس کی مدد کرنا اور اللہ تعالیٰ نے یہ بھی بتا دیا کہ جملہ انبیائے کرام نے اِس بات کو قبول کر لیا تھا۔ اِس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اُس معصوم گروہ کو یہ تہدید سنادی تھی کہ جو اِس حکم سے پھرے گا وہ نافرمان شمار ہو گا۔ اس آیت کا مقصود یہی ہے۔ گفتگو کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام انبیائے کرام پر یہ واجب کیا ہے کہ اُس رسول پر ایمان لائیں جو اُن کی کتابوں کی تصدیق کرے۔ یہ تنہا مقدمہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نبوت کو ثابت کرنے کے لیے کافی نہیں ہے، جب تک اِس کے ساتھ دوسرا مقدمہ شامل نہ کیا جائے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے وہی رسول ہیں جو دیگر انبیائے کرام کی کتابوں کی تصدیق کرنے کے لیے جلوہ آرائے گیتی ہوئے تھے لیکن ایسا کہنے پر اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ اس سے اثبات للشئی بنفسہ لازم آتا ہے کیونکہ اس طرح ایک کی رسالت سے دوسرے کی رسالت ثابت کی جا رہی ہے۔

اِس کا جواب یہ ہے کہ آپ کی رسالت سے یہاں اظہارِ معجزہ مراد ہے اور اِس صورت میں اعتراض ہی ساقط ہو جاتا ہے (واللہ تعالیٰ اعلم)۔ حضرت علی، حضرت ابن عباس، قتادہ اور سدی رضوان اللہ تعالیٰ علیہم سے مذکور ہے:

ان ھٰذا المیثاق مختص بمحمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ یہ میثاق سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات کے ساتھ مخصوص ہے۔

؎ پ ۳، سورۂ آل عمران، آیت ۸۱، ۸۲۔

marfat.com

فخرِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا: میں تمہارے پاس روشن اور صاف شریعت لے کر آیا ہوں۔ خدا کی قسم، اگر آج موسیٰ بن عمران (علیہ السلام) بھی زندہ موجود ہوتے تو انھیں میرا اتباع کرنے کے سوا کوئی چارہ نہ ہوتا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام اور ان کے بعد والے سارے انبیائے کرام علیہم السلام سے یہ عہد لیا کہ اگر محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کی ظاہری حیات میں مبعوث ہوں تو ان پر ضرور ایمان لانا ہوگا اور ضرور ان کی مدد کرنی پڑے گی۔[1]

ويحتمل ان المراد من الاٰية ان الانبياء عليهم الصلوٰة والسلام كانوا ياخذون الميثاق من اممهم بانه اذا بعث محمد صلى الله عليه وسلم فانه يجب عليهم ان يومنوا به و ان ينصروه وهٰذا قول كثير من العلماء واللفظ محتمل له لان المقصود من هٰذه الاٰية ان يومنوا الذين كانوا فى زمان الرسول صلى الله عليه وسلم واذا كان الميثاق مأخوذًا عليهم كان ذلك

اور احتمال ہے کہ آیت سے یہ بھی مراد ہو کہ انبیاء علیہم السلام اپنی اپنی اُمتوں سے یہ عہد لیں کہ جب محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مبعوث ہوں تو ان پر لازم ہے کہ وہ نبی آخر الزماں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ایمان لائیں اور ان کی مدد کریں اور اکثر علمائے کرام یہی کہتے ہیں اور (آیت کے لفظوں میں اس معنی کا احتمال بھی ہے؛ کیونکہ مقصود اس آیت کا یہی ہے کہ جو لوگ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں موجود ہوں وہ آپ پر ایمان لائیں اور یہ عہد اُمتوں سے جب لیا گیا تو (اس کا تذکرہ) حصولِ مقصد کی زیادہ وضاحت کرتا ہے بہ نسبت اس کے کہ انبیائے کرام علیہم السلام سے

---

[1] اسی لیے عشاق کا یہی کچھ مشغلہ رہتا ہے: ؎

ان کی دُھن، ان کی لگن، ان کی تمنا، ان کی یاد
مختصر سا ہے مگر کافی ہے سامانِ حیات (اختر الحامدی)

marfat.com

ابلغ فی تحصیل هذا المقصود
من ان یکون مأخوذاً علی الانبیاء
علیهم الصلوٰة والسلام وقد
أجیب عن ذلك بان درجات
الانبیاء علیهم السلام اعلی
واشرف من درجات الامم
فاذا دلت هذه الآیة علی ان
الله تعالی اوجب علی جمیع
الانبیاء ان یؤمنوا بمحمد
علیه الصلوٰة والسلام
لو کانوا فی الاحیاء وانهم
لو ترکوا ذلك لصاروا من
زمرة الفاسقین فلأن یکون
الایمان بمحمد صلی الله
علیه وسلم واجباً علی اممهم
لو کان ذلك اولی فکان
صرف هذا المیثاق الی الانبیاءُ
اقوی فی تحصیل المطلوب ۔
(ص۱۵۵-۱۵۴)

عہد لینے کا ذکر فرمایا گیا تو اس کا جواب ہماری
(امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ) کی جانب سے
یہ ہے انبیائے کرام علیہم السلام کے درجات
اُمتوں کے درجات کی نسبت بہت بلند و بالا
ہیں، لیکن جب یہ آیت اس بات پر دلالت
کر رہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام انبیائے کرام
کے لیے یہ ضروری ٹھہرایا ہے کہ وہ محمد رسول اللہ
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ایمان لائیں، خواہ
وہ زندہ کیوں نہ موجود ہوں۔ اگر وہ اِس فرض کے
تارک ہوئے تو نافرمانوں کے گروہ سے ہو جائیں گے
پس سیدنا محمد رسول اللہ پر ایمان لانا ان
حضرات کی اُمتوں پر تو اور زیادہ ضروری
ہوا اور اَولیٰ بھی یہی ہے۔ پس صرف
انبیائے کرام سے عہد لینے کا ذکر
ہی تحصیلِ مقصد کے لحاظ سے زیادہ قوت
رکھتا ہے (یعنی زیادہ مناسب ہے)

امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ نے اِس آیت کی تفسیر میں اور بھی بہت سے فوائد بیان فرمائے ہیں
جو تفصیل و تحقیق کا شائق ہے وہ اُن کی تفسیر کی جانب رجوع کرے۔

marfat.com

رحمتِ دو عالم کا حلم

امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ نے سورۂ آل عمران کی آیت کریمہ:

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ ۚ	تو کیسی کچھ اللہ کی مہربانی ہے کہ اے محبوب !
وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ	تم اِن کے لیے نرم دل ہُوئے اور اگر تند مزاج
لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ ۖ فَاعْفُ	سخت دل ہوتے تو وہ ضرور تمہارے گرد سے
عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ	پریشان ہوجاتے۔ تو تم اِنھیں معاف فرماؤ اور
فِي الْاَمْرِ ۚ فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ	اِن کی شفاعت کرو اور کاموں میں اِن سے مشورہ
عَلَى اللّٰهِ ۚ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ	کرو۔ اور جو کسی بات کا ارادہ پکا کرلو، تو اللہ پر
الْمُتَوَكِّلِيْنَ ۝ [1]	بھروسہ کرو۔ بے شک توکل والے اللہ کو
	پیارے ہیں۔

کے تحت فرمایا ہے، جاننا چاہیے کہ غزوۂ اُحد میں جب اکثر حضرات آپ سے بچھڑ کر دُور نکل گئے، تو جب وہ آپ کی جانب لوٹے، اُس وقت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اُن کے ساتھ ذرا بھی سخت کلامی سے پیش نہ آئے بلکہ نرمی کے ساتھ دِلوں کو موہ لینے والے انداز ہی میں گفتگو فرمائی۔ اِس کے بعد اللہ تعالیٰ نے مذکورہ بالا آیات کے ساتھ اُن کی ایسی رہنمائی فرمائی جو اُنھیں دنیا اور آخرت میں نفع پہنچاتے۔ منجملہ اُن کے یہ بات بھی تھی کہ اُن سب کو معاف فرما دیا اور کرم بالائے کرم فرماتے ہُوئے اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اُنھیں معاف کرنے اور سختی نہ فرمانے پر تعریف و توصیف کی۔ اسی لیے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ، فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ۔ لوگوں کے ساتھ آپ کا نرمی اور عفو و درگزر سے پیش آنا آپ کے حُسنِ خلق کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ ساتھ ہی باری تعالیٰ نے یہ حکم دیا:

وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ — اور اپنی رحمت کا بازو بچھاؤ اپنے پیرو

---

[1] پ ۴، سورہ آل عمران۔ آیت ۱۵۹

marfat.com

مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ [1] مسلمانوں کے لیے۔

نیز اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ان لفظوں میں بھی حکم دیا:

خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ ۝ [2] اے محبوب! معاف کرنا اختیار کرو اور بھلائی کا حکم دو اور جاہلوں سے منہ پھیر لو۔

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اخلاق کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا:

وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ ۝ [3] اور بے شک تمہاری خُو بُو بڑی شان کی ہے۔

نیز دوسرے مقام پر ہمارے آقا و مولیٰ سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یُوں مدح و ثنا بیان فرمائی ہے:

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝ [4] بیشک تمہارے پاس تشریف لائے تم میں سے وہ رسول جن پر تمہارا مشقت میں پڑنا گراں ہے۔ تمہاری بھلائی کے نہایت چاہنے والے۔ مسلمانوں پر کمال مہربان مہربان۔

فخرِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو امام کا حلم اور نرمی سب سے زیادہ پسند ہے اور امام کی جہالت اور سختی سے زیادہ اور کوئی چیز ناپسند نہیں ہے۔ جب سرورِ کون و مکاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمام جہانوں کے امام ہیں تو ضروری ہُوا کہ آپ ساری کائنات میں سب سے بڑھ کر حلیم اور اخلاقِ حسنہ والے ہوں۔

اللہ تعالیٰ کا مسلمانوں پر سب سے بڑا احسان

امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ نے سورۂ آلِ عمران کی آیتِ کریمہ:

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ بیشک اللہ کا بڑا احسان ہُوا مسلمانوں پر کہ

---

[1] پ ۱۹، سورۂ الشعراء، آیت ۲۱۵

[2] پ ۹، سورۂ الاعراف، آیت ۱۹۹

[3] پ ۲۹، سورۃ القلم، آیت ۴

[4] پ ۱۱، سورۂ التوبہ، آیت ۱۲۸

marfat.com

اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلاً مِّنْ	اُن میں اُنھیں میں سے ایک رسول بھیجا جو
اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ	اُن پر اُس کی آیتیں پڑھتا ہے اور اُنھیں
وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ	پاک کرتا ہے اور اُنھیں کتاب و حکمت سکھاتا ہے
وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ	اور وہ ضرور اِس سے پہلے کھلی گمراہی میں
قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝[1]	تھے ۔

کے تحت فرمایا ہے۔ جاننا چاہیے کہ اِس آیت میں مختلف وجوہ ہیں، مثلاً:

پہلی وجہ جب اللہ تعالیٰ نے اُس شخص کی کور چشمی کا ذکر فرمایا جس نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جانب بددیانتی اور خیانت کی نسبت کی تھی تو اِس آیت کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے اُس معاند کے الزام کی بیخ کنی فرما دی۔ وہ اِس طرح کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اُن کے شہر ہی میں پیدا ہوئے اور اُسی میں اُن کے سامنے پروان چڑھے۔ ساری عمر میں قوم نے آپ سے صدق و امانت کے سوا اور کچھ نہیں دیکھا۔ اِس کے سوا یہی تھا کہ آپ حق کی طرف بُلاتے اور دنیا سے منہ پھیرے ہوئے تھے۔ اِن حالات میں آپ کی پاک اور شفاف ردائے عصمت پر خیانت کا دھبہ کیسے لگ سکتا تھا؟

دوسری وجہ اللہ تعالیٰ نے جب اُس معاند و معترض کی غلطی بیان فرمائی تو سرورِ کون و مکان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خیانت سے بری ہونے کی شہادت دینے پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ فرمایا کہ اِن کا وجودِ مسعود تمھارے لیے اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی نعمت ہے کیونکہ یہ تمھیں طُرقِ باطلہ کی طرف مائل ہونے سے پاک کرتے اور ایسے علومِ نافعہ سے تمھارے دامنِ مراد کو بھرتے رہتے ہیں جو دنیا اور آخرت میں کامیابی کے ضامن ہیں۔ اِن حالات میں کون سا صاحبِ عقل و دانش ہوگا جو ایسے خلاصۂ روزگار فردِ کامل و مردِ اکمل کی جانب خیانت کو منسوب کرنے کا تصور بھی دل میں لائے گا؟

تیسری وجہ گویا اللہ تعالیٰ یہ فرماتا ہے کہ میرا حبیب (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) تم ہی میں سے ہے اور تمھارے شہر کا رہنے والا اور تمھارے خویش و اقارب سے ہے۔ اِس کے

---

[1] پ ۴، سورۂ آل عمران، آیت ۱۶۴

marfat.com

باوجود، شرک کے باعث تم ذلت کے گڑھے میں پڑے ہوئے ہو، جبکہ اُسے بزرگی دی ہے اور فضل و احسان کے ساتھ ساری کائنات سے ممتاز کیا ہے۔ اُن کا وجود تمہارے لیے باعثِ شرف و عظمت ہے۔ اِس کے برعکس تمہارا اُن پر طعن و تشنیع کرنا اور اُن کی جانب برائیوں کی نسبت کرنا عقل و دانش سے بعید ہے۔

چوتھی وجہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب فضل و کمال میں اُس منصبِ رفیع پر فائز ہیں، جس کے باعث اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر احسان جتایا ہے، تو ہر صاحبِ عقل و دانش پر حتی المقدور آپ کی اعانت کرنا واجب ہے۔ پس اے معاندو! تمہیں تو چاہیے تھا کہ اِن کے دشمنوں کے خلاف صف آرا ہوتے اور صرف دست و لسان ہی سے بلکہ سیف و سنان کے ساتھ ان کی معاونت پر ہمہ وقت کربستہ رہتے۔ اللہ تعالیٰ نے جو لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ فرمایا ہے تو یہ اِسی وجہ سے فرمایا ہے کہ:

انعم علیھم واحسن الیھم	یہ اللہ تعالیٰ نے اُن پر انعام کیا اور رسول اللہ
ببعثۃ ھٰذا الرسول فان	صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بعثت کے سبب
بعثتہ صلی اللہ علیہ وسلم	احسان فرمایا ہے اور اللہ تعالیٰ کا یہ احسان
احسان الیٰ کل العالمین	تمام جہانوں (یعنی جہان والوں) پر ہے۔
وذالک لان وجہ الاحسان	اور یہ اِس وجہ سے ہے کہ بعثت کا احسان
فی بعثتہ کونہ داعیا	اُن کے لیے آپ کے داعی ہونے اور اُنھیں
لھم الیٰ مایخلصھم من	عذابِ الٰہی سے نجات دلانے اور اُنھیں
عقاب اللہ ویوصلھم الیٰ	ثواب و اجر کی منزلِ مقصود تک پہنچانے کے
ثواب اللہ وھٰذا عام فی	باعث ہے اور یہ جملہ کائنات والوں کے حق
حق العالمین لانہ صلی	میں عام ہے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ
اللہ علیہ وسلم مبعوث الیٰ	وسلم ساری کائنات کی طرف مبعوث فرمائے
کل العالمین۔ (ص ۱۵۶)	گئے ہیں۔

آپ کی جہانگیر بعثت کے بارے میں اللہ جل شانہٗ نے فرمایا ہے:

marfat.com

وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَافَّةً لِّلنَّاسِ۔ [1] اور اے محبوب! ہم نے تم کو نہ بھیجا مگر ایسی رسالت کے ساتھ جو تمام آدمیوں کو گھیرنے والی ہے۔

لیکن اللہ تعالیٰ کے اِس انعام سے اہلِ اسلام ہی نے فائدہ اٹھایا ہے لہٰذا آیت میں ایمان والوں کو اِس احسان سے خاص کیا گیا ہے۔ اِس کی مثال یوں سمجھنی چاہیے جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کے بارے میں هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ فرمایا ہے (یہ نفع حاصل کرنے کے لحاظ سے ہے، حالانکہ قرآن کریم کی صفت یہ بتائی ہے هُدًى لِّلنَّاسِ کہ یہ سب لوگوں کی ہدایت کے لیے ہے۔ دوسری نظیر مندرجہ ذیل آیت میں موجود ہے۔

اِنَّمَآ اَنْتَ مُنْذِرُ مَنْ يَّخْشٰهَا۔ [2] تم فقط اُسے ڈرانے والے ہو جو اس سے ڈرے۔

جاننا چاہیے کہ انبیاء و مرسلین سے ہر ایک کی بعثت اللہ تعالیٰ کا اپنی مخلوق پر احسان ہے، لیکن جس قدر کسی رسول سے مخلوق کو زیادہ نفع ہوگا، اُسی قدر اُس کی بعثت میں انعام زیادہ ہوگا۔ فخرِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بعثت میں دو قسم کی خصوصیات ہیں: ایک وُہ منافع جو آپ کی بعثت ہی سے حاصل ہوتا ہے، دوسرے وہ منافع جو آپ کے اُن خصائل حمیدہ و اخلاقِ محمودہ سے حاصل ہوتا ہے، جو دوسرے میں نہیں پائے جاتے۔ جو نفع آپ کی اصل بعثت سے حاصل ہوتا ہے اُس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

رُسُلًا مُّبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌۢ بَعْدَ الرُّسُلِ۔ [3] رسول خوشخبری دیتے اور ڈر سناتے کہ رسولوں کے بعد اللہ کے یہاں لوگوں کو کوئی عذر نہ رہے۔

ابوعبداللہ حلیمی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ انبیاء و مرسلین کی بعثت سے جو فائدہ حاصل کیا جاتا ہے اُس کا حصول دین کے راستے سے ہوتا ہے۔ اِس نفع حاصل کرنے کے

---

[1] پ ۲۲، سورۃ السبا، آیت ۲۸

[2] پ ۳۰، سورہ والنازعات، آیت ۴۵

[3] پ ۶، سورۃ النساء، آیت ۱۶۵

marfat.com

طریقے مختلف ہیں۔

اوّل مخلوق جبلی طور پر نقصان کی طرف مائل ہے۔ اُس کا فہم قلیل اور درایت نہ ہونے کے برابر ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے سامنے دلائل کے طریقے بیان فرمائے اور اُنھیں خوب واضح کیا اور جب اُن کے دلوں میں کوئی خطرہ گزرا یا شبہ وارد ہوا، تو مناسب جواب سے اُس کا ازالہ فرمایا۔

دوم مخلوق یہ تو جانتی ہے کہ اُنھیں اپنے مالک کی اطاعت کے سوا کوئی چارہ نہیں، لیکن وہ اطاعت کی کیفیت سے ناآشنا ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسی کیفیت کی وضاحت فرمائی تاکہ وہ طاعت گزاری میں غلطی نہ کریں اور نامناسب اقدام سے اجتناب کریں۔

سوم مخلوق کی جبلت میں چونکہ کاہلی، غفلت، کمزوری اور تنگ دلی بھی موجود ہے اس لیے فخرِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے سامنے احکامِ الٰہی کو ترغیب اور ترہیب کے طریقوں سے بیان فرمایا تاکہ تعمیلِ حکم میں سستی یا نقصان واقع ہونے کے بجائے طاعت گزاری کی طرف رغبت رہے۔

چہارم مخلوق کا نورِ عقل آنکھوں کی روشنی کے مانند ہے اور یہ حقیقت ہے کہ آنکھوں سے اُس وقت تک کما حقہٗ دیکھنے کا کام نہیں لیا جا سکتا جب تک سورج کی جلوہ گری نہ ہو۔ سرورِ کون و مکاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نورانیت عقلِ الٰہی سے ہے، جس نے سورج کی طرح دنیا کو جگمگا رکھا ہے۔ پس اِس نورِ عقل سے لوگوں کی عقل و دانش کو تقویت پہنچاتے اور ایسے غیبی امور کو اُن کے لیے ظاہر فرماتے رہتے ہیں، جن پر آپ کے ظہور سے پہلے پردہ پڑا ہوا تھا۔ حقیقت میں یہ اشارہ آپ کی بعثت کے اصل فوائد کی جانب ہے۔ وہ فائدے جو سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صفاتِ حمیدہ کے سبب حاصل ہوتے ہیں، اُنھیں اللہ تعالیٰ نے اِس آیت میں بیان فرما دیا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ مِنْ اَنْفُسِکُمْ کے بارے میں جاننا چاہیے کہ آپ سے متعدد طریقوں کے ساتھ یہ فوائد حاصل ہوتے ہیں

پہلی دلیل: نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اُن کے شہر میں پیدا ہوئے اور وہیں اُن کے

marfat.com

سامنے پروان چڑھے۔ وہ آپ کے حالات سے پوری طرح باخبر اور آپ کے تمام اقوال و احوال سے مطلع تھے۔ اُنھوں نے آپ کی ابتدائی عمر سے آخر تک سچائی، عفت، دنیا سے بے رغبتی، جھوٹ سے دوری اور صداقت پر ہمیشگی کے سوا سرورِ کون و مکاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حالاتِ زندگی اور اخلاقِ کریمہ میں اور کوئی چیز نہ دیکھی۔ جس کی عمر میں اوّل سے آخر تک یہی دیکھا گیا ہو کہ وہ ہمیشہ صداقت و امانت پر زندگی بسر کرتا رہا ہو نیز کذب وخیانت کے سائے تک کا اس کی بارگاہ میں گزر نہ ہوا ہو۔ ایسا شخص ایک مدت کے بعد نبوت و رسالت کا دعویٰ کرے، جس کا جھوٹا دعویٰ کرنا کذب کی بدترین قسم ہے، اس کے متعلق ہر کسی کا غالب گمان یہی ہو گا کہ وہ اپنے دعوے میں سچا ہے۔

دوسری دلیل وہ لوگ بخوبی جانتے تھے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کسی فرد کے سامنے زانوئے تلمذ تہ نہیں کیا، نہ کوئی کتاب پڑھی، نہ کسی سے سبق لیا جس کی تکرار کرتے اور پورے چالیس سال کی عمر تک آپ نے اپنی نبوت و رسالت کے بارے میں کبھی ذکر تک نہیں کیا۔ جب چالیس سال پورے ہونے کے بعد آپ نے رسالت کا دعویٰ کیا اور آپ کی زبان مبارک سے ایسے علوم و معارف ظاہر ہونے لگے جو ابتدائے آفرینش سے اِس کائنات میں کسی سے ظاہر نہیں ہوئے تھے۔ پھر آپ نے اگلے لوگوں کے واقعات اور گزشتہ انبیائے کرام کے حالات اُسی طرح بیان فرما دیئے جیسے اُن حضرات کی کتابوں میں مذکور ہوئے تھے۔ پس ہر وہ شخص جو عقلِ سلیم سے بہرہ ور ہے وہ اسی نتیجے پر پہنچے گا کہ ایسا آسمانی وحی اور الہامِ الٰہی کے بغیر ممکن نہیں۔

تیسری دلیل نبی آخر الزماں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دعویٰ نبوت کے بعد معاندین نے پیشکش کی کہ اپنی اس دعوت کو چھوڑ دیجیے اور اس کے معاوضے میں جتنی زیادہ سے زیادہ دولت آپ چاہیں وہ پیش کی جا سکتی ہے یا کسی عورت سے آپ شادی کرنے کے خواہشمند ہیں تو آپ کی ایسی خواہش بھی پوری کرنے کے لیے تیار ہیں۔ آپ نے اُن کی پیشکش کو پرکاہ کے برابر حیثیت نہ دی بلکہ اپنے فقر پر قانع رہے اور مشقت کے مقابلے میں صبر کی ڈھال کو سنبھالے رکھا۔ جب اسلام کا بول بالا ہوا، آپ کی عظمتوں کے شادیانے بجنے لگے، کتنے ہی

marfat.com

شہروں پر قبضہ ہو گیا اور مالِ غنیمت سے بیت المال بھرپور ہو گیا اور صحابۂ کرام کو آسودہ حال فرمایا ایسے حالات میں بھی آپ کی دنیا سے بے رغبتی مثل سابق رہی اور اللہ تعالیٰ کے پیغام کو لوگوں تک پہنچانے میں کوئی کمی واقع نہیں ہوئی۔ حالانکہ جھوٹا آدمی دنیا کمانے کی خاطر بھاگ دوڑ کرتا ہے اور جب اسے دنیا حاصل ہو جاتی ہے تو اُس سے لطف اندوز ہونا شروع کر دیتا ہے اور اُس کے دائرے کو مزید وسعت دینے میں کوشاں رہتا ہے۔ جب آپ نے دنیاوی آرام و راحت کی جانب توجہ بھی نہیں فرمائی تو اظہر من الشمس ہوا کہ آپ اِس دعوے میں یقیناً سچے تھے۔

چوتھی دلیل جس نسخۂ کیمیا کو لے کر نبی آخر الزماں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جلوہ گر ہوئے، اُس میں توحید کا مفصل بیان، اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تقدیس، انصاف، نبوت، مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے کا اثبات، عبادات کی تشریح اور اطاعت و فرمانبرداری کی پاکیزہ تعلیم ہی تو ہے اور یہ ہر صاحبِ عقل جانتا ہے کہ انسان کامل کا کام بھلے بُرے کاموں میں تمیز کرنا ہے جب فخرِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی کتاب (قرآن کریم) اِن دونوں راستوں کی مکمل وضاحت کرتی ہے تو ہر عقلمند انسان یہ نتیجہ اخذ کرنے پر مجبور ہو گا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی راستبازی ہر قسم کے شک و شبہ سے بالاتر ہے۔

پانچویں دلیل اِس آخری شمعِ رسالت کے جلوہ آرائے گیتی ہونے سے قبل اہلِ عرب کا دین تمام رائج الوقت ادیان سے بھی گھٹیا تھا، کیونکہ وہ بتوں کی پوجا کرتے تھے اور اُن کے اخلاق میں لوٹ مار اور قتل و غارت کے ذلیل مشغلے بھی موجود تھے۔ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم کو بھیجا، تو آپ نے اُنھیں اِس قعرِ ذلت سے نکال کر ہمدوشِ ثریا کر دیا، حتیٰ کہ وہ علم، زہد، عبادت اور دنیاوی لذتوں اور آسائشوں میں بے رغبتی کے لحاظ سے ایسے راسخ ہوئے کہ اُمم سابقہ سے ممتاز اور افضل ہو گئے۔[1]

---

[1] یعنی: ؎

ہاتھ خالی، دل غنی، کون و مکاں پر اقتدار
دیکھنا یہ ساز و سامان حبیبِ کبریا
(داختر الحامدی)

marfat.com

فَضْلُ اللّٰهِ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَآءُ۔

جب مذکورہ وجوہات کو جان لیا گیا تو یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اُن لوگوں میں پیدا ہُوئے اور اُن میں ہی آپ نے پرورش پائی تھی جو شبانہ روز آپ کے حالات کا مشاہدہ کرتے اور مذکورہ دلائل پر مطلع تھے، جن کے سبب اُن کا آپ پر ایمان لانا زیادہ آسان تھا ہر اُس شخص کی نسبت جو آپ کے حالات سے بے خبر ہو۔ اِسی لیے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی بعثت کے ساتھ اُن پر خاص احسان فرمایا ہے کہ اِذْ بَعَثَ فِیْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ۔ اِس میں احسان کا یہ پہلو بھی تو موجود ہے کہ نبی آخر الزماں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا عربی ہونا اہلِ عرب کے لیے انتہائی شرف اور سرمایۂ افتخار ہے۔ جیسا کہ ارشادِ ربانی ہے:

وَاِنَّهٗ لَذِكْرٌ لَّكَ وَلِقَوْمِكَ۔[1] اور بے شک وہ شرف ہے تمہارے لیے اور تمہاری قوم کے لیے۔

اِس فخر کی ایک وجہ یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ فخر کرنا یہود، نصاریٰ اور اہلِ عرب میں مشترک تھا، لیکن یہود و نصاریٰ حضرت موسیٰ و حضرت عیسیٰ علیہما السلام اور توریت و انجیل کے باعث بھی فخر کرتے تھے اور اہلِ عرب کو ایسا کوئی شرف حاصل نہیں تھا جس سے یہود و نصاریٰ محروم ہوں۔ جب اللہ تعالیٰ نے فخرِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا اور آپ پر قرآنِ مجید نازل کیا تو اہلِ عرب کو وہ کرامت اور بزرگی میسّر آگئی جیسی اُمّمِ سابقہ میں سے کسی کے حصّے میں نہیں آئی تھی، اِسی لیے اللہ تعالیٰ نے مِنْ اَنْفُسِهِمْ فرمایا ہے۔

اِس کے بعد جو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَیُزَكِّیْهِمْ وَیُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ تو اِس کے بارے میں جاننا ضروری ہے کہ انسان کا کمال دو باتوں میں ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کو پہچاننے اور اعمالِ صالحہ کو جاننے میں تاکہ اُن کے مطابق عمل کر سکے۔ بالفاظِ دیگر نفسِ انسانی کے لیے نظریاتی اور عملی دو طاقتیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے

---

[1] پ ۲۵، سورہ الزخرف، آیت ۴۴

marfat.com

قرآنِ کریم کو اسی لیے نازل فرمایا ہے کہ مخلوق کی ان دونوں قوتوں کی اصلاح وتکمیل ہو جائے چنانچہ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ میں اسی جانب اشارہ کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مخلوقِ خدا تک وحیِ الٰہی کو پہنچاتے ہیں وَیُزَکِّیْهِمْ میں معارفِ الٰہیہ کی طرف اشارہ ہے جس سے نظریاتی قوت کی تکمیل ہوتی ہے۔ تعلیمِ کتاب سے تاویلِ معرفت کی جانب اشارہ ہے یا بالفاظِ دگر کتاب سے شریعت کے ظاہری احکام اور حکمت سے اُس کے محاسن و اسرار اور اسباب و منافع مراد ہیں۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اُس چیز کا ذکر فرمایا جس سے یہ نعمت کامل ہوتی ہے اور وُہ اس بات کا اظہار ہے کہ پہلے یہی لوگ گمراہی میں بھٹکتے پھر رہے تھے۔ جب مشقت اٹھانے اور تکالیف برداشت کرنے کے بعد کسی نعمت یا راحت کا حصول ہوتا ہے تو اُس کی زیادہ قدر ہوتی ہے۔ چونکہ اِس نعمت کا تعلق علم و اعلام سے ہے جو جہالت اور بے دینی کے بعد حاصل ہُوئی تو اس طرح اِس کی عظمت اور قدر و منزلت میں اور بھی اضافہ ہو جاتا ہے۔ اِس کی نظیر یہ ارشادِ ربانی ہے: وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰی۔

فترت کے بعد سید المرسلین کی آمد

امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ نے سورۃ مائدہ کی آیت

یٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا یُبَیِّنُ لَكُمْ عَلٰی فَتْرَةٍ مِّنَ الرُّسُلِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا جَآءَنَا مِنْۢ بَشِیْرٍ وَّلَا نَذِیْرٍ فَقَدْ جَآءَكُمْ بَشِیْرٌ وَّنَذِیْرٌ وَاللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۝[1]	اے کتاب والو! بیشک تمہارے پاس ہمارے یہ رسول تشریف لائے کہ تم پر ہمارے احکام ظاہر فرماتے ہیں بعد اس کے کہ رسولوں کا آنا مدتوں بند رہا تھا کہ کبھی کہو کہ ہمارے پاس کوئی خوشی اور ڈر سنانے والا نہ آیا تو یہ خوشی اور ڈر سنانے والے تمہارے پاس تشریف لائے ہیں اور اللہ کو سب قدرت ہے۔

---

[1] پ ۶، سورۃ المائدہ، آیت ۱۹

marfat.com

کی تفسیر میں فرمایا ہے: یہ جاننا ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ایامِ فترت کے بارے میں ہے یعنی رسولوں کی آمد کا سلسلہ ایک مدت تک بند رہنے کے بعد نبیِ آخرالزماں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رونق افزائے دہر ہوئے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور فخرِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے درمیان چھ سو برس یا اس سے کچھ کم و بیش کا طویل وقفہ ہے۔ علامہ کلبی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کے درمیان سترہ سو سالہ مدت ہے اور اس عرصے میں ایک ہزار انبیائے کرام خلقِ خدا کی ہدایت کے لیے تشریف لائے تھے جبکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے درمیانی وقفے میں صرف چار نبی تشریف فرما ہوئے، جن میں سے تین بنی اسرائیل میں اور ایک اہلِ عرب سے، جن کا اسمِ گرامی خالد بن سنان عبسی علیہ السلام ہے۔

رسولوں کی آمد کا سلسلہ اتنے دنوں بند رہنے کے بعد فخرِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مبعوث فرمانے میں یہی مصلحت تھی کہ شرائع سابقہ میں اس طرح تحریف و تبدیل کرنے والے اپنے پورے جوہر دکھالیں اور اتنے عرصے میں حق و باطل اور سچ جھوٹ میں اس درجہ اختلاط ہو جائے کہ تمیز کرنا ممکن نہ رہے اور لوگوں کے لیے عبادات ترک کرنے کا واضح عذر ہو جائے اور وہ کہہ سکیں کہ اے پروردگار! یہ تو ہم جانتے ہیں کہ تیری عبادت کرنی چاہیے کیونکہ بندوں کے لیے اس کے بغیر چارۂ کار نہیں لیکن ہم عبادت کرنے کے طریقوں سے ناآشنا ہیں۔ چنانچہ ایسے حالات میں اللہ جل شانہٗ نے سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا تاکہ اُن لوگوں کا یہ عذر ختم ہو جائے۔ اسی لیے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ: اَنۡ تَقُوۡلُوۡا مَا جَآءَنَا مِنۡۢ بَشِیۡرٍ وَّلَا نَذِیۡرٍ۔ (یعنی یہ کہنے لگو کہ ہمارے پاس کون سا کوئی نبی آیا ہے؟) پس اللہ تعالیٰ نے ان حالات میں فخرِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا تاکہ یہ کہا جاسکے کہ اب تو تمہارے پاس نبی آگیا۔ آپ کی بعثت کے سبب یہ علت زائل ہو گئی اور اُن کا یہ عذر ختم ہو گیا۔ [1]

---

[1] مجدد مائۃ حاضرہ قدس سرہٗ فرماتے ہیں،

کیا خبر کتنے تارے کھلے چھپ گئے | پر نہ ڈوبے نہ ڈوبا ہمارا نبی
قرنوں بدلی رسولوں کی ہوتی رہی | چاند بدلی کا نکلا ہمارا نبی

marfat.com

النبی الامی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

امام فخرالدین رازی رحمۃ اللہ علیہ نے سورۂ اعراف کی آیت کریمہ:

اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ	وہ جو غلامی کریں گے اس رسول بے پڑھے غیب
الْاُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا	کی خبریں دینے والے کی جسے لکھا ہوا پائیں گے
عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ	اپنے پاس توریت اور انجیل میں۔ وہ انھیں
يَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهٰىهُمْ	بھلائی کا حکم دے گا اور برائی سے منع فرمائے گا
عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ	اور ستھری چیزیں اُن کے لیے حلال فرمائے گا
وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ وَ	اور گندی چیزیں اُن پر حرام کرے گا اور اُن پر
يَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ	سے وہ بوجھ اور گلے کے پھندے جو اُن پر
الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا	تھے، اتارے گا، تو وہ جو اس پر ایمان لائیں
بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا	اور اُس کی تعظیم کریں اور اُسے مدد دیں اور
النُّوْرَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ اُولٰٓئِكَ	اُس نور کی پیروی کریں جو اس کے ساتھ اُترا،
هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ○ [1]	وہی بامراد ہوئے۔

کی تفسیر میں فرمایا ہے، یہ جاننا ضروری ہے کہ رحمتِ خداوندی اُن لوگوں کے لیے واجب ہو جاتی ہے جو تقویٰ کی دولت سے مالا مال ہوں، زکوٰۃ ادا کریں اور آیاتِ الٰہیہ پر ایمان لائیں۔ اس آیت کے ذریعے یہ بات بھی ساتھ ملا دی گئی کہ اِس اُمّی نبی (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی پیروی کرنا بھی ضروری ہے جس کا تذکرہ وہ توریت اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں۔ اس کی تفسیر میں مختلف اقوال ہیں۔

ایک قول یہ ہے کہ جس حیثیت سے اُنھوں نے توریت میں آپ کا وصف پایا، اُسی طرح وہ آپ کی نبوت پر ایمان لا کر پیروی کریں، کیونکہ آپ کے مبعوث ہونے سے پہلے کی کسی شریعت کی پیروی کرنا اب جائز نہیں ہے۔

---

[1] پ ۹، الاعراف، آیت ۱۵۷

marfat.com

دُوسرا قول وَالْاِنْجِيلِ کے بارے میں یہ ہے کہ انجیل میں یہ کچھ لکھا ہوا پائیں گے، کیونکہ انجیل کے نزول سے پہلے اُس میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اوصاف کا پایا جانا محال ہے۔

تیسرا قول یہ ہے کہ اِس سے مراد وہ بنی اسرائیل ہیں جنھوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مبارک زمانہ پایا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اُن سے فرمایا کہ اگر وہ اِس اُمّی نبی (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی پیروی کریں تو دنیا اور آخرت کے اندر رحمتِ بے پایاں سے نوازے جائیں گے۔ یہی قول زیادہ درست ہے کیونکہ بعثت سے پہلے تو آپ کی پیروی ممکن ہی نہ تھی۔ گویا اللہ تعالیٰ نے اِس آیت کریمہ میں یہ بتایا ہے کہ مُوسٰی علیہ السلام کے زمانے میں بنی اسرائیل کا وہی فرد اِس رحمت سے حصّہ حاصل کر سکا، جو اللہ تعالیٰ سے ڈرا، زکوٰۃ ادا کی اور عہدِ موسوی کے دلائل پر ایمان لایا اور زمانۂ مصطفیٰ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) میں اِس رحمت سے وہی فیضیاب ہوگا جس میں مذکورہ صفات کے ساتھ یہ صفت بھی پائی جائے کہ وہ شریعتِ محمدیہ کا پیروکار ہو۔ جب یہ معلوم ہوگیا تو ہم کہتے ہیں کہ مذکورہ آیتِ کریمہ میں سرورِ کون ومکاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نَو اوصاف بیان فرمائے گئے ہیں۔

وصفِ اوّل اللہ تعالیٰ نے بتایا کہ آپ رسول ہیں۔ عُرفِ عام کے لحاظ سے اِس لفظ کے ساتھ وُہی مخصوص ہوتا ہے جسے اللہ تعالیٰ مخلوق کی طرف احکام کی تبلیغ کے لیے بھیجے۔

وصفِ دوم بتایا کہ آپ نبی بھی ہیں۔ یہ لفظ بھی دلالت کرتا ہے کہ اللہ جل شانہ کی بارگاہ میں آپ عظیم المرتبت منصب پر فائز ہیں۔

وصفِ سوم آپ کو اُمّی بتایا ہے۔ زجاج علیہ الرحمہ نے اِس کا معنی یہ لکھا ہے کہ جو شخص اہلِ عرب کی صفت پر ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: میں اَن پڑھوں کی جماعت میں مبعوث فرمایا گیا ہُوں، جو لکھنا پڑھنا نہیں جانتے۔ چونکہ اکثر اہلِ عرب پڑھنے لکھنے سے ناآشنا تھے لہٰذا فخرِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی اِسی حال پر رہے اور اِسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو اُمّی ہونے کا لقب دیا ہے۔ محققین فرماتے ہیں

marfat.com

کہ اس تغییر کے لحاظ سے اُمّی ہونا آپ کا بہت بڑا معجزہ ہے۔ اس اعجاز کی مختلف وجوہ ہیں:

پہلی وجہ: فخرِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بار بار قرآن کریم پڑھ کر سناتے رہے لیکن کبھی اس کے الفاظ یا کلمات میں کسی قسم کی کمی بیشی نہیں ہوئی، حالانکہ عربی خطیب پہلی دفعہ خطبہ پڑھنے کے بعد جب بھی اُسے دُہراتے تو یقیناً اس کے الفاظ میں کمی یا بیشی ہو جاتی تھی۔ کیا یہ تعجب خیز بات نہیں کہ اَن پڑھ ہونے کے باوجود آپ قرآن مجید کی تلاوت فرماتے رہے اور کسی دفعہ کے پڑھنے میں ذرا سا فرق بھی نہیں آیا۔ آخر اسے معجزے کے سوا اور کیا کہا جاتے؛ اسی لیے تو اللہ جل شانہٗ نے فرمایا ہے:

سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسٰى ۝ [1] اب ہم تمہیں پڑھائیں گے کہ تم نہ بھولو گے۔

دوسری وجہ: نبی آخر الزماں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اگر پڑھے لکھے ہوتے تو آپ پر یہ اتہام لگایا جا سکتا تھا کتب سابقہ کے مطالعے سے یہ علوم حاصل کیے ہیں لیکن کسی کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کرنے اور مطالعے کے بغیر ہی جب آپ قرآن مجید جیسی کتاب لے کر آئے جو علومِ کثیرہ کی جامع ہے تو اسے منجملہ آپ کے معجزات کے اور کیا کہا جا سکتا ہے؛ یہی مراد اللہ جل شانہٗ کے اس ارشاد سے ہے:

وَمَا كُنْتَ تَتْلُوْا مِنْ قَبْلِهٖ مِنْ كِتٰبٍ وَّلَا تَخُطُّهٗ بِيَمِيْنِكَ اِذًا لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُوْنَ ۝ [2]

اور اس سے پہلے تم کوئی کتاب نہ پڑھتے تھے اور نہ اپنے ہاتھ سے کچھ لکھتے تھے، یوں ہوتا تو باطل والے ضرور شک لاتے۔

تیسری وجہ: لکھنا سیکھ لینا آسان ہے کیونکہ بعض کم پڑھے ہوئے جو ذکی و فہیم ہوں وہ معمولی سی کوشش سے لکھنا سیکھ لیتے ہیں۔ لکھنے سے محروم رہنا عقل و فہم میں کوتاہی کا باعث ہو کر رہ جاتا ہے لیکن اس کے باوجود

انہ تعالیٰ أتاہ صلی اللہ علیہ — اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو

---

[1] پ ۳۰، سورۃ الاعلیٰ، آیت ۶ ۔ [2] پ ۲۱، سورۃ العنکبوت، آیت ۴۸

marfat.com

وسلم علوم الاولین و الاٰخرین	سب اگلے پچھلوں کے علوم مرحمت فرما دیے
واعطاہ من العلوم والحقائق	اور آپ کو اتنے علوم وحقایق عطا فرمائے جن تک
مالم یصل الیہ احد من	نوعِ انسانی کے کسی بھی فرد کی رسائی نہیں ہو سکی
البشر و مع تلک القوۃ العظیمۃ	اور عقل وفہم کی آپ کو ایسی عظیم الشان قوت
فی العقل و الفہم جعلہ بحیث	مرحمت فرمانے کے باوجود اللہ تعالیٰ نے آپ کو
لم یعلم الخط الذی یسہل	لکھنے سے محروم رکھا حالانکہ لکھنا تو ایک معمولی
تعلمہ علی اقل الخلق عقلاً وفہماً	فہم وفراست والا انسان بھی سیکھ لیتا ہے ۔
فکان الجمع بین ھا تین	پس آپ کے اندر ان دونوں متضاد حالتوں کا جمع
الحالتین المتضادتین جاریاً	ہو جانا ، صاف ظاہر کر رہا ہے کہ یہ اجتماع نقیضین
مجری الجمع بین الضدین	کی طرح ہے اور دو متضاد حالتوں کا جمع ہونا عادت
وذالک من الامور الخارقۃ للعادۃ	کے خلاف اور معجزے کا قائم مقام ہے ۔
وجار مجری المعجزات ۔ (۱۶)	

وصفِ چہارم : فخرِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اس آیت کریمہ میں جو صفات بیان فرمائی گئی ہیں اُن میں سے چوتھی صفت اللہ تعالیٰ نے یہ بیان فرمائی ہے کہ : اَلَّذِیْ یَجِدُوْنَہٗ مَکْتُوْبًا عِنْدَھُمْ فِی التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِیْلِ ۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سرورِ کون ومکاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فضائل وکمالات اور آپ کی نبوت کا سچا ہونا توریت اور انجیل میں بھی لکھا ہوا ہے ۔ (والحمد للہ علیٰ ذالک) ۔ اگر توریت وانجیل میں ایسا لکھا ہوا نہ ہوتا تو آپ کا مذکورہ بالا اعلان یہود ونصاریٰ کو آپ سے ازحد متنفر کر دیتا اور وُہ آپ کی باتوں پر کبھی کان دھرنے کے لیے تیار نہ ہوتے کیونکہ کذب بیانی اور بہتان تراشی تو نفرت کا زبردست پیش خیمہ ہیں اور کوئی بھی عقل وفہم سے بہرہ ور شخص ایسے امور کی جسارت نہیں کرتا جو اس کی تہمت کو واشگاف کریں اور لوگوں کو اُس سے متنفر کر دیں تاکہ وُہ اُس کی بات تک سُننا گوارا نہ کریں ۔ معلوم ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے محامد ومحاسن توریت وانجیل میں لکھے ہُوئے تھے اور یہ نبی آخر الزماں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نبوت کے برحق ہونے کے عظیم الشان دلائل سے ہے ۔

marfat.com

وصفِ پنجم: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: وَيَأْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوفِ۔ اِس کے بارے میں زجاج علیہ الرحمہ کہتے ہیں کہ رسالتمآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جو صفات توریت وانجیل میں لکھی ہوئی ہیں ممکن ہے یہ صفت اُن کے علاوہ ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ معناً ایسا لکھا ہُوا ہو کہ نبیِ آخر الزمان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اچھے کاموں کا حکم دینے والے ہیں۔

وصفِ ششم: اللہ تعالیٰ نے جو یہ فرمایا ہے: وَيَنْهَاهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ۔ اِس سے مراد ہے:

اضداد الامور المذکورۃ	اِس سے امورِ مذکورہ کی ضد مراد ہے یعنی بُتوں کی
وھی عبادۃ الاوثان والقول	پُوجا کرنا، بغیر علم کے اللہ تعالیٰ کی صفات میں
فی صفات اللہ تعالیٰ بغیر علم	گفتگو کرنا، اللہ تعالیٰ نے جو کچھ انبیائے کرام
والکفر بما انزل اللہ علی النبیین	پر نازل کیا اُس کا انکار کرنا، قطع رحمی کرنا
وقطع الرحم وعقوق الوالدین۔ (رمض۱)	اور والدین کی نافرمانی کرنا۔

وصفِ ہفتم: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ طیبات سے مراد وہی چیزیں ہیں جن کی حلت کا باری تعالیٰ نے حکم دیا ہے، لیکن یہ اصلی مفہوم سے بعید ہے بلکہ ضروری ہے کہ طیبات سے مراد وہ پاک اور ستھری چیزیں ہوں جنہیں طبعِ انسانی پسند کرتی ہے کیونکہ ستھری چیزوں کا کھانا ہی لذت بخش ہوتا ہے۔ پس نفع بخش ہونے کی اصل حلال ہونا ہے، ماسوائے اُس کے جس کے خلاف کوئی علیحدہ دلیل ہو۔

وصفِ ہشتم: ارشادِ باری تعالیٰ ہے: وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ۔ حضرت عطاء علیہ الرحمہ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ذکر کیا ہے کہ خبائث سے مراد مردار اور خون وغیرہ ہیں جن کا ذکر اللہ تعالیٰ نے سورۂ مائدہ میں ذٰلِكُمْ فِسْقٌ تک کیا ہے اور میں کہتا ہوں کہ خبائث سے ہر وہ چیز مراد ہے جس کے کھانے سے آدمی نفرت کرتا ہے اور طبعِ انسانی اُسے پسند نہیں کرتی اور اُس کا کھانا تکلیف دہ ہوتا ہے۔ مضر چیزوں کی اصل حرمت ہے، لہٰذا اِس آیت کا مقتضیٰ یہ ہوا کہ جن چیزوں کا کھانا طبیعت بُرا جانے اُن کی اصل حرمت ہے جبکہ کسی چیز کی حلت کے بارے میں کوئی علیحدہ دلیل نہ ہو۔

وصفِ نہم ارشادِ ربانی: وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَالْأَغْلَالَ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ میں اِصر

marfat.com

سے مراد وہ بھاری بوجھ ہے جو اپنی ثقالت کے باعث حرکت کرنے سے روکے۔ یہ اشارہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت کی جانب ہے جو بہت سخت تھی اور اللہ تعالیٰ نے جو اَغلاَل فرمایا ہے اِس سے مراد شریعتِ موسوی کے وہ سخت احکام ہیں جو اُن کی شریعت میں شامل تھے، جیسے جس جگہ پیشاب لگ جائے اُسے کاٹ ڈالنا، توبہ کی خاطر اپنے آپ کو قتل کے لیے پیش کرنا، جسم کے جس حصّے سے کوئی گناہ سرزد ہو اُسے کاٹ دینا اور گوشت میں عروق تلاش کرنا وغیرہ۔ اِن احکام کو اَغلاَل (طوق) اُن کی سختی کے باعث کہا گیا ہے کیونکہ حُرمت فعل سے منع کرتی ہے جیسے طوق انسان کو فعل سے روکتا ہے۔

بعض کہتے ہیں کہ بنی اسرائیل جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے تھے تو بالوں سے بُنے ہوئے موٹے کپڑے پہنتے اور اپنے ہاتھوں کو گردنوں میں باندھ لیتے تھے۔ نماز میں تواضع کے لیے انھیں ایسا کرنا پڑتا تھا۔ اِس تقدیر پر اَغلاَل اپنے حقیقی معنی میں مستعمل ہے اور اِس میں کوئی استعارہ نہیں۔

جاننا چاہیے کہ یہ آیت کریمہ اِس بات پر دلالت کرتی ہے کہ ضرر رساں چیزوں کی اصل یہ ہے کہ وہ مشروع نہیں ہوتیں، کیونکہ مُضر چیز یا اِصْر ہوگی یا غِلّ اور اِس نصِّ قرآنی کا ظاہر عدمِ مشروعیت کا متقضی ہے، جیسا کہ سرورِ کون و مکاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اِسلام میں کوئی ضرر یا مضرت نہیں ہے اور فرمایا کہ میں سہل اور نرم شریعت کے ساتھ مبعوث فرمایا گیا ہُوں اور یہ شریعتِ محمدیہ کی اصلِ کبیر ہے۔

جاننا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے حبیب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مذکورہ صفات کے ساتھ توصیف فرمائی تو اِس کے بعد حکم دیا: فَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِہٖ۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ اِس سے مراد وہ یہودی ہیں جو آپ پر ایمان لائے۔ عَزَّرُوْہُ سے مراد آپ کی تعظیم و توقیر کرنا ہے اور نَصَرُوْہُ سے مراد دشمنانِ دین کے خلاف آپ کی مدد کرنا ہے۔ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ مَعَہٗٓ کا اشارہ قرآن کریم کی طرف ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اِن صفات کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا: اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ۔ یعنی کامیاب ہونے والے ایسے ہی لوگ ہیں جو دنیا اور آخرت میں اپنے مطلوب کو پالیں گے۔ مذکورہ بالا آیت کے بعد ارشادِ ربّانی ہُوا:

marfat.com

قُلْ یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ	تم فرماؤ! اے لوگو! میں تم سب کی طرف اُس
اللّٰهِ اِلَیْكُمْ جَمِیْعَا ِۨالَّذِیْ لَهٗ	اللہ کا رسول ہُوں کہ آسمانوں اور زمین کی بادشاہی
مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِۚ لَاۤ اِلٰهَ	اُسی کو ہے۔ اُس کے سوا کوئی معبود نہیں۔
اِلَّا هُوَ یُحْیٖ وَ یُمِیْتُ۪ فَاٰمِنُوْا	جلائے اور مارے تو ایمان لاؤ اللہ
بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ	اور اُس کے رسول بے پڑھے غیب
الَّذِیْ یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ كَلِمٰتِهٖ	بتانے والے پر کہ اللہ اور اُس کی باتوں پر
وَ اتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ[۱]	ایمان لاتے ہیں اور اِن کی غلامی کرو کہ تم راہ پاؤ۔

امام فخرالدین رازی رحمۃ اللہ علیہ اِس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں ۔ جاننا چاہیے کہ جب اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے کہ فَسَاَكْتُبُهَا لِلَّذِیْنَ یَتَّقُوْنَ (یعنی میں اُسے پرہیزگاروں میں لکھ لُوں گا) پھر اللہ تعالیٰ نے یہ بھی واضح فرمادیا کہ اِس رحمت کو وُہی متقی حاصل کرسکتے ہیں جو اِس اُمّی رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم) کا اتباع کریں گے تو اِس آیت نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ساری مخلوق کی جانب رسول بن کر آنا واضح طور پر بتا دیا۔ اِسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے، قُلْ یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْكُمْ جَمِیْعًا اور اِس جملے میں دو مسئلے ہیں،

پہلا مسئلہ یہ آیت اِس بات پر دلالت کرتی ہے کہ فخرِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ساری مخلوق کی طرف مبعوث فرمائے گئے ہیں۔ یہود سے عیسویہ فرقہ کہتا تھا، جو عیسیٰ اصفہانی کے پیروکاروں پر مشتمل تھا کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سچے نبی ہیں، لیکن صرف عرب والوں کی طرف مبعوث فرمائے گئے ہیں۔ آپ کو بنی اسرائیل کی طرف مبعوث نہیں کیا گیا۔ اُن لوگوں کے ردّ و ابطال میں یہ آیت ہمارے لیے محکم دلیل ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ فرمایا ہے، یہ خطاب تمام انسانوں سے ہے۔ اِس کے بعد یہ اعلان کرنے کا حکم فرمایا ہے کہ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْكُمْ جَمِیْعًا۔ اِس کا واضح مقتضیٰ یہی ہے کہ آپ تمام

[۱] پ ۹، سورۃ الاعراف، آیت ۱۵۸

marfat.com

انسانوں کی طرف مبعوث فرمائے گئے ہیں۔ نیز دینِ محمدی میں یہ بطریقِ تواتر معلوم ہے کہ آپ کا دعویٰ بھی یہی تھا کہ آپ کو ساری کائنات کی طرف مبعوث فرمایا گیا ہے۔ پس آپ کا دعویٰ رسالت صداقت پر مبنی ہوگا یا برعکس۔ پس آپ کو جب سچا رسول مانا جائے گا تو کذب آپ پر ممتنع ہوگا اور ہر دعوے میں آپ کو سچا ماننا لازم آئے گا جب مذکورہ آیت اور تواتر کے طریق سے یہ ثابت ہوچکا کہ آپ تمام مخلوق کی جانب مبعوث ہوئے اور یہی آپ کا دعویٰ بھی تھا، تو اِس دعوے میں بھی آپ کو سچا ماننا واجب ہوا اور اِس سے عیسویہ کے قول کا بطلان واضح ہوگیا جو کہتے تھے کہ نبیِ آخرالزماں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بنی اسرائیل کی طرف نہیں بلکہ صرف اہلِ عرب کی جانب مبعوث فرمائے گئے ہیں۔ اگر وہ لوگ کہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سچا رسول نہیں مانتے، تو اِس صورت میں آپ عرب یا غیر عرب کسی کے رسول نہ ہوئے (حالانکہ وہ اہلِ عرب کا رسول آپ کو مانتے تھے)۔ پس ثابت ہوا کہ اُن لوگوں کا آپ کو بعض مخلوق کے لیے رسول ماننا اور دُوسروں کے لیے نہ ماننا باطل اور ان کا کلام متناقض ہے۔

دوسرا مسئلہ یہ آیتِ کریمہ اِس بات پر دلالت کرتی ہے کہ فخرِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ساری مخلوق کی جانب مبعوث فرمائے گئے لیکن اِس سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ دُوسرا کوئی نبی بھی ساری مخلوق کی طرف مبعوث ہوا تھا یا نہیں؟ واجب ہوا کہ یہ معلوم کرنے کی خاطر دلائل کی طرف رجوع کیا جائے اور تمام دلائل کو دیکھا جائے۔ ہم کہتے ہیں کہ تمام اہلِ علم کا اِس پر اتفاق ہے کہ محمد عربی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سوا دوسرا کوئی نبی ساری مخلوق کی جانب مبعوث نہیں ہوا اور اُنھوں نے از رُوئے دلائل اِس بات کو روزِ روشن کی طرح واضح کر دکھایا ہے، جیسا کہ سرورِ کون و مکاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:۔ میں پانچ چیزیں ایسا عطا فرمایا گیا ہوں جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو عطا نہیں فرمائی گئیں: (۱) میں سارے انسانوں (دہر گورے اور کالے) کا نبی ہوں۔ (۲) تمام زمین میرے لیے پاک اور مسجد بنادی گئی ہے۔ (۳) میری رُعب کے ساتھ مدد فرمائی گئی ہے یہاں تک کہ میرا دشمن ایک ماہ کی مسافت پر مجھ سے دُور رہتا ہُوا بھی لرزاں و ترساں رہتا ہے۔ (۴) ہم غنیمت کا مال کھا سکتے ہیں جبکہ ہم سے پہلے کسی اُمت کے لیے غنیمت کا مال کھانا جائز نہیں تھا۔ (۵) اللہ تعالیٰ نے مجھ سے

marfat.com

وعدہ فرمایا کہ کوئی چیز مجھ سے مانگ لو، وُہ مرحمت فرمائی جائے گی۔ مَیں نے یہ حق اپنی اُمت کی شفاعت کے لیے محفوظ رکھ چھوڑا ہے۔

اگر قائل یہ کہے کہ یہ حدیث آپ کے مدعا پر صریح دلالت نہیں کرتی کیونکہ یہ بعید نہیں ہے کہ مذکورہ پانچوں امور کا مجموعہ فخرِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خصوصیت ہو اور یہ پانچوں کسی دوسرے کو حاصل نہ ہوں لیکن آپ کی خصوصیت کے اِس مجموعے سے یہ لازم تو نہیں آتا کہ ان میں سے کوئی ایک چیز بھی کسی کو حاصل نہ ہو۔ چنانچہ اسی سلسلے میں وُہ کہتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام اپنی ساری اولاد کی طرف مبعوث ہُوئے تھے اور اِس لحاظ سے وُہ بھی سارے انسانوں کے نبی ہُوئے۔ اِسی طرح جب حضرت نوح علیہ السلام کشتی سے اُترے تو وُہ اُن لوگوں کے نبی تھے جو اُس وقت اُن کے ساتھ تھے اور اُس وقت تمام انسانوں کا اطلاق صرف اُن چند نفوس ہی پر منحصر تھا۔

اِس کے بعد فخر الملت والدین امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ پہلے اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس امر کا بیان فرمایا کہ انبیاء ومرسلین علیہ السلام کی بعثت ایک جائز اور ممکن چیز ہے۔ اِس کے بعد نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا تذکرہ فرمایا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے برحق رسول ہیں، کیونکہ جو مطلوب کو ثابت کرنے کا قصد کرے اُس کے لیے ضروری ہے کہ پہلے اُس کا جواز ثابت کرے، اِس کے بعد حصول، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فَاٰمِنُوْا بِاللّٰہِ سے حکم کی ابتداء فرمائی کیونکہ ذاتِ باری تعالیٰ پر ایمان لانا اصل ہے اور نبوت ورسالت پر ایمان لانا اُس کی فرع ہے اور اصل کا اپنی فرع سے مقدم ہونا ضروری ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فَاٰمِنُوْا بِاللّٰہِ سے کلام کی ابتداء فرمائی، اِس کے بعد وَرَسُوْلِهِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ الَّذِيْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَكَلِمٰتِهٖ کا ذکر فرمایا۔ یاد رکھنا چاہیے کہ لفظ کَلِمٰتِهٖ سے اشارہ آپ کے معجزات کی جانب ہے کیونکہ یہ نبوت کی حقانیت پر دلالت کرتے ہیں۔ اِس کی تقریر یُوں ہے کہ فخرِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے معجزات دو قسم کے ہیں:

پہلی قسم: وہ معجزات جو نبی آخر الزماں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذاتِ مقدسہ میں ظاہر ہوئے۔ اُن میں سب سے بڑا معجزہ یہ تھا کہ آپ پڑھے لکھے نہ تھے یعنی کسی کے سامنے زانوے تلمذ

marfat.com

نہ نہیں کیا تھا، نہ کبھی کسی کتاب کا مطالعہ کیا، نہ علماء کی مجلس میں شریک ہونے کا اتفاق ہوا کیونکہ مکہ مکرمہ میں کوئی عالم تھا ہی نہیں اور نہ کبھی نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مکہ معظمہ سے اتنی مدت غیر حاضر رہے جس میں علوم کثیرہ کی تحصیل ممکن ہو، اس کے باوجود آپ نے علم و تحقیق کے دریا بہائے اور وہ دروازے بھی کھول دیئے جو آج تک مقفل ہی چلے آتے تھے، ساتھ ہی آپ پر قرآن کریم کو ظاہر فرمایا جو اگلوں اور پچھلوں کے سارے علوم کا جامع ہے۔ اُمّی ہونے کے باوجود آپ سے ایسے علومِ کثیرہ علمیہ کا ظہور ہونا جبکہ نہ کسی استاد سے ملے، نہ کسی کتاب کا مطالعہ کیا، ایسے حالات میں یہ آپ کا بہت بڑا معجزہ ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اَلنَّبِیِّ الْاُمِّیِّ کہہ کر آپ کی جانب ہی اشارہ فرمایا ہے۔

دُوسری قسم:- وُہ معجزات جو سرورِ کون و مکاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذاتِ مقدسہ سے ظاہر ہُوئے، جیسے چاند کا دو ٹکڑے ہونا، آپ کی انگلیوں سے پانی کے چشمے جاری ہونا ایسے معجزات کو کلمات اللہ کہا جاتا ہے جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش بھی عجیب و غریب طریقے سے ہُوئی جو خلافِ عادت ہے تو اللہ تعالیٰ نے اُنھیں کَلِمَةُ اللّٰہِ کہا۔ اسی طرح نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے معجزات جبکہ عجیب و غریب بھی ہیں اور عادت کے خلاف بھی، تو انھیں کلمۃ اللہ کیوں نہ کہا جائے گا؛ پس اس لحاظ سے یُؤْمِنُ بِاللّٰہِ وَکَلِمٰتِہٖ کا مطلب یہی ہوگا کہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کے ساتھ اُن معجزات پر بھی ایمان لاتے ہیں جو فخرِ دو عالم، سرورِ بنی آدم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذاتِ مقدسہ سے ظاہر ہُوئے۔ اِس طرح نبی آخر الزماں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اللہ تعالیٰ کی طرف سے سچے نبی ہونے پر اتمامِ حُجت ہو جاتی ہے۔

جاننا چاہیے کہ جب مضبوط دلائل کے ساتھ، جن کا ہم ذکر کر چکے، نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نبوت ثابت ہے تو ضروری ہُوا کہ اب اِس امر کا تذکرہ کیا جائے جس کے ذریعے تفصیلِ شریعتِ مطہرہ کی معرفت حاصل ہو جائے اور اِس کا معلوم کرنا آپ کے اقوال و افعال سے واقفیت ہونے کے بغیر ممکن نہیں۔ چنانچہ اِسی کی جانب اللہ جل شانہٗ نے اس آیت میں لفظ وَاتَّبِعُوْہُ کے ذریعے اشارہ فرمایا ہے۔

معلوم ہونا چاہیے کہ پیروی اس کے بغیر ممکن نہیں کہ آپ کے ہر قول و فعل کو

marfat.com

معلوم کیا جائے۔ قول میں آپ کی پیروی اس طرح ہوگی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جو کچھ امر و نہی اور ترغیب و ترہیب کے طور پر فرمایا ہے اُسے بلا چون و چرا تسلیم کر لیا جائے اور فعل میں آپ کی پیروی اس طرح کی جائے گی کہ جو کام آپ نے جس طرح کیا ہم بھی اسی طرح کریں اور جس کام سے آپ نے اجتناب فرمایا ہو ہم بھی اُس سے دُور رہیں۔ معلوم ہوا کہ وَاتَّبِعُوْا کا حکم اِن دونوں قسموں کو شامل ہے اور یہ ظاہر بات ہے کہ امر وجوب کو چاہتا ہے۔ اِس صورت میں اللہ تعالیٰ کا وَاتَّبِعُوْا فرمانا اِس بات کی دلیل ہے کہ ہر امر و نہی میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پیروی ہم پر واجب ہے اور ہر فعل میں آپ کی اتباع ضروری ہے ماسوائے اُن افعال کے جن کے بارے میں دلیل سے یہ معلوم ہے کہ وہ آپ کی خصوصیات سے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اُن کے ساتھ خاص ہونا تفصیلی دلائل سے ثابت ہے۔

اسلام کا تمام ادیان پر غلبہ

امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ نے سورۂ التوبہ کی آیتِ کریمہ:

هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ	وہی ہے جس نے اپنا رسول ہدایت اور سچے دین
بِالْهُدٰى وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ	کے ساتھ بھیجا کہ اسے سب دینوں پر غالب
عَلَى الدِّیْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ[1]	کرے۔ پڑے بُرا مانیں مشرک۔

کی تفسیر میں فرمایا ہے: جاننا چاہیے کہ جب اللہ تعالیٰ نے اعدائے دین کا یہ حال بیان فرمایا کہ وہ سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دین کو باطل ثابت کرنے میں ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے فرما دیا کہ میں اس بُطلان کا انکار کرتا ہوں اور یہ برحق دین مٹ نہیں سکتا بلکہ عروجِ کمال تک پہنچے گا اور اِس کی کیفیت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ہی نے اِس آخری نبی کو ہدایت اور دینِ برحق دے کر بھیجا ہے۔ جاننا چاہیے کہ انبیائے کرام کے کمالات کو اُس وقت تک سمجھا نہیں جا سکتا جب تک مندرجہ ذیل امور کو نہ سمجھ لیا جائے

---

[1] پ ۱۰، سورۂ التوبہ، آیت ۳۳

marfat.com

اوّل : ہدایت کے ساتھ بھیجنے کا مفہوم کثرتِ دلائل اور معجزاتِ کثیرہ کے ساتھ بھیجنا ہے ۔

دوم : محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دین مختلف قسم کے امور پر مشتمل ہے ، جن میں ہر ایک کے اندر بہتری ، اصلاح و درستی ، حکمت سے مطابقت اور دنیا و آخرت کی بھلائی کا راز مضمر ہے۔ اسی لیے اللہ جل شانہٗ نے اس برحق دین کو دینِ الحق فرمایا ہے ۔

سوم : فخرِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دین کو دیگر تمام ادیان پر فوقیت اور غلبہ حاصل ہے ، اسی لیے یہ منکرینِ اسلام کے ہر گروہ پر غالب ہے اور اللہ تعالیٰ کے ارشاد لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ سے یہی مراد ہے ۔

معلوم ہونا چاہیے کہ ایک چیز کا دوسری پر غلبہ کبھی دلائل کے لحاظ سے ، کبھی بسبب کثرت اور علو و برتری کے باعث ہوتا ہے ۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہر قسم کے غلبہ کی بشارت دی ہے اور خوشخبری اُس چیز کی دی جاتی ہے جو مستقبل میں حاصل ہونے والی ہو ۔ اِس دینِ متین کا دلائل و براہین کے ساتھ غلبہ تو ایک مسلّم امر ہے ، پس واجب ہے کہ غلبہ کو اسی مفہوم پر محمول کیا جائے ۔

اگر کوئی سوال کرے کہ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ سے لازم آتا ہے کہ اسلام باقی تمام ادیان پر غالب ہو لیکن ایسا نہیں ہے ، کیونکہ ہندوستان (بھارت) ، چین ، روم (اٹلی) ، اور کفار کے دیگر ممالک میں اسلام باقی دینوں پر غالب نہیں ہے ۔ (یہاں سائل نے اسلام کے غلبہ سے مدعیانِ اسلام کا غلبہ مراد لیا ہے) اس کے مختلف جواب ہیں :

پہلا جواب : اسلام کے خلاف کوئی دین ایسا نہیں جس پر مسلمان غالب نہ آئے ہوں اور بعض ممالک پر مسلط و قابض بھی رہے ہیں ، اگرچہ تمام ممالک پر قابض نہیں ہوتے ۔ چنانچہ یہودیوں پر غالب آئے اور اُنھیں جزیرۂ عرب سے باہر بار بھگایا تھا ۔ ملکِ شام میں نصاریٰ پر غالب آئے اور اس کے گرد روم اور دیگر مغربی ممالک پر قابض ہوئے ۔ مجوسیوں کے ملک پر قبضہ کیا اور بت پرستوں کے بیشتر علاقوں پر غالب آئے ۔ اسی طرح ترکی اور بھارت میں بھی مسلمانوں کا غلبہ رہا ۔ اس طرح بھی باقی ادیان پر اسلام کے غلبہ کی جو اللہ تعالیٰ نے یہاں خبر دی تھی وہ واقع ہو گئی ۔ چونکہ یہ غیب کی خبر ہے لہٰذا یہ آپ کا معجزہ ہوا ۔

marfat.com

دُوسرا جواب : ہم کہتے ہیں کہ حضرت ابُوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اِسلام کو باقی ادیان پر غالب رکھنے کا وعدہ فرمایا ہے اور اِس وعدے کی تکمیل حضرت عیسٰی علیہ السلام کے زمانے میں ہوگی۔ حضرت سدی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ حضرت امام مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہدِ مبارک میں ہر شخص دائرۂ اسلام میں داخل ہو جائے گا اور جو اِسلام قبول نہیں کریں گے وُہ مسلمانوں کے باجگزار ہوں گے۔

تیسرا جواب : ہو سکتا ہے اِس غلبہ سے جزیرۂ عرب میں اسلام کا غلبہ مراد ہو۔ اگر مراد یہی ہے تو ایسا ہو چکا ہے کیونکہ ایک وقت ایسا بھی آیا تھا کہ عرب میں کوئی کافر نہیں رہا تھا۔

چوتھا جواب : ہو سکتا ہے کہ دین سے مراد سرورِ کون و مکاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات ہو، یعنی اللہ جل شانہٗ اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دین کے جملہ احکام پر مطلع کر دے گا اور کوئی چیز آپ پر مخفی نہ رہے گی تاکہ یہ دین بالکل مکمل ہو جائے۔ اِس تقدیر پر لِيُظْهِرَهٗ کی ضمیر کا مرجع فخرِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہوں گے نہ کہ دین۔

پانچواں جواب : اِس آیت سے یہ مراد بھی ہو سکتی ہے کہ دلیل اور بیان سے آپ کے دین کو غلبہ دیا جائے گا، اگرچہ یہ وجہ کمزور ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے یہ وعدہ مستقبل کے بارے میں فرمایا ہے اور دلائل و براہین کی قوت اور غلبہ تو اسلام کو شروع ہی سے حاصل ہے۔ ہاں اِس کی یہ صورت ممکن ہے کہ شروع میں مسلمانوں کی قلت اور کفار کی کثرت کے باعث بہت سے شبہات وارد کیے جا رہے تھے اور کفار نے تمام لوگوں کو مسلمانوں کے دلائل میں غور و خوض کرنے سے منع کر رکھا تھا لیکن جب اسلام کو قوت اور شوکت حاصل ہو گئی تو کفار عاجز ہو گئے اور اُن کے شکوک و شبہات بھی پامال ہو کر رہ گئے۔ اِس طرح اسلام کے دلائل کو منظرِ عام پر آنے کے باعث تقویت پہنچی اور غلبہ حاصل ہو گیا۔

ہمارا غمخوار آقا

امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ نے سورۃ التوبۃ کی آیتِ کریمہ

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ   بیشک تمہارے پاس تشریف لائے تم میں سے

marfat.com

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ — وہ رسول، جن پر تمہارا مشقت میں پڑنا گراں
حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ — ہے۔ تمہاری بھلائی کے نہایت چاہنے والے۔
رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝ [1] — مسلمانوں پر کمال مہربان مہربان۔

کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ اِس آیتِ کریمہ میں کئی مسائل ہیں:

پہلا مسئلہ: جب اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اِس سُورت کی تبلیغ کا حکم دیا تو آپ نے مخلوقِ خدا تک اِسے پہنچانے کی خاطر تکالیف شدیدہ برداشت کیں، جنہیں صرف وہی ہستی برداشت کرسکتی ہے جسے توفیق و کرامت کی خلعت سے نوازا گیا ہو۔ اِس سُورت کو اللہ تعالیٰ نے ایسے محبت آمیز لفظوں میں ختم کیا جو فخرِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے تکالیف کی شدت میں تسکین و راحت کا سامان بنے ہوں گے۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے گروہِ عرب سے فرمایا کہ نبیِ آخرالزماں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تم میں سے ہیں۔ پس اُنھیں دنیا میں جو عزت و شرافت حاصل ہے وہ تمہارے لیے بھی سرمایۂ افتخار ہے۔ علاوہ بریں وُہ تمہارے انتہائی خیرخواہ ہیں کہ تم محنت و مشقت میں پڑ جاؤ تو یہ صورتِ حال اُدھر گراں گزرتی ہے اور وُہ دنیا اور آخرت کی ہر ایک بھلائی کو تم لوگوں تک پہنچانے میں بڑے ہی کوشاں رہتے ہیں۔ گویا وہ تمہارے حق میں ایک مہربان طبیب اور مشفق باپ کی طرح ہیں۔

مہربان طبیب کو کبھی اِس طرح بھی علاج کرنا پڑ جاتا ہے جس کا برداشت کرنا دشوار ہوتا ہے اور ایک مشفق باپ کو کبھی سختی کے ساتھ بھی ادب سکھانا پڑ جاتا ہے لیکن مستفید ہونے والا اگر اِس حقیقت سے باخبر ہو کہ طبیب مہربان اور والدِ محترم شفیق ہے تو سخت علاج اور سخت آداب کو آسانی سے برداشت کرتا اور اِن کی شدت کو لطف و کرم گردانتا ہے۔

پس جب تم نے جان لیا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں تو اِن کی وجہ سے تمہیں جو تکالیف سے دوچار ہونا پڑتا ہے، اُن کا برضا و رغبت استقبال کرو تاکہ دنیا و آخرت کی کامیابی و کامرانی تمہارے قدم چُومے۔ اِس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنے

---

[1] پ ۱۱، سورہ التوبہ، آیت ۱۲۸

marfat.com

آخری رسول سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مخاطب فرمایا کہ اگر یہ لوگ ان تکالیف کو قبول کرنے سے پس و پیش کریں تو ان سے مُنہ پھیر لو، ان کی جانب ذرا بھی توجہ نہ فرماؤ اور اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھتے ہُوئے اپنے تمام امُور کو اُسی کے حوالے کر دو اور یہ اعلان فرما دو:

حَسْبِیَ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ؏ [1] | مجھے اللہ کافی ہے۔ اس کے سوا کسی کی بندگی نہیں۔ میں نے اُسی پر بھروسہ کیا اور وُہ بڑے عرش کا مالک ہے۔

یہ اِس سُورت کے آخری الفاظ ہیں۔ یہ اختتام معنوی لحاظ سے بڑا حسین و جمیل ہے کہ اس کمال منصب کی نشان دہی کرتا ہے جو بارگاہِ الٰہی میں اُس کے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حاصل ہے۔

دُوسرا مسئلہ: جاننا چاہیے کہ اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پانچ قسم کے اوصاف بیان فرمائے ہیں جو حسبِ ذیل ہیں:

پہلا وصف: اللہ تعالیٰ نے مِنْ اَنْفُسِكُمْ فرمایا ہے۔ اِس کی تفسیر مختلف طریقوں سے کی گئی ہے:

۱۔ یعنی دیکھنے میں وُہ بھی تمہاری طرح کے انسان معلوم ہوتے ہیں یا تمہاری طرح کے بشری تقاضے اُن کے ساتھ بھی ہیں، جیسا کہ اِسی سلسلے میں اللہ رب العزت نے فرمایا ہے:

اَكَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا اَنْ اَوْحَيْنَآ اِلٰى رَجُلٍ مِّنْهُمْ [2] | کیا لوگوں کو اِس کا اچنبھا ہُوا کہ ہم نے اُن میں سے ایک مرد کو وحی بھیجی۔

یا جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ [3] | ظاہر صورتِ بشری میں تو میں تم جیسا ہُوں۔

اِس سے مراد صرف یہ ہے کہ اگر فخرِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جنسِ ملائکہ سے ہوتے تو انسانوں

---

[1] پ ۱۱، سورۂ التوبۃ، آیت ۱۲۹

[2] پ ۱۱، سورۂ یونس، آیت ۲

[3] پ ۱۶، سورۂ الکہف، آیت ۱۱۰

marfat.com

سکے لیے اُن کی پیروی کر کے منزلِ مقصود تک پہنچنا مشکل ہو جاتا۔

۲۔ مِنْ اَنْفُسِكُمْ میں خطاب اہلِ عرب سے ہے یعنی وُہ تم سے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ عرب کا کوئی قبیلہ ایسا نہیں جس سے راویوں کے سبب آپ کا سلسلۂ پیدائش نہ ملتا ہو۔ وہ مضر، ربیعہ اور یمانی ہیں۔ چنانچہ مضر اور ربیعہ عدنانی ہیں اور یمانی قحطانی ہیں۔ اِسی لیے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے :۔ لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ۔ اِس میں مِنْ اَنْفُسِهِمْ فرما کر یہ ترغیب دینا مقصود ہے کہ اہلِ عرب اُن کی نصرت و اعانت پر کمربستہ ہو جائیں گے اور گویا اُن سے یہ کہا جا رہا ہے کہ نبی آخر الزماں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جو دنیاوی حکومت اور رفعت حاصل ہو رہی ہے۔ یہ تمہارے لیے بھی تو باعثِ عزت اور سرمایۂ افتخار ہے کیونکہ وُہ تم میں سے ہیں اور نسب کے لحاظ سے وُہ تم سے علیحدہ تو نہیں ہیں۔

۳۔ مِنْ اَنْفُسِكُمْ میں خطاب اہلِ حرم سے ہے کیونکہ اہلِ عرب زمانۂ جاہلیت میں اہلِ حرم کو اللہ والے کہا کرتے تھے، اُنھیں خاص سمجھتے اور اُن کی خدمت بجا لاتے تھے۔ اہلِ حرم بھی مشکل معاملات میں اُن کی دستگیری کیا کرتے تھے۔ یہاں گویا اہلِ عرب سے کہا جا رہا ہے کہ تم نبیِ آخر الزماں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جلوہ گری سے پہلے اِن کے اسلاف کی تعظیم و توقیر اور خدمت گزاری میں پیش پیش رہتے تھے تو اِن کی خدمت گزاری سے کیوں پہلوتہی کرتے ہو حالانکہ بزرگی اور شرافت میں وہ اسلاف تو ان کے پاسنگ بھی نہیں تھے۔

۴۔ اِس وصف کے تذکرے سے آپ کی پاکدامنی اور طہارت سے لوگوں کو خبردار کرنا مقصود ہے۔ گویا فرمایا جا رہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمہارے قبیلے سے ہیں۔ تم اِن کے صدق و امانت اور عفت و صیانت سے اچھی طرح باخبر ہو۔ علاوہ بریں تم اچھی طرح جانتے ہو کہ وہ تم سے مصائب و آفات کو دفع کرنے اور ہر بھلائی سے تمہیں ہمکنار کرنے میں ہمہ وقت کوشاں رہے ہیں۔ جس کی یہ حالت اور ایسے اوصاف ہوں، اُس کا تم میں سے ہونا، اللہ تعالیٰ کا تم پر کتنا بڑا انعام ہے؛

اِس کی ایک قرأت میں مِنْ اَنْفَسِكُمْ یعنی فائے مفتوح کے ساتھ بھی ہے۔ اس کا

marfat.com

مطلب یہ ہُوا کہ وُہ تم میں سب سے بزرگ اور افضل ہیں۔ کہا گیا ہے کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضرت فاطمہ و حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی قرأت ہے۔

دُوسرا وصف: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: عَزِیْزٌ عَلَیْہِ مَا عَنِتُّمْ۔ جاننا چاہیے عَزِیْزٌ سے سخت غالب مراد ہے اور عزت سے زیادہ سخت غلبہ اور کس چیز کا ہو سکتا ہے؟ عنت مصائب میں اس طرح گھرے ہُوئے انسان کو کہتے ہیں جو بے بس ہو چکا ہو۔ امام فراء رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مَا عَنِتُّمْ میں لفظ مَا یہاں رفع کی جگہ ہے لہٰذا مطلب یہ ہُوا کہ تمہارا مشکلات میں گرفتار رہنا اُن پر گراں گزرتا ہے اور تمہیں نقصان پہنچانے والے امور سے اُنھیں تکلیف پہنچتی ہے اور وُہ اُنھیں دُور کرنے کی پُوری کوشش فرماتے رہتے ہیں۔ سب سے بڑی تکلیف دہ چیز اللہ تعالیٰ کا عذاب ہے اور وُہ اِسی سے بچانے کی خاطر بھیجے گئے ہیں۔

تیسرا وصف: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: حَرِیْصٌ عَلَیْکُمْ۔ حِرص کا ذاتیات سے متعلق ہونا ممنوع ہے لیکن یہاں حریص سے مراد یہ ہے کہ وُہ دنیا اور آخرت میں تمہیں بھلائیوں سے ہمکنار کرنے کے بڑے خواہشمند ہیں۔

چوتھا اور پانچواں وصف: ارشادِ ربّانی ہے: بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا ہے کہ اللہ جل شانہٗ نے اپنے اسمائے حسنیٰ سے یہ دُو نام فخرِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مرحمت فرمائے ہیں یعنی رؤف اور رحیم۔ (جل جلالہٗ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)۔

حیاتِ مصطفیٰ کی قسم

امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ نے سورۃ الحجر کی آیتِ کریمہ:

لَعَمْرُكَ اِنَّهُمْ لَفِيْ سَكْرَتِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ۝ [1] — اے محبوب! تمہاری جان کی قسم، بیشک وُہ اپنے نشہ میں بھٹک رہے ہیں۔

---

[1] پ ۱۴، سورۃ الحجر، آیت ۷۲

marfat.com

کی تفسیر بیان کرتے ہوئے اپنے درجۂ امامت کے مطابق یُوں جواہر ریزی فرمائی ہے:

ان الخطاب لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وانہ تعالیٰ اقسم بحیاتہ وما اقسم بحیاۃ احد وذٰلک یدل علی انہ صلی اللہ علیہ وسلم اکرم الخلق علی اللہ تعالیٰ۔ (ص ۱۲۶)	یہ خطاب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ہے اور بیشک اللہ تعالیٰ نے آپ کی حیاتِ مقدسہ کی قسم کھائی ہے حالاں کہ اللہ تعالیٰ نے کسی بھی دوسرے کی حیات کی قسم نہیں کھائی ہے اور یہ اِس بات کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک آپ ساری مخلوق سے بزرگ ترین ہیں [1]

رحمتِ دو عالم

امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ نے سورۂ الانبیاء کی آیتِ کریمہ:

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ ○ [2]	اور ہم نے تمہیں نہ بھیجا مگر رحمت سارے جہان کے لیے۔

کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ فخرِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دین اور دنیا میں رحمت ہیں۔ دین میں رحمت اس لحاظ سے ہیں کہ جب آپ کی جلوہ گری ہُوئی اُس وقت لوگ جاہلیت اور گمراہی میں بھٹکتے پھر رہے تھے اور اہلِ کتاب بھی دین کے معاملے میں حیران اور سرگرداں تھے کیونکہ انبیائے کرام کے دَور کو ایک عرصہ گزر چکا تھا، اُن کی آمد کا سلسلہ منقطع ہو گیا تھا اور اُن کی کتابوں میں تحریف کے باعث بہت زیادہ اختلاف واقع ہو گیا تھا۔ ایسے ناگفتہ بہ حالات میں اللہ تعالیٰ نے سرورِ کون و مکان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا جبکہ ایک حق کے متلاشی کو سعیِ بسیار کے باوجود بھی راہِ ہدایت نہ ملتی تھی۔ چنانچہ آپ نے لوگوں کو راہِ ہدایت کی طرف بلایا، کامیابی و کامرانی اور فوز و فلاح کا راستہ

---

[1] ؎ وہ خدا نے ہے مرتبہ تجھ کو دیا نہ کسی کو ملے نہ کسی کو ملا
کہ کلامِ مجید نے کھائی شہا ترے شہر و کلام و بقا کی قسم (حدائقِ بخشش)

[2] پ ۱۷، سورہ الانبیاء، آیت ۱۰۷

marfat.com

دکھایا، احکام مشروع فرمائے اور حلال وحرام کی تمیز سکھائی، لیکن اسی رحمت سے وہی مستفید ہو سکتا ہے جو حق کا متلاشی اور طلبگار ہو اور زمانہ جاہلیت والوں کی تقلید سے کنارہ کش ہو جائے، بغض وعناد اور تکبر کو نزدیک نہ پھٹکنے دے۔ ایسے حالات میں توفیق الٰہی اس کا ساتھ دیتی ہے جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هُدًى وَّشِفَآءٌ[1] ایمان والوں کے لیے ہدایت اور شفا ہے۔

سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دنیا میں رحمت اس طرح ہیں کہ آپ کی وجہ سے لوگ انتہائی ذلت اور قتل وغارت گری سے نجات پا گئے اور آپ کے دین کی برکات سے انھوں نے مدد حاصل کی۔ اگر کوئی یہ سوال کر بیٹھے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رحمت کس طرح ہیں جبکہ آپ نے تلوار کے ذریعے دوسری قوموں کو ہلاک کیا اور ان کے اموال کو غنیمت قرار دے کر اس کا استعمال میں لانا مباح ٹھہرایا۔ اس کے مختلف جواب ہیں:

وجہ اوّل: آپ نے تلوار صرف اس شخص کے خلاف اٹھائی جس نے تکبر اور سرکشی کا مظاہرہ کیا یا حق کے ساتھ بغض وعناد رکھنے کا راستہ اختیار کیا، عاقبت کو نظر انداز کر دیا اور حق و باطل میں تمیز نہ کی۔ علاوہ بریں اللہ تعالیٰ رحمٰن ورحیم ہے لیکن نافرمانوں سے انتقام لیتا ہے۔ نیز اللہ جل شانہ نے فرمایا ہے:

وَنَزَّلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً مُّبٰرَكًا[2] اور ہم نے آسمان سے برکت والا پانی اتارا۔

حالانکہ یہی پانی جس کے لیے مبارک فرمایا ہے بعض اوقات تباہی وبربادی کا سبب بھی بن جاتا ہے۔

وجہ دوم: ہمارے نبی سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پہلے جس نبی کو جھٹلایا گیا تو اللہ تعالیٰ نے جھٹلانے والوں کو زمین میں دھنسا دیا، یا ان کی صورتیں مسخ کر دیں (بدل دیں)، یا انھیں غرق کر دیا لیکن،

وانه تعالیٰ اخر عذاب من کذب	لیکن ہر اس شخص سے اللہ تعالیٰ نے موت تک
رسولنا الی الموت او الی	یا قیامت تک عذاب کو مؤخر فرما دیا ہے جس نے

---

[1] پ ۲۴، سورۂ حٰم سجدہ، آیت ۴۴ [2] پ ۲۶، سورۂ ق، آیت ۹

marfat.com

القیامۃ وقال تعالیٰ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ - (۱۹۶) ہمارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جھٹلایا، جیساکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایاہے کہ ہم اِن لوگوں کو اُس وقت تک عذاب نہیں دیں گے جب تک محبوب! تم اِن میں جلوہ افروز ہو۔

وجہ سوم: نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حُسنِ اخلاق کے پیکر تھے، جیساکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ ۝ لہ اور بے شک تمہاری خُو بُو بڑی شان کی ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ فخرِ دو عالم سے مشرکین کی ہلاکت کے لیے دعا فرمانے کی درخواست کی گئی تو آپ نے فرمایا، مجھے رحمت بناکر بھیجا گیا ہے میں عذاب لانے کے لیے مبعوث نہیں فرمایا گیا ہوں۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: میں بھی آخر ایک بشر ہوں۔ میں بھی دُوسرے انسانوں کی طرح غصے میں آجاتا ہوں، پس میں کسی کے لیے نامناسب الفاظ ادا کر بیٹھوں یا کسی پر لعنت کروں تو اے اللہ! قیامت کے دِن اُن لفظوں کو اُس کے لیے رحمت بنا دینا۔

وجہ چہارم: حضرت عبدالرحمٰن بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ سرورِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایمان والوں کے لیے خاص طور پر رحمت ہیں۔ حضرت امام ابوالقاسم انصاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مذکورہ دونوں اقوال ایک ہی مفہوم کی جانب راجع ہیں کیونکہ ہم نے واضح کر دیا ہے کہ واقعی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سب کے لیے ہی رحمت ہیں اگر وہ اللہ اور اللہ کے رسول کی نشانیوں میں غور و فکر کریں، لیکن جو اعراض کریں یا تکبّر کے راستے پر گامزن ہو جائیں تو اپنے افعال کے باعث اُنھیں مبتلائے مشقت ہونا پڑے گا جیساکہ ارشادِ ربانی ہے:

وَهُوَ عَلَيْهِمْ عَمًى ؕ ۝ لہ اور اُن پر اندھاپن ہے۔

مدارجِ تبلیغ

امام فخرالدین رازی رحمۃ اللہ علیہ نے سورۂ صٓ کی آیتِ کریمہ:

لہ پ ۲۹، سورۃ القلم، آیت ۴ — لہ پ ۲۴، سورۂ حٰم سجدہ، آیت ۴۴

marfat.com

قُلْ مَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ	تم فرماؤ، میں اِس قرآن پر تم سے کچھ اجر نہیں
وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِيْنَ ۝ اِنْ	مانگتا اور میں بناوٹ والوں میں نہیں
هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝ وَ	وہ تو نہیں مگر نصیحت سارے جہان کے لیے
لَتَعْلَمُنَّ نَبَاَهٗ بَعْدَ حِيْنٍ ۝ [1]	اور ضرور ایک وقت کے بعد تم اس کی خبر جانو گے

کی تفسیر میں فرمایا ہے، اجاننا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے اِس سورۃ کو مذکورہ مبارک بیان سے پُورا فرمایا ہے کیونکہ باری تعالیٰ نے کتنے ہی ایسے طریقے بتائے ہیں جن کا طلبِ دین کے راستے میں احتیاط کے طور پر مدِ نظر رکھنا واجب ہوتا ہے۔ یہاں اِس سورت کے اختتام پر فرمایا ہے کہ اے محبوب! انھیں دعوتِ غور و فکر بھی دو کہ جس ذات کی طرف میں بلاتا ہوں اُس کے ساتھ ہی تم داعی اور دعوت کے حال پر بھی نظر ڈال لو تا کہ حق و باطل میں تمیز کر سکو۔ داعی تمہارے سامنے موجود ہے اور میں اِس دعوت کا تم سے کوئی معاوضہ یا مال طلب نہیں کرتا اور یہ ظاہر بات ہے کہ جھوٹا آدمی کبھی مال کی حرص و طلب سے دست بردار نہیں ہوتا۔ لیکن یہ اظہر من الشمس ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دنیا سے ہمیشہ دُور رہے اور کبھی آپ دنیا کی جانب راغب نہیں ہُوئے (جیسا کہ تاریخ و سِیَر کی کتابوں میں مرقوم ہے۔ جہاں تک دعوت کی کیفیت کا تعلق ہے تو آپ نے اعلان فرمادیا کہ میں تکلّف کرنے والوں میں سے نہیں ہُوں۔ مفسّرینِ کرام نے لفظ مُتَکَلِّف کے مختلف معانی بیان فرمائے ہیں:

۱۔ ظنِ غالب اِسی مفہوم کی طرف ہے کہ میں تمہیں ایسے دین کی طرف بلاتا ہُوں جو اپنے واضح دلائل کے باعث محتاجِ تعارف نہیں ہے، لہٰذا اِس کی صحت ثابت کرنے کی خاطر مجھے تکلفات میں پڑنے کی ضرورت ہی کیا ہے، یہ دین تو ایسا دین ہے جس کی صحت پر عقل بھی دلالت کرتی ہے۔ اِسی لیے میں سب سے پہلے تمہیں وجودِ باری کا اقرار کرنے کی دعوت دیتا ہُوں۔

۲۔ اِس کے بعد دُوسرے مرحلے میں تمہیں اِس بات کی دعوت دیتا ہُوں کہ اللہ تعالیٰ ہر عیب اور نقصان سے پاک صاف ہے اور جملہ ایسے امُور سے جو اُس کی شان کے لائق نہیں ہیں۔

---

[1] پ ۲۳، سورہ صٓ، آیت ۸۶ تا ۸۸

marfat.com

اِس مفہوم کی تائید قرآن کریم یوں کرتا ہے:

لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ۔ لہ — اُس جیسا کوئی نہیں۔

اور بھی کتنی ہی آیات اِس مفہوم پر صریح دلالت کرتی ہیں۔

۳۔ اِس کے بعد میں تمہیں دعوت دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ علم و قدرت اور حکمت و رحمت کی صفات سے بالذات مُتّصف ہے۔

۴۔ چوتھے مرحلے میں تمہیں یہ دعوت دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اِس بات سے پاک ہے کہ اُس کا کوئی شریک ہو یا اُس کی ضد پائی جائے:

۵۔ پانچویں مرحلے میں تمہیں ان بُتوں کی پُوجا کرنے سے منع کرتا ہوں کیونکہ یہ عبادت کے لائق نہیں بلکہ حقیر جمادات ہیں، جن کی عبادت کرنے میں کوئی فائدہ نہیں اور نہ ان سے اعراض کرنے میں کسی قسم کا نقصان ہے۔

۶۔ اِس کے بعد تمہیں انبیائے کرام و ملائکۂ عظام کی ارواحِ طاہرہ و مقدسہ کی تعظیم و توقیر کی دعوت دیتا ہوں۔

۷۔ ازاں بعد تمہیں دعوت دیتا ہوں کہ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونا ہے اور قیامت یقینی ہے تاکہ:

لِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اَسَآءُوْا بِمَا عَمِلُوْا وَيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا بِالْحُسْنٰى۔ لہ — تا برائی کرنے والوں کو اُن کے کیے کا بدلہ دے اور نیکی کرنے والوں کو نہایت اچھا صلہ عطا فرمائے۔

۸۔ بعد ازیں دنیا سے مُنہ پھیرنے اور آخرت کو سنوارنے میں کوشاں رہنے کی دعوت دیتا ہوں۔

یہ آٹھوں اصول ایسے ہیں جو اللہ و رسول (جل جلالہٗ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے دین میں مستحکم اور معتبر ہیں نیز عقلِ بدیہی اور اولین قوتِ فکریہ اِن آٹھوں اصُولوں کی

لہ پ ۲۵، سورۃ الشوریٰ، آیت ۱۱ — لہ پ ۲۷، سورۃ النجم، آیت ۳۱

marfat.com

صحت پر شاہد ہیں۔ پس ثابت ہو گیا کہ جس شریعت کی طرف میں مخلوقِ خدا کو بلاتا ہوں اُس کے بارے میں کسی تکلف سے کام نہیں لیا جا رہا بلکہ طبعِ مستقیم اور عقلِ سلیم بھی اِس کی صحت و جلالت پر گواہ ہیں اور اُن پر واضح ہے کہ باطل اور فساد سے اِس کا دُور کا واسطہ بھی نہیں، اِسی لیے تو اللہ جل شانہٗ نے فرمایا ہے:

اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِیْنَ ؕ[1] یہ تو نہیں مگر سارے جہان کو نصیحت۔

اِن مقدمات کی وضاحت کے بعد معلوم ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے آگے وَ لَتَعْلَمُنَّ نَبَاَهٗ بَعْدَ حِیْنٍ فرمایا ہے۔ اِس کا یہ معنی ہے کہ اگر تم نے جاہلیت پر اصرار کیا اور اپنے جاہل اسلاف کی تقلید کی اور حق کی دعوت کا انکار کیا تو عنقریب تمھیں معلوم ہو جائے گا کہ اِس دعوت سے اعراض کرنے میں تم حق بجانب تھے یا خطا کار۔ اِس کے بعد امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے خوف دلانے اور ڈرانے کے بارے میں مذکورہ بالا بیانات کے مطابق اور بہت کچھ لکھا ہے۔

حضور کے لیے دُنیا سے آخرت بہتر ہے

امام فخر الدین و الملت رازی رحمۃ اللہ علیہ نے سورۂ والضحیٰ کی مندرجہ ذیل آیات:

مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰى ؕ تمھیں تمھارے رب نے نہ چھوڑا اور نہ مکروہ جانا

وَلَلْاٰخِرَةُ خَیْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى ؕ[2] اور بیشک پچھلی تمھارے لیے پہلی سے بہتر ہے۔

کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ جب آیت مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ نازل ہوئی تو اِس کے نزول سے فخرِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے منصبِ رفیع کا اظہار اور عزت افزائی ہوئی اور اِس عزّ و شرف کے پیشِ نظر آپ کی تعظیم و توقیر پر لوگوں کو اُبھارنے کی خاطر فرمایا کہ وَلَلْاٰخِرَةُ خَیْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى۔ یعنی عزّ و شرف تو انتہائی آپ کو دنیا میں بھی حاصل ہے لیکن اللہ تعالیٰ کے نزدیک آخرت میں جس طرح آپ کو نوازا جائے گا اور آپ کی رفعت کا اظہار ہو گا، اُس کے

---

[1] پ ۱۲، سُورۂ یوسف، آیت ۱۰۴ [2] پ ۳۰، سورۂ والضحیٰ، آیت ۳، ۴

marfat.com

پیشِ نظر دنیا سے آپ کے لیے آخرت زیادہ بہتر اور زیادہ عظمت والی ہے۔ آگے امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے وَلَسَوْفَ یُعْطِیْکَ رَبُّکَ فَتَرْضٰی کی تفسیر بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ اس آیت کا کلام ماسبق سے دو طرح اتصال ہے، جس سے باخبر رہنا چاہیے، چنانچہ:

پہلا: جب اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ فخرِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے دنیا سے آخرت بہتر ہے تو اس فرق کی کوئی حد بیان نہیں فرمائی تھی، لیکن اس آیت کریمہ میں اس تفاوت کی مقدار بیان فرما دی اور مذکورہ بہتری کی غایت کو یوں واضح فرمایا کہ میرا محبوب وہاں نوازشات کی جتنی بارش پر راضی ہوگا اُتنی برسا کر راضی کروں گا (صلی اللہ علیک یا رسول اللہ)[1]

دُوسرا: جب اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ وَلَلْاٰخِرَۃُ خَیْرٌ لَّکَ مِنَ الْاُوْلٰی تو اس سے اُن معاندین کا منہ بند ہو گیا جو یہ کہتے تھے کہ آپ کس طرح یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ جو کچھ آپ کہتے ہیں آخرت میں اسی طرح ہوگا۔ تو اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا کہ آخرت میں سب کچھ آپ کی مرضی کے مطابق ہوگا اور اس دارِ فانی میں اتنی وسعت نہیں ہے کہ یہاں سرورِ کون و مکاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تمام مرضیات کو پورا کیا جاسکے، چنانچہ اس لحاظ سے فخرِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے دنیا سے آخرت بہتر ہے۔

معلوم ہونا چاہیے کہ اگر ہم راضی کرنے کے وعدے کو آخرت پر محمول کریں تو اسے کبھی منافع پر محمول کرنا ہوگا اور کبھی تعظیم پر۔ منافع کے متعلق حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ جنت میں ایک ہزار مکان سفید موتیوں کے ہیں۔ اُن کی مٹی مشک سے اور باقی سب کچھ اسی مناسبت سے ہے۔ تعظیم کے بارے میں حضرت علی اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم فرماتے ہیں کہ اس سے مراد اُمت کی شفاعت ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو ہم بیکسوں کے آقا و والی سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

---

[1] مولانا حسن رضا خاں بریلوی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے ؎

فَتَرْضٰی نے ڈالی ہیں باہیں گلے
الٰہی ہو جاتے راضی طبیعت کسی کی

marfat.com

لا ارضی و واحد من امتی فی النار۔ (ص۱۶)	اگر میرا ایک اُمتی بھی دوزخ میں رہا تو میں راضی نہیں ہوں گا۔

معلوم ہونا چاہیے کہ اس وعدے کو شفاعت پر محمول کرنا کئی وجہ سے متعین ہے، مثلاً:

اوّل: اللہ تعالیٰ نے سرورِ کون و مکاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ دنیا میں استغفار کرتے رہیں، چنانچہ فرمایا:

وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ۔ [1]	اے محبوب! اپنے خاصوں اور عام مسلمان مردوں اور عورتوں کے گناہوں کی معافی مانگو۔

اللہ تعالیٰ نے یہاں آپ کو استغفار کا حکم دیا ہے اور استغفار مغفرت طلب کرنے کو کہتے ہیں اور جب کوئی کسی چیز کا طلب گار ہوتا ہے تو وہ ہرگز یہ نہیں چاہتا کہ اُس کا سوال رد کر دیا جائے اور نہ وہ اس سے خوش ہوگا بلکہ اُسے تو خوشی اس وقت ہوگی جب اُس کی طلب پوری ہو جائے۔ جب یہ ثابت ہو گیا کہ جس سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم راضی ہوسکتے ہیں وہ سوال کا پورا ہونا ہے نہ کہ اس کا رد کیا جانا۔ پس:

دلت هٰذه الاٰية على انه تعالىٰ يعطيه كل ما يرتضيه علمنا ان هٰذه الاية دالة على الشفاعة في حق المذنبين۔ (ص۱۶)	یہ آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ بیشک اللہ تعالیٰ آپ کو ہر وہ چیز عطا فرمائے گا جس سے آپ راضی ہوں گے۔ (اس سے) ہمیں معلوم ہو گیا کہ یہ آیت گنہگاروں کی شفاعت پر دلالت کرتی ہے۔

دوم: اس آیت کریمہ کا پہلا حصہ اس مفہوم سے مناسبت رکھتا ہے۔ گویا:

انه تعالىٰ يقول لا اودعك ولا ابغضك بل لا اغضب على احد من اصحابك	بے شک اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے محبوب! نہ تمہیں چھوڑا اور نہ تم سے ناراض ہوا بلکہ تمہارے کسی صحابی سے بھی ناراض نہیں اور نہ تمہارے کسی

---

[1] پ ۲۶، سورۂ محمد، آیت ۱۹

marfat.com

واتباعك واشياعك صلبٌ لمرضاتك وتنبيهٌ لقلبك فهذا التفسير اوفق لمقدمة الاٰية ۔ (ص۱۶۱)	پیروکار اور ساتھ دینے والے ہی سے ارادہ ہے جو تمھاری رضا کا طلبگار ہے اور تمھارے دل کو راحت پہنچاتا ہے۔ یہ تفسیر اِس آیت کے مقدمے سے بہت زیادہ مناسبت رکھتی ہے۔

سوم: شفاعت کے بارے میں بکثرت احادیث وارد ہوئی ہیں جو اِس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ شفیع المذنبین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہی چاہتے ہیں کہ گنہگاروں کی معافی ہو جائے اور یہ آیت اِس بات پر دلالت کر رہی ہے کہ:

ان الله تعالیٰ یفعل کل مایرضاه الرسول فتحصل من مجموع الاٰیة والخبر حصول الشفاعة۔ (ص۱۶۲)	اللہ تعالیٰ بیشک وہی کچھ کرے گا جو اُس کا رسول چاہے گا۔ پس اس آیت اور حدیث کو جمع کرنے سے شفاعت کا حصول ثابت ہوتا ہے۔

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے کہ میرے جدِ امجد سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رضا اِس میں ہے کہ ایک خدا کو ماننے والا کوئی جہنم میں داخل نہ ہو۔ امام باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ قرآن کریم کے مفہوم و معانی میں دسترس رکھنے والے حضرات فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے ارشادات میں سب سے پُرامید یہ آیت کریمہ ہے:

يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ۔ ^ل^	اے میرے وہ بندو! جنھوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی، اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو۔

اور ہم اہلِ بیت کہتے ہیں کہ سب سے امید افزا مندرجہ ذیل آیت ہے:

وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰىؕ ^ل^	اور بیشک قریب ہے کہ تمھارا رب تمھیں اتنا دے گا کہ تم راضی ہو جاؤ گے۔

اللہ کی قسم یہ وہ شفاعت ہے جو فخرِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہر لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ

ل پ ۲۴ ع ۱، سورۃ الزمر، آیت ۵۳

ل پ ۳۰، سورۃ والضحیٰ، آیت ۵

marfat.com

محمد رسول اللہ پڑھنے والے کے لیے آپ کے راضی ہونے تک عطا فرمائی گئی ہے۔ [1]

مذکورہ تقریر اس صورت میں ہے کہ مذکورہ آیت کو احوالِ آخرت پر محمول کریں اور

اگر اسے احوالِ دنیا پر محمول کیا جاتے تو یہ اشارہ اس جانب ہوگا جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو دشمنوں پر غزوۂ بدر اور فتح مکہ میں فتح و ظفر سے نوازا اور لوگ جوق در جوق دائرۂ اسلام میں داخل ہوئے اور بنی قریظہ و بنی نضیر پر غلبہ دے کر انہیں جلاوطن کروایا اور آپ کی بڑی چھوٹی افواج کا بلادِ عرب میں پھیل جانا اور آپ کے خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا مختلف شہروں کو فتح کرنا اور جابر بادشاہوں کی مملکتوں کا اُن کے ہاتھوں تباہ ہونا، کسریٰ کے خزانوں پر قابض ہونا اور مشرق سے مغرب تک اُن کا رُعب اور اسلام کی ہیبت کا چھا جانا اور اسلام کی دعوت کا دنیا کے گوشے گوشے تک پہنچ جانا ہے۔ ہماری رائے میں دنیا اور آخرت دونوں ہی کی بھلائی پر اس آیت کو محمول کرنا اولیٰ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اگرچہ اس آیتِ کریمہ میں یُعْطِیْکُمْ نہیں فرمایا لیکن فخرِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے طفیل یہ سعادتیں غلامانِ مصطفیٰ کو بھی علیٰ قدرِ مراتب حاصل ہیں اور اس بشارت میں خصوصیتِ اہلِ ایمان کی مختلف وجوہات ہیں۔ مثلاً:

پہلی وجہ: فخرِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی اگرچہ مقصودِ اصلی ہیں لیکن مومن آپ کے تابع ہیں۔

دوسری وجہ: جب اللہ تعالیٰ نے صحابۂ کرام کو عزت و فضیلت سے نوازا تو حقیقت میں یہ سب کچھ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی کے باعث تھا لیکن اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ سرورِ کون و مکاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شفقت اُن پر اس درجے کو پہنچ چکی تھی کہ صحابۂ کرام پر انعام و اکرام کی بارش ہونے پر اتنی مسرت و شادمانی ہوتی تھی جتنی خود اپنی ذات کو نوازے جانے پر بھی

---

[1] کیا ہی ذوق افزا شفاعت ہے تمہاری واہ واہ — قرض لیتی ہے گنہ، پرہیزگاری واہ واہ
اشک۔ شب بھر انتظارِ عفوِ اُمت میں بہیں — میں فدا چاند اور یوں اختر شماری واہ واہ
مجرموں کو ڈھونڈتی پھرتی ہے رحمت کی نگاہ — طالعِ برگشتہ تیری سازگاری واہ واہ
عرض بیگی ہے شفاعت عفو کی سرکار میں — چھنٹ رہی ہے مجرموں کی فردِ ساری واہ واہ

(کلامِ رضا)

marfat.com

نہیں برتی تھی۔ اسی لیے تو قیامت میں دیگر انبیائے کرام نفسی نفسی پکاریں گے یعنی اے اللہ! مجھے جزا اور ثواب اُمت سے پہلے عطا فرما کیونکہ میری اطاعت میری اُمت کی اطاعت سے پہلے ہے لیکن آقائے نامدار، مدنی تاجدار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بارگاہِ الٰہی میں عرض کر رہے ہوں گے: اُمتی، اُمتی۔ یعنی اے اللہ! میری اُمت کو پہلے بہتر جزا عطا فرما، کیونکہ میری مسرت وشادمانی اسی میں ہے کہ اپنی اُمت کو ثواب میں کامران دیکھوں۔ ؎

تیسری وجہ: گویا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے میرے ساتھ اچھا معاملہ کیا ہے کہ جب لوگوں نے اُن کے چہرۂ انور کو زخمی کر دیا (اور دندان مبارک شہید کر دیے) اُس وقت بھی اُن کے لیے یہ دعا کی: (اے اللہ! میری قوم کو ہدایت مرحمت فرما) یہ جانتے نہیں ہیں۔ لیکن خندق کے روز جب اُنھیں نماز سے روک دیا گیا تو یوں دعا کی: اے اللہ! ان کے پیٹ آگ سے بھر دے۔ یعنی اپنے جسم پر زخم آیا تو اُسے برداشت کیا لیکن جب دین کے چہرے پر زخم آیا تو اُسے برداشت نہ کیا، کیونکہ نماز دین کا چہرہ ہے۔ یعنی میرے حبیب نے اپنے حق سے میرے حق کو مقدم رکھا۔ اسی لیے میں نے اُن کو فضیلت دی الخ:

فقلت من ترك الصلوٰة سنين	پس میں نے کہہ دیا کہ جو سالہا سال تک نماز نہ
اوحبس غيره عن الصلوٰة سنين	پڑھے یا دوسرے کو سالہا سال تک نماز
لا اكفره ومن اذى شعرة من	پڑھنے سے روکے رکھے تب بھی اُسے کافر
شعر "تك اوجز ادمن نعلك	شمار نہیں کروں گا لیکن جو میرے حبیب کے
اكفره۔ (ص ۱۶۹)	ایک بال کو یا اُن کے نعلین مبارک کے
	کسی حصے کو بھی تکلیف دے گا اُسے کافر شمار کروں گا۔

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے اس آیت کی تفسیر میں اور بھی کتنے ہی فوائد ذکر کیے ہیں، تحقیق کا شوق رکھنے والے حضرات اُن کی تفسیر کبیر کی طرف رجوع کریں۔

رفعتِ ذکرِ مصطفیٰ

امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ نے سورۂ الانشراح کی آیت کریمہ:

ؒ اعلیٰحضرت نے فرمایا ہے: ؎ مجرموں کو رضا مژدہ دیجیے کہ ہے
بیکسوں کا سہارا ہے ہمارا نبی

marfat.com

وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ○ [1] اور ہم نے تمہارے لیے تمہارا ذکر بلند کر دیا۔

کی تفسیر میں فرمایا ہے: جاننا چاہیے کہ یہ خطاب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نبوت اور شہرت کے ذکر میں عام ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے اسم مبارک کو عرش پر لکھا نیز شہادت اور تشہد (نماز، اذان و اقامت) میں اپنے ذکر کے ساتھ اپنے حبیب کا ذکر رکھا اور پہلی کتابوں میں آپ کا تذکرہ فرمایا اور آپ کے ذکر کو شہرۂ آفاق کیا اور آپ پر نبوت کا سلسلہ ختم کیا، علاوہ بریں خطبوں، اذانوں، صحائف اور کتب میں آپ کا ذکر کرنا اور قرآن کریم میں اپنے ساتھ فخرِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ذکر کو ملانا۔ مثلاً:

وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَحَقُّ اَنْ يُّرْضُوْهُ [2] اللہ اور رسول کا حق زائد تھا کہ اُسے راضی کرتے۔

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ [3] اور جو حکم مانے اللہ اور اللہ کے رسول کا۔

وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ [4] اور اللہ کا حکم مانو اور رسول کا حکم مانو۔

اور سرورِ کون و مکاں صلی اللہ تعالیٰ کو رسول اور نبی کے لفظوں سے بُلانا جبکہ دوسرے انبیائے کرام کو نام لے کر مخاطب فرمایا تھا مثلاً یا موسیٰ، یا عیسیٰ وغیرہ اور دلوں کو آپ کی طرف مائل کر دیا کہ حسبِ استطاعت وہ آپ کے ذکر میں مشغول اور تعریف و توصیف میں رطب اللسان رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا یہی مفہوم ہے:

سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا ○ [5] عنقریب اُن کے لیے رحمٰن محبت کر دیگا۔

گویا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے حبیب (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)! میں تمہارے تابعداروں سے دُنیا کو بھر دُوں گا، جو تمہاری حمد و ثنا کریں گے، تمہاری بارگاہ میں درود پاک کے نذرانے پیش کرتے رہیں گے، تمہاری سُنتوں کی حفاظت کریں گے بلکہ کوئی فرض نماز ایسی نہیں ہوگی جس کے ساتھ سُنتیں نہ ہوں۔ وہ فرض ادا کرنے میں میرے حکم کی تعمیل کریں گے اور سُنتیں ادا کر کے تمہاری بارگاہ کے غلام ہونے کا ثبوت پیش کریں گے۔ میں نے تمہاری اطاعت کو اپنی اطاعت اور تمہاری

---

[1] پ ۳۰، سورۂ الانشراح، آیت ۴
[2] پ ۱۰، سورۃ التوبہ، آیت ۶۲
[3] پ ۴، سورۃ النساء، آیت ۱۳
[4] پ ۲۶، سورۂ محمد، آیت ۳۳
[5] پ ۱۶، سورۂ مریم، آیت ۹۶

marfat.com

بیعت کو اپنی بیعت قرار دے دیا ہے۔ جیسا کہ فرمایا ہے:

وَمَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ[1] — جس نے رسول کا حکم مانا بیشک اُس نے اللہ کا حکم مانا۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَكَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰہَ[2] — وہ جو تمھاری بیعت کرتے ہیں، وہ تو اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں۔

حتیٰ کہ بادشاہانِ ممالک بھی تمھارے دَر کی غلامی کو سرمایۂ افتخار سمجھیں گے۔ قاری حضرات (محدثین) تمھارے منشور کے الفاظ کو محفوظ رکھیں گے، مفسرین تمھارے نسخۂ کیمیا (قرآن مجید) کے مفہوم و معانی بیان کریں گے، واعظ تمھاری نصیحتوں کو دُوسروں تک پہنچائیں گے، چیدہ اساطینِ علم اور سلاطین تمھارے دربارِ دُربار میں غلامانہ حاضر ہُوا کریں گے اور تمھارے دررحمت سے دُور ہونے کے باوجود بھی سلام عرض کرتے رہیں گے اور تمھارے روضۂ اطہر کی مٹی کو اپنے چہروں کی زیب و زینت بنائیں گے اور تمھاری شفاعت پر ہمیشہ بھروسہ کرتے رہیں گے اور تمھارا عزّ و شرف تاقیامت اسی طرح باقی رہے گا۔[3]

صاحب کوثر

اِنَّآ اَعْطَیْنٰكَ الْكَوْثَرَ ۝ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ۝ اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ ۝ — اے محبوب! بے شک ہم نے تمھیں بے شمار خوبیاں عطا فرمائیں۔ تو تم اپنے رب کے لیے نماز پڑھو اور قربانی کرو۔ بیشک جو تمھارا دشمن ہے وہی ہر خیر سے محروم ہے۔

امام فخرالدین رازی رحمۃ اللہ علیہ نے اِس سُورۂ کوثر کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ اِس میں دو مختلف فوائد ہیں:

پہلا فائدہ یہ سورت پہلی سُورتوں کے لیے تتمہ اور بعد والی سُورتوں کے لیے اصل کی مانند ہے۔ پہلی سورتوں کے لیے تتمہ کی طرح اِس وجہ سے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سورۂ وَالضُّحٰی میں سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مدح و ثنا اور آپ کے حالات

---

[1] پ ۵، سورۃ النساء، آیت ۸۰ [2] پ ۲۶، سورۃ الفتح، آیت ۱۰

[3] اسی لیے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ عرض گزار ہیں: ؎ اَنَا طَامِعٌ بِالْجُوْدِ مِنْكَ وَلَمْ یَكُنْ ، لِاَبِیْ حَنِیْفَةَ فِی الْاَنَامِ سِوَاكَ

marfat.com

(فضائل وکمالات) کی تفصیل بیان فرمائی ہے۔ چنانچہ اس سورت کی ابتدا میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نبوت کے بارے میں تین چیزوں کا ذکر فرمایا ہے:

۱۔ مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰى ۝ تمہیں تمہارے رب نے نہ چھوڑا اور نہ مکروہ جانا۔

۲۔ وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى ۝ اور بیشک پچھلی تمہارے لیے پہلی سے بہتر ہے۔

۳۔ وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى ۝ اور بیشک قریب ہے کہ تمہارا رب تمہیں اتنا دے گا کہ تم راضی ہو جاؤ گے۔

پھر اس سورت کو ختم کرنے سے پہلے فخرِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حالات سے تین احوال کا ذکر فرمایا جن کا تعلق دنیاوی حالات سے ہے۔ وہ تین احوال یہ ہیں:

۱۔ اَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيْمًا فَاٰوٰى ۝ کیا اس نے تمہیں یتیم نہ پایا، پھر جگہ دی۔

۲۔ وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى ۝ اور تمہیں اپنی محبت میں خود رفتہ پایا تو اپنی طرف راہ دی۔

۳۔ وَوَجَدَكَ عَآئِلًا فَاَغْنٰى ۝ اور تمہیں حاجت مند پایا، پھر غنی کر دیا۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے سرورِ کون و مکاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بارے میں سورۂ اَلَمْ نَشْرَحْ کے اندر تین ایسی عنایات کا ذکر فرمایا، جن کے باعث آپ کو ممتاز فرمایا ہے:

۱۔ اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ ۝ کیا ہم نے تمہارا سینہ کشادہ نہ کیا۔

۲۔ وَوَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ ۝ الَّذِیْٓ اَنْقَضَ ظَهْرَكَ ۝ اور تم سے تمہارا وہ بوجھ اتار لیا جس نے تمہاری پیٹھ توڑی تھی۔

۳۔ وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ۝ اور ہم نے تمہارے لیے تمہارا ذکر بلند کر دیا۔

اس کے بعد سورۂ وَالتِّیْنِ میں سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عزّ و شرف کی تین اقسام بیان فرمائیں:

۱۔ اَوّلہا انہ تعالیٰ اقسم ببلدہ صلی اللہ علیہ وسلم وھو قولہ وَهٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِيْنِ ۝ پہلی بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے شہر کی قسم کھائی (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) وہ ارشادِ ربانی یہ ہے: اور اس امانت والے شہر کی قسم کھاتا ہوں۔

۲۔ دوسری بات یہ ہے کہ اُمتِ محمدیہ کی دوزخ سے خلاصی و نجات کا مژدہ سنا دیا گیا اور

marfat.com

فرمایا :

إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ - سوائے اُن لوگوں کے جو ایمان لائے اور نیک کام کیے۔

۲ - مومنوں کو ثواب اور عنایات سے نوازنے کی بشارت سنا دی، جیسا کہ فرمایا ہے :

فَلَهُمْ أَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُونٍ ۝ اُن کے لیے بے حد ثواب ہے۔

اِس کے بعد سورۂ علق میں فخرِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر تین عنایات فرمانے کا ذکر فرمایا :

۱ - اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ - یعنی اپنے رب کے نام سے مدد حاصل کرتے ہوئے لوگوں کو قرآن کریم سناؤ۔

۲ - بیشک اللہ تعالیٰ نے سرورِ کون و مکاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ خصوصیت عطا فرمائی ہے کہ :

فَلْيَدْعُ نَادِيَهُ ۝ سَنَدْعُ الزَّبَانِيَةَ - اب پکارے اپنی مجلس کو، ابھی ہم سپاہیوں کو بلاتے ہیں۔

۳ - اللہ تعالیٰ نے سید الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو قربِ خاص سے نوازا ہے، جس کا یوں ذکر فرمایا :

وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ ۝ (اُس کی دسشن مانو) اور سجدہ کرو اور ہم سے قریب ہو جاؤ۔

اور سورۃ القدر میں اللہ تعالیٰ نے اِس امر کا ذکر فرمایا ہے جو شبِ قدر کے ذریعے فخرِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عزت افزائی کی گئی ہے۔ اِس میں بھی تین طرح فضیلت کا اظہار فرمایا گیا ہے :

۱ - یہ رات ہزار مہینوں سے بھی بہتر ہے۔

۲ - اِس میں فرشتے اور روحوں کا نزول ہوتا ہے۔

۳ - یہ رات طلوعِ فجر تک سلامتی والی ہے۔

marfat.com

اور اللہ تعالیٰ نے سورۂ بیّنہ میں سرورِ کون و مکاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے طفیل اُمتِ محمدیہ کو تین خصوصیات اور کرامتیں مرحمت فرمائی ہیں۔ جو یہ ہیں:

۱۔ اولہا انہ خیر البریۃ ۔ پہلی خصوصیت یہ کہ وہ ساری مخلوق سے بہتر ہے۔

۲۔ وثانیہا اَنَّ جَزَآؤُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتٌ ۔ دُوسری یہ کہ اُن کے رب کے پاس اُن کی جزا بہشتیں ہیں۔

۳۔ وَثَالِثُهَا رَضِیَ اللّٰہُ عَنْهُمْ ۔ اور تیسری خصوصیت یہ کہ اللہ اُن سے راضی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے سورۂ زلزال میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تین طرح عزّ و شرف سے نوازا ہے:

۱۔ یَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا ۔ اُس دن وہ اپنی خبریں بتائے گی۔

اللہ تعالیٰ کے اِس فرمان کا مقتضیٰ یہ ہے کہ قیامت کے روز نبی آخر الزماں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اُمت کے بارے میں طاعت اور عبودیت کی گواہی دے گی۔

۲۔ یَوْمَئِذٍ یَّصْدُرُ النَّاسُ اَشْتَاتًا لِّیُرَوْا اَعْمَالَهُمْ ۔ یہ ارشادِ الٰہی اِس بات پر دلالت کرتا ہے کہ لوگوں پر اُن کے اعمال پیش کیے جائیں گے اور نیک اعمال کو دیکھ کر اُنھیں مسرت و شادمانی ہوگی۔

۳۔ فَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَیْرًا یَّرَهٗ ۝ اِس میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں کہ اللہ تعالےٰ کی معرفت سب سے بڑی بھلائی ہے۔ پس یقیناً اُنھیں اِس کا ثواب حاصل ہوگا۔

اِس کے بعد سورہ العادیات میں اللہ تعالیٰ نے اُمتِ محمدیہ کے غازیوں اور مجاہدوں کو سراہا اور اُن کے گھوڑوں کی قسم کھائی ہے۔ یہاں اُن کے گھوڑوں کے تین اوصاف بیان فرماتے ہیں؛

۱۔ وَالْعٰدِیٰتِ ضَبْحًا ۝	قسم اُن کی جو دوڑتے ہیں، سینے سے آواز نکلتی ہوئی۔
۲۔ فَالْمُوْرِیٰتِ قَدْحًا ۝	پھر پتھروں سے آگ نکالتے ہیں سُم مار کر۔
۳۔ فَالْمُغِیْرٰتِ صُبْحًا ۝	پھر صبح ہوتے تاراج کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اُمتِ مرحومہ کو سورہ القارعۃ میں تین چیزوں کے ساتھ شرف بخشا ہے۔

marfat.com

۱- فَاَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ - ترجس کی تولیں بھاری ہوئیں۔

۲- فَهُوَ فِیْ عِیْشَةٍ رَّاضِیَةٍ - وہ تو من مانے عیش میں ہیں۔

۳- وہ اپنے دشمنوں کو (نَارٌ حَامِیَةٌ) بھڑکتی ہوئی آگ میں دیکھیں گے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سورہ تکاثر میں یہ شرف بخشا کہ جو لوگ آپ کے دین متین اور آپ کی شریعت مطہرہ سے منہ پھیریں گے انھیں تین طرح عذاب دیا جائے گا:

۱- وہ جہنم کو دیکھیں گے۔

۲- وہ اسے عین الیقین کے ساتھ دیکھیں گے۔

۳- ان سے نعمتوں کے متعلق پوچھا جائے گا۔

اور فخرِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سورۂ والعصر میں تین شرف عطا فرمائے کہ آپ کی امت پر یوں انعامات کی بارش ہوگی کہ:

۱- وہ دولتِ ایمان سے مالا مال ہوگی جیسا کہ فرمایا ہے: اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا۔

۲- وہ اعمالِ صالحہ سے مزین ہوگی، چنانچہ ارشادِ ربانی ہے: وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ۔

۳- وہ مخلوقِ خدا کو اعمالِ صالح کا راستہ دکھائے گی نیز انصاف اور صبر کی تلقین کرے گی۔

پھر اللہ تعالیٰ نے سورۂ ھمزہ میں سرورِ کون و مکاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فضیلت عطا فرمائی کہ جو آپ کی بدگوئی کرتا پھرے اور پیٹھ پیچھے ناشائستہ الفاظ استعمال کرے اُسے تین طرح عذاب دیا جائے گا:

۱- دنیا میں اُس کا مال کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکے گا (یعنی مال کو نیک کاموں میں خرچ نہیں کرے گا یا اگر ایسی جگہ خرچ بھی کرے تو اُس کا کوئی عمل قبول نہیں ہوگا)۔ اسی لیے

ل دشمنِ احمد پہ شدت کیجیے ملحدوں سے کیا مروت کیجیے
ذکرِ آیاتِ ولادت کیجیے مثلِ فارس زلزلے ہوں نجد میں
اُس بُرے مذہب پہ لعنت کیجیے شرک ٹھہرے جس میں تعظیمِ نبی
مومنو! اتمامِ حجت کیجیے وَالضُّحٰی، حُجُرات، اَلَمْ نَشْرَحْ سے پھر

(حدائقِ بخشش)

marfat.com

يَحْسَبُ اَنَّ مَالَهٗٓ اَخْلَدَهٗ فرمایا ہے۔

۲۔ وہ دوزخ کے اُس حصہ میں پھینکا جائے گا جسے حُطَمَہ کہتے ہیں۔

۳۔ اُسے دوزخ میں پھینک کر دروازے بند کر دیے جائیں گے اور اُس سے نکلنے کی ہر امید منقطع ہو جائے گی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: اِنَّهَا عَلَيْهِمْ مُّؤْصَدَةٌ ۝ [1]

اللہ تعالیٰ نے آپ کو سورۃ فیل میں یہ شرف عطا فرمایا کہ آپ کے دشمنوں کے مکر و فریب کو تین طرح خاک میں ملا کر رکھ دیا:

۱۔ وہ مکر و فریب اور طاقت کے ذریعے جو مقصد حاصل کرنا چاہتے تھے اُسے خاک میں ملا دیا گیا۔

۲۔ اُن پر اُڑتے ہوئے ابابیل بھیجے۔

۳۔ اُن کو ایسے ہلاک کیا کہ کھائی ہوئی گھاس کی طرح کر دیا۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو سورۃ قریش میں یہ شرف عطا فرمایا کہ آپ کے آباؤ اجداد کی مصلحتوں کے پیشِ نظر اُن کی تین طرح رعایت فرمائی:

۱۔ قریش کے دل موہ لینے کے لیے اُنھیں موافقت اور محبت کرنے والے بنایا۔

۲۔ اُنھیں بھوک سے محفوظ رکھنے کے لیے بافراغت روزی دی۔

۳۔ اُنھیں خوف سے امن میں رکھا۔

---

[1] اسی لیے مجدد مائۃ حاضرہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے: ؎

وہ دانہ ہے جسے دیا ہے لقب شہید و ذبیح کا
وہ شہید لیلیٰ نجد تھا وہ ذبیح تیغِ خیار ہے
یہ ہے دین کی تقویت اُس کے گھر یہ ہے مستقیم صراطِ شر
جو شقی کے دل میں ہے گاؤ خر تو زبان پر چُوہڑہ چمار ہے
وہ حبیب پیارا تو عمر بھر کرے فیض و جود ہی سربسر
ارے تجھ کو کھائے تپ سقر ترے دل میں کس سے بخار ہے

marfat.com

آپ کو سورۂ ماعون میں یہ شرف عطا فرمائے گئے کہ آپ کے دین کی مخالفت کرنے والوں کی تین مذموم صفات (برائیاں) بیان فرمائیں ،

۱ - اُن کا کم ظرف اور ذلیل ہونا بیان فرمایا کہ یَدُعُّ الْیَتِیْمَ وَلَا یَحُضُّ عَلٰی طَعَامِ الْمِسْکِیْنِ[1]

۲ - بتایا کہ اُنھوں نے خالق کی تعظیم کو چھوڑ دیا ہے، چنانچہ فرمایا: هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ ۝ الَّذِیْنَ هُمْ یُرَآءُوْنَ ۝[2]

۳ - وُہ مخلوقِ خدا کو فائدہ پہنچانے سے کنارہ کش ہو گئے ہیں۔ اسی لیے فرمایا ہے: وَیَمْنَعُوْنَ الْمَاعُوْنَ[3]

جب اللہ تعالیٰ نے فخرِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اِن سورتوں میں مذکور. بالاعظیم فضیلتیں عطا فرمائیں اور عزت و شرف سے نوازا، تو اِن تمام نوازشات کے بعد مژدہ سنایا کہ:

اِنَّآ اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَرَ ۝ ای اِنَّا	ہم نے تمھیں کوثر عطا فرمادیا یعنی ہم نے تمھیں
اَعْطَیْنٰکَ ھٰذہ المناقب	یہ کثیر فضائل و مناقب مرحمت فرمائے ہیں
المتکاثرۃ المذکورۃ فی السور	جن کا پہلی سورتوں میں ذکر موجود ہے۔ اُن میں سے
المتقدمۃ التی کل واحدۃ	ہر ایک کمال ساری دنیا کی بادشاہی سے بڑھ کر
منہا اعظم من ملک الدنیا بحذافیرھا	اور اعلیٰ ہے۔ پس تمھیں چاہیے کہ اپنے رب کی
فاشتغل انت لعبادۃ ھذا الرب	عبادت میں مشغول رہا کرو اور اس کے بندوں کو
وبارشاد عبادہ الی ماھو الاصلح	ہدایت کرتے رہو۔ اُن کی بھلائی اور بہتری اسی میں ہے
لہم ۔ (ص ۱۴۱)	(صلی اللہ علیک وسلم یا رسول اللہ)

اپنے رب کی بدنی عبادت بھی کرتے رہو، جس کے لیے حکم دیا گیا ہے: فَصَلِّ لِرَبِّکَ (پس اپنے رب کے لیے نماز پڑھو) یا مالی عبادت کرتے رہو جس کے لیے وَانْحَرْ فرمایا گیا ہے یا لوگوں کو

---

[1] (ترجمہ) جو یتیم کو دھکے دیتا ہے اور مسکین کو کھانا دینے کی رغبت نہیں دیتا۔

[2] (ترجمہ) جو اپنی نماز سے بھولے بیٹھے ہیں، وہ جو دکھاوا کرتے ہیں۔

[3] (ترجمہ) اور برتنے کی چیز مانگے نہیں دیتے۔

marfat.com

ایسی باتوں کی طرف ہدایت کرتے رہنا جو اُنھیں دنیا اور آخرت میں فائدہ پہنچاتے چنانچہ فرمایا ہے:
یٰاَیُّہَا الْکٰفِرُوْنَ لَآ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ ۝ پس

فثبت ان ھذہ السورۃ یعنی	پس ثابت ہوا کہ سورۂ کوثر پہلی سورتوں کے تتمے
سورۃ الکوثر کالتتمۃ لما	اور بعد والی سورتوں کے لیے اصل کی مانند ہے
قبلہا من السور و اما انہا	اور جب یہ بعد والی سورتوں کے لیے اصل کی
کالاصل لما بعدھا فھو	طرح ہے تو معلوم ہوا کہ اس کے بعد اللہ تعالیٰ یہ
انہ تعالیٰ یامرہ صلی اللہ	حکم دیتا ہے کہ تمام دنیاداروں (منکرینِ دین) کو
علیہ وسلم بعد ھذہ السورۃ	کافر کہا جائے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ
بان یکفر جمیع اھل الدنیا بقولہ	اے محبوب! ان سے فرمادو کہ اے کافرو! میں
قُلْ یٰاَیُّہَا الْکٰفِرُوْنَ لَآ اَعْبُدُ مَا	اُن (بتوں) کی پوجا نہیں کرتا جن کی تم کرتے ہو۔
تَعْبُدُوْنَ ۝ (ص۱۱)	

یہ یقینی بات ہے کہ لوگوں کے دین و مذہب میں طعن کرنا اُن کی جانوں اور مالوں میں طعن کرنے سے زیادہ گراں گزرتا ہے اسی لیے وہ اپنے باطل ادیان کی خاطر جان اور مال خرچ کر دیتے ہیں پس یہ لوگوں کے دین میں طعن کرنا بغض و عداوت کی آگ کو خوب بھڑکانے اور اس پر تیل چھڑکنے کی طرح تھا جبکہ دیگر مطاعن سے اس قدر اشتعال پیدا نہ ہوتا۔ لیکن جب اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ ساری دنیا کے کافروں کو کافر کے لفظ سے مخاطب کرو اور اُن کے ادیان کو باطل قرار دو تو اس کا لازمی ردِ عمل یہی تھا کہ پوری طرح وہ آپ کی مخالفت پر کربستہ ہو گئے اور یہ ایسا مرحلہ تھا جس نے ہر غیر مسلم کو آپ سے دور کر دیا اور کوئی آپ کے قریب بھی پھٹکنا نہیں چاہتا تھا۔
حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیکھیے کہ وہ فرعون اور اُس کے لشکر سے خائف تھے لیکن یہاں صورتِ حال یہ ہے کہ فخرِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ساری کائنات کی طرف مبعوث فرمائے گئے تھے اور ہر دشمنِ دین و ایمان ہی فرعونِ ثانی نظر آرہا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس شدید خوف کے ازالے کی انتہائی لطیف تدبیر فرمائی کہ یہ چونکا دینے والا اعلان کروانے سے پہلے سورۂ کوثر نازل فرمادی کیونکہ ارشادِ ربانی اِنَّآ اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَرَ ۝ کا مژدہ اس خوف کو

marfat.com

زائل کرتا ہے۔ یہ بشارت خوف کو کیسے دُور کرتی ہے؟ اس کے مختلف جواب ہیں:

اوّل: اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اِنَّآ اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَرَ ۝

ای الخیر کثیر فی الدنیا و	یعنی اس سے دین و دنیا کی خیر کثیر مراد ہیں۔ پس
الدین فیکون ذٰلک وعدًا من	یہ اللہ جل شانہٗ کی طرف سے آپ کی نصرت و
اللہ ایاہ بالنصرۃ والحفظ۔ (ص ۲۲)	حفاظت کا وعدہ کرنا ہے۔

جیسا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے مژدہ سنایا تھا:

یٰاَیُّہَا النَّبِیُّ حَسْبُکَ اللّٰہُ۔ [1]	اے غیب کی خبریں بتانے والے (نبی) اللہ تمھیں کافی ہے۔

یا جس طرح اللہ تعالیٰ نے دُوسرے مقام پر فرمایا ہے:

وَاللّٰہُ یَعْصِمُکَ مِنَ النَّاسِ۔ [2]	اور اللہ تمھاری نگہبانی کرے گا لوگوں سے۔

یا جیسے اللہ جل شانہٗ نے وعدہ فرمایا ہے:

اِلَّا تَنْصُرُوْہُ فَقَدْ نَصَرَہُ اللّٰہُ [3]	اور تم محبوب کی مدد نہ کرو تو بے شک اللہ نے ان کی مدد فرمائی۔
وَمَنْ کان اللہ تعالیٰ ضامنا لحفظہ فانہ لا یخشیٰ احدًا۔ (ص ۲۲)	اور جس کی حفاظت کا ضامن اللہ جل شانہٗ ہو جائے وہ کسی سے نہیں ڈرتا۔

دوم: انہ تعالیٰ لما قال اِنَّآ اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَرَ وھٰذا اللفظ یتناول خیرات الدنیا وخیرات الآخرۃ واما خیرات الدنیا ما کانت واصلۃ الیہ حین کان بمکۃ	جب اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ ہم نے تمھیں ہر چیز کی کثرت عطا فرمادی تو یہ لفظ دنیا و آخرت کی ہر بھلائی پر محیط ہوگا۔ لیکن جب تک آپ مکہ معظمہ میں جلوہ افروز رہے اُس وقت تک دنیاوی بھلائیاں آپ تک نہیں پہنچ سکتی تھیں اور

---

[1] پ ۱۰، سورۂ الانفال، آیت ۶۴

[2] پ ۶، سورۂ المائدہ، آیت ۶۷

[3] پ ۱۰، سورۂ التوبہ، آیت ۴۰

marfat.com

والخلف فی کلام اللہ تعالیٰ	کلامِ خدا کے خلاف واقع ہو جانا محال ہے۔
محال فوجب فی حکمۃ اللہ تعالیٰ	پس واجب ہُوا کہ اِس میں اللہ تعالیٰ کی حکمت
ابقاءہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم	تھی کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اُس
فی دار الدنیا الیٰ حیث یصل	وقت تک دنیا میں زندہ رکھے جب تک یہ بھلائیاں
الیہ تلک الخیرات فکان	آپ تک پہنچ نہ جائیں۔ پس یہ آیت آپ کے لیے
ذٰلک کالبشارۃ لہ و	گویا بشارت ہے اور اِس بات کا وعدہ ہے کہ
الوعد بانہ لایقتلونہ ولا یقھرونہ	دشمن نہ آپ کو قتل کر سکیں گے اور نہ آپ پر غالب
ولا یصل الیہ مکرھم	آ سکیں گے اور نہ ان کا کوئی مکر فریب آپ پر
بل یصیر امرہ کل یوم	کارگر ثابت ہو سکے گا، بلکہ اُمتِ محمدیہ میں روز بروز
فی الازدیاد والقوۃ۔ (صـ۱۳۱)	اضافہ ہوگا اور جڑیں مضبوط ہوتی جائیں گی۔

سوم: جب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کفّار کے بارے میں یہ فرمایا کہ وہ کافر ہیں اور اُن کے ادیان کو باطل ٹھہرایا اور اُنھیں دائرہ اسلام میں داخل ہونے کی دعوت دی تو وہ اکٹھے ہو کر بارگاہِ رسالت میں حاضر ہُوئے اور پیشکش کی کہ اگر آپ دولت جمع کرنے کی خاطر یہ کام کر رہے ہیں تو ہم آپ کے قدموں میں مال و دولت کا اتنا انبار لگا دیتے ہیں کہ آپ سب سے بڑے دولتمند ہو جائیں گے۔ اگر آپ کسی عورت سے شادی کرنے کے خواہشمند ہیں تو جس حسینہ وجمیلہ اور معزز ترین عورت کی آپ کو طلب ہو، اُس سے ہم شادی کروا دیتے ہیں۔ اگر حکومت قائم کرنا آپ کا مقصود ہے تو ہم آپ کو اپنا حکمران بنا لینے کے لیے تیار ہیں۔ اُن کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اِنَّآ اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَرَ ای انما	بیشک ہم نے تمھیں ہر چیز کی کثرت عطا فرما دی
اعطاک خالق السمٰوٰت والارض	یعنی آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے والے
خیرات الدنیا والاخرۃ	نے تمھیں دنیا اور آخرت کی ہر بھلائی عنایت
فلا تغتر بما لھم ومراعاتھم۔	فرما دی ہے لہٰذا کفار کے مال و دولت یا مراعات
(صـ۱۲۲)	کے جھانسے میں نہ آنا۔

marfat.com

چہارم: ارشادِ الٰہی اِنَّآ اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَرَ سے یہ فائدہ حاصل ہوتا ہے کہ اللہ جل شانہٗ نے سرورِ کون ومکاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بغیر کسی واسطے کے کلام فرمایا ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کے اِس ارشاد وَکَلَّمَ اللّٰہُ مُوْسٰی تَکْلِیْمًا کے قائم مقام ہے بلکہ یہ عزّت وشرف میں اُس سے بھی زیادہ ہے کیونکہ مالک جب اپنے غلام کی تربیت اور اُس پر احسان کرنے کو اپنی ذمہ داری قرار دے کر بات کرے تو یہ اِس کے علاوہ کلام کرنے کی دوسری ہر صورت سے افضل واعلیٰ صورت ہے بلکہ اِس میں قلب کی تقویت اور بزدلی کو زائل کرنے کا فائدہ موجود ہے۔ پس ثابت ہُوا کہ اللہ تعالیٰ کا اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اِنَّآ اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَرَ سے مخاطب کرنا خوف کو دل سے زائل کرنے اور بزدلی کو پرےرکھنے کی خاطر تھا۔ اِسی لیے سورۂ کوثر کو سورۂ کافرون سے مقدم رکھا گیا ہے۔ اِس سے فخرِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اُس محنتِ شاقہ کے لیے تیار کرنا تھا جو اہلِ جہاں کی تکفیر کے اقدام اور اُن کے معبودانِ باطل سے اظہارِ براءت کی صورت میں پیش آنے والی تھی۔ جب اے حبیب! تم نے میرے حکم کی تعمیل کی اور اُسے عملی جامہ پہنایا تو ملاحظہ فرماؤ کہ میں نے اپنا وعدہ کس طرح پورا کر دکھایا ہے کہ اہلِ دنیا سے بکثرت تمہارے تابعدار اور مددگار بنا دیے ہیں، جو اللہ کے دین میں فوج در فوج داخل ہو رہے ہیں۔

جب لوگوں کو اسلام کی دعوت دینے اور شریعت کو ظاہر کرنے کے مراحل طے کر لیے گئے تو آپ اُن احوال کی جانب متوجہ ہُوئے جو قلب وباطن سے تعلق رکھتے ہیں، کیونکہ طالب دونوں قسم کے ہو سکتے ہیں۔ ایک وہ جو صرف دنیا کا طالب ہے اور دُوسرا وہ جو آخرت کا طلبگار ہے۔ سو دنیا کا طالب خسارے میں رہتا ہے۔ دنیا میں ذلت ورسوائی اُس کا مقدر ہو کر رہ جاتی ہے اور آخرت میں اُس کا ٹھکانہ جہنم ہوتا ہے اور سورۂ لہب کا خلاصہ یہی ہے۔ لیکن،

اما طالب الاٰخرۃ فاعظم احوالہ	جو آخرت کا طالب ہے اُس کے احوال میں
ان تصیر نفسہ کالمراٰۃ التی	عظیم تر یہ حالت ہے کہ اُس کا دل آئینے کی
یتنقش فیہا صور الموجودات	مانند ہو جاتا ہے جس میں موجودات کی صورتیں منقش
وقد ثبت فی العلوم العقلیۃ	ہو جاتی ہیں۔ علومِ عقلیہ میں یہ ثابت شدہ بات ہے
ان طریق الخلق فی معرفۃ	کہ مخلوق کے لیے صانع کی معرفت کے دو

marfat.com

الصانع علی وجہین منهم من	طریقے ہیں - ایک وہ جنھوں نے خالق کو پہچانا
عرف الصانع ثم توصل	اور اُس کی معرفت کے ذریعے مخلوقات کی
بمعرفته الی معرفة مخلوقاته	معرفت تک اُن کی رسائی ہوئی - یہی وہ طریقہ ہے
وهٰذا هو الطريق الاشرف	جو سب میں اشرف و اعلیٰ ہے اور بعض نے
الاعلیٰ ومنهم من عكس وهو	اِس کے برعکس معرفت حاصل کی ، جیسا کہ
طريق الجمهور - (ص۱۰۳)	جمہور کا طریقہ ہے۔

اِس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب کو اُس طریقے سے ختم کیا جو دونوں طریقوں سے اشرف و اعلیٰ ہے ، یعنی اپنی صفات اور جلالتِ شان کا ذکر فرمایا اور اِس بیان کا نام سورۂ اخلاص ہے - اِس کے بعد سورۂ فلق میں اپنی مخلوقات کے مراتب کا ذکر فرمایا ، پھر مراتبِ نفسِ انسانیہ کے ساتھ اِس بیان کو ختم کیا اور یہاں پہنچ کر اِس کتابِ عزیز کے مضامین کو ختم کر دیا - یہ جملہ (فائدہ مذکورہ) اِس سورت کی مفصل تفسیر کی مزید تفصیلی وضاحت ہے پاک ہے وہ ذات جس نے عقلوں کو شریعت کے اُن اسرار کی معرفت بخشی جو اُس نے اپنی اِس مقدس کتاب میں ودیعت فرمائے ہیں ۔

دوسرا فائدہ : ارشادِ ربانی اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ میں کلمہ اِنَّآ کبھی جمع کے لیے آتا ہے اور کبھی تعظیم کے طور پر استعمال ہوتا ہے جہاں تک پہلی بات کا تعلق ہے تو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت محکم دلائل سے ثابت اور محلِ کلام نہیں - پس اِس کا اطلاق جمع پر کرنا کسی طرح ممکن نہیں ما سوائے اُس صورت کے جبکہ یہ ارادہ کیا جائے کہ اِس عطیہ کی تحصیل میں ملائکہ ، جبرئیل ، میکائیل اور گزشتہ انبیائے کرام نے کوشش کی ہے جبکہ ابراہیم علیہ السلام نے فخرِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دنیا میں بھیجنے کا اللہ تعالیٰ سے مطالبہ کیا تھا ، یعنی :

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ ۔ [1]	اے رب ہمارے ! اور بھیج ان میں ایک رسول انھیں میں سے ۔

---

[1] پ ۱ ، سورۂ البقرہ ، آیت ۱۲۹ ۔

marfat.com

اور موسیٰ علیہ السلام نے بارگاہِ ایزدی میں یہ درخواست پیش کی تھی :

رب اجعلنی من امة احمد	اے اللہ! مجھے اُمتِ احمد میں شمار فرمالے ، اسی
وھوالمراد من قولہٖ تعالیٰ	سے مراد ہے جیسا کہ ارشادِ ربانی ہے کہ : اور تم
وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الْغَرْبِيِّ اِذْ	طور کی جانب مغرب میں نہ تھے جبکہ ہم نے موسیٰ کو
قَضَيْنَا اِلٰى مُوْسَى الْاَمْرَ ۔ [1]	رسالت کا حکم بھیجا ۔ (علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ
	والسلام)

اور جس کی بشارت حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دی تھی ، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے :

وَمُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِي	اور اُن رسول کی بشارت سناتا ہوں جو میرے بعد
اسْمُهٗۤ اَحْمَدُ ۔ [2]	تشریف لائیں گے ۔ اُن کا نام احمد ہے ۔

دوسری صورت یہ ہے کہ اِنّا کو تعظیم پر محمول کریں تو یہ عطیہ کی عظمت پر خبردار کرنا ہے کیونکہ عطا فرمانے والا آسمانوں اور زمین کا مالک ہے اور جس کو یہ عطیہ رحمت فرمایا جا رہا ہے اُس کی جانب اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ میں خطاب کے کاف سے اشارہ فرمایا گیا ہے اور جو چیز ہبہ فرمائی ہے اُس کا نام کوثر ہے ، معلوم ہونا چاہیے کہ :

وھو ما یفید المبالغة فی الکثرة	اور وہ (لفظ کوثر) کثرت میں مبالغے کا فائدہ دیتا ہے ۔
فقد اشعر اللفظ بعظم الواھب	پس اس لفظ سے یقیناً بخشش کرنے والے ،
والموھوب لہ والموھوب فیالھا	بخشش لینے والے اور بخشش کی عظمت کا پتہ
من نعمة ما اعظمھا وما اجلھا	لگتا ہے ۔ پس یہ نعمت کتنی عظمت والی اور عظیم الشان
ویالہ من تشریف ما اعلاہ ۔	ہے اور وہ ذات کتنی عزّ و شرف والی ہے جس کو
(مدارک)	یہ علوِ خاص رحمت ہوا ۔

تیسرا فائدہ : ہبہ خواہ قلیل ہو لیکن عطا فرمانے والے کی عظمت کے باعث وہ عظیم شمار ہوتا ہے ۔ اگر کوئی بہت بڑا بادشاہ اپنے بعض نوکر چاکروں کو بطورِ انعام سیب عنایت فرمائے

---

[1] پ ۲۰ ، سورۃ القصص ، آیت ۴۴ [2] پ ۲۸ ، سورۃ الصف ، آیت ۶

marfat.com

تو اسے بھی بہت بڑا انعام شمار کیا جاتا ہے۔ اس وجہ سے نہیں کہ فی نفسہٖ وہ ہدیہ عظیم ہے بلکہ یہ عظمت اُسے اس سبب سے حاصل ہوئی کہ عطا فرمانے والا عظیم ہے لیکن یہاں جو ہدیہ کوثر دیا گیا ہے وہ اپنی غایتِ کثرت کے لحاظ سے خود عظیم ہے لیکن خالقِ کائنات کی طرف سے ہونے کے باعث اس کی عظمت اور کمال میں اور بھی چار چاند لگ گئے۔

چوتھا فائدہ: جب اللہ تعالیٰ نے یہ فرما دیا کہ ہم نے تمہیں فلاں چیز عطا فرما دی۔ قرینہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اب وہ اسے واپس نہیں کرے گا اور یہ اس لیے ہے کہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مذہب میں اجنبی کے لیے جائز ہے کہ اپنی ہبہ کی ہوئی چیز کو واپس کرے لیکن اس عطیہ کے بدلے میں اگر کچھ لے چکا ہے، خواہ وہ کتنا ہی قلیل معاوضہ کیوں نہ ہو' اس صورتِ حال میں عطیے کا واپس لینا جائز نہیں رہتا۔ مثلاً کسی نے ایک ہزار دینار ہبہ کیے، پھر موہوب لہٗ سے کسی چیز کا مطالبہ کرے اگرچہ وہ ایک مٹھی بھر چیز ہو۔ تو واہب کا حقِ رجوع ساقط ہو جائے گا۔ یہاں اللہ تعالیٰ نے جب یہ فرمایا کہ اِنَّآ اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَرَ اور اس کے بالمقابل نماز اور قربانی کا مطالبہ کیا تو اس صورت میں حقِ رجوع ساقط ہو جاتا ہے۔

پانچواں فائدہ: اللہ تعالیٰ نے اس فعل (عطیہ) کی بنیاد مبتدا پر رکھی ہے، جس سے تاکید کا فائدہ حاصل ہوتا ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ جب تم ایسے اسم کا ذکر کرو جس کی خبر دینی ہو تو عقل اس بات کی متلاشی ہو گی کہ کس چیز کی خبر دی جانے والی ہے؟ سننے والا اس خبر کو معلوم کرنے کا خواہشمند ہو جاتا ہے اور جب تم اس خبر کو بیان کر دو تو اسے ایسے قبول کر لیا جائے گا جیسے عاشق اپنے معشوق کی ہر بات کو قبول کرنے کے لیے تیار رہتا ہے۔ ایسی خبر انتہائی صداقت پر مبنی اور شک و شبہ سے قطعاً بالاتر ہوتی ہے۔ اس سے ارشادِ ربانی لَا تَعْمَی الْاَبْصَارُ کی عظمت کا اندازہ ہو جاتا ہے۔ اس کی جگہ اگر اَلْاَبْصَارُ لَا تَعْمٰی کہا جاتا تو اس میں اتنی عظمت نہ ہوتی۔

ہمارے مذکورہ کلام کو یوں بخوبی سمجھا جا سکتا ہے کہ مثلاً ایک بہت بڑا بادشاہ ہے۔ وہ کسی چیز کا وعدہ کرتا ہے یا کسی چیز کی ضمانت دیتا ہے کہ میں دوں گا، لیکن تیری جانب سے کافی ہوں، تیرے معاملات و حالات کی نگرانی میں خود کروں گا اور یہ اس صورت میں ہے جبکہ

marfat.com

جس چیز کا وعدہ کیا گیا ہے وہ عظیم ہو۔ جس میں چشم پوشی کم ہی ہو سکتی ہے کیونکہ اُس چیز کا عظیم ہونا ایفائے عہد کے بارے میں شک پیدا کرتا ہے، لیکن اُس کی جانب سے اگر کوئی عظیم ہستی ضامن ہو جائے تو ایسا کرنے سے شک زائل ہو جاتا ہے۔ مذکورہ آیتِ کریمہ اِسی باب سے ہے کیونکہ کوثر ایک عظیم الشان چیز ہے جس میں کم ہی چشم پوشی ہو سکتی ہے۔ لیکن جب مُبتدا کو مقدم کیا اور وُہ لفظ اِنّا ہے۔ یہ اسناد ایسے شک کو زائل کرتی اور شُبہ کو دفع کرتی بلکہ جڑ سے اکھاڑ کر پھینک دیتی ہے۔

چھٹا فائدہ: اللہ تعالیٰ نے اِس جُملے کو حرفِ تاکید کے ساتھ صادر فرمایا ہے جو قسم کے قائم مقام ہے۔ سچے کے کلام کا خلاف تو ویسے بھی نہیں ہو سکتا لیکن جب وُہ تاکید کے ساتھ ذکر کرے تو اُس کا خلاف کب ہو سکتا ہے؛

ساتواں فائدہ: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: اِنَّآ اَعْطَیْنٰکَ (ہم نے تمہیں فلاں چیز عطا فرما دی) یہاں یہ نہیں فرمایا گیا کہ سَنُعْطِیْکَ (کہ ہم تمہیں فلاں چیز عنقریب عطا فرمائیں گے)، لہٰذا لفظ اَعْطَیْنٰکَ اِس بات پر دلالت کرتا ہے کہ عطا فرمانے کا معاملہ زمانۂ ماضی میں ہو چکا۔ اِس میں بھی کئی قسم کے فوائد ہیں؛

۱- جس کی زمانۂ ماضی میں تائید فرمائی گئی، معزز کیا گیا، رعایت فرمائی گئی اور اُس کی ضروریات کو پُورا فرمایا گیا ہو، وُہ اُس شخص سے اعلیٰ و اشرف ہوتا ہے جو مستقبل قریب میں نوازا جائے گا۔ اِسی لیے تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: مَیں اُس وقت بھی نبی تھا جب آدم علیہ السلام پانی اور مٹی میں تھے۔

۲- مذکورہ الفاظ میں اِس جانب بھی اشارہ ہے کہ نیک بخت یا بدبخت، غنی یا فقیر رکھنے کا فیصلہ اللہ تعالیٰ اب نہیں کر رہا بلکہ وُہ سارے فیصلے ازل میں کر چکا ہے۔

۳- گویا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے حبیب! ہم نے تمہارے عالمِ وجود میں آنے سے پہلے ہی تمہارے لیے سعادت و نیک بختی کے اسباب مقرر فرما دیے تھے۔ اب تمہارے جلوہ آرائے گیتی ہونے اور اللہ جل شانہٗ کی عبادت میں مشغول ہو جانے کے بعد کس طرح بے یار و مددگار چھوڑا جا سکتا ہے؟

marfat.com

۴۔ گویا باری تعالیٰ شانہٗ فرماتا ہے کہ اے حبیب! ہم نے تمہاری اطاعت و فرمانبرداری کے سبب یہ فضائل و کمالات عطا نہیں فرمائے ہیں ورنہ ضروری ہوتا کہ تمہاری اطاعت شعاری کے بعد یہ فضیلت و شرافت مرحمت فرمائی جاتی، بلکہ ہم نے محض اپنے فضل و کرم سے تمہارا ان فضائل و کمالات کے لیے انتخاب فرمایا ہے۔ اِس میں سرورِ کون و مکاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اِس ارشادِ گرامی کی طرف اشارہ ہے کہ جس کو وہ قبول فرمائے تو بغیر کسی سبب اور علت کے قبول فرمالیتا ہے اور جس کو رد فرمائے تو بغیر کسی علت کے رد فرما دیتا ہے۔

آٹھواں فائدہ: اللہ تعالیٰ یہ تو فرماتا ہے کہ اِنَّآ اَعْطَیْنٰكَ۔ اور یہ نہیں فرمایا کہ ہم نے اپنے رسول کو، اپنے نبی کو، اپنے عالِم کو یا اپنے مُطیع کو فلاں چیز عطا فرمائی۔ اگر اللہ تعالیٰ اس طرح فرماتا تو سمجھا جاتا کہ یہ عطیہ اسی علت کے سبب مرحمت فرمایا گیا ہے۔ لیکن جب (بغیر کسی علت کا ذکر فرمائے) اَعْطَیْنٰكَ ارشاد فرمایا تو معلوم ہو گیا کہ یہ عطیہ کسی علت اور سبب کے باعث مرحمت نہیں فرمایا گیا، بلکہ اللہ تعالیٰ نے محض اپنی قدرت و مشیت سے مرحمت فرمایا ہے، جیساکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ تقسیم ہم نے فرمائی ہے نیز ارشادِ ربانی ہے:

اَللّٰہُ یَصْطَفِیْ مِنَ الْمَلٰٓئِکَۃِ رُسُلًا وَّمِنَ النَّاسِ۔ [1] — اللہ چن لیتا ہے فرشتوں میں سے رسول اور آدمیوں میں سے۔

نواں فائدہ: پہلے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا اِنَّآ اَعْطَیْنٰكَ۔ اِس کے بعد فرمایا: فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ اور یہ اِس بات کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عطا توفیق و ارشاد کے لیے ہے جو ہماری طاعت گزاری سے پہلے ہے اور ایسا کیوں نہ ہو جبکہ ہمیں نعمتوں سے نوازنا اس کی صفت ہے اور اُس کے لیے اطاعت شعار بندے بن کر رہنا ہماری صفت ہے۔ مخلوق کی صفت خالق کی صفات پر اثر انداز نہیں ہو سکتی جبکہ خالق کی صفت مخلوق کی صفات میں اثر انداز ہوتی ہے۔ اِسی لیے امام واسطی علیہ الرحمہ سے منقول ہے کہ: "میں ایسے رب کی اطاعت نہیں کرتا جس کی

---

[1] پ ۱۷، سورۃ الحج، آیت ۷۵،

marfat.com

میری طاعت راضی اور معصیت ناراض کردے؟ اِس کا مفہوم یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رضا اور ناراضگی دونوں قدیم ہیں اور میرا طاعت گزار یا عصیاں شعار ہونا محدِث (نو پید) ہے حادث قدیم پر اثر انداز نہیں ہو سکتا۔ بلکہ اُس کی رضا بندے کو اطاعت پر ابھارتی ہے اور یہ ازل کے بعد کا معاملہ ہے۔ یہی صورتِ حال اللہ تعالیٰ کے ناراض ہونے اور بندوں کے معصیت کار ہونے کی ہے۔

دسواں فائدہ: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ یعنی بیشک ہم نے تمہیں کوثر عطا فرمایا اور یہ نہیں کہا کہ: اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ یعنی ہم نے تمہیں کوثر عطا فرمایا (یعنی ذکرِ عطا سے پہلے لفظ اِنَّا کا اضافہ کر کے فرمایا گیا ہے) اِس طرح بشارت دینے کی دو وجہ ہیں:

پہلی وجہ یہ ہے کہ عطا فرمانے میں دونوں احتمال ہو سکتے ہیں: (۱) عطا فرمانا اُس پر واجب ہے (۲) بطور احسان و اکرام عطا فرماتا ہے۔ چونکہ یہاں احسان و اکرام کے طور پر عطا فرمانے کے بارے میں شبہ ہو سکتا تھا۔ لہٰذا لفظ اِنَّا کا اضافہ کر کے شک و شبہ کا استیصال کرتے ہوئے فرمایا: اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ اور کوثر سے مراد کیا ہے؟ تو:

هٰذه الخيرات الكثيرة	اِس سے مراد بے شمار بھلائیاں ہیں یعنی اسلام،
وهى الاسلام والقرآن والنبوة	قرآن، نبوت اور دنیا و آخرت میں آپ کا ذکرِ جمیل۔
والذكر الجميل فى الدنيا والآخرة	یہ عنایات ہماری طرف سے تم پر محض احسان و اکرام
محض التفضل منا اليك وليس	کے طور پر ہیں اور ان میں سے کوئی چیز استحقاق
منه شيئ على سبيل الاستحقاق	یا ہماری ذات پر واجب ہونے کے باعث عطا
والوجوب وفيه بشارة من	نہیں فرمائی جا رہی۔ اِس میں دو طرح بشارت ہے۔
وجهين۔ احدهما ان الكريم	ایک یہ کہ محسن جب بطور احسان عطا فرمانا شروع
اذا شرع فى العطية على سبيل	کرتا ہے تو ظاہر ہے کہ اُسے باطل نہیں کرتا بلکہ
التفضل فالظاهر انه لايبطلها	روز بروز اُس میں اضافہ ہی کرتا رہتا ہے۔ دوسرے
بل كان كل يوم يزيد فيها۔	اِس طرح کہ اگر ان عنایات کا سبب استحقاق

marfat.com

الثانی ان مایکون سبب الاستحقاق ۔ ہوتا تو اِن عنایات کی مقدار استحقاق کے برابر
فانہ یتقدر بقدر الاستحقاق ۔ ہوتی حالانکہ بندوں کے جملہ افعال تناہی ہیں
وفعل العبد متناہ فیکون ۔ اور اِن کے باعث جو استحقاق حاصل ہوتا
الاستحقاق الحاصل بسببہ ۔ اُس کا تناہی ہونا ضروری ہے لیکن احسان و
متناھیًا اما التفضل فانہ ۔ اکرام کا سبب تو اللہ تعالیٰ کی کرم نوازی ہے اور
نتیجۃ کرم اللّٰہ وکرم ۔ اللہ تعالیٰ کا کرم غیر تناہی ہے۔ جب یہ ثابت
اللّٰہ غیر متناہ فیکون تفضلہ ۔ ہوگیا کہ ارشادِ باری تعالیٰ اِنَّا اَعْطَیْنٰکَ
ایضًا غیر متناہ فلما دل قولہ ۔ احسان کے طور پر ہے بطور استحقاق نہیں،
اعطینٰک علی انہ تفضل لا استحقاقا ۔ تو معلوم ہوا کہ اس میں ہمیشہ اضافہ
اشعر ذلک بالدوام والتزاید ۔ ہوتا رہے گا۔
ابدًا۔ (ص۱۲۱)

اب رہا لفظ کوثر کا معاملہ تو کَوْثَرْ لغت میں فَوْعَلْ کے وزن پر کثرت مادے سے ہے یعنی،
وھو المفرط فی الکثرۃ (ص) یہ افراط اور کثرت ہے۔
ایک دیہاتی عورت کا لڑکا جب سفر سے واپس لوٹا تو کسی نے اُس عورت سے پُوچھا کہ تمہارا لڑکا کیا لے کر آیا ہے؟ اُس عورت نے جواب دیا: آب بکوثر ای با لعدد الکثیر یعنی کوثر لایا ہے۔ مطلب یہ تھا کہ بہت ساری چیزیں لے کر آیا ہے بہت زیادہ سخاوت کرنے والے شخص کو بھی کوثر کہا جاتا ہے۔ چنانچہ کمیت نے کہا ہے، ؎

وانت کثیر یا ابن مروان طیّب
وکان ابوک ابن العقائل کوثرا[۱]

گرد و غبار جب بڑی کثرت سے آسمان کی جانب چڑھ جاتے تو اُسے بھی کوثر کہا جاتا ہے۔ یہ کوثر کے لغوی معانی ہیں لیکن مفسّرین کرام نے بوجوہ ان سے اختلاف کیا ہے!

---

[۱] (ترجمہ) اے ابن مروان! تم اگرچہ اچھے سخی ہو لیکن تمہارا جدِ اعلیٰ ابن عقائل تو بہت ہی سخی تھا۔

marfat.com

قول اوّل سلف و خلف میں یہی مشہور و معروف رہا ہے کہ کوثر نامی جنت میں ایک نہر ہے۔ چنانچہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے جنت میں ایک نہر دیکھی جس کے دونوں کنارے مجوّف موتیوں کے قبّوں سے بنائے گئے ہیں۔ میں نے اُس کی گزرگاہ پر ہاتھ مارا تو اُس میں مُشکِ اذفر جیسی خوشبو پائی۔ جب پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ جواب ملا، یہ وہی کوثر ہے جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمائی ہے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دُوسری روایت میں ہے کہ اُس کا پانی دُودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ شیریں ہے۔ اُس میں سبز پرندے ہیں، جن کی گردنیں بُختی اُونٹوں کی گردنوں جیسی تھیں۔ جو اُس پرندے کا گوشت کھائے اور کوثر کا پانی پی لے، اُسے اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہوگئی۔ شاید اِس نہر کو کوثر اس لیے کہا گیا ہے کہ جنت کی باقی نہروں سے اِس میں پانی زیادہ اور بہتر ہے یا اِس وجہ سے کہ جنت کی ساری نہریں اِسی سے نکلتی ہیں جیسا کہ روایت ہے کہ جنت کا کوئی باغ ایسا نہیں جس میں کوثر سے نکل کر کوئی نہر نہ پہنچتی ہو۔ یا اِس وجہ سے کوثر کہتے ہیں کہ اِس پر پانی پینے والے بکثرت ہوں گے۔ یا اِس کے پانی میں نفع کثیر ہے، جیسا کہ فخرِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ کوثر ایک نہر ہے جس کا میرے رب نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے اُس میں خیرِ کثیر ہے۔

قول دوم کوثر سے مراد حوض ہے اور اِس بارے میں احادیث مشہور ہیں۔ پہلے قول اور اِس میں کوئی اختلاف نہیں ہے (ماسوائے لفظی اختلاف کے) کیونکہ ہو سکتا ہے کہ وہ نہر اِس حوض میں گرتی ہو یا جملہ نہریں اِسی حوض سے نکل کر بہتی ہوں اور یہ حوض اُن کا منبع ہو۔

قول سوم کوثر سے مراد سیدالمرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اولاد ہے۔ مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ یہ سُورت اُس شخص (عاص بن وائل) کے ردّ میں نازل ہُوئی تھی جس نے آپ کو یہ طعنہ دیا تھا کہ محمّد کی نسل منقطع ہو چکی ہے (صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم)۔ پس کوثر کا معنی یہ ہوگا کہ ہم نے اپنے حبیب کو اتنی اولاد مرحمت فرمائی ہے جو اُس وقت تک باقی رہے گی جب تک زمانہ باقی ہے۔ جائے غور ہے کہ کتنے اہلِ بیتِ اطہار نے جامِ شہادت

marfat.com

زنش کیا لیکن اس کے باوجود ساری دُنیا ان حضرات سے بھری پڑی ہے۔ اس کے برعکس بنی اُمیّہ سے کوئی ایک شخص بھی ایسا باقی نہیں رہا، جس پر اعتماد کیا جا سکے۔ پھر ان کی طرف دیکھیں تو صاف نظر آئے گا کہ ان میں امام باقر، امام جعفر صادق، امام موسیٰ کاظم، امام علی رضا اور نفسِ زکیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم جیسے کتنے ہی آسمانِ علم و عرفاں کے شمس و قمر ہو گزرے ہیں۔

قول چہارم

الکوثر علماء امته وھو	کوثر سے علمائے امتِ محمدیہ مراد ہیں۔ خدا کی قسم یہ
لعمری الخیر الکثیر لانھم	بہت بڑی خیر ہے کیونکہ وہ بنی اسرائیل کے انبیائے کرام
کانبیاء بنی اسرائیل وھم یحیون	کی طرح ہیں۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیه	کے ذکر مبارک کو زندہ اور باقی رکھتے ہیں اور دینِ مصطفوی
وسلم وینشرون آثار دینه واعلام	کے آثار کی نشر و اشاعت کرتے اور شریعتِ مطہرہ
شرعه ووجه التشبیه ان	کے اعلام کو بلند رکھتے ہیں۔ انبیائے بنی اسرائیل
الانبیاء کانوا متفقین علیٰ	کی طرح ہونے کا یہ مطلب ہے کہ انبیائے کرام
اصول معرفة اللہ مختلفین	معرفتِ الٰہی کے اصولوں میں متفق اور شرعی
فی الشریعة رحمة علی الخلق	احکام میں مختلف تھے۔ یہ مخلوق پر رحمت ہے تاکہ
لیصل کل احد الی ماھو	ہر ایک اپنی صلاحیت کے مطابق حاصل کرے جیسا کہ
صلاحه کذا علماء امته متفقون	علمائے اُمتِ محمدیہ اصولِ شرع کے معاملے میں
بامرھم علیٰ اصول شرعه لکنھم	باہم متفق ہیں لیکن شریعتِ مطہرہ کے فروعی
مختلفون فی فروع الشریعة	مسائل میں مختلف ہیں۔ یہ مخلوق پر رحمت ہے
رحمة علی الخلق ثم الفضیلة	اس (اختلاف) میں دو وجہ سے فضیلت
من وجھین۔ (ص ۱۰۶)	ہے۔

۱۔ ایک وجہ اُن میں سے یہ ہے، جیسا کہ روایت ہے:

انه یجاء یوم القیامة بکل نبی	بیشک بروزِ قیامت ہر نبی حاضر ہوگا اور پیچھے پیچھے
ویتبعه امته فربما یجیئ	اس کی اُمت ہوگی۔ بعض رسول ایسے بھی
الرسول ومعه الرجل والرجلان	ہوں گے جن کے ساتھ ایک دو آدمی ہوں گے

marfat.com

ويجاء بكل عالم من علماء امته	لیکن اُمتِ محمدیہ کے ہر عالمِ دین کے ساتھ ہزاروں
صلی اللہ علیہ وسلم ومعہ	افراد کا اژدحام ہوگا اور سارے رسول اللہ
الالوف الكثيرة فيجتمعون	صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس جمع ہوتے چلے
عند الرسول صلی اللہ علیہ	جائیں گے۔ ایسا بھی ہوگا کہ بعض علمائے کرام
وسلم فربما يزيد عدد متبعي	کے متبعین کی تعداد ایک ہزار انبیائے کرام کے
بعض العلماء على عدد متبعي	متبعین جتنی ہوگی۔

الف من الانبیاء۔ (ص۱۲۶)

۲۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ پہلے انبیائے کرام یقینی امر تک نصوص کا اتباع کرنے کے باعث پہنچ جاتے تھے کیونکہ نصوص وحی سے ماخوذ ہوتے ہیں اور علمائے اُمتِ محمدیہ استنباط و اجتہاد کی صلاحیت کے باعث صحیح حکم تک پہنچ جاتے ہیں۔ اگر بعض کے کہنے کے مطابق بعض علماء مخطی ہوں لیکن جو صحیح حکم تک نہ پہنچ سکے وہ بھی عند اللہ ماجور ہے۔

قولِ پنجم کوثر سے مراد نبوت ہے اور بیشک یہ خیرِ کثیر ہے کیونکہ ربوبیت کے بعد سب سے بڑا مرتبہ نبوت ہے۔ اسی لیے تو اللہ جل شانہٗ نے فرمایا ہے:

وَمَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ	اور جس نے رسول کا حکم مانا بے شک اُس نے
اَطَاعَ اللّٰهَ۔ [1]	اللہ کا حکم مانا۔

اور یہ بنیادِ ایمان ہے بلکہ یہ شجرِ معرفتِ الٰہی کی شاخ کے مانند ہے، کیونکہ نبوت کی معرفت سے ذاتِ الٰہی کی معرفت ہوتی ہے لہٰذا اُس کے علم و قدرت و حکم کا مقدم ہونا ضروری ہے۔ جب نبوت کی معرفت حاصل ہو جائے تو اس کے باعث باقی صفات یعنی سمع و بصر اور صفاتِ خبریہ و وجدانیہ کی معرفت بھی بقولِ بعض حاصل ہو جائے گی۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ان مناقب و فضائل سے وافر حصہ ملا ہے کیونکہ آپ جملہ انبیائے کرام سے پہلے مذکور ہیں اگرچہ سب کے بعد مبعوث ہوئے اور جملہ جنوں اور انسانوں کی طرف مبعوث فرمائے گئے ہیں۔ آپ کا حشر جملہ انبیائے کرام سے

---

[1] پ ۵، سورۂ النساء، آیت ۸۰

marfat.com

پہلے ہوگا۔ آپ کی شریعتِ مطہرہ کا منسوخ ہونا جائز نہیں ہے اور آپ کے فضائل و کمالات حدِ شمار سے باہر ہیں۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وصحبہٖ وسلم۔

امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس سلسلے میں یہاں بعض باتیں بیان کی جاتی ہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام کی کتاب کلمات تھے جیسا کہ اللہ جل شانہٗ نے فرمایا ہے:

فَتَلَقّٰٓى اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ؎۱ پھر سیکھ لیے آدم نے اپنے رب سے کچھ کلمے۔

اور اسی طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کی کتاب بھی کلمات تھے جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَاِذِ ابْتَلٰٓى اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ۔؎۲ اور جب ابراہیم کو اُس کے رب نے کچھ باتوں سے آزمایا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی کتاب صحیفے تھے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

صُحُفِ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى۔؎۳ صحیفے ابراہیم اور موسیٰ کے۔

لیکن فخرِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی کتاب باقی جملہ آسمانی کتابوں کی محافظ اور نگران ہے جیسا کہ اللہ جل مجدہٗ نے قرآن کریم میں فرمایا ہے:

وَمُهَيْمِنًا عَلَيْهِ۔؎۴ اور اُن پر محافظ و گواہ

حضرت آدم علیہ السلام۔ نے تمام اسماء کے ساتھ مقابلہ کیا تھا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

اَنْۢبِـُٔوْنِيْ بِاَسْمَآءِ هٰٓؤُلَآءِ۔؎۵ اِن کے نام تو بتاؤ۔

لیکن سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے کلام معجز نظام کے ذریعے مقابلہ کیا۔ ارشادِ ربانی ہے:

قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ؎۶ تم فرماؤ، اگر آدمی اور جن سب اِس بات پر متفق ہو جائیں۔

؎۱ پ ۱، سورۃ البقرہ، آیت ۳۷
؎۲ پ ۱، سورۃ البقرہ، آیت ۱۲۴
؎۳ پ ۳۰، سورۃ الاعلیٰ، آیت ۱۹
؎۴ پ ۶، سورۃ المائدہ، آیت ۴۸
؎۵ پ ۱، سورۃ البقرہ، آیت ۳۱
؎۶ پ ۱۵، سورۃ بنی اسرائیل، آیت ۸۸

marfat.com

حضرت نوح علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے یہ شرف عطا فرمایا کہ اُن کی کشتی کو پانی پر ٹھہرائے رکھا، تو سرورِ کون و مکان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے اس سے بھی بڑا معجزہ عطا فرمایا تھا۔ چنانچہ روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک نہر کے کنارے تشریف فرما تھے اور آپ کے پاس عکرمہ بن ابوجہل تھا۔ وہ آپ سے کہنے لگا، اے محمد! اگر آپ سچے ہیں تو وہ پتھر جو نہر کے دوسرے کنارے پر ہے اُسے بلایئے کہ وہ پانی پر تیرتا ہوا آپ کے پاس آئے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پتھر کی طرف اشارہ کیا۔ اُس پتھر نے مختارِ دوجہاں، سرورِ کون و مکان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اشارہ پاتے ہی حرکت شروع کی اور پانی پر تیرتا ہوا بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوگیا اور آپ کی رسالت کی گواہی دی۔ رسولِ معظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: عکرمہ! کیا یہ تیرے لیے کافی ہے؟ اُس نے جواب دیا کہ میں اُس وقت آپ کی تصدیق کروں گا جب یہ پتھر اِسی طرح اپنی جگہ واپس چلا جائے۔ فخرِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اُس پتھر کو واپس چلے جانے کا حکم فرمایا تو وہ پانی پر تیرتا ہوا اُسی طرح اپنی جگہ واپس چلا گیا۔[١]

حضرت ابراہیم علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ نے آگ سلامتی والی ٹھنڈی کر دی تھی۔ نبیِ آخر الزماں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس سے عظیم معجزہ مرحمت ہوا۔ چنانچہ حضرت محمد بن حاطب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ جب میں چھوٹا سا بچہ تھا تو میرے اُوپر کھولتی ہوئی ہانڈی گر گئی۔ میرے تمام جسم کی کھال اُتر گئی۔ میری والدہ محترمہ مجھے لے کر فوراً بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوگئیں۔ عرض کی: حضور! یہ حاطب کا بیٹا جل گیا ہے، جیسا کہ سرکار ملاحظہ فرما رہے ہیں۔ تاجدارِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جلے ہوئے جسم پر اپنا لعابِ دہن لگایا، از راہِ شفقت اپنا دستِ مبارک پھیرا اور بارگاہِ خداوندی میں دعا کی: اے پروردگارِ عالم! اِس کی تکلیف دور فرما۔ میں اُسی وقت بالکل تندرست ہوگیا، گویا میرے ساتھ کوئی واقعہ گزرا ہی

---

١ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے ؎

وَكَذَاكَ اَثَرُ تَمَشِّيْكَ فِى الثَّرٰى

وَالصَّخْرُ قَدْ غَاصَتْ بِهٖ قَدَمَاكَ

marfat.com

نہیں تھا۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یہ بزرگی مرحمت فرمائی کہ اُن کے لیے زمین پر سمندر میں راستہ بنا دیا لیکن نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اشارے سے آسمان پر چاند کے دو ٹکڑے کر دیئے۔ کیا زمین اور آسمان کے معجزے میں زمین و آسمان کا فرق ہے یا نہیں ؛ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے پتھر سے پانی جاری ہوا تو فخرِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی انگلیوں سے پانی کے چشمے جاری ہوئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ نے یہ کرم فرمایا کہ اُن پر بادلوں نے سایہ کیا تو فخرِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر بادل سایہ کیا کرتے تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یدِ بیضا کا معجزہ ملا تو سیّد المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو قرآنِ کریم ملا جس کی نورانیت سے مشرق و مغرب بھی جگمگا رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کے عصا کو اژدہا بنا دیا تھا، لیکن ابوجہل نے جب سرورِ کون و مکاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ایک بھاری پتھر پھینکنے کا ارادہ کیا تو اُسے آپ کے دونوں کندھوں پر دو اژدہے نظر آئے اور وہ مارے خوف کے دُم دبا کر بھاگ گیا۔

حضرت داؤد علیہ السلام کے ساتھ پہاڑوں نے تسبیح بیان کی تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دستِ اقدس میں اور آپ کے اصحاب کے مبارک ہاتھوں میں پتھر تسبیح بیان کیا کرتے تھے۔ حضرت داؤد علیہ السلام جب لوہے کو ہاتھ لگاتے تو اُن کے لیے نرم ہو جاتا۔ سرورِ کون و مکاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک مریل بکری پر ہاتھ پھیرا تو وہ دودھ دینے لگی۔ حضرت داؤد علیہ السلام کے گرد پرندے اکٹھے ہو جایا کرتے تھے تو رسولِ اکرم، نورِ مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو براق عطا فرما کر آپ کی عظمت کا اظہار کیا گیا۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یہ شرف بخشا کہ وہ مُردے زندہ کر دیا کرتے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بھی یہ معجزہ عطا فرمایا گیا۔ چنانچہ ایک یہودی

لہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے ؎

وَشَفَیْتَ ذَا الْعَاهَاتِ مِنْ اَمْرَاضِهٖ
وَمَلَأْتَ کُلَّ الْاَرْضِ مِنْ جَدْوَاکَ

marfat.com

عورت نے بکری کے گوشت کے ساتھ آپ کی ضیافت کی اور اُس میں زہر ملا رکھا تھا۔ جب آپ نے لقمہ دہن مبارک میں رکھا تو لقمے نے آپ کو خبر دی کہ وہ زہر آلود ہے۔ نیز آپ نے مادر زاد اندھوں اور کوڑھیوں کو شفائے کاملہ سے ہمکنار کیا۔ روایت ہے کہ حضرت معاذ بن عفرا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زوجہ محترمہ بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئی اور اپنے مرضِ برص (کوڑھ) میں مبتلا ہونے کا حال عرض کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے درخت کی ایک ٹہنی لے کر اُس کے جسم پر پھیری تو اللہ تعالیٰ نے اُس محترمہ سے برص (کوڑھ پھلبہری) کے مرض کو بالکل دُور کر دیا۔

غزوۂ اُحد میں ایک شخص کی آنکھ (تیر لگنے سے) نکل گئی۔ وہ اُسے اُٹھا کر بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو گیا۔ تاجدارِ دوجہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اُن کی آنکھ کو اُس کے اصلی مقام پر رکھ دیا تو وہ ایسے درست ہو گئی کہ گویا کوئی حادثہ پیش آیا ہی نہیں تھا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام اُن چیزوں کو بتا دیا کرتے تھے جو لوگوں نے اپنے گھروں میں چھپا کر رکھی ہوتی تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جان لیا تھا، جو آپ کے چچا عباس اور چچی اُم الفضل نے چھپا کر رکھا ہوا تھا۔ چنانچہ جب آپ نے اُس کے بارے میں خبر دی تو حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اِس بات کو تسلیم کیا کہ واقعی معاملہ یہی کچھ ہے۔ (صلی اللہ علیک یا رسول اللہ)۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کے لیے اللہ تعالیٰ نے ایک مرتبہ سورج ڈوبے ہوئے کو واپس لَوٹا دیا تھا تو ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کی گود میں سرِ اقدس رکھ کر استراحت فرما رہے تھے اور جس وقت آپ بیدار ہوئے تو سورج غروب ہو چکا تھا۔ فخرِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سورج کو واپس لَوٹایا اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جو نمازِ عصر قضا ہو گئی تھی وہ اُنھوں نے وقت کے اندر ادا کر لی۔ حضرت سلیمان علیہ السلام پرندوں کی بولیاں سمجھ لیا کرتے تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے سیّدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بھی یہ کمال مرحمت فرمایا تھا۔ چنانچہ روایت ہے کہ کوئی صحابی کسی پرندے کے بچے کو اٹھا لائے تھے۔ وہ پرندہ اُڑتا ہوا آیا، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سرِ مبارک کے گرد اُڑتا اور آپ سے اپنی زبان میں کچھ عرض کرتا رہا۔ فخرِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حاضرین کو

marfat.com

مخاطب کرکے فرمایا: اِس پرندے کے بچے کو تم میں سے کون اٹھا کر لایا ہے؟ ایک صحابی عرض گزار ہُوئے: یارسول اللہ! مَیں اٹھا کر لایا ہُوں۔ آپ نے فرمایا: اِس کا بچہ اِسے واپس دے دو اور بھیڑیئے کا آپ سے گفتگو کرنا عام مشہور ہے۔[1]

حضرت سلیمان علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے یہ معجزہ عطا فرمایا تھا کہ وُہ صبح کو ایک ماہ کی مسافت طے کر لیا کرتے تھے تو شبِ اسرا کے دُولھا نے ایک گھڑی میں بیت المقدس تک فاصلہ طے کر لیا تھا۔ سرورِ کون و مکاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سواری کا یعفور نامی گدھا ایسا تھا کہ جس شخص کو بُلوانا مطلوب ہوتا تو یعفور کو بھیج کر اسے بُلوا لیا جاتا تھا۔ ایک دفعہ لوگوں نے ایک سرکش اُونٹ کی بارگاہِ رسالت میں شکایت کی اور بتایا کہ سعیِ بسیار کے باوجود اُس پر قابو نہیں پا سکے ہیں۔ شہنشاہِ کونین اُس اونٹ کے پاس تشریف لے گئے تو وُہ آپ کی بارگاہ میں عاجزی پیش کرنے لگا۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کسی جانب پیغام رساں بنا کر بھیجا۔ جب وہ کسی غار کے قریب پہنچے تو وہاں ایک شیر بیٹھا ہُوا دیکھا۔ وُہ اُسے دیکھ کر خوفزدہ ہُوئے لیکن یہ جانتے ہُوئے کہ اِس وقت بھی غیر محفوظ ہے، آگے بڑھے اور فرمایا: اے شیر! مَیں رسولِ عربی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا بھیجا ہوا قاصد ہوں۔ یہ سُن کر شیر مطیع ہو گیا۔

جس طرح جنات حضرت سلیمان علیہ السلام کے قبضے میں تھے، اِسی طرح وہ سیّد المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بھی تابعِ فرمان تھے۔ ایک دفعہ کوئی اعرابی ایک مُردہ گوہ لے کر بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا: اے محمد! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) میں اِس وقت تک آپ پر ایمان نہیں لاؤں گا جب تک یہ گوہ ایمان نہ لے آئے۔ گوہ زندہ ہو کر کلام کرنے لگی اور اُس نے نبیِ آخر الزماں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رسالت کا برملا اعتراف کیا۔

---

[1] امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان معجزات کا ذکر یُوں کیا ہے:

وَالذِّئْبُ جَاءَکَ وَالْغَزَالَۃُ قَدْ اَتَتْ — بِکَ تَسْتَجِیْرُ وَتَحْتَمِیْ بِحِمَاکَ

وَکَذَا الْوُحُوْشُ اَتَتْ اِلَیْکَ وَسَلَّمَتْ — وَشَکَا الْبَعِیْرُ اِلَیْکَ حِیْنَ رَاٰکَ

marfat.com

ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک ہرنی کی ضمانت دی (جو جال میں گرفتار تھی) نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض گزار ہوئی کہ اپنے بچوں کو دودھ پلاکر واپس آجاؤں گی)، اعرابی نے آپ کی ضمانت پر ہرنی کو چھوڑ دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اُسی جگہ بیٹھ گئے۔ تھوڑی دیر میں وُہ ہرنی دوڑتی ہوئی حاضر ہوگئی اور سرورِ کون ومکاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ضمانت سے بری الذمہ کر دیا۔

جب فخرِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے منبر تیار ہوگیا اور آپ اُس پر جلوہ افروز ہوئے تو اُس ستون (اُستنِ حنانہ) نے بچوں کی طرح گریہ وزاری شروع کر دی جس سے ٹیک لگا کر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خطبہ دیا کرتے تھے۔ اُس کا رونا آپ کے فراق میں تھا۔[1]

غارِ ثور میں حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاؤں کی ایڑی میں سانپ نے ڈنگ مارا اور عرض گزار ہوا کہ حضور! مَیں ایک مدتِ دراز سے حبیبِ پروردگار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت کے اشتیاق میں یہاں گِن گِن کر ساعتیں گزارتا رہا ہُوں مجھے اِس شرف سے محروم رکھنے کی کوشش کی گئی تھی۔

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تھوڑے سے طعام سے کثیر خلقت کو شکم سیر کر دیا کرتے تھے۔ آپ کے معجزات حدِ شمار سے باہر ہیں۔ اِسی لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے برگزیدہ ترین بندوں میں سب سے مقدم فخرِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو رکھا ہے، جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

---

[1] رُلائے جبکہ چوبِ خشک کو حضرت کی مہجوری — کہو پھر عینِ غیرت سے نہ کیونکر ہر بشر روئے
سُنی جب اُس ستونِ عاشقِ بیتاب کی زاری — رسول اللہ کے اصحاب کیسے اُس قدر روئے
کوئی ایسا نہ تھا اُس بزم میں جس پر نہ تھی رقت — بہت روئے، نپٹ روئے، تمامی بیشتر روئے
اُدھر گرمِ فغاں تھا وہ ستوں صدمے سے فرقت کے — اِدھر بہ شدتِ رقت سے باصد چشمِ تر روئے
ستوں خاموش ہوتا تھا نہ یہ رونے سے چُھپتے تھے — وُہ آہیں مار چلایا، یہ دل کو کھول کر روئے
ستوں نے یہ کیے نالے کہ چشمِ حال سے اُس دم — شجر روئے، حجر روئے، سبھی دیوار و در روئے
رسول اللہ کی الفت مجسّم عینِ ایمان ہے — فراقِ مصطفیٰ میں اہلِ ایماں عمر بھر روئے
([illegible])

marfat.com

وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِیّٖنَ مِیْثَاقَهُمْ وَمِنْكَ وَمِنْ نُّوْحٍ ۔ ؁۱ | اور اے محبوب! یاد کرو، جب ہم نے نبیوں سے عہد لیا اور تم سے اور نوح سے۔

جب سرورِ کون و مکاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رسالت ایسی ہے تو جائز ہُوا کہ اللہ تعالیٰ اِس کا نام کوثر رکھے اور فرمائے، اِنَّآ اَعْطَیْنٰكَ الْكَوْثَرَ ؁

قولِ ششم کوثر سے مراد قرآنِ کریم ہے اور اِس کے فضائل بے شمار ہیں جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَلَوْ اَنَّ مَا فِی الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ اَقْلَامٌ وَّالْبَحْرُ یَمُدُّهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ سَبْعَةُ اَبْحُرٍ مَّا نَفِدَتْ كَلِمٰتُ اللّٰهِ ۔ ؁۲ | اور اگر زمین میں جتنے درخت ہیں سب قلمیں ہو جائیں اور سمندر اُس کی سیاہی ہو، اُس کے پیچھے سات سمندر اور تو اللہ کی باتیں ختم نہ ہوں گی۔

نیز اسی سلسلے میں اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا ہے:

لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمٰتِ رَبِّیْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ كَلِمٰتُ رَبِّیْ وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهٖ مَدَدًا ۔ ؁۳ | اگر سمندر میرے رب کی باتوں کے لیے سیاہی ہو تو ضرور سمندر ختم ہو جائے گا اور میرے رب کی باتیں ختم نہ ہوں گی اگر ہم ویسا ہی اور اس کی مدد کو لے آئیں۔

قولِ ہفتم کوثر سے مراد اسلام ہے اور خدا کی قسم اسلام میں خیرِ کثیر ہے، کیونکہ اِس کے ذریعے دنیا اور آخرت کی بھلائیاں حاصل ہوتی ہیں اور اِسے چھوڑنا دارین کی بھلائی سے محروم رہنا ہے اور ایسا کیوں نہ ہو جبکہ اسلام معرفت ہی کا نام ہے یا معرفت کی ضروری باتوں کو اسلام کہتے ہیں۔ ارشادِ ربّانی ہے:

؁۱ پ ۲۱، سورۂ الاحزاب، آیت ۷

؁۲ پ ۲۱، سورۂ لقمٰن، آیت ۲۷

؁۳ پ ۱۶، سورۂ الکہف، آیت ۱۰۹

marfat.com

مَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا۔ [1] اور جسے حکمت ملی اسے بہت بھلائی ملی۔

جب اسلام خیر کثیر ہے تو ثابت ہُوا کہ کوثر یہی ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اسلام کے ساتھ خاص کیوں فرمایا گیا جبکہ اللہ تعالیٰ کی نعمتیں سب کے لیے ہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ فخرِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ذریعے ہی اسلام دوسروں تک پہنچا ہے، پس آپ کی ذاتِ مقدسہ اسلام کے لیے اصل کی مانند ہے۔

قول ہشتم کوثر سے مراد پیروکاروں اور ساتھیوں کی کثرت ہے اور یہ یقینی بات ہے کہ نبیِ آخر الزماں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اتنے پیروکار ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی شمار بھی نہیں کر سکتا۔ روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: میں اللہ تعالیٰ کے خلیل یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دُعا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت ہُوں۔ قیامت میں میری شفاعت مقبول ہو گی۔ وہاں جب میں انبیائے کرام علیہم السلام کے ساتھ ہُوں گا، تو لوگوں کا ایک بہت بڑا گروہ ظاہر ہو گا۔ ہم انہیں جلدی سے دیکھیں گے اور ہم میں سے ہر نبی یہی خواہش کرے گا کہ کاش! یہ میری اُمت ہو۔ وضو کا پانی لگنے کے باعث وہ پنج کلیان نظر آ رہے ہوں گے یعنی اُن کے اعضائے وضو چمکتے ہوں گے۔ میں کہوں گا، ربِ کعبہ کی قسم یہ تو میری اُمت ہے۔ اِس کے بعد ایسے ہی لوگوں کی ایک جماعت اور ظاہر ہو گی۔ ہم اُسے بھی بغور دیکھیں گے اور ہم میں سے ہر نبی کی یہی خواہش ہو گی کہ یہ اُسی کی اُمت ہو۔ اُن کے اعضائے وضو بھی چمکتے ہوں گے اور میں کہوں گا: ربِ کعبہ کی قسم، یہ تو میری اُمت ہے۔ وہ بھی بغیر حساب کتاب کے جنت میں بھیج دیئے جائیں گے۔ پھر اُن جیسی تیسری جماعت ظاہر ہو گی۔ ہم انہیں بھی دیکھیں گے۔ اُن کے متعلق بھی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وہی کچھ بتایا جو پہلی دونوں جماعتوں کے بارے میں بتایا تھا۔ اِس کے بعد فرمایا: میری اُمت سے یہ تینوں جماعتیں تمام مخلوق سے پہلے جنت میں داخل ہوں گی۔ فخرِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

---

[1] پ ۳، سورۃ البقرہ، آیت ۲۶۹

marfat.com

فرمایا: نکاح کرو اور نسل بڑھاؤ اور مسلمانوں میں عددی کثرت پیدا کرو تاکہ میں تمہاری کثرت کے باعث تمام اُمتوں پر فخر کروں؛[1] خواہ کوئی بچہ حمل کی صورت میں ساقط ہی کیوں نہ ہو گیا ہو۔ جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اُن کے سبب بھی فخر فرمائیں گے جو سنِ بلوغ کو نہ پہنچے ہوں تو مسلمانوں کے حد و شمار سے باہر افراد کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟ لازمی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اِس بہت بڑی نعمت کا ذکر کرنا پسند فرمایا ہوگا اور اِسی لیے فرمایا ہے،

اِنَّآ اَعۡطَيۡنٰكَ الۡكَوۡثَرَ ؕ

قول نہم کوثر سے فخرِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فضائلِ کثیرہ مراد ہیں۔ کیونکہ اُمت کا اِس بات پر اتفاق ہے کہ آپ تمام انبیائے کرام سے افضل ہیں۔ حضرت مفضّل بن سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جو شخص بہت زیادہ سخی اور صاحبِ خیرِ کثیر ہو اُسے کوثر کہا جاتا ہے۔ لغت کی کتاب صحاح میں ہے کہ جو سردار بہت زیادہ خوبیوں والا ہو اُسے کوثر کہا جاتا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ایسے ایسے عظیم فضائل و کمالات سے نوازا ہے تو پسند فرمایا کہ بہت بڑی نعمت کا ذکر فرمائے، اِسی لیے اللہ جل شانہٗ نے فرمایا: اِنَّآ اَعۡطَيۡنٰكَ الۡكَوۡثَرَ ؕ

قول دہم کوثر سے مراد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ذکرِ مبارک کی رفعت ہے اور اس کی تفصیل آیتِ کریمہ وَرَفَعۡنَا لَكَ ذِكۡرَكَ کی تفسیر میں گزر چکی ہے۔

قول یازدہم کوثر سے مراد علم ہے۔ علمائے کرام فرماتے ہیں کہ کوثر کو اِس معنی پر محمول کرنا کئی وجہ سے اَولیٰ ہے۔ وُہ وجوہات درجِ ذیل ہیں:

۱۔ علم خیرِ کثیر ہے جیسا کہ اللہ جل شانہٗ نے فرمایا ہے،

---

[1] کاش! اللہ تعالیٰ ہمارے حکمرانوں کو راہِ ہدایت نصیب فرمائے کہ وُہ اپنے نبی کی اِس خواہش کا احترام کرتے ہوئے خاندانی منصوبہ بندی کی لعنت کو مسلمانوں پر مسلط کرنے سے باز آئیں۔ غیر مسلموں کی پٹی پڑھانے سے اپنے نبی کی مخالفت پر دن رات کمربستہ رہنا کیسی مسلمانی اور کہاں کی عقلمندی ہے؟ یہ عیاشی کو فروغ دینے کا شیطانی منصوبہ نہیں تو اور کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ایسے بے غیرتی کے کاموں سے بچائے جو محض جگ ہنسائی کا سامان ہیں۔

marfat.com

وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ؕ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا ۝ [1]
اور تمہیں سکھا دیا جو کچھ تم نہ جانتے تھے اور اللہ کا تم پر بڑا فضل ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے علم کی دعا مانگنے کا حکم دیا، مثلاً فرمایا:

وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِيْ عِلْمًا ۝ [2]
اے میرے رب! مجھے زیادہ علم دے۔

اللہ تعالیٰ نے علم و حکمت کو خیرِ کثیر بتایا ہے جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا ۔ [3]
اور جسے حکمت ملی اُسے بہت بھلائی ملی۔

۲۔ کوثر کو یا ہم اُخروی نعمتوں پر محمول کریں گے یا دنیاوی پر۔ اُخروی پر محمول کرنا اِس وجہ سے جائز نہیں ہے کہ باری تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ہم نے تمہیں کوثر عطا فرما دیا (یعنی یہ کام زمانۂ ماضی میں ہو چکا) اور جنت کی نعمتیں زمانۂ مستقبل میں ملیں گی، ایسا تو نہیں ہے کہ وُہ مل چکی ہوں۔ پس کوثر کو اُن نعمتوں پر ہی محمول کرنا ہوگا جو آپ کو دنیا میں مل چکی ہیں۔ لیکن جتنی نعمتیں آپ کو دنیا میں مرحمت فرمائی گئی ہیں، اُن میں علم سب سے اعلیٰ و اشرف ہے اور نبوت بھی علم میں داخل ہے (کیونکہ نبوت بھی کاوت علیہ سے ہے)۔ پس اِس لفظ کوثر کو علم پر محمول کرنا واجب ہوا۔

۳۔ جب اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ ہم نے تمہیں کوثر مرحمت فرمائی تو اس کے بعد فرمایا کہ اپنے رب کے لیے نماز پڑھو اور قربانی کرو۔ لیکن جو چیز عبادات سے مقدم ہے وہ معرفت ہے۔ اِسی لیے اللہ تعالیٰ نے سورۂ نحل میں فرمایا ہے:

اَنْ اَنْذِرُوْٓا اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاتَّقُوْنِ ۔ [4]
یہ ڈر سناؤ کہ میرے سوا کسی کی بندگی نہیں، تو مجھ سے ڈرو۔

---

[1] پ ۵، سورۃ النساء، آیت ۱۱۳
[2] پ ۱۶، سورۃ طٰہٰ، آیت ۱۱۴
[3] پ ۳، سورۃ البقرۃ، آیت ۲۶۹
[4] پ ۱۴، سورۃ النحل، آیت ۲

marfat.com

دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ نے یوں فرمایا ہے:

اِنَّنِیْٓ اَنَا اللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدْنِیْ۔[1] بیشک میں ہی اللہ ہوں کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں۔

دونوں مقامات پر معرفت کا عبادت سے پہلے ذکر کیا ہے۔ نیز فَصَلِّ میں فَا تعقیب کے لیے ہے جو اِس بات کی دلیل ہے کہ کوثر کا عطا فرمانا اِن عبادات کے موجب کی طرح ہے اور یہ معلوم ہے کہ عبادات کا موجب صرف علم ہے (لہٰذا کوثر کو علم پر محمول کرنا بھی مناسب ہے)۔

قول دوازدہم کوثر اخلاقِ حسنہ کو کہتے ہیں۔ علمائے کرام فرماتے ہیں کہ اخلاق کا نفع عام ہے جس کا فائدہ ہر عالم اور جاہل، جانور اور عقلمند سب کو پہنچتا ہے۔ جہاں تک علم کے فائدے کا تعلق ہے اُس سے عقلاء ہی مستفیض و مستفید ہوتے ہیں لیکن اخلاقِ حسنہ کا نفع ہر کسی کے لیے عام ہے۔ پس لفظِ کوثر کو اِسی معنیٰ پر محمول کرنا واجب ہے۔ فخرِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نفع عام پہنچانے والے تھے اور اُمتِ محمدیہ کے حق میں تو گویا والد کی طرح تھے کہ اُن کے عقدے حل فرماتے، اُن کے مشکل امور میں کفایت کرتے بلکہ خوش خلقی میں یہاں تک پہنچے ہوئے تھے کہ جب آپ کے دندان مبارک شہید کر دیے گئے تو اُس وقت بھی آپ نے یہ دعا فرمائی:

اَللّٰھُمَّ اھْدِ قَوْمِیْ فَاِنَّھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ۔

قول سیزدہم کوثر سے مراد مقامِ محمود ہے، جو مقامِ شفاعت ہے۔ دنیا کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَمَا کَانَ اللّٰہُ لِیُعَذِّبَھُمْ وَاَنْتَ فِیْھِمْ۔[2] اور اللہ کا کام نہیں کہ انھیں عذاب کرے، جب تک اے محبوب! تم اُن میں تشریف فرما ہو۔

---

[1] پ ۱۶، سورۂ طٰہٰ، آیت ۱۴

[2] پ ۹ سورۂ الانفال، آیت ۳۳

marfat.com

اور آخرت کے متعلق سرورِ کون و مکاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں،

شفاعتی لاھل الکبائر من امتی۔ (ص۱۷۹) — میری شفاعت میری اُمت کے اہلِ کبائر کے لیے ہے۔

حضرت ابُوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فخرِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا،

ان لکل نبی دعوۃ مستجابۃ وانی خبأت دعوتی شفاعۃ لامتی یوم القیامۃ۔ (ص۱۶۱) — ہر نبی ایک خاص دعا کی اجازت دیا گیا اور وُہ دُعا قبول فرمائی گئی۔ میں نے قیامت میں اپنی اُمت کی شفاعت کرنے کے لیے اپنی دعا چھپا کر رکھی ہوئی ہے۔ [1]

قول چہاردہم

لفظ کوثر سے یہی سورت مراد ہے، جسے سورۂ کوثر کہا جاتا ہے، کیونکہ یہ چھوٹی سی سورت (بظاہر قلتِ الفاظ و آیات) ہونے کے باوجود دنیا و آخرت کے ہر قسم کے منافع کی جامع اور کتنے ہی اعجاز پر مشتمل ہے،

۱۔ جب ہم لفظ کوثر کو پیروکاروں کی کثرت یا اولاد کی کثرت یا نسل کے منقطع نہ ہونے پر محمول کریں تو یہ غیب کی خبر ہے اور جیسی آپ نے خبر دی اُسی کے مطابق واقع ہُوا، لہٰذا یہ معجزہ ہے۔

۲۔ ارشادِ ربانی ہُوا "اپنے رب کے لیے نماز پڑھو اور قربانی کرو" اِس حکم میں زوالِ فقر و فاقہ کی جانب اشارہ ہے کہ مسلمان مالدار ہونے کے باعث قربانی کرنے کے قابل ہو جائیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی واقع ہُوا۔ اور یہ بھی غیب کی خبر ہونے کے باعث معجزہ ہے۔

۳۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تمہارا وہ دشمن (عاص بن وائل) جو تم پر عیب چسپاں کر رہا ہے،

---

[1] اِسی لیے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ عرض گزار ہوئے، ؎

فَعَسَاکَ تَشْفَعُ فِیْہِ عِنْدَ حِسَابِہٖ
فَلَقَدْ غَدَا مُتَمَسِّکًا بِعُرَاکَ

marfat.com

اُسی کی نسل منقطع ہے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ (یہ بھی غیب کی خبر ہونے کے سبب معجزہ ہے)۔

۴۔ اِس سُورت کے چھوٹا ہونے کے باوجود بھی مخالفین اِس سے معارضہ نہ کر سکے۔

ثابت ہوا کہ قرآنِ کریم کا یہ کمال ہے کہ وُہ اوّل سے آخر تک سراسر اعجاز ہے، جو اِس میں رکھا گیا ہے، اِسی لیے تو چھوٹی سورت ہونے کے باوجود معاندین اِس سے معارضہ نہ کر سکے، تو سارے قرآنِ مجید کا مقابلہ کرنے سے عاجز ہونا اور بھی واضح ہے۔ جب اِن وجوہات کے تحت قرآن کا اعجاز ظاہر ہُوا تو آپ کی نبوّت ثابت ہو گئی۔ نبوّت کے ثابت ہونے سے توحیدِ باری تعالیٰ، معرفتِ صانعِ حقیقی، دینِ اسلام اور قرآنِ کریم کا کلامِ الٰہی ہونا ثابت ہو گیا۔ اور جب یہ چیزیں ثابت ہو گئیں تو دنیا اور آخرت کی تمام بھلائیاں ثابت ہو گئیں۔ لہٰذا یہ سُورت ایک مختصر نکتے کی مانند ہے، جو تمام مقاصد کو ثابت کرنے میں قوی اور کافی ہے۔ پس یہ (بلحاظ الفاظ) دیکھنے میں چھوٹی اور معانی و مطالب کے لحاظ سے بہت بڑی سورت ہے۔ پھر اِس میں ایک خاصیت یہ بھی ہے جو دُوسری کسی سورت میں نہیں پائی جاتی کہ اِس کی تین آیتیں ہیں اور اُن میں سے ہر آیت میں بھی معجزہ ہے اور یہ خاصیت تمام سورتوں میں نہیں پائی جاتی۔ اِن وجوہات پر یہ احتمال موجود ہے کہ لفظ کوثر سے یہی سورت مراد ہو۔

قول پانزدہم حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے منقول ہے کہ کوثر سے مراد اللہ تعالیٰ کی وُہ نعمتیں ہیں جو نبیِ آخر الزماں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مرحمت فرمائی گئیں، کیونکہ لفظ کوثر کثیر نعمتوں کو شامل ہے۔ لہٰذا اِس لفظ کو بعض نعمتوں پر محمول کرنا اور باقی نعمتوں کو نظر انداز کر دینا اَولیٰ نہیں ہے۔ پس واجب ہُوا کہ اِسے کُل پر محمول کیا جائے۔

روایت ہے کہ جب حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اِس قول کو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے حوالے سے بیان کیا تو بعض حضرات کہنے لگے کہ عام لوگ یہ کہتے ہیں کہ کوثر جنت کی ایک نہر کا نام ہے۔ حضرت سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ وہ نہر جو جنت میں ہے وُہ بھی اُسی خیرِ کثیر کا ایک حصہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مرحمت فرمائی ہے۔

marfat.com

بعض علمائے کرام فرماتے ہیں کہ اِنَّآ اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَرَ ؁ کا ظاہر مفہوم اس کا مقتضی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو کوثر مرحمت فرمایا ہے تو ضروری ہُوا کہ اس کو قریبی مفہوم پر محمول کیا جائے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو نبوت، قرآن، ذکرِ حکیم اور دشمنوں کے مقابلے میں نصرت سے نوازا ہے۔ علاوہ بریں حوضِ کوثر اور وہ تمام ثواب جو آپ کے لیے تیار کیا گیا ہے، اگر اُسے بھی کوثر کے مفہوم میں داخل مانا جائے تو جائز ہے کیونکہ جس چیز کا اللہ تعالیٰ کی جانب سے وعدہ ہو وہ واقع ہونے کی طرح ہے، لیکن حقیقت وہی ہے جو قبل ازیں ہم بیان کر چکے ہیں، کیونکہ یہ چیزیں اگرچہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے تیار فرمائی گئی ہیں لیکن یہ کہنا کس طرح درست ہوگا کہ مکہ مکرمہ میں اِس سورت کے نزول کے وقت وہ چیزیں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو عطا فرما دی گئی تھیں۔ ممکن ہے اِس کا یہ جواب دیا جائے کہ جو شخص اپنے چھوٹے بچے کے لیے کسی قسم کے سامان کا وعدہ کرتا ہے تو یہ کہنا صحیح تصور کیا جاتا ہے کہ اُس نے سامان بچے کو دے دیا ہے، حالانکہ اُس حالت میں بچہ تصرف کرنے کا اہل نہیں ہوتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

رہا ارشادِ الٰہی فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَانْحَرْ ؁ تو اس میں کئی مسئلے ہیں،

پہلا مسئلہ: اللہ تعالیٰ کے حکم فَصَلِّ سے مختلف مفہوم مراد لیے گئے ہیں،

۱۔ اِس سے مراد نماز کا حکم ہے۔

۲۔ فَصَلِّ لِرَبِّکَ سے مراد یہ ہے کہ اپنے رب کا شکر ادا کرو۔ یہ مجاہد اور عکرمہ کا قول ہے۔

۳۔ تیسرا قول یہ ہے کہ فَصَلِّ لِرَبِّکَ میں یہ حکم دیا گیا ہے کہ اپنے رب سے دعا کرو، کیونکہ نماز بھی دعا ہے۔

دُوسرا مسئلہ: ارشادِ الٰہی: وَانْحَرْ سے مراد نَحْرُ الْبُدْنِ یعنی اُونٹوں کی قربانی ہے۔ عام مفسرینِ کرام کا یہی قول ہے۔

تیسرا مسئلہ: جن حضرات نے فَصَلِّ سے نماز مراد لی ہے، اُن سے اختلاف کیا گیا ہے

۱۔ اللہ تعالیٰ نے نماز سے جنسِ نماز مراد لی ہے کیونکہ مشرکینِ مکہ خدا کے سوا قسم ضی

marfat.com

معبودوں کی عبادت کرنے اور غیراللہ کے لیے قربانی کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ خدا کے سوا کسی اور کے لیے نماز نہ پڑھو اور غیراللہ کے لیے قربانی نہ کرو۔

۲۔ اللہ تعالیٰ نے اس سے عید کی نماز اور قربانی مراد لی ہے، کیونکہ لوگ قربانی کو نماز پر مقدم رکھتے تھے لہٰذا اللہ جل شانہٗ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی۔

۳۔ حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فجر کی نماز مزدلفہ میں پڑھو اور قربانی منیٰ میں کرو (فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ سے یہی مراد ہے)۔

اس کے بعد امام فخرالدین رازی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے اور بھی فوائد ذکر کرکے اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ کی تفسیر بیان کی ہے کہ فخر دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ایک صاحبزادے کے فوت ہو جانے پر کافروں نے آپ پر طعن کیا کہ وہ ابتر (مقطوع النسل) ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جانب سے بغیر کسی واسطے کے جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ تمہارا دشمن و شاتم ہی مقطوع النسل ہے۔ دوستی کا وطیرہ یہی ہوتا ہے کہ جب ایک دوست یہ سنتا ہے کہ اس کے دوست کو گالی دی جا رہی ہے تو خود اس کی طرف سے جواب دیتا ہے۔ یہاں بھی حق سبحانہٗ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف سے جواب دیا ہے۔ قرآن کریم میں اور بھی کتنے ہی مواقع پر اس طرح جواب دینا مذکور ہے مثلاً ایک موقع پر کسی کافر نے اعتراض کیا جو قرآن کریم نے یوں بیان فرمایا ہے:

هَلْ نَدُلُّكُمْ عَلٰى رَجُلٍ يُّنَبِّئُكُمْ	کیا ہم تمہیں ایسا مرد بتائیں جو تمہیں خبر دے کہ
اِذَا مُزِّقْتُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ اِنَّكُمْ	جب تم پرزہ ہو کر بالکل ریزہ ریزہ ہو جاؤ تو
لَفِيْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ ۝ اَفْتَرٰى عَلَى	پھر تمہیں نیا بننا ہے۔ کیا اللہ پر اس نے
اللّٰهِ كَذِبًا اَمْ بِهٖ جِنَّةٌ ۔ [۱]	جھوٹ باندھا یا اسے سودا ہے۔

اس کے جواب میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا:

---

[۱] پ ۲۲، سورۂ سبا، آیت ۷، ۸

marfat.com

بَلِ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ فِی الْعَذَابِ وَالضَّلٰلِ الْبَعِیْدِ ۝ؕ — بلکہ وہ جو آخرت پر ایمان نہیں لاتے عذاب اور دور کی گمراہی میں ہیں۔

اور جس وقت کافروں نے اُس معلمِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے لفظ مجنوں (دیوانہ) استعمال کیا تو اللہ جل شانہ نے قسم کھا کر فرمایا:

مَآ اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُوْنٍ ۝ؕ — تم اپنے رب کے فضل سے مجنوں نہیں۔

جس وقت کافروں نے نبیِ آخر الزماں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے لَسْتَ مُرْسَلًا کہا تو اللہ تعالیٰ نے جواباً فرمایا:

یٰسٓ ۝ وَالْقُرْاٰنِ الْحَكِیْمِ ۝ اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ ۝ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ۝ؕ — حکمت والے قرآن کی قسم، بیشک تم سیدھی راہ پر بھیجے گئے ہو۔

جب کافروں نے فخرِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بارے میں یہ کہا:

اَئِنَّا لَتَارِكُوْٓا اٰلِهَتِنَا لِشَاعِرٍ مَّجْنُوْنٍ ۝ؕ — کیا ہم اپنے خداؤں کو چھوڑ دیں ایک دیوانے شاعر کے کہنے سے۔

تو اللہ ربّ العزت نے اُن کا رد کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

بَلْ جَآءَ بِالْحَقِّ وَصَدَّقَ الْمُرْسَلِیْنَ ۝ؕ — بلکہ وہ تو حق لائے ہیں اور اُنھوں نے رسولوں کی تصدیق فرمائی ہے۔

اِس میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کی تصدیق فرمائی پھر آپ کے دشمنوں کو یوں وعید سُنائی:

اِنَّكُمْ لَذَآئِقُوا الْعَذَابِ الْاَلِیْمِ ۝ؕ — بیشک تمھیں ضرور دکھ کی مار چکھنی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے کفار کے ایک اعتراض کو یوں بیان کیا ہے:

۱؎ پ ۲۲، سورۃ السباء، آیت ۸ — ۲؎ پ ۲۹، سورۃ القلم، آیت ۲

۳؎ پ ۲۲، سورۃ یٰس، آیت ۱ تا ۴ — ۴؎ پ ۲۳، سورۃ الصّٰفّٰت، آیت ۳۶

۵؎ پ ۲۳، سورۃ والصّٰفّٰت، آیت ۳۷ — ۶؎ پ ۲۳، سورۃ والصّٰفّٰت، آیت ۳۸

marfat.com

اَمْ یَقُوْلُوْنَ شَاعِرٌ نَّتَرَبَّصُ بِہٖ رَیْبَ الْمَنُوْنِ ۝ [1]
یا کہتے ہیں، یہ شاعر ہیں۔ ہمیں اِن پر حوادثِ زمانہ کا انتظار ہے۔

اِس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا یَنْۢبَغِیْ لَهٗ ؕ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ وَّ قُرْاٰنٌ مُّبِیْنٌ ۝ [2]
اور ہم نے اِن کو شعر کہنا نہ سکھایا اور نہ وہ اِن کی شان کے لائق ہے۔ وہ تو نہیں مگر نصیحت اور روشن قرآن۔

اللہ تعالیٰ نے اُن کے ایک باطل قول کی یُوں حکایت کی ہے:

اِنْ هٰذَاۤ اِلَّاۤ اِفْكُ اِفْتَرٰىهُ وَاَعَانَهٗ عَلَیْهِ قَوْمٌ اٰخَرُوْنَ [3]
یہ تو نہیں مگر ایک بہتان جو اُنھوں نے بنالیا ہے اور اِس پر اَور لوگوں نے اِنھیں مدد دی ہے۔

اللہ جلّ شانہٗ نے اُن کے باطل قول کی تکذیب و تردید کرتے ہُوئے فرمایا:

فَقَدْ جَآءُوْ ظُلْمًا وَّ زُوْرًا۔ [4]
بیشک وہ ظلم اور جھُوٹ پر آئے۔

جب کافروں نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کے بارے میں یہ کہا:

مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ یَاْكُلُ الطَّعَامَ وَ یَمْشِیْ فِی الْاَسْوَاقِ [5]
اِس رسول کو کیا ہُوا، کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں چلتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اُن معترضین و معاندین کو جواب دیتے ہُوئے ارشاد فرمایا:

وَمَاۤ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِیْنَ اِلَّاۤ اِنَّهُمْ لَیَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَ یَمْشُوْنَ فِی الْاَسْوَاقِ۔ [6]
اور ہم نے تم سے پہلے جتنے رسول بھیجے، سب ایسے ہی تھے کہ کھانا کھاتے اور بازاروں میں چلتے۔

اِس میں فخرِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کی کس درجہ بزرگی کا راز پنہاں ہے۔ اِس کے بعد

---

[1] پ ۲۷، سورۂ الطور، آیت ۳۰
[2] پ ۲۳، سورۂ یٰسٓ، آیت ۶۹
[3] پ ۱۸، سورۂ الفرقان، آیت ۴
[4] پ ۱۸، سورۂ الفرقان، آیت ۴
[5] پ ۱۸، سورۂ الفرقان، آیت ۔
[6] پ ۱۸، سورۂ الفرقان، آیت ۲۰

امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ نے اور کتنے ہی فائدے بیان کیے ہیں اور اُن کے آخر میں فرمایا ہے کہ اِس سورت کی خصوصیات اور لطائف میں سے ایک بات یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ہر کافر نے کوئی نہ کوئی الزام لگایا، چنانچہ کسی نے کہا: ان کا بیٹا کوئی نہیں۔کسی نے کہا: اِن کا کوئی معین و مددگار نہیں۔اور کوئی کہتا تھا کہ ان کا ذکر دنیا میں باقی نہیں رہے گا۔پس اللہ تعالیٰ نے سرورِ کون و مکاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ایسے لفظوں سے مدح فرمائی جن میں سارے فضائل و کمالات جمع ہیں، چنانچہ ارشاد فرمایا: اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ۝ معلوم ہوا کہ:

لانہ لما لم یقید ذلک الکوثر بشیٔ دون شیٔ لاجرم تناول جمیع خیرات الدنیا والآخرۃ۔	کیونکہ جب لفظ کوثر کو کسی ایک شے کے ساتھ مقید نہیں کیا گیا تو ضروری ہُوا کہ یہ دنیا اور آخرت کی ہر ایک بھلائی کو شامل ہے۔

اِس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ ساری عمر اطاعت اور فرمانبرداری میں گزاریں۔اطاعت یا بدنی ہو گی یا قلبی۔بدنی اطاعت میں دو عبادتیں سب سے افضل ہیں، کیونکہ جسمانی اطاعت نماز اور مالی طاعت زکوٰۃ ہے۔قلبی اطاعت یہ ہے کہ ہر کام اللہ تعالیٰ (کی رضا) کے لیے کیا جائے کیونکہ لفظ لِرَبِّكَ اِس پر صریح دلالت کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اِس بات سے بھی خبردار کر دیا کہ قلبی طاعت کا حصول بدنی طاعت کے بعد ہوتا ہے کیونکہ بدنی طاعت کا ذکر پہلے ہے اور دُوسرا لام قلبی اطاعت پر دلالت کرتا ہے۔ اِس میں اہلِ اباحت کے مذہب کا فساد بھی ظاہر فرما دیا گیا ہے، جو کہتے ہیں کہ انسان قلبی طاعت کے باعث بدنی عبادتوں سے مستغنی ہو جاتا ہے۔یہ لام اہلِ اباحت کے مذہب کو باطل قرار دیتا ہے اور یہ بتاتا ہے کہ اخلاص نہایت ضروری ہے۔

اِس کے بعد اللہ تعالیٰ نے جواب کے ساتھ نبیِ آخر الزماں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے منصبِ رفیع اور اعلیٰ حال سے خبردار کیا ہے جو آپ کو آخرت میں حاصل ہو گا۔گویا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے حبیب! مَیں نے تمہارے دنیا میں موجود ہونے سے پہلے بھی تمہاری تربیت کی ہے تو اب جبکہ تمہارا ہر لمحہ ہماری اطاعت گزاری میں بسر

marfat.com

ہورہا ہے : بھلا ایسی حالت میں تمھیں بے یار و مددگار کیسے چھوڑا جا سکتا ہے ؟
اِس سُورت کی ابتداء میں اللہ تعالیٰ نے فخرِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنی نعمتوں سے مالا مال رکھنے کا یقین دلایا اور سورۃ کے آخر میں اِس بات کا ذمہ لیا کہ آپ کی طرف سے ہر ایک عیب لگانے والے ، بدگوئی کرنے والے دشمن اور اُن کے باطل اقوال سے اللہ جل شانہٗ خود نبٹے گا۔ اِس میں اِدھر بھی اشارہ ہے کہ نعمتیں عطا فرمانے میں اللہ تعالیٰ ہی اوّل ہے اور دنیا و آخرت کی ہر نعمت کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے والی بھی اُسی منعمِ حقیقی کی ذات ہے۔
واللہ سبحانہٗ و تعالیٰ اعلم۔

marfat.com

عارف کبیر حضرت عمر بن فارض

رضی اللہ تعالیٰ عنہ

کے

فرمودات گرامی

marfat.com

قصیدہ تائیۃ الکبریٰ مع شرح

حضرت عمر بن فارض رضی اللہ تعالیٰ عنہ (المتوفی ۶۳۲ھ) اپنے قصیدہ تائیۃ الکبریٰ میں حضرات مرسلینِ عظام علیہم السلام کے بعض معجزات کا ذکر کر کے اور بتایا ہے کہ یہ جملہ معجزات فخرِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذاتِ والاصفات کو حاصل تھے۔ چنانچہ وُہ فرماتے ہیں:

۱
بہ ذان علا الطوفان نوحٌ وقد نجا
بہ من نجا من قومہ فی السفینۃ

آپ کے سبب نوح علیہ السلام طوفان پر غالب رہے اور کشتی میں جو اُن کے ساتھ رہا اُسی نے نجات پائی۔

۲
وغاض لہ ما فاض عنہ استجادۃ
وجدا الی الجودیّ بہا فاستقرت

اور وہ کثرت سے بہنے والا پانی اُن کے لیے خشک ہو گیا۔ وہ کشتی کو جُودی پہاڑ کی جانب لے گئے جہاں وُہ ٹھہر گئی۔

۳
وسار ومتن الریح تحت بساطہٖ
سلیمان بالجیشین فوق بسیطۃ

حضرت سلیمان علیہ السلام نے دونوں لشکروں سمیت فضاؤں کی سیر کی اور اُن کا بستر ہوا کی پشت پر ہوتا تھا۔

۴
وقبل ارتداد الطرف احضر من سبا
لہ عرش بلقیس بغیر مشقۃ

اُن کے حضور بلقیس کا تخت، سبا قبیلے سے بغیر کسی مشقت کے چشم زدن میں حاضر کر دیا گیا۔

۵
واُخمد ابراھیم نار عدوہ
وعن نورہ عادت لہ روض جنۃ

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے دُشمن کی آگ کو بجھا دیا اور آپ کے نور سے وُہ اُن کے لیے جنت کا باغیچہ بن گئی۔

۶
ولما دعا الاطیار من کل شاھق
وقد ذبحت جاءتہ غیر عصیۃ

جب اُنھوں نے مذبوح پرندوں کو پہاڑ کی ہر چوٹی سے بلایا تو وہ نافرمانی کیے بغیر حاضرِ بارگاہ ہو گئے۔

۷
ومن یدہ مُوسیٰ عصاہ تلقفت
من السحر اھوالاً علی النفس شقت

اور آپ کے ہاتھ سے عصائے موسیٰ نے جادو کے اُن سانپوں کو نگل لیا جو جان پر بنا دینے والے تھے۔

۸
ومن حجر اجری عیونا بضربۃ
بھا دیمًا سقّت وللبحر شقّت

ایک ضرب کے ساتھ پتھر سے پانی کے چشمے بہ نکلے گویا وہ سیراب کرنے والی بارش تھی اور ان کیلئے سمندر پھٹ گیا۔

marfat.com

ویوسف اذ اُلقی البشیر قمیصه — 9 — اور بشارت دینے والے نے جب حضرت یوسف علیہ السلام کی
علی وجه یعقوب الیه بأوبة — قمیص حضرت یعقوب علیہ السلام کے چہرے پر پلٹ کر ڈالی۔
رآه بعین قبل مقدمه بکی — 10 — اُنھوں نے آنے سے پہلے اسے دیکھ پایا تھا، شوقِ ملاقات
علیه بها شوقاً الیه فکفت — میں روتے رہے کہ آنکھ رُک گئی۔
وفی آل اسرائیل مائدة من — 11 — حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خاطر آلِ اسرائیل میں آسمان
السماء لعیسیٰ انزلت ثم مدت — سے دسترخوان نازل ہوا اور وہ بچھایا گیا۔
ومن اکمه أبری ومن وضح عدا — 12 — پیدائشی نابینائی سے نجات دی اور بڑھنے والے مرض
شفی واعاد الطین طیراً بنفخة — (کوڑھ) سے شفا دی اور مٹی کے پرندے کو پھونک مار کر اڑا دیتے۔
وسر انفعالات الظواهر باطناً — 13 — ان ظاہری معجزات کا باطنی بھید آپ (سیدالمرسلین) میں جو
عن الاذن ما القت باذنك صیغت — بھی صورت آپ کے کان میں ڈالی گئی ہو۔
وجاء باسرار الجمیع مفیضها — 14 — آپ (سارے انبیائے کرام کے) تمام اسرار لے کر تشریف لائے اور
علینا لهم ختماً علی حین فترة — اس وقت ہمیں مستفیض فرمایا جبکہ انبیاء کی آمد کا سلسلہ منقطع تھا۔

ان اشعار کے شارح شیخ عبدالرزاق کاشانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مذکورہ معجزات اور ان کے مثل وہ دوسرے بے شمار جو دیگر انبیائے کرام سے ظاہر ہوئے. وہ نبی آخر الزماں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں سارے پائے جاتے ہیں جیسا کہ شیخ عمر بن فارض رحمۃ اللہ علیہ نے آخری شعر میں فرمایا ہے کہ: وجاء باسرار الجمیع مفیضها۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمام انفعالات کے اسرار لے کر جلوہ آرائے گیتی ہوئے اور وہ انفعالات ہی اُن معجزات کے آثار ہیں جو انبیائے کرام کو حاصل تھے۔ ہمارے آقا و مولیٰ سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر نبوت و رسالت کا سلسلہ ختم ہو گیا۔ خاتم ہونے کے سبب آپ نے یہ واضح فرما دیا کہ آپ نے انبیائے کرام کے اُن تمام اسرار کو جمع کر لیا ہے جو آثار کے مبادی اور انفعالات ہیں کیونکہ،

جمیع القرآن هو صورة تفاصیل — سارا قرآن کریم ہی نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
احواله واخلاقه صلی اللہ علیه وسلم — کے حالات و کمالات کی تفصیلی صورت ہے، جیسا کہ
کما قالت عائشة رضی اللہ عنها — حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا

marfat.com

حین سئلت عن خلق رسول اللہ	جب اُن سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
صلی اللہ علیہ وسلم کان خلقہ	کے اخلاق کے بارے میں پوچھا گیا۔ انھوں نے
القرآن فجمیع الانبیاء مظاھر	فرمایا کہ قرآن آپ کا خلق تھا۔ پس سارے
تفاصیل احوالہ واخلاقہ	انبیائے کرام آپ کے حالات و کمالات کے تفصیل
علیہ الصلوٰۃ والسلام	مظاہر ہیں۔ علاوہ بریں ہر نبی اور رسول آپ کے
قد بدا للخلق فی صورۃ کل نبی	اسرار میں سے کسی ایک بھید کے ساتھ مخلوق کے لیے
ومرسل سر من اسرارہ صلی اللہ	جلوہ گر ہوا (علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام) اور
علیہ وسلم وکان ای ذلک النبی	ہر نبی جو اپنی قوم کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے کے لیے
داعیًا الی اللہ تعالیٰ قومہ بذلک	دنیا میں تشریف لایا وہ اسی بھید کے باعث محمد
السر بتبعیۃ الرسول علیہ الصلوٰۃ	رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ماتحتی میں اپنا
والسلام کما قال ای ابن فارض	فرض ادا کرتا رہا، جیسا کہ ابن فارض رضی اللہ تعالیٰ
رضی اللہ عنہ ۔ (ص ۱۰۳)	عنہ نے فرمایا ہے کہ:

وَمَا مِنْهُمْ اِلَّا وَقَدْ كَانَ دَاعِيًا
بِهٖ قَوْمَهٗ لِلْحَقِّ عَنْ تَبْعِيَّةٖ

یعنی کوئی نبی دنیا میں ایسا نہیں آیا جس نے اپنی قوم کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلایا ہو مگر وہ آپ کا متبع ہو کر آیا۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے جس طرح باقی انبیائے کرام آپ کے تفصیلی اسرار کے باعث اپنی اپنی قوم کی طرف رسول بن کر آتے تھے اسی طرح فخرِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد آپ کی اُمت کے علمائے کرام اِس بات میں پہلے انبیائے کرام کی طرح ہیں کہ یہ بھی آپ کے اِتباع میں مخلوقِ خدا کو حق کی دعوت دیتے ہیں۔ یہ اس وجہ سے ہے کہ ان حضرات نے سرورِ کون ومکاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اسرار واحوال واخلاق کی تفاصیل سے علیٰ قدرِ مراتب حصہ پایا ہے، لیکن اِنھیں نبی ہرگز نہیں کہہ سکتے کیونکہ یہ نبوت کا سلسلہ ختم ہو جانے کے بعد پیدا ہوئے جبکہ باقی انبیائے کرام نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پہلے پیدا ہوتے تھے۔ امام ابن فارض رحمۃ اللہ علیہ نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زبان میں فرمایا ہے:

marfat.com

وَاَهُلُ تَلَقِّي الرُّوْحِ بِاسْمِيْ دَعَوْا اِلٰى
سَبِيْلِيْ وَحَجُّوا الْمُلْحِدِيْنَ بِحُجَّتِيْ

اس کے شارح امام کاشانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تلقی سے مراد پکڑنا اور تلقی الروح سے انبیائے کرام مراد ہیں۔ روح سے مراد حضرت جبرئیل علیہ السلام ہیں اور سبیل سے مراد طریق توحید۔ اسم سے مراد اسمائے الٰہیہ ہیں جو ہر ایک شے پر غالب ہیں، جس کے ساتھ ہر ایک نبی نے اپنی قوم کو دعوت حق دی اور اس نبی کا اعجاز اسی اسم کا نتیجہ ہوتا ہے، جیسے اسم مُحْیِی ہے جس کے ساتھ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے مُردوں کو زندہ کیا اور اپنی قوم کو اس معجزے کی مثل لانے سے عاجز کر دیا، جو اُن کی نبوت و صداقت کی دلیل ہوا اور اس کے باعث منکرین پر غلبہ پایا اور حجت کے ساتھ غالب رہے۔ مُلحد وہ لوگ ہیں جو سیدھی راہ اور دینِ مستقیم سے پھرے ہوئے ہوں۔

انبیائے کرام علیہم السلام نے جبرئیل علیہ السلام سے وحی حاصل کر کے مخلوق خدا کو راہِ توحید کی جانب دعوت دی۔ جن اسمائے الٰہیہ کی خصوصیت انھیں مرحمت فرمائی گئی ہو، جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے قوم کو اسم الٰہی خالق، محیی اور مبرئی کے ذریعے قوم کو دعوت دی جیسا کہ یہ ارشادِ الٰہی اس بات پر دلالت کرتا ہے:

وَاِذْ تَخْلُقُ مِنَ الطِّيْنِ۔ [1] اور جب تو مٹی سے بناتا ہے۔

اور وہ میری حجت کے ساتھ منکرین پر غالب آئے اور عیسیٰ علیہ السلام نے اُن سے مطالبہ کیا کہ ان معجزات کی مثل پیش کریں۔ وہ سعیِ بسیار کے باوجود اُن کی مثل لانے پر قادر نہ ہوسکے۔

انبیائے کرام نے حجتوں کو صدور کے لحاظ سے اپنی جانب منسوب کیا اور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جانب حکایت کی۔ اس کے بعد امام ابن فارض نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جانب سے فرمایا ہے:

وَكُلُّهُمُ عَنْ سَبْقِ مَعْنَايَ دَائِرٌ
بِهٖ اَوْ اَرِيْ اَوْ وَارِدٌ مِّنْ شَرِيْعَتِيْ

شارح علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ کُلُّهُمْ سے دیگر سارے انبیائے کرام اور مَعْنَايَ سے

---

[1] پ ۷، سورۂ المائدہ، آیت ۱۱۰

marfat.com

حقیقتِ محمدیہ مراد ہے جو تمام انبیائے کرام کی روحوں سے مقدم ہے اور بہ اَبُوَّتی سے مراد سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نبوت ہے۔ امام ابن فارض رحمۃ اللہ علیہ نے فخرِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا باقی تمام انبیائے کرام سے مقدم ہونا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جانب سے یُوں بیان کیا ہے:

وَاِنِّی وَاِنْ کُنْتُ ابْنَ اٰدَمَ صُوْرَۃً

فَلِیْ فِیْہِ مَعْنًی شَاھِدٌ بِاَبُوَّتِیْ

امام کاشانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی شرح میں فرمایا ہے کہ: میں (سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) حضرت آدم علیہ السلام کی اصل اور اُن کا معنوی باپ ہوں۔ اگرچہ ظاہر صورت میں اُن کی فرع اور بیٹا ہوں[1]۔ یہ اس وجہ سے ہے کہ حقیقتِ محمدیہ اور آپ کی معنویت وہ رُوح اضافی ہے جس سے آدم علیہ السلام میں رُوح پھونکی گئی۔ حضرت آدم علیہ السلام کی رُوح اور معنویت یہی ہے۔ پس حقیقتِ محمدیہ ہی حقیقتِ آدم کی اصل ہے۔ اس کے بعد امام ابن فارض رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے:

۱۹ ونفسی عن حجر التحلی برشدھا
وتخلت وفی حجر التجلی تربت

میرا نفس ہدایت یافتہ ہونے کے باعث زیب و زینت کی قید سے آزاد ہے اور تجلی کے گھیرے میں متواضع ہے۔

۲۰ وفی المھد حزب الانبیاء وفی عنا
صری لوحی المحفوظ والفتح سورتی

گہوارے میں بھی میری جماعت انبیائے کرام پر مشتمل تھی اور میرے عناصر میں میری لوحِ محفوظ اور سورۂ فتح ہے۔

۲۱ وقبل فصالی دون تکلیف ظاھری
ختمت بشرعی الموضحی کل شرعة

دودھ چھوڑنے اور تکلیف ظاہری سے قبل میں نے اپنی شریعت کے ساتھ ہر شریعت کو ختم کر دیا تھا۔

۲۲ فھم والالی قالوا بقولھم علی
صراطی لم یعدوا مواطی مشیتی

پس وہ اور جنہوں نے اُن جیسی بات کی (یعنی اولیاء) وہ میری راہ پر ہیں اور میرے قدموں کے نشانات سے آگے نہیں بڑھتے۔

امام کاشانی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ جن انبیائے کرام نے شریعتوں کو

---

[1] اسی لیے امام احمد رضا خاں بریلوی علیہ الرحمۃ نے فرمایا ہے: ؎

ظاہر میں میرے پھول حقیقت میں میرے نخل
اس گل کی یاد میں یہ صدا ابوالبشر کی ہے

marfat.com

واضح طور پر بیان کیا اور جن حضرات نے اُن کی نشر و اشاعت کی اور اپنے نبی کی شریعت سے تمسک کیا، ایسے لوگ اولیاء اللہ اور میرے سیدھے راستے پر گامزن ہیں۔ ایسے لوگوں کا یہ حال ہوتا ہے کہ میرے نقوش قدم سے ذرا بھی اِدھر اُدھر نہیں ہوتے۔ یہ اس وجہ سے ہے کہ ان میں سے ہر ایک کے اندر میں ایک معین وصف اور اسم خاص کے ساتھ جلوہ گر ہوتا ہوں میں اُن کے ذریعے اپنے اوصاف اور اسماء کا مظاہرہ کرتا رہتا ہوں۔ پس حقیقت میں صراطِ مستقیم پر چلنے والا میں ہوں اور باقی سب میرے قدموں کے نشانات کی پیروی کرنے والے ہیں۔ حبیب فخرِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کمالات جو انبیائے کرام اور اولیائے عظام میں منقسم ہو کر متفرق ہو چکے تھے آپ کی ذات میں علیٰ وجہ الکمال جمع ہوئے، تو وہ تمام حضرات آپ کے زیرِ تصرف آ گئے (کیونکہ اُن میں سے ہر ایک آپ کی فرع ہے اور ہر کوئی اسی آسمانِ کمال کے مہرِ درخشاں سے منور ہو کر اپنی تابانی دکھاتا رہا ہے)۔ اسی لیے امام ابن فارض رحمۃ اللہ علیہ نے سرورِ کون و مکاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زبان میں فرمایا ہے:

فیُمن الدعاۃ السابقین علیّ ۲۳ مجھ سے پہلے اللہ کی طرف بُلانے والوں کی برکت میرے دائیں

یمینی ولیسر اللاحقین بیسرتی ہاتھ میں ہے اور بعد والوں کی آسانی میرے بائیں ہاتھ میں ہے۔

فلا تحسبن الامر عنی خارجاً ۲۴ حکم کو مجھ سے خارج شمار مت کرو، کیونکہ کوئی اس وقت

فما ساد الا داخل فی عبودتی تک سردار نہیں ہو سکتا جب تک میری تابعداری نہ کرے۔

امام کاشانی رحمۃ اللہ علیہ نے اِن کی شرح کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ دعوت و تکمیل کے کام کو مجھ (نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) سے باہر گمان نہ کرنا کیونکہ جب تک کوئی میرا اطاعت گزار اور پیروکار نہیں بن جاتا اُس وقت تک کسی قوم کا سردار نہیں ہو سکتا کیونکہ میں قطبِ وجود، اصلِ شہود اور ماخذ الشہود ہوں، جیسا کہ امام ابن فارض علیہ الرحمۃ نے فرمایا ہے:

فَلَوْلَایَ لَمْ یُوْجَدْ وُجُوْدٌ وَّلَمْ یَکُنْ

شُھُوْدٌ وَّلَمْ تُعْھَدْ عُھُوْدٌ بِذِمَّۃٖ

شارح علیہ الرحمۃ نے فرمایا ہے کہ موجودات کے ہر وجود کی اصل محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وجود ہے کیونکہ آپ ساری کائنات کے لیے رُوحِ اعظم کی صورت میں ہیں اور آپ ہی رابطۂ ایجاد ہیں۔

marfat.com

مکاشفہ والوں کو شہود کی نعمتِ عظمٰی آپ ہی کے سبب ملتی ہے، کیونکہ شہود رُوح کی صفت اور فخرِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رُوحِ مقدس تمام رُوحوں کی اصل ہے۔ اسی طرح معاہدوں کی رعایت اور ذمہ داری کا پورا کرنا بھی آپ کے باعث ہے، کیونکہ پہلے آپ کے لیے ہی روزِ میثاق میں وعدہ لیا گیا تھا، جو لبعد میں پُورا ہُوا۔ پس یہ ہر عہد کرنے والے نے اپنے اُس عہد کو پُورا کیا جو روزِ اوّل اُس سے عہد لیا گیا تھا۔ یہ عہد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عہد سے مستفاد ہے پھر امام ابن فارض رحمۃ اللہ علیہ نے اِس اجمال کی تفصیل پیش کرنے کی خاطر شرح و بسط سے لکھا ہے۔ چنانچہ وہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جانب سے فرماتے ہیں:

فلاحيي الا عن حياتي حياته ۲۶ کوئی زندہ نہیں مگر وہ میری حیات سے زندہ ہے اور ہر ایک
وطوع مرادی کل نفس مريدة — صاحبِ ارادہ میرے ہی مقصد کی پیروی کرتا ہے۔

ولا قائل الا بلفظی محدث ۲۷ کوئی بولنے والا نہیں مگر وُہ میرے لفظوں سے بولتا ہے
ولا ناظر الّا بناظر مقلتی — اور کوئی دیکھنے والا نہیں مگر میری آنکھ سے دیکھتا ہے۔

ولا منصت الا بسمعی سامع ۲۸ ہر خاموشی سے سُننے والا میرے ہی کان سے سُنتا ہے اور
ولا باطش الا بأزلی و شدتی — ہر پکڑنے والا میرے ہی حکم سے پکڑتا ہے۔

ولا ناطق غیری ولا ناظر ولا ۲۹ میرے سوا نہ کوئی بولنے والا ہے اور نہ دیکھنے والا اور
سميع سوائی من جميع الخليقة — نہ ساری مخلوق میں میرے سوا کوئی سننے والا ہے۔

شارح علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خبر دی ہے کہ آپ کا وجودِ پاک عالمِ شہادت، عالمِ غیب، عالمِ ملکوت اور عالمِ جبروت سب کو شامل ہے اور آپ کے ظہور کے عموم کو امام موصوف نے یُوں بیان فرمایا ہے:

وفی عالم الترکیب وفی کل صورة ۳۰ عالمِ ترکیب (عالمِ شہادت) کے اندر میں ہر صورت میں
ظهرت بمعنی عنه بالحسن زينت — اس انداز سے ظہور پذیر ہُوا کہ میرے حُسن نے سب کو مزین کر رکھا ہے۔

وفی کل معنی لم تبنه مظاهری ۳۱ میں ہر اُس معنی میں جلوہ گر اور متصور ہوں جو میرے مظاہر
تصورت لا فی هيئة هيكلية — ظاہر کرتے ہیں لیکن جسمانی ہیکل میں نہیں۔

وفیما تراه الروح کشف فراسة ۳۲ اور رُوح جنہیں فراست کے کشف سے دیکھتی ہے میں لطیف

marfat.com

خفیت عن المعنی المعنی مبدقۃ   ہونے کے باعث اُن میں معانی کی طرح چھپا ہُوا ہوں

امام کاشانی رحمۃ اللہ علیہ مذکورہ اشعار کی شرح کرتے ہُوئے فرماتے ہیں کہ گویا نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یُوں فرما رہے ہیں کہ مَیں عالمِ شہادت کے اندر، جو ترکیب اور صورتوں کی دنیا ہے، ہر صورت میں اپنا حُسن وجمال دکھا رہا ہُوں، جس سے صورتیں مزیّن ہیں اور عالمِ غیب جو عالمِ شہادت کا باطن ہے، اُس میں ہر معنی کا مقصود ہوں۔ ظاہری وجود جو میرے مظاہر ہیں وہ مقصود کو ظاہر نہیں کر سکتے، کیونکہ وہاں میں معنوی شکل سے متصور ہوں جسمانی ہیکل میں نہیں اور عالمِ ملکوت و عالمِ جبروت جو باطن کا اور غیب کا غیب ہے وہاں فکری صورت سے اپنی لطافت کے باعث اسماء وصفات کی صُورت میں چُھپا ہُوا ہوں، جس کو کشف، فراست اور بداہت کے طور پر رُوح دیکھتی ہے، جو محتاجِ فکر ونظر نہیں۔ یعنی میں وُہ ذات ہوں جو حِس کے لیے صورتِ حسیہ میں، عقل کے لیے صورتِ عقلیہ میں اور رُوح کے لیے رُوحانی صورت میں موجود ہوں لیکن روحانی صورت میں عقل سے مخفی ہُوں جو معانی مطلوبہ کا ادراک کرتی ہے جیسے صورتِ عقلیہ میں حواس سے پوشیدہ ہُوں جو صورتوں کا ادراک کرتے ہیں[۱]۔ وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہٖ محمّد وعلیٰ اٰلہٖ وصحبہٖ اجمعین۔

---

[۱] ان مضامین کو مجدّدِ مائۃ حاضرہ قدس سرّہٗ نے یُوں بیان کیا ہے:

زمین و زماں تمہارے لیے، مکین و مکاں تمہارے لیے | چُنین و چُناں تمہارے لیے، بنے دو جہاں تمہارے لیے
دہن میں زباں تمہارے لیے، بدن میں ہے جاں تمہارے لیے | ہم آئے یہاں تمہارے لیے، اُٹھیں بھی وہاں تمہارے لیے
فرشتے خدم، رسولِ حشم، تمامِ اُمم غلامِ کرم | وجود و عدم، حدوث و قدم، جہاں میں عیاں تمہارے لیے
اصالتِ کُل، امامتِ کُل، سیادتِ کُل، امارتِ کُل | حکومتِ کُل، ولایتِ کُل، خدا کے یہاں تمہارے لیے
تمہاری چمک، تمہاری دمک، تمہاری جھلک، تمہاری مہک | زمین و فلک، سماک و سمک میں سکہ نشاں تمہارے لیے
وُہ کنزِ نہاں، یہ نورِ فشاں، وُہ کُن سے عیاں، یہ بزمِ فکاں | یہ ہر تن و جاں، یہ باغِ جناں، یہ سارا سماں تمہارے لیے
یہ شمس و قمر، یہ شام و سحر، یہ برگ و شجر، یہ باغ و ثمر | یہ تیغ و سپر، یہ تاج و کمر، یہ حکمِ رواں تمہارے لیے

نہ رُوحِ امیں، نہ عرشِ بریں، نہ لوحِ مبیں، کوئی بھی کہیں
خبر ہی نہیں جو رمزیں کُھلیں ازل کی نہاں تمہارے لیے

[۲] ؎ خدا بھی نہیں ہو، جُدا بھی نہیں جو
نرالے ہو انساں ہونے کے والی
(اختر شاہجہانپوری)

marfat.com

امام عزّ الدین بن عبدالسلام

رحمۃ اللہ علیہ

کے

فرمودات گرامی

marfat.com

افضلیتِ مصطفیٰ

امام کبیر، سلطان العلماء، مولانا عز الدین بن عبد السلام شافعی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۶۶۰ھ) نے اپنی تصنیفِ لطیف بدایۃ السول فی تفضیل الرسول میں تسمیہ و تحمید کے بعد فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سرورِ کون و مکاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر احسان فرماتے ہوئے اور آپ کی قدر و منزلت اپنی بارگاہ میں دکھاتے ہوئے فرمایا ہے:

وَاَنْزَلَ اللّٰہُ عَلَیْکَ الْکِتٰبَ	اور اللہ نے تم پر کتاب اور حکمت
وَالْحِکْمَۃَ وَعَلَّمَکَ مَالَمْ تَکُنْ	اتاری اور تمہیں سکھا دیا جو کچھ تم نہ
تَعْلَمُ وَکَانَ فَضْلُ اللّٰہِ عَلَیْکَ	جانتے تھے اور اللہ کا تم پر بڑا فضل
عَظِیْمًا۔ [1]	ہے۔
وَلَقَدْ فَضَّلْنَا بَعْضَ النَّبِیّٖنَ	اور بیشک ہم نے نبیوں میں ایک کو
عَلٰی بَعْضٍ۔ [2]	دوسرے پر بڑائی دی۔
تِلْکَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَھُمْ	یہ رسول ہیں کہ ہم نے ان میں ایک کو دوسرے
عَلٰی بَعْضٍ مِنْھُمْ مَّنْ کَلَّمَ اللّٰہُ	پر افضل کیا۔ ان میں سے کسی سے اللہ نے
وَرَفَعَ بَعْضَھُمْ دَرَجٰتٍ۔ [3]	کلام فرمایا اور کوئی وہ ہے جسے سب پر درجوں بلند کیا۔

ان آیات میں پہلی فضیلت یہ ہے کہ دوسروں پر فضیلت دینے سے مدح فرمائی ہے۔ دوسری یہ فضیلت کہ مفاضلت کو بدرجہا زیادہ بتایا اور درجات کو اسم نکرہ کے طور پر استعمال کیا جو تعظیم پر دلالت کرتا ہے۔ اس کا یہ مطلب ہوا کہ آپ کو مقامِ رفیع و منصبِ عظیم مرحمت فرمایا گیا ہے۔ دوسرے انبیائے کرام علیہم السلام پر اللہ تعالیٰ نے ہمارے آقا و مولیٰ سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بوجوہ افضلیت مرحمت فرمائی ہے۔

---

[1] پ ۵، سورۃ النساء، آیت ۱۱۳
[2] پ ۱۵، سورۂ بنی اسرائیل، آیت ۵۵
[3] پ ۳، سورۂ البقرہ، آیت ۲۵۳

marfat.com

وجہ نمبر ۱: آپ سب کے سردار ہیں جیسا کہ فخرِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:
میں آدم علیہ السلام کی ساری اولاد کا سردار ہوں اور یہ فخر کے طور پر نہیں کہتا۔ سردار وہ ہوتا ہے
جو اعلیٰ صفات اور بلند اخلاق کے ساتھ متصف ہو۔ پس ظاہر ہُوا کہ آپ دونوں جہانوں میں
افضل ہیں۔ دنیا میں اِس طرح کہ آپ مذکورہ اخلاق سے موصوف ہیں اور آخرت میں اِس طرح
کہ وُہ جہان اوصاف و اخلاق کی جزا پر مرتب ہے۔ جب محاسن و محامد کے لحاظ سے آپ کو دنیا
میں فضیلت حاصل ہے تو مراتب و درجات کے لحاظ سے آخرت میں فضیلت حاصل ہوگی۔
نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انا سید ولد آدم ولا فخر اس لیے
فرمایا ہے کہ اللہ جل شانہٗ کی بارگاہ میں جو آپ کی قدر و منزلت ہے، اُس کو اپنی اُمت پر ظاہر
فرمائیں۔ جب کوئی شخص اپنی تعریف خود کرے تو اُس میں فخر و غرور کا عنصر کارفرما ہوتا ہے، بایں
وجہ فخرِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اِس کا دفعیہ ضروری سمجھا کہ کوئی دوسروں پر آپ کو قیاس
کر کے جہالت کی رُو سے اِس وہم و گمان بد میں گرفتار نہ ہو جائے کہ آپ نے بھی یہ فخر و غرور
کے طور پر فرمایا ہوگا۔ لہٰذا فرمانِ رسالت ہوا ولا فخر۔
وجہ نمبر ۲: اسی سلسلے میں سرورِ کون و مکاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے روز
لواء الحمد میرے ہاتھ میں ہوگا اور یہ فخر و غرور کے طور پر نہیں کہتا۔
وجہ نمبر ۳: اِس ضمن میں آپ نے یہ بھی فرمایا ہے: آدم علیہ السلام اور اُن کے سوا سارے
انسان قیامت کے روز میرے جھنڈے کے نیچے ہوں گے اور یہ فخر یہ نہیں کہتا۔ یہ خصائص
اِس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ آپ کا مرتبہ حضرت آدم علیہ السلام اور دیگر جملہ انبیائے کرام سے
بلند و بالا ہے۔ یہاں تفضیل کا مطلب خصوصی مناقب و مراتب ہیں۔
وجہ نمبر ۴: بیشک اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ خبر دی تھی کہ آپ کی اگلی
اور پچھلی لغزشیں (اگر ان کا کوئی وجود ہو تو) معاف فرما دی گئی ہیں۔ یہ کہیں منقول نہیں کہ
کسی نبی نے اپنے متعلق اِس قسم کی خبر دی ہو بلکہ یہ ظاہر ہے کہ اُنھوں نے ایسی کوئی خبر نہیں
دی، اِسی لیے قیامت میں جب اُن سے شفاعت کرنے کی درخواست کی جائے گی تو ہر ایک
اپنی لغزش (وُہ افعال جو صورتاً ظاہری طور پر لغزش معلوم ہوتے ہیں لیکن حقیقت میں اُن کے

marfat.com

اندر لغزش کا شائبہ تک نہیں پایا جاتا) کو یاد کر کے، جو سرزد ہوئی، نفسی نفسی پکارے گا۔ اگر اُن میں کسی کو بھی یہ معلوم ہوتا کہ اُن کی لغزشیں معاف فرما دی گئی ہیں تو شفاعت کے نام سے جھجکنے کا سوال ہی نہ پیدا ہوتا۔ لیکن جب نبی آخر الزماں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مخلوقِ خدا شفاعت کی درخواست کرے گی تو آپ اَنَا لَهَا فرمائیں گے یعنی شفاعت کے لائق میں ہوں (کیونکہ شفیع المذنبین صرف آپ ہیں)۔ ؎۱

وجہ نمبر ۵: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی وہ فردِ واحد ہیں جو سب سے پہلے شفاعت فرمائیں گے اور آپ کی شفاعت سب سے پہلے قبول فرمائی جائے گی۔ اِس میں آپ کی جملہ انبیائے کرام سے تخصیص اور افضلیت پائی جاتی ہے۔

وجہ نمبر ۶: شفاعت آپ کا ایثار ہے کہ اپنی ذات کے لیے دُعا کرنے کے بجائے اُمت کی شفاعت کرنا پسند فرمایا۔ حالانکہ ہر نبی کو اختیار دیا گیا تھا کہ وہ دُعا کریں جو قبول فرمائی جائے گی۔ اُن حضرات نے جلدی کی اور دنیا ہی میں اپنی اپنی دعا کر لی اور وہ قبول ہوئیں۔ سرورِ کون و مکاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی دُعا کو اُمت کی شفاعت کرنے کے لیے آخرت پر اٹھا رکھا تھا۔

وجہ نمبر ۷: بیشک اللہ تعالیٰ نے محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیاتِ مبارکہ کی قسم کھائی ہے۔ قرآنِ کریم میں ہے:

لَعَمْرُكَ اِنَّهُمْ لَفِیْ سَكْرَتِهِمْ يَعْمَهُوْنَ۔ ؎۲ — اے محبوب! تمھاری جان کی قسم، بے شک وہ اپنے نشہ میں بھٹک رہے ہیں۔

آپ کی حیاتِ مبارکہ کی قسم کھانا حیاتِ مصطفیٰ کی عزت و عظمت پر دلالت کرتا ہے اور یہ واضح

؎۱
اَنَا طَامِعٌ بِالْجُوْدِ مِنْكَ وَلَمْ يَكُنْ
لِاَبِیْ حَنِيْفَةَ فِی الْاَنَامِ سِوَاكَ (امام اعظم)

بخشوا ہی دیجیے بدکار اختر کے گناہ
آپ کو دشوار اے جانِ جہاں کچھ بھی نہیں (اختر شاہجہانپوری)

؎۲ پ ۱۴، سورۂ الحجر، آیت ۲۔

marfat.com

کرتا ہے کہ قسم کھانے والے کو وہ سب سے عزیز ہیں اور فخرِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیاتِ مبارکہ ہی اِس لائق ہے کہ اُس کی قسم کھائی جائے کیونکہ عام اور خاص ہر قسم کی برکتیں اسی سے وابستہ ہیں اور یہ شرف کسی دوسری ہستی کے لیے ثابت نہیں ہے۔

وجہ نمبر ۸ : اللہ تعالیٰ نے پکارنے میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو عزت وعظمت بخشی کہ آپ کو پیارے ناموں اور اچھے اوصاف والے القاب سے مخاطب کیا مثلاً یَآ اَیُّہَا النَّبِیُّ۔ یَآ اَیُّہَا الرَّسُوْلُ ـــــ اور یہ خصوصیت کسی دوسری ہستی کے لیے ثابت نہیں ہے بلکہ باقی ہر نبی کو اُس کے نام سے مخاطب فرمایا گیا ہے۔ مثلاً یَآ اٰدَمُ اسْکُنْ اَنْتَ وَزَوْجُکَ الْجَنَّۃَ ـــــ یَا عِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ اذْکُرْ نِعْمَتِیْ عَلَیْکَ ـــــ یَا مُوْسٰی اِنِّیْٓ اَنَا اللّٰہُ ـــــ یَا نُوْحُ اھْبِطْ بِسَلٰمٍ مِّنَّا ـــــ یَا دَاؤدُ اِنَّا جَعَلْنٰکَ خَلِیْفَۃً فِی الْاَرْضِ ـــــ یَا یَحْیٰی خُذِ الْکِتٰبَ بِقُوَّۃٍ ۔ وغیرہ

اور یہ بات کسی پر مخفی نہیں کہ آقا جب اپنے کسی غلام کو اُس کے اعلیٰ اوصاف اور بلند اخلاق کا ذکر کرکے بُلائے لیکن دوسرے غلاموں کو اُن کے نام سے پکارے اور کسی وصف یا خُلق کا ذکر نہ کرے تو ظاہر ہے کہ جسے اعلیٰ اوصاف اور بلند اخلاق کے ذکر سے بلایا گیا، وہ ان سب سے افضل ہے جنھیں اُن کے ناموں سے پکارا گیا اور بطور عرفِ عام یہ بات یقینی طور پر معلوم ہے کہ جس کو اچھے ناموں اور اچھے اخلاق و اوصاف سے منسوب کرکے پکارا جائے وہ زیادہ قابلِ قدر ومنزلت ہے۔ اسی لیے کسی کہنے والے نے کہا ہے : ؎

لَا تَدْعُنِیْ اِلَّا بِیَا عَبْدَھَا!
فَاِنَّہٗ اَشْرَفُ اَسْمَائِیْ

وجہ نمبر ۹ : ہر ایک نبی کا معجزہ ختم ہو گیا ہے (یعنی اب اُس کی کوئی نشانی پائی نہیں جاتی) لیکن نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا معجزہ، جو قرآنِ عظیم کی صورت میں ہے، یہ قیامت تک باقی رہنے والا ہے۔

وجہ نمبر ۱۰ : نبیِ آخر الزماں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پتھر بھی سلام عرض کرتے تھے۔ ستونِ حنّانہ نے آپ کے فراق میں گریہ وزاری کی۔ ایسے امور کسی دوسرے نبی کے لیے ثابت

marfat.com

نہیں ہیں۔

وجہ نمبر ۱۱ : آپ کے معجزات میں سے کتنے ہی معجزے ایسے ہیں جو دوسرے انبیائے کرام کے معجزات سے زیادہ واضح ہیں اور اُن میں زیادہ اعجاز پایا جاتا ہے۔ مثلاً: آپ کی انگشت ہائے مبارک سے پانی جاری ہونا۔ یہ پتھر سے پانی بہہ نکلنے کی نسبت عادت کے زیادہ خلاف ہے کیونکہ بعض پتھر ایسے بھی ہیں جن سے پانی نکلتا ہے پس رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی انگلیوں سے پانی بہہ نکلنے والا معجزہ موسیٰ علیہ السلام کے لیے پتھر سے چشمے جاری ہونے والے معجزے سے زیادہ فضیلت و عظمت رکھتا ہے۔

وجہ نمبر ۱۲ : حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے مادرزاد اندھوں کو شفا دی جبکہ اُن کی آنکھیں اپنے مقام پر قائم تھیں۔ لیکن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایسی آنکھ کو درست فرما دیا جو باہر نکل کر رخسار پر لٹک رہی تھی۔ اِس میں دو طرح اعجاز ہے۔ ایک اپنی جگہ سے ہٹ جانے کے بعد آنکھ کو اُس کی اصلی جگہ پر لگا دینا۔ دوسرے بینائی کا ختم ہو جانے کے بعد واپس لوٹ آنا۔

وجہ ۱۳ : جن مُردوں کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے زندہ فرمایا یعنی کفر سے نکال کر ایمان کی دولت سے مالامال کیا یہ اُس اعجاز پر فضیلت رکھتا ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جسمانی مُردوں کو زندہ کیا تھا، کیونکہ جسمانی زندگی اور ایمانی زندگی میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔

وجہ نمبر ۱۴ : اللہ تعالیٰ ہر ایک نبی کے لیے اُس کی اُمت کے اعمال، اقوال اور احوال کے مطابق اجر و ثواب لکھتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اُمت تمام اہل جنت کا نصف ہے۔ نیز اللہ جل شانہٗ نے یہ بتایا ہے کہ اُمتِ محمدیہ سب سے بہتر اُمت ہے جو لوگوں کے لیے پیدا فرمائی گئی ہے۔ یہ باقی اُمم سے اِس لیے بہتر ہے کہ معارفِ الٰہیہ اور اچھے احوال، اقوال اور اعمال سے متصف ہے۔ پس کوئی معرفت، کوئی حالت، کوئی عبادت، کوئی قول اور فعل جو قربِ الٰہی کا ذریعہ بنتا ہے اور جس کا راستہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دکھایا اور اُس کی دعوت دی، ایسا نہیں مگر اُس پر عمل کرنے والے کو جتنا ثواب ملتا ہے اتنا ہی سرورِ کون و مکاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ملتا رہتا ہے کیونکہ فرمانِ رسالت مآب ہے:۔

جو ہدایت کی جانب لوگوں کو بلائے تو اُسے اِس تبلیغ و تذکیر کا ثواب ملے گا اور جتنے اشخاص

marfat.com

قیامت تک اُس پر عمل کریں گے اُن کے ثواب کے برابر بھی اُسے ثواب ملتا رہے گا۔ ظاہر ہے کہ کثرتِ ثواب کے لحاظ سے آپ جتنے مرتبے کو کوئی نبی نہیں پہنچ سکا۔

حدیث شریف میں آیا ہے کہ مخلوق ساری اللہ تعالیٰ کا عیال (بلحاظ رحمت) ہے۔ اُسے سب سے زیادہ وہ محبوب ہے جو اُس کی مخلوق کو زیادہ نفع پہنچائے۔ حبیب رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آدھے جنتیوں کو نفع پہنچایا ہے اور دیگر تمام انبیائے کرام نے باقی نصف کو۔ تو بارگاہِ الٰہی میں آپ کا مرتبہ آپ کے نفع کے اعتبار سے ہوگا۔ نیز اُمتِ محمدیہ میں جتنے بھی عارف ہیں اُن کی معرفت کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بھی اجر ملے گا، جو آپ کے معارف کی جانب منسوب ہوں گے اور اُمتِ محمدیہ کے ہر صاحبِ حال کے مطابق آپ کو ثواب حاصل ہوگا جو آپ کے ثواب میں ضم ہوتا رہے گا۔ نیز ہر صاحبِ کلام جو قُربِ الٰہی حاصل کرتا ہے اُس کے ثواب کے مثل آپ کو حاصل ہوگا، جو آپ کے تبلیغ رسالت کے کام میں شامل ہوتا رہے گا اور کوئی عمل ایسا نہیں جو قُربِ الٰہی حاصل کرنے کی غرض سے کیا جائے گا، خواہ وہ نماز، زکوٰۃ، غلام آزاد کرنا، جہاد، بھلائی، نیکی، ذکرِ الٰہی، صبر، عفو اور درگزر کرنا وغیرہ اعمال ہوں، اُن کے ہر عامل کے برابر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اجر ملتا رہے گا اور آپ کے اپنے اعمال کے ساتھ شامل ہوتے رہیں گے۔

کوئی بلند درجہ اور رتبۂ عالی ایسا نہیں جو صرف کسی اور کو حاصل ہو چونکہ وہ آپ کے بتانے کے باعث حاصل ہُوا ہے لہٰذا آپ کو بھی اُس کے مثل ملے گا جو آپ کے مرتبے میں ضم ہوتا رہے گا اور آپ کے لیے یہ دُگنا اس طرح ہو جاتا ہے کہ اُمت سے جس کسی نے دوسرے کو ہدایت کی یا نیکی کا راستہ بتایا، تو اُس کے مثل آپ کو بھی اجر ملے گا اور آپ کے درجے و رتبے میں ضم فرمایا جائے گا اور یہ اجر آپ کے لیے اِس صورت میں دُگنا ہو جاتا ہے جیسے آپ کا کوئی اُمتی راہِ ہدایت کی طرف دعوت دیتا ہے یا کوئی اچھا طریقہ ایجاد کرتا تو جتنے آدمی اُس پر عمل کریں گے اُن کے مثل بتانے والے کو اجر ملے گا اور ہمارے آقا و مولیٰ سیّدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اجر اِس طرح دُگنا ہو جائے گا کہ اُن سارے عمل کرنے والوں اور ہدایت و دلالت کرنے والوں کے برابر آپ کو اجر ملے گا کیونکہ سب سے پہلے تو اُس پر آپ نے

marfat.com

دلالت فرمائی اور اُس مبلغ تک وہ حکم آپ کے ذریعے پہنچا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے شبِ اسریٰ میں اسی لیے تو گریہ فرمایا تھا کہ اُن کی اُمت سے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اُمت زیادہ تعداد میں جنت کے اندر داخل ہوگی۔ انھیں رشک آیا تھا، حسد کے طور پر نہیں روئے تھے جیسا کہ بعض جہلا کو وہم ہے وہ سرورِ کون ومکاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جیسا مرتبہ حاصل نہ کر سکے، اس بات پر افسوس کیا اور رونے لگے۔

وجہ نمبر ۱۵: اللہ تعالیٰ نے ہر ایک نبی کو خاص اُسی کی قوم کی جانب بھیجا لیکن ہمارے نبی محترم، نورِ مجسم، تاجدارِ عرب وعجم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تمام انسانوں اور جنوں کی طرف مبعوث فرمایا۔ ہر نبی کو اپنی اُمت کے مطابق تبلیغ کرنے کا ثواب ملے گا لیکن نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اُن سب کے مطابق ثواب ملے گا جن کی جانب آپ مبعوث فرمائے گئے ہیں۔ کبھی آپ کو تبلیغ کرنے کا ثواب ملے گا اور کبھی اُس کا سبب بننے پر۔ اسی احسان وانعام کے بارے میں اللہ جل شانہٗ نے فرمایا ہے:

وَلَوْ شِئْنَا لَبَعَثْنَا فِیْ كُلِّ قَرْيَةٍ نَّذِيْرًا۔ [۱]	اور ہم چاہتے تو ہر بستی میں ایک ڈر سنانے والا بھیجتے۔

صورتِ احسان یہ ہے کہ اگر ہر گاؤں اور شہر میں ایک ایک نبی بھیج دیا جاتا تو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنی تبلیغ کے مطابق ہی اجر اور مرتبہ ملتا کہ جتنا ایک گاؤں کی تبلیغ پر دوسروں کو ملا تھا۔

وجہ نمبر ۱۶: اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کوہِ طور اور مقدس وادی میں کلام فرمایا لیکن نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سدرۃ المنتہیٰ سے اُوپر مقامِ اعلیٰ میں ہمکلامی کا شرف بخشا۔

وجہ نمبر ۱۷: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ہم دنیا والوں میں سب سے

---

[۱] پ ۱۹، سورۂ الفرقان، آیت ۵۱

marfat.com

آخری اور قیامت میں سب سے پہلے ہیں۔ ساری مخلوق سے پہلے ہمارا حساب ہوگا اور سب سے پہلے جنت میں ہم داخل ہوں گے۔

وجہ نمبر ۱۸ : نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جیسے اپنی سیادت کا مطلق ذکر فرمایا ہے اسی طرح قیامت کے ساتھ مقید بھی کیا ہے، مثلاً فرمایا: میں قیامت کے روز آدم علیہ السلام کی اولاد کا سردار ہوں اور سب سے پہلے میں روضۂ انور سے باہر تشریف لاؤں گا اور سب سے پہلے میں شفاعت کروں گا اور سب سے پہلے میری شفاعت قبول ہوگی۔

وجہ نمبر ۱۹ : سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ قیامت کے روز ساری مخلوق میری جانب راغب ہوگی، حتیٰ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی۔

وجہ نمبر ۲۰ : آپ نے وسیلہ کے متعلق فرمایا ہے کہ وہ جنت میں ایک مقام ہے۔ اس کا حقدار اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے صرف ایک کو قرار دے گا اور مجھے امید ہے کہ وہ بندہ میں ہوں۔ پس جو میرے لیے وسیلہ کی دعا کرے گا اس کے لیے میری شفاعت ضروری ہو جائے گی۔

وجہ نمبر ۲۱ : فخرِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی امت سے ستر ہزار افراد بغیر حساب کتاب کے جنت میں داخل ہوں گے۔ یہ فضیلت کسی بھی دوسرے نبی کو حاصل نہیں ہوئی۔

وجہ نمبر ۲۲ : آپ کو جنت میں کوثر اور محشر میں حوض مرحمت فرمانے کا وعدہ ہو چکا ہے۔

وجہ نمبر ۲۳ : سرورِ کون و مکان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: نَحْنُ الْاٰخِرُوْنَ السَّابِقُوْنَ۔ ہم زمانے کے لحاظ سے آخری اور مناقب و محاسن کی رو سے سب پر سبقت لے جانے والے ہیں۔

وجہ نمبر ۲۴ : نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے (اور آپ کی امت کے لیے) غنیمت کا مال حلال ٹھہرایا گیا، جو آپ سے پہلے کسی کے لیے حلال نہیں ٹھہرایا گیا۔ امتِ محمدیہ کی صفیں صفوفِ ملائکہ کی طرح بنائی جائیں گی۔ ساری زمین آپ کے لیے مسجد اور پاک قرار دی گئی ہے۔ یہ فضائل آپ کی بلند و بالا قدر و منزلت پر دلالت کرتے ہیں۔

وجہ نمبر ۲۵ : اللہ جل شانہٗ نے آپ کے اخلاقِ عالیہ کی مدح فرمائی ہے کہ: اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ ۝ (بے شک تمہاری خو بو بڑی شان کی ہے)۔ بڑوں کا کسی کو بڑا سمجھنا اس کی انتہائی عظمت پر دلالت کرتا ہے۔ لیکن جو سب بڑوں سے بڑا ہے (یعنی اللہ تعالیٰ) اگر وہ کسی

marfat.com

چیز کی عظمت بیان کرے تو تمہارا کیا خیال ہے کہ وہ شے کس قدر عزت وعظمت کے لائق ہو گی۔

وجہ نمبر ۲۶ : اللہ تعالیٰ نے نبیِ آخر الزماں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے وحی کی جملہ اقسام میں کلام فرمایا اور وہ قسمیں تین ہیں :

۱۔ رؤیائے صادقہ

۲۔ کلام بغیر واسطہ

۳۔ وحی بذریعہ جبرئیل علیہ السلام۔

وجہ نمبر ۲۷ : نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی کتاب (قرآنِ کریم) میں توریت، زبور اور انجیل کے تمام علوم موجود ہیں اور طوالِ مفصل (لمبی سورتوں) کے ذریعے آپ فضیلت دیے گئے ہیں۔

وجہ نمبر ۲۸ : آپ کی اُمت کے عمل پہلے لوگوں سے کم (عمریں کم ہونے کے باعث) اور ثواب زیادہ ہے جیسا کہ احادیث میں وارد ہوا ہے۔

وجہ نمبر ۲۹ : اللہ تعالیٰ نے زمین کے خزانوں کی کنجیاں آپ کو عطا فرمائیں اور پوچھا کہ نبی بادشاہ بننا چاہتے ہو یا نبی عبد؟ آپ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے مشورہ کیا تو انھوں نے یہ مشورہ دیا کہ عاجزی اور تواضع اختیار فرمائیے۔ آپ بارگاہِ خداوندی میں عرض گزار ہوئے : اے پروردگار! میں نبی عبد رہنا چاہتا ہوں کہ ایک روز سیر ہو کر کھاؤں اور ایک روز بھوکا رہوں۔ جب بھوکا رہوں تو اللہ تعالیٰ سے دعا کروں اور جب سیر ہو کر کھاؤں تو اس کا شکر ادا کروں۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایسی حالت میں رہنا پسند فرمایا جس کے ذریعے ہر وقت اور ہر حالت میں خواہ تنگی ہو یا آسائش، راحت ہو یا مصیبت، اللہ جل شانہٗ کی طرف متوجہ رہیں۔

وجہ نمبر ۳۰ : اللہ تعالیٰ نے نبی آخر الزماں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سب جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے اور آپ کی اُمت کے نافرمانوں کو مہلت دی اور ان پر عذاب بھیجنے میں جلدی نہ کی اور انھیں باقی رکھا۔ اس کے برعکس دوسرے انبیائے کرام کی اُمتوں نے جب اپنے نبیوں کو جھٹلایا تو جلد ہی مبتلائے عذاب ہو جاتے تھے۔

فخرِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا حلم، عفو، صبر، درگزر کرنا، شکر گزاری

marfat.com

اور نرمی میں اخلاقِ عالیہ بہت ہی بلند تھا۔ آپ نے کبھی اپنی ذات کے لیے غصّہ نہیں فرمایا۔ آپ مکارمِ اخلاق کی تکمیل کے لیے رونق افزائے دہر ہوئے تھے۔ جو کچھ آپ کے خشوع و خضوع کے بارے میں منقول ہے کہ: کھانے، پینے، پہننے، رہنے سہنے، حُسنِ معاشرت، پاکیزہ عادات، اُمت کی بھلائی چاہنا، اقربا کے ایمان لانے کی حرص، رسالت کی ذمہ داریوں کو نبھانا، مسلمانوں پر مہربانیوں کا سلسلہ جاری رکھنا، کافروں پر سختی دکھانا، اللہ کے دین کی اعانت و نصرت کے لیے بھرپور کوشش کرنا، کلمۂ حق کا بلند کرنا، متوطن اور غریب الدیار ہونے کی صورتوں میں اپنی قوم اور دوسروں کی جانب سے پہنچنے والی تکالیف کا خندہ پیشانی سے استقبال کرنا، اِن میں سے بعض مناقب کلامِ الٰہی میں مذکور ہیں اور بعض کتبِ سیر میں مرقوم و محفوظ ہیں۔ آپ کی نرمی کے بارے میں ارشادِ خداوندی ہے:

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللَّهِ لِنتَ لَهُمْ ۔ [1]	تو کیسی کچھ اللہ کی مہربانی ہے اے محبوب! کہ تم اُن کے لیے نرم دل ہوئے۔

کافروں پر سختی فرمانے اور اہلِ ایمان کے ساتھ نرمی کا سلوک کرنے کے متعلق اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے:

مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ ۚ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ ۔ [2]	محمد اللہ کے رسول ہیں اور اُن کے ساتھ والے کافروں پر سخت ہیں اور آپس میں رحم دل۔

آپ اِس امر کے بیحد خواہشمند رہتے تھے کہ لوگ ایمان کی دولت سے مالا مال ہو کر اُمتِ محمدیہ کے زمرے میں شامل ہوتے چلے جائیں۔ اللہ جلّ شانہٗ نے آپ کے اِن جذبات کو سراہتے ہوئے یُوں ذکر فرمایا ہے:

لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ	بے شک تمہارے پاس تشریف لائے تم میں سے وہ رسول، جن پر تمہارا مشقت میں پڑنا گراں ہے

---

[1] پ ۴، سورۂ آلِ عمران، آیت ۱۵۹ [2] پ ۲۶، سورۂ الفتح، آیت ۲۹

marfat.com

عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ[1] تمہاری بھلائی کے نہایت چاہنے والے، مسلمانوں پر کمال مہربان مہربان۔

آپ نے فریضۂ رسالت کو کما حقہٗ اور انتہائی خوش اسلوبی سے انجام کو پہنچایا، جس کے بارے میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

فَتَوَلَّ عَنْهُمْ فَمَآ اَنْتَ بِمَلُوْمٍ[2] تو اے محبوب! تم اُن سے منہ پھیر لو تو تم پر کچھ الزام نہیں۔

اگر (بفرضِ محال) آپ سے کوتاہی متصور ہوتی تو ملامت سے بری الذمہ قرار نہ دئیے جاتے۔

وجہ نمبر ۳۱: اللہ تعالیٰ نے اُمتِ محمدیہ کو عادل حکام کا مرتبہ مرحمت فرمایا ہے، کیونکہ جب اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کا (بروزِ حشر) فیصلہ کرے گا اور پہلی اُمتیں تبلیغِ رسالت کا انکار کریں گی تو اُمتِ محمدیہ کو بطور گواہ پیش کیا جائے گا۔ یہ گواہی دیں گے کہ حضرات انبیاء و مرسلین علیہم السلام نے اِن لوگوں تک احکامِ خداوندی پہنچا دیے تھے۔ یہ خصوصیت کسی دوسرے نبی کے لیے ثابت نہیں ہوئی۔

وجہ نمبر ۳۲: اللہ تعالیٰ نے آپ کی اُمت کو گمراہی پر جمع ہونے سے محفوظ فرما دیا ہے۔ پس وہ گمراہی پر کسی بھی بنیادی یا فروعی بات میں اتفاق نہیں کر سکتے۔

وجہ نمبر ۳۳: اللہ جل شانہٗ نے نبی آخر الزماں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی کتاب (قرآنِ کریم) کو محفوظ فرما دیا ہے۔ سب اگلے اور پچھلے اکٹھے ہو کر بھی کوشش کریں کہ اس میں ایک کلمے کی کمی یا زیادتی کر دی جائے تو یقیناً وہ ایسا کرنے سے عاجز رہیں گے حالانکہ توریت و انجیل میں جو تبدیلی واقع ہوئی وہ کسی پر مخفی نہیں۔

وجہ نمبر ۳۴: فخرِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اُمت سے اگر کسی کا کوئی عمل بارگاہِ خداوندی میں شرفِ قبولیت حاصل نہ کر سکے تو اللہ تعالیٰ پردہ اُس پر بھی ڈالتا ہے۔ پہلی اُمتوں میں اگر قُربِ الٰہی حاصل کرنے کی خاطر کوئی قربانی پیش کرتا، تو اُس کی قبولیت کا ثبوت یہ ہوتا کہ

---

[1] پ ۱۰، سورۃ التوبہ، آیت ۱۲۸ [2] پ ۲۷، سورۃ الذّٰریٰت، آیت ۵۴

marfat.com

آسمان سے ایک آگ ظاہر ہوتی اور اُس قربانی کے گوشت کو کھا جاتی۔ لیکن جس کی قربانی نامنظور ہوتی اُسے آگ اُسی طرح چھوڑ جاتی اور وُہ شخص سب کی نگاہوں میں ذلیل و خوار ہو کر رہ جاتا۔

اسی لیے اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ۝ۙ[۱] اور ہم نے تمہیں نہ بھیجا مگر رحمت سارے جہان کے لیے۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ مجھے رحمت عطا فرمائی گئی ہے اور میں رحمتوں والا نبی ہوں۔

وجہ نمبر ۲۵: اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جوامع الکلم عطا کر کے مبعوث فرمایا تھا کہ تھوڑے سے لفظوں میں بڑی بڑی باتوں کو کوزے میں سمندر کی طرح سمو دیا کرتے تھے۔ آپ کی فصاحت و بلاغت پر فصحائے عرب کا اتفاق ہے۔

جیسے اللہ تعالیٰ نے آپ کو نوعِ بشر کے انبیاء و مرسلین علیہم السلام پر فضیلت عطا فرمائی ہے، اسی طرح آسمانی مخلوق یعنی فرشتوں کے برگزیدہ مرسلین پر بھی آپ کو فضیلت مرحمت فرمائی ہے۔ افضل البشر ملائکہ سے افضل ہیں جیسا کہ اللہ جل شانہ نے فرمایا ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ بیشک جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے، وہی
اُولٰٓئِکَ هُمْ خَیْرُ الْبَرِیَّةِ۔[۲] تمام مخلوق سے بہتر ہیں۔

کیونکہ فرشتے بھی بَرِیَّہ کے زُمرے میں شامل ہیں اور اِس سے مراد مخلوق ہے۔ یہ لفظ بَرَأَ اللّٰہُ الْخَلْقَ سے ماخوذ ہے، جس کا معنی اختراع کرنا یا ایجاد کرنا ہے، جبکہ فرشتے مذکورہ آیت اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ میں شامل نہیں ہیں۔ حالانکہ وُہ بھی ایمان لائے اور نیک عمل کرتے ہیں، کیونکہ یہ لفظ لغت میں عرف کے طور پر نوعِ بشر سے ایمان لانے والوں کے ساتھ مختص ہے۔ اِس کی دلیل یہ ہے کہ اِس لفظ کا اطلاق کرتے وقت ہر کسی کا ذہن اِسی طرف جاتا ہے۔

اگر یہ کہا جائے کہ لفظ اَلْبَرِیَّة تو اَلْبَرَا سے ماخوذ ہے اور اس کا معنی مٹی ہے۔ لہٰذا آیت کا مفہوم یہ ہوگا کہ: بیشک جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے نیک کام کیے وُہ ساری

---

[۱] پ ۱۷، سورۃ الانبیاء، آیت ۱۰۷ [۲] پ ۳۰، سورۃ البینۃ، آیت ۷

خاکی مخلوق سے بہتر ہیں۔ اِس کا جواب دُو طرح دیا جاتا ہے:

۱۔ ماہرینِ لغت نے لفظ اَلبَرِیَّۃ کو بغیر ہمزہ (مذکورہ) کے شمار کیا ہے۔ جیسا کہ اہلِ عرب کا دستور ہے۔

۲۔ یہ تو بالکل ظاہر ہے کہ نافع نے ہمزہ کے ساتھ پڑھا ہے۔ لہٰذا دونوں قراتوں کی صورت میں یہ کلامِ الٰہی ہے۔ اگر ایک کی رُو سے دیکھیں تو مومنین صالحین کی جملہ نوعِ بشر (ماسوائے انبیائے کرام) پر فضیلت ثابت ہوتی ہے اور دُوسری قرأت کو اگر ترجیح دیں تو ساری مخلوق پر فضیلت ثابت ہوتی ہے اور جب یہ امر ثابت شدہ ہے کہ فضیلت والے بشر عام ملائکہ سے افضل ہیں اور انبیائے کرام علیہم السلام مومنین صالحین سے افضل ہیں جیسا کہ افضلیتِ انبیائے کرام کے بارے میں اللہ جل شانہٗ نے فرمایا ہے:

وَكُلًّا فَضَّلْنَا عَلَى الْعَالَمِينَ[1] اور ہم نے ہر ایک کو اس کے وقت میں سب پر فضیلت دی۔

اس سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ انبیائے کرام تمام انسانوں اور فرشتوں سے افضل ہیں کیونکہ فرشتے بھی عالَمِینَ کے زُمرے میں آتے ہیں، خواہ العَالَمِینَ کو اَلعَالَمُ سے مشتق مانا جائے، یا اَلعَلَامَۃُ سے، دونوں صورتوں میں نتیجہ یہی سامنے آتا ہے اور جب انبیائے کرام تمام فرشتوں سے افضل ہیں اور سیّدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جملہ انبیائے کرام سے افضل ہیں۔ اِس لحاظ سے ملائکہ پر انبیائے کرام کی برتری ہونے کے باعث فخرِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرشتوں سے دُو درجے افضل اور دُو رُتبے اعلیٰ ہُوئے۔ اِسی لیے آپ کے منصبِ رفیع کی عظمتوں کا شناسا کوئی نہیں، ماسوائے اُس ذاتِ وحدہٗ لاشریک کے جس نے خاتم الانبیاء وسیّد المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تمام جہانوں اور جہان والوں پر فضیلتِ تامہ مرحمت فرمائی ہے۔ یہ صرف اشارے ہیں جو اہلِ عقل و دانش کے لیے کافی ہیں۔ ہم اللہ تعالیٰ کے اِس فضل و کرم کے طلبگار ہیں کہ ہمیں نبیِ آخر الزماں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنّت، طریقے اور ظاہری و باطنی

---

[1] پ ۷، سورۃ الانعام، آیت ۸۶

marfat.com

اخلاق میں آپ کے اتباع کی توفیق مرحمت فرمائے اور ہمیں اپنے حبیب کی جماعت میں اور مددگاروں میں شامل فرمائے۔ والحمد للہ وحدہٗ وصلوٰتہ علی خیر خلقہ محمد وآلہٖ و صحبہ وحسبنا اللہ ونعم الوکیل ○ ولا حول ولا قوۃ إلّا باللہ العلی العظیم ○ یہاں

امام عز بن عبد السلام رحمۃ اللہ علیہ کا رسالہ اُن کے لفظوں میں ختم ہو گیا۔ والحمد للہ۔

۸۔ ربیع النور ۱۳۹۵ھ

۲۲۔ مارچ ۱۹۷۵ء

marfat.com

کچھ اِس ترجمے کے بارے میں

۱۔ علامہ یوسف بن اسمٰعیل نبہانی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۳۵۰ھ) اکابرِ اُمت کے جو فرموداتِ گرامی قارئین تک عربی زبان میں پہنچانا چاہتے تھے ہم نے اُس مفہوم کو سلیس اور عام فہم اُردو میں پیش کرنے کا بساط بھر اہتمام رکھا اور لفظ بہ لفظ ترجمہ کرنے سے اجتناب کیا ہے۔

۲۔ ہر زیرِ بحث آیت کا نیچے حاشیے میں حوالہ درج کر دیا ہے جبکہ اصل کتاب میں کوئی حوالہ نہیں ہے۔

۳۔ آیات درج کر کے اُن کا ترجمہ مجددِ مائۃ حاضرہ امام احمد رضا خاں بریلوی قدس سرہٗ کے ترجمۂ قرآنِ کریم یعنی کنز الایمان سے پیش کیا ہے کیونکہ اُردو زبان میں یہ سب سے صحیح اور عدیم النظیر ترجمہ ہے۔

۴۔ جن عباراتِ جواہر البحار کی مناظرین اور واعظین کو ضرورت پڑتی ہے ایسی اکثر عبارتیں مِن وعَن نقل کر کے بالمقابل اُن کا اُردو ترجمہ پیش کر دیا ہے۔

۵۔ مضامین کی مطابقت کے لحاظ سے حسبِ موقع حاشیے میں بعض نعتیہ اشعار پیش کر دیے ہیں۔

۶۔ امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی ہدایات کے مطابق حفظِ مراتب کا پورا لحاظ رکھنے کی کوشش کی ہے جبکہ معاصرین کی اکثر تصانیف اِس میدان میں افراط یا تفریط کا شکار ہو کر رہ گئی ہیں۔

خادم العلم والعلماء: اختر شاہجہانپوری مظہری عفی عنہ

لاہور

marfat.com

قرآن کتاب ہدایت ہے۔
مکمل ضابطہ حیات ہے۔
قرآن ہماری دنیوی اور اخروی کامیابی کا ضامن ہے۔
قرآن کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی کوشش کریں۔
پیر محمد کرم شاہ صاحب ازہری کی معرکہ آرا تفسیر

خوبصورت ترجمہ • بہترین تفسیر

ضیاء القرآن

فہم قرآن کا بہترین ذریعہ ہے

ترجمہ: جس کے ہر لفظ سے اعجاز قرآن کا حسن نظر آتا ہے
تفسیر: اہل دل کے لیے درد و سوز کا ارمغان

ضیاء القرآن پبلی کیشنز گنج بخش روڈ لاہور

marfat.com

اہلِ علم کیلئے ضیاء القرآن پبلی کیشنز کی ایک اور عظیم علمی پیشکش

قرآن حکیم ہی نظریاتی خلفشار کے موجودہ تاریک دور میں بنی نوع انسان کو ایک باوقار مستقبل کی راہ دکھاتا ہے

قرآنی علوم کا بیش بہا خزینہ

تفسیر الحسنات

مؤلفہ

مفسرِ قرآن علامہ ابو الحسنات سید محمد احمد قادری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

کلام مجید کو سمجھنے میں تفسیر الحسنات آپ کی صحیح راہنمائی کرے گی

مکمل سیٹ سات جلدیں

ضیاء القرآن پبلی کیشنز ○ لاہور

marfat.com

صاحبانِ ذوق و محبت اور اربابِ فکر و نظر

مژدۂ جانفزا

سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے موضوع پر

حضرت ضیاء الامت پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ کے

بہار آفریں قلم سے نکلا ہوا لازوال شاہکار

درد و سوز اور تحقیق و آگہی سے معمور تصنیف

ضیاء النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

مکمل سیٹ سات جلدیں

ضیاء القرآن پبلی کیشنز ○ لاہور

marfat.com

marfat.com